جلد 39 شمارہ 4
اپریل 2017ء
قیمت -/60 روپے

بانی : سردار محمود
مدیر اعلی : سردار طاہر محمود
مدیرہ : تسنیم طاہر
نائب مدیران : ارم طارق
تحریم محمود
مدیرہ خصوصی : فوزیہ شفیق
قانونی مشیر : سردار طارق محمود (ایڈوکیٹ)
آرٹ ایڈیٹر : کاشف گوریجہ
اشتہارات : خالدہ جیلانی
افراز علی نازش

MEDICAM
DENTAL CREAM
Dentist's Recommendation
1
10 PROBLEMS SOLUTION
MEDICAM
A REAL DENTAL CREAM FOR TEETH & GUMS PROTECTION
TGP (Teeth Gum Protection)
Active Ingredients • Clove • Salt • Eucalyptus Oil • Spearmint • Sylobianc
/salammedicam
www.medicamgroup.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلے وار ناول

مکمل ناول

انتباہ: ماہنامہ حنا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، اور نہ کسی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماهنامه حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 042-37310797 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

قارئین کرام! اپریل 2017ء کا شمارہ پیش ہے۔

گذشتہ دنوں چند بلاگرز نے، جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، سوشل میڈیا پر شانِ رسالتؐ میں گستاخی کی۔ اس پر حکومتی کاروائی میں تاخیر پر اسلام آباد ہائی کورٹ کے معزز جج جناب جسٹس شوکت صدیقی نے سوموٹو ایکشن لیتے ہوئے کیس کی سماعت کے دوران ریمارکس دیئے کہ حکومت ایسی سائٹس بلاک کردے جن پر توہین رسالتؐ کی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہیں کرسکتی تو ملک میں سوشل میڈیا کو بند کردینا چاہیے۔ آخر لوگ اس سے پہلے بھی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے ان ریمارکس کی مخالفت کرتے ہوئے سوشل میڈیا کے فوائد گنوانے شروع کیے ہیں۔ ہم جناب شوکت صدیقی صاحب کے ان ریمارکس کی تائید کرتے ہیں بے شک انسانی حقوق کی آگاہی اور مسائل کے حل کے سلسلے میں اچھی خدمات ہیں مگر شانِ رسالت کا تحفظ ہمارے ایمان کا معاملہ ہے۔ اس پر سمجھوتہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر سوشل میڈیا عزتوں سے کھیلتا ہوا توہینِ رسالت تک پہنچ جائے اور بار بار اس جرم کا ارتکاب کرتا رہے تو ہمارے پاس اس کو بند کرنے کے سوا کیا چارہ ہے؟ تمام تر حکومتی اقدامات کے بعد بھی اگر یہ گھنونا جرم نہیں رکتا تو کیا ہم اپنے آقا کی حرمت کی قیمت پر سوشل میڈیا کو جاری رہنے دیں؟ اور ایمان سے جاتے رہیں؟ ہم کس منہ سے آخرت میں آپ کی شفاعت کے طلبگار ہوں گے۔ سوچیے۔۔۔!

اس شمارے میں: صبا جاوید اور سونیا چوہدری کے مکمل ناول، مبشرہ انصاری اور قرۃ العین رائے کے ناولٹ، سیما بنت عاصم، شبانہ شوکت، فرح طاہر، حنا اصغر اور رمشا احمد کے افسانے، ام مریم اور نایاب جیلانی کے سلسلے وار ناولوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آراء کا منتظر

سردار طاہر محمود

تو ہے فہم بشر سے وراء الورا
کوئی تیری حقیقت کو پا نہ سکے

تیرے دست تصرف میں ارض و سما
تیرے لکھے کو کوئی مٹا نہ سکے

تیرے نور سے روشن ہیں شمس و قمر
ترے حسن کا پرتو ہے شام و سحر

تیرے محتاج ہیں سارے جن و بشر
تیرے آگے کوئی سر اٹھا نہ سکے

تو گداؤں کو پل میں کرے بادشاہ
ضامن سروری تیری ادنیٰ نگاہ

جس کو ٹھکرائے اس کو ملے نہ پناہ
تو جو پکڑے تو کوئی بچا نہ سکے

تیرے دم سے ہے قائم یہ بزم جہاں
یہ مکیں و مکاں یہ زمین و زماں

ذرے ذرے سے تیری قدرت عیاں
کوئی پردہ بھی جس کو چھپا نہ سکے

تیرے در پہ سوالی ہے صبح و شام
تیرا سرمد ترا شاعر پرخطا

سرمد مظاہری

اللہ رے یہ حسن سفر کیسا لگے گا
معراج کی منزل پہ بشر کیسا لگا گا

یوں نخل عقیدت کا ثمر کیسا لگے گا
سجدوں سے میرے آپ کا در کیسا لگا گا

اک صاحب اسرائی کے تصور میں شب غم
گرتا ہوا دامن پہ گہر کیسا لگا گا

اس گلشن کونین کے گلشن میں پہنچ کر
مت پوچھ میرا داغ جگر کیسا لگا گا

جب لوٹ کے آؤں گا مدینے کے سفر سے
میں کیسا لگوں گا میرا گھر کیسا لگے گا

پلکوں پہ اگر گرد رہ طیبہ سجا لوں
لوگو! میرا دامان نظر کیسا لگے گا

بیمار الم آپ کا اے جان مسیحا
جب ہوگی شب غم کی سحر کیسا لگے گا

جس ہاتھ سے لکھوں گا محمدؐ کا قصیدہ
اس ہاتھ میں جبریل کا پر کیسا لگے گا

جو افشاں ہلال آج ہے نعتوں کے افق پر
کل ہو گا مکمل یہ قمر کیسا لگے گا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نکاح شغار کے متعلق

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے اور شغار یہ تھا کہ ایک شخص اپنی بیٹی دوسرے کو اس اقرار کے ساتھ بیاہ دیتا تھا کہ وہ بھی اپنی بیٹی اسے بیاہ دے اور دونوں کے درمیان مہر مقرر نہ ہو۔ (صحیح مسلم)

نکاح متعہ کے متعلق

قیس کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس عورتیں نہ تھیں اور ہم نے کہا۔

''کیا ہم خصی ہو جائیں؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور ہمیں اجازت دی کہ ایک کپڑے کے بدلے معین مدت تک عورت سے نکاح کریں پھر سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

''اے ایمان والو! مت حرام کرو پاک چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو درست نہیں رکھتا۔'' (المائدہ:۸۷) (صحیح مسلم)

نکاح متعہ کے منسوخ ہونے اور اس کے حرام ہونے کے متعلق

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا اور پلے ہوئے شہری گدھوں کے گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا۔

سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت کے دن تک کے لئے حرام کر دیا ہے، پس جس کے پاس ان میں سے کوئی ہو تو چاہیے کہ اس کو چھوڑ دے اور جو چیز تم انہیں دے چکے ہو واپس نہ لو۔'' (صحیح مسلم)

کچھ رشتوں کا بیان

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی کسی عورت اور اس کی پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع نہ کرے اور نہ کوئی کسی عورت اور اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع کرے۔ (صحیح مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق مہر کا بیان

ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا مہر کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ بارہ اوقیہ چاندی یا پانچ سو درہم ہوتے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات کے لئے مہر تھا۔ (صحیح مسلم)

کھجور کی گٹھلی برابر سونے پر نکاح

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ پر زردی کا اثر دیکھا تو فرمایا۔

''یہ کیا ہے؟''

انہوں نے کہا کہ۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے ایک عورت سے کھجور کی گٹھلی بھر سونے کے مہر پر نکاح کیا ہے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کا ہو۔'' (صحیح مسلم)

ماہ شوال میں شادی و نکاح کا بیان

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور ہم بستر ہوئے مجھ سے شوال میں اور کون سی عورت رسول اللہ کے پاس مجھ سے بڑھ کر پیاری تھی اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دوست رکھتی تھیں کہ ان کے قبیلہ کی عورتوں سے ہم بستری کی جائے ماہ شوال میں۔ (صحیح مسلم)

نکاح میں ولیمہ کا بیان

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ اپنی ازواج میں سے کسی عورت کا ولیمہ ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ سے بڑھ کر کیا ہو۔

پس ثابت بنانی نے کہا کہ۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس چیز کا ولیمہ کیا تھا؟''

تو انہوں نے کہا کہ۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت روٹی کھلائی حتیٰ کہ لوگ سیر ہو کر چلے گئے اور کھانا بچ گیا۔'' (صحیح مسلم)

دعوت ولیمہ

نافع سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔

''جب کوئی اپنے بھائی کو بلائے تو چاہیے کہ اس کی دعوت کو قبول کرے، شادی ہو یا اسی کی طرح کوئی اور دعوت ہو۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جب کسی کو دعوت دی جائے تو چاہیے کہ قبول کر لے، اگر روزے سے ہے تو دعا کرے اور اگر روزے سے نہیں ہے تو کھائے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جو اس میں آتا ہے اس کو روکا جاتا ہے اور جو نہیں آتا اس کو بلاتے پھرتے ہیں اور جو دعوت میں نہ آیا تو اس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

عورتوں سے نرمی

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ جب کوئی امر پیش آئے تو اچھی بات کہے نہیں تو چپ رہے اور عورتوں سے خیر خواہی کرو اس لئے کہ وہ پسلی سے بنی ہیں اور پسلی میں اونچی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے، پھر اگر تو اسے سیدھا کرنے لگا توڑ دے گا اور اگر یوں ہی چھوڑ دیا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی، عورتوں کی خیر خواہی کرو۔'' (صحیح مسلم)

مطلقہ عورت اپنے باغ کی کھجوروں کی توڑنے کے لئے (باہر) جاسکتی ہے

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوئی اور انہوں نے چاہا کہ اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لیں، پس ایک شخص نے ان کے باہر نکلنے پر انہیں جھڑکا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''نہیں تم جاؤ اور اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لو، اس لئے کہ شاید تم اس میں سے صدقہ دو (تو اوروں کا بھلا ہو) یا اور کوئی نیکی کرو (کہ تمہارا بھلا ہو)'' (صحیح مسلم)

دودھ سے حرمت

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما تھے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک آواز سنی کہ وہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی آپ کے گھر پر اندر آنے کی اجازت مانگتا ہے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''میں خیال کرتا ہوں کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا رضاعی چچا ہے۔'' تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر فلاں شخص (یعنی میرا چچا) زندہ ہوتا تو کیا میرے گھر آتا؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

''ہاں، رضاعت سے بھی ویسی ہی حرمت ثابت ہوتی ہے جیسے ولادت سے۔'' (صحیح مسلم)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میرا رضاعی چچا آیا، اس نے مجھ سے (اندر آنے کی) اجازت مانگی تو میں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس متعلق مشورہ نہ لے لوں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو میں نے عرض کیا کہ میرا رضاعی چچا آیا اور مجھ سے اجازت مانگی لیکن میں نے انکار کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''تیرا چچا تیرے پاس آجائے تو؟'' میں نے کہا۔

''مجھے دودھ عورت نے پلایا تھا نہ کہ کسی مرد نے۔'' (یعنی دودھ عورت پلائے اور حقوق مرد کو بھی مل جائیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''وہ آپ کا چچا ہے وہ اندر آجائے۔'' (صحیح مسلم)

رضاعی (دودھ کی) بھتیجی کی حرمت

ام المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو کیا ہے کہ (خاندان) قریش میں (نکاح) شوق سے کرتے ہیں؟ لیکن آپ ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، (یعنی ہمارے پاس رشتے موجود ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیتے ہی نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

''کیا تمہارے پاس کوئی رشتہ ہے؟''

میں نے کہا کہ ہاں (سید الشہداء) حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچا زاد بہن تھی) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''وہ میرے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔'' (وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا تھا) (صحیح مسلم)

جبری نکاح

اگر کسی شخص نے اپنی بیٹی کا (کنواری ہو یا ثیبہ) جبراً نکاح کر دیا اور وہ اس نکاح سے ناراض تھی تو نکاح باطل ہوگا۔ (بخاری شریف)

عبد الرحمان اور مجمع سے روایت ہے جو دونوں یزید بن حارثہ کے بیٹے تھے انہوں نے خنساء بنت خذام سے تحقیق کی ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا، وہ ثیبہ تھیں (خاوند کر چکی تھیں) اس دوسرے نکاح سے ناراض تھیں آخر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے باپ کا کیا ہوا نکاح (ختم) فسخ فرما دیا۔ (بخاری شریف)

شادی میں گانا بجانا

ربیع جو معوذ بن عفرا کی بیٹی تھی، وہ کہتی تھی۔

''جب میری رخصتی کی گئی تو (اس سے دوسری صبح) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔

اور ہماری چند بچیاں اس وقت دف بجا رہی تھیں، ہمارے بزرگوں کا ذکر کر رہی تھیں، جو بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے، اتنے میں ایک بچی یہ مصرعہ گانے لگی ایک پیغمبر ہم میں ہیں جو جانتے ہیں کل کی بات (یعنی کل کی ہونے والی بات) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''یہ نہ گاؤ گا جو تو پہلے گا رہی تھی وہ گاؤ۔'' (بخاری شریف)

نکاح کی شرائط

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''کسی عورت کو اپنے خاوند سے یہ درخواست کرنا درست نہیں کہ وہ اس کی بہن (سوکن) کو طلاق دے دے تا کہ اس کے حصے کا پیالہ بھی خود انڈیل لے (یہ ہو نہیں سکتا) جتنا اس کی قسمت میں ہے اتنا ہی ملے گا۔'' (صحیح مسلم)

دلہن کو دعا دینے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مجھ سے نکاح کیا تو میری والدہ (ام رومان بنت عامر) مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر لے کر آئیں تو وہاں کئی انصاری عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے مجھے اور میری ماں کو یوں دعا دی ''مبارک مبارک اللہ کرے تم اچھی ہو، تمہارا نصیبہ اچھا ہو۔'' (بخاری شریف)

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ابن انشاء

پچھلے دنوں کراچی کے سکینڈری بورڈ کے امتحان میں اول، دوم اور سوم آنے والی طالبات کے انٹرویو کیے گئے تو انہوں نے بتایا کہ ہمیں مشرقی ماحول اور جاسوسی ناول بہت پسند ہیں، یہ رائے پڑھ کر ہمیں بہت خوشی ہوئی، ہم نے خود اپنا سارا علم جاسوسی ناولوں سے اخذ کیا ہے، ہم جو اپنے امتحانوں میں اول آتے رہے ہیں اسے محض حسن اتفاق سمجھتے تھے، اب یہ معلوم ہو گیا کہ اس کی وجہ تیرتھ رام فیروز پوری کے ناول تھے، جن کا ہم نے بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا، ان سے ذہن کو جلا ملتی ہے، آدمی سراغ لگا سکتا ہے کہ پرچے کس ممتحن کے پاس ہیں اور کسی نہ کسی طرح اسے جا پکڑتا ہے، محبت کے رموز جو ان ناولوں سے حاصل ہوتے ہیں، کھاتے ہیں۔

مشرقی روایات کے بارے میں ہم نے ذہن پر بہت زور ڈالا کہ آیا ہمیں مشرقی روایات سے دلچسپی تھی؟ ہونی چاہیے تھی ورنہ اول کیسے آ سکتے تھے، یاد آیا کہ ہم انگا پاجامہ پہنتے تھے اور کبھی کبھی پان کھا لیتے تھے، یورپ کے لوگ انگا پاجامہ نہیں پہنتے، اس لئے ہم نے پہچان لیا کہ یہ مشرقی روایات کا جزو ہے، پان کے متعلق اس مضمون سے تصدیق ہو گئی، جو پچھلے ہفتے مقامی ہفت روزہ میں چھپا ہے، اس میں لوگوں کے انٹرویو میں بعض نے بے شک کہا کہ ہم تو پان کو منہ میں نہیں لگاتے کیونکہ اس سے دامن داغ دار ہو جاتا ہے لیکن ادیبوں اور شاعروں نے کہا کہ پان اس سے بھی ضروری چیز ہے اور پاندان بڑی ضروری چیز ہے۔

یہ ہماری مشرقی ثقافت کا جزو ہے، اگر بی بیاں گھر میں چوکی پر بیٹھ کر پان نہیں کھائیں گی، چھالیہ نہیں کاٹیں گی تو ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے آئیں گے، فاسد خیالات آئیں گے، بیل باٹم پہننے لگیں گی اور مشرقی تہذیب کا جنازہ نکل جائے گا۔

پان کو حقیر شے نہ جانیے، یہ جہان رنگا رنگ ہے بلکہ پوری کائنات اس میں جمع ہے، یہ اپنی ذات سے نباتات کے دائرے میں آتا ہے، اس پر جمادات چڑھتے ہیں، کیونکہ چونا اور کتھا بھی جمادات ہیں اور پھر حیوانات اسے کھاتے ہیں، حضرت انسان ڈارون کی تحقیق کے مطابق جس خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اس میں نقل کا مادہ پایا جاتا ہے، پان خوری کی ابتدا یوں ہوئی کہ انسان نے بھینسوں کی جگالی کرتے دیکھا تو خیال آیا کہ میں ان سے پیچھے رہا جا رہا ہوں، پہلے گھاس کھا کے دیکھی، اس پر دماغ الٹنے لگا اور لوگ پوچھنے لگے کہ کیا گھاس کھا گئے ہو؟ تو اسے چھوڑ یہ پتا پسند کیا، اب بھینسیں یہ دعوا نہیں کر سکتیں کہ کسی طور انسان سے برتر ہیں، اگر دودھ دینے کا غرور ہے تو وہ بھی بے محل جانیے ہمارے گھروں میں جو دودھ سپلائی ہوتا ہے اس میں بھینس اور حضرات انسان برابر کے شریک ہوتے ہیں بلکہ انسان شریک غالب، لاہور میں تو دودھ کے بعض نمونوں میں چھیانوے فیصدی ملاوٹ پائی گئی ہے، یہ باقی چار فیصدی کی کسر بھی کسی روز نکل جائے گی۔

اسی طرح پان خوری بھی ایک فن ہے، پان دان، خاصہ دان، اگال دان سب ہی اس کے متعلقات ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کچھ لوگ ان متعلقات کو پسند کرتے ہیں، کچھ تکلفات بارِدہ سمجھتے ہیں، ایک دیہاتی رئیس کسی شہری رئیس کے ہاں مہمان گئے تھے، اس نے قالین پر بٹھایا اور پان پیش کیا، ان کو پیک پھینکنے کی خواہش ہوئی تو اِدھر اُدھر دیکھا، میزبان نے ایک منقش اور مجلّا مراد آبادی اگال دان سامنے کر دیا، انہوں نے اسے ہاتھ سے پرے ہٹا دیا اور قالین کا گوشہ ہٹا کر پیک پھینک دی، تھوڑی دیر بعد پھر یہ ضرورت پیش آئی تو میزبان نے پھر وہ چم چم کرتا اگال دان آگے کیا، مہمان عزیز نے پھر اسے ہاتھ سے پرے کر کے قالین کے گوشے سے کام لیا، تیسری بار میزبان نے اگال دان آگے کیا تو مہمان صاحب تلملائے اور قالین کے نیچے پیک پھینک کر بولے۔

”یہ کیا بدتمیزی ہے، ہر بار تم یہ برتن آگے کر دیتے ہو، اب کے کیا تو اس میں تھوک دوں گا۔“

یوں تو ہم نے پان ترک کر رکھا ہے، لیکن لندن میں ہمیں پان پیش کیا گیا تو ہم نے کھایا تاکہ ہم پر مشرقی روایات سے انحراف کا الزام نہ آئے، پان وہاں ملتا ہے اور پاکستان سے اچھا اور سستا ملتا ہے، چونا کتھا بھی دکانوں سے لے لیجیے۔

حضرت جوش ملیح آبادی کی تو دی ہوئی رائے، ہمارے نزدیک مستند ہوئی ہے، پان کے باب میں ان سے بھی رجوع کیا گیا تو فرمایا کہ نیت درست ہو تو نہ شراب حرام ہے نہ پان، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ آج کل پان خوری کا سلیقہ نہیں نادانوں کو، لکھنو میں شاہی کی بساط نہیں اٹھی تھی تو ایک پان پندرہ دن میں تیار ہوتا تھا، پہلے ریت پہ گیلا کپڑا، پھر ریت، اس طرح پان رکھ کر اس کو خوشبوؤں میں بسایا جاتا تھا اور وہ ایسا کرارہ اور خستہ ہو جاتا تھا کہ اوپر سے گرائیے تو شیشے کی طرح چکنا چور ہو جائے، ممکن ہے لوگ ان کی اس بات پر بھی ایسے ہی یقین نہ کریں جس طرح یادوں کی برات کے بعض واقعات کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ہمارے نزدیک اس میں بعید از مکان کوئی بات نہیں، اس زمانے کے لوگوں کو سوائے ماش کی دال سو طرح پکانے اور پان کے مسالے ایجاد کرنے کے کام ہی کیا تھا۔

ہندو لوگ ویدوں سے طیارے اور ایٹم بم نکال لاتے ہیں تو یہ چیزیں تو ہمارے ہاں پراچین بھارت میں پہلے سے تھیں، ہمارے دوست خواجہ حمید الدین شاہد نے اعلیٰ پائے کے تحقیق کے آدمی ہیں، پرانوں اور ویدک داستانوں میں اس برگ سبز کو ڈھونڈ نکالا ہے، حیرت ہے پان سے ہٹ کر ان کی نظر چکنی ڈلی پر نہیں گئی ورنہ چکنی ڈلی سے پھسل کر غالب پر جا ٹکتی۔

ہے کف دست پہ صاحب کے جو یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے

اور تو اور مرزا ظفر الحسن آف ادارہ یادگار غالب کو بھی دھیان نہیں آیا کہ جس طرح لوگوں کو اس نیت سے آم کھلائے تھے کہ غالب آم کھاتے تھے، اس طرح کسی روز لوگوں کی چکنی ڈلی سے بھی تواضع کریں، بس ہر مہمان کے کف دست پر ایک ایک دانہ چکنی ڈلی کا رکھنا کافی ہو گا، ہمیں معلوم نہیں چکنی ڈلی فی زمانہ ملتی بھی ہے یا نہیں، چکنے گھڑے تو عام ملتے ہیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

دلِ گزیدہ

اُم مریم

پندرہویں قسط کا خلاصہ

عمر اپنی تنہا زندگی تنہا گھر میں یادوں کے ساتھ زندہ ہے، اسے اس زندگی میں کسی کی مداخلت کسی کی آمد گوارا نہیں۔

غانیہ کی بیٹی حجاب کی تو بالکل نہیں، جو اسے کالج میں بار بار روک کر متعارف ہونے کی کوشش کرتی ہے۔

آپا کی کوشش اور محبت بالآخر جیت جاتی ہے، وہ موّن کو آمادہ کر لیتی ہیں کہ قدر کی نسبت علی شیر سے طے کر دی جائے، موّن قدر کی آمادگی جانتے ہوئے ہاں کر دیتے ہیں۔

قدر کو تقریری مقابلے میں فتح حاصل ہونے پہ ایک اجنبی نوجوان برہم ہو کر نہ صرف تلخ کلامی پہ اترتا ہے بلکہ اس پہ ہاتھ بھی اٹھا دیتا ہے۔

سولہویں قسط

اب آپ آگے پڑھیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

Downloaded From Paksociety.com

چلواب بال کھولیں اور کچھ وجد کی باتیں
چلو خوابو کی مٹی میں حقیقت کو ملائیں ہم
چلو قبریں بنائیں ہم
چلو نمکیں اشکوں سے بنائیں عطر حسرت کا
چلواب تربت احساس پہ چھڑکیں لہو اپنا
چلو چادر چڑھائیں ہم مزار ذات پر اپنی
کہیں سے پتیاں لاؤ
فراق یار سے مہکی ہوئی کچھ پتیاں لاؤ
چلو شمع جلائیں ہم سرہانے گور کے اپنے
چلواب بال کھولیں اور کریں کچھ وجد کی باتیں
چلواب رقص کرتے ہیں تمناؤں کے مرقد پر
کریں کچھ بین خوابوں کا
کریں کچھ ماتم ہستی
چلو تعویذ لکھیں ہم
اور اس پر رقم یہ کر دیں کہ
آدم ابن آدم کو اس مٹی میں سونا ہے
یہی تو کھیل باقی ہے جو سب کے ساتھ ہونا ہے

سالہا سال بیت گئے...... سب کچھ بدل گیا...... گھر...... گھر...... کے حالات...... وہ خود...... خدوخال...... مگر نہیں بدلی...... تو عادت...... روٹین...... معمولات...... وہ آج بھی اسی تندہی سے اس قبرستان میں آتی تھی، اس قبر پہ آنسو لٹاتے پھول نچھاور کرتی۔ پودوں کی آبیاری کرتی، جو اس نے خود لگائے تھے، بہت خوبصورت مرقد تھا، بہت خوبصورتی سے پھول لگائے گئے تھے، کہ کیاری پھولوں سے گندھی نظر آئی تھی، اس نے پھولوں کے پودے اوپر سے نیچے کی طرف لگائے تھے اور ان کے درمیان فاصلہ نصف انچ سے زیادہ نہیں تھا، اس طرح کہ پھولوں کی ڈنڈیاں نظر نہیں آ رہی تھیں اور پھولوں پر پھول چڑھ گئے تھے، یوں لگتا تھا پھولوں کی چادر بچھائی گئی ہو، کچھ فاصلے پر لگے انار اور بادام کے درختوں پر کلیاں کھل رہی تھیں، پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو فضا میں پھیل رہی تھی، یہ جگہ اس پورے حصے میں سب سے حسین تھی، وہاں اس چھوٹے سے قطع کو لمبے اور گھنے درختوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا، زمین پر سرسبز گھاس اگی ہوئی تھی، جو بڑی دلکش لگتی تھی، اس نے نرم گھاس پر ہاتھ پھیرا جس پہ اوس کے موتی پڑے ہوئے تھے۔

''سلیمان......!'' وہ سسکی، بے اختیار ہچکیاں بھرنے لگی۔

''آپ ایسے تو نہیں تھے صاحب۔'' اس کی ہچکیاں بڑھنے لگیں، شام ڈھلتی جاتی تھی، اندھیرا بڑھنے لگا، وہ ہر احساس سے بے نیاز وہاں بیٹھی تھی۔

میں کہاں سے ڈھونڈوں آپ کو...... آپ کہیں ملتے۔''

اب وہ زارو قطار رو رہی تھی، اندھیرا مکمل طور پہ چھا گیا، اس کا سفید لبادہ ہوا سے اڑ کر پھڑ پھڑاتا تو خوفناک ماحول مزید ہیبت ناک محسوس ہونے لگتا۔

''کس قدر اندھیرا ہے، میرا دل ڈوب رہا ہے اس میں...... آپ جانتے ہو صاحب! میں اندھیرے سے ڈرتی ہوں۔''

اس کی آواز ڈوب رہی تھی، دھیمی اور غمگین آواز، آنکھیں سرخ تھیں اور پپوٹے معمول سے بھی بھاری اور بوجھل ہو رہے تھے، وہ کئی راتوں سے ٹھیک سے سو نہیں سکتی تھی، بھاری ٹنکو لائزر کے استعمال کے باوجود بھی۔

ہوا مزید تیز ہو رہی تھی، درختوں کے پتوں کے کھڑکھڑانے کی آواز عجیب احساس دل میں ابھارتی تھی، معاً قبروں کے درمیان سے ایک سایہ ابھرا، درمیان سے گزرتا ہوا اسی سمت بڑھنے لگا، اس کے قدموں تلے آ کر چڑمراتے پتے آمد کی خبر دیتے تھے مگر جسے دیتے تھے وہ ہی تو ہر احساس سے ماورا تھی، بے نیاز اور لاتعلق تھی، نظروں کی دھیمی روشنی میں یہ سایہ قبروں پہ پھیلتا سرکتا سکڑتا بالآخر اس تک پہنچ گیا، وہ اس پہ جھکا اور کچھ کہا، وہ چونکی، جیسے ہوش میں آ گئی، ایکدم سر کو نفی میں ہلایا، شدید احتجاج کیا، سایہ جھکا اور اس پر تسلط جما دیا، وہ بلبلائی، وہ پھڑ پھڑائی۔

''چھوڑو......'' وہ تڑپ کر گرفت سے نکلنے کو مچلی، گرفت مضبوط تھی، توانا تھی۔

''مجھے واپس نہیں جانا پلیز۔'' بے بسی محسوس کرتی وہ رو پڑی، سائے نے پھر کچھ کہا، اس بار لہجہ تلخ و ترش تھا۔

''میں تمہیں نہیں جانتی، مجھے چھوڑ دو۔'' وہ اب گالیاں کوسنے دے رہی تھی، کوئی پیش نہ چلتی دیکھ کر، جواباً سائے نما انسان نے پھر بڑبڑانے کے انداز میں اسے لتاڑا، وہ چپ ہو گئی، یوں جیسے تھک گئی ہو، نڈھال ہو گئی ہو، وہ سائے کے بازوؤں میں جھول گئی، سایہ ہنوز آگے بڑھ رہا تھا، ماحول میں فضا میں عجیب سی یاسیت تھی۔

تیرا آسماں تو نہ مل سکا
تیری راہ گزر کی زمیں سہی
مجھے سر پٹخنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

☆☆☆

سانوں لٹیا اس شرمیلے نے
جیہڑا نظر جھکائی رکھدا سی

اس نے لالٹین جلانے کے لئے اتاری تو اس کی چمنی چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ گئی، اس نے بغیر چمنی کے ہی لالٹین جلالی اور کانچ کے ٹکڑے باہر پھینک دیئے، شانزے کی بہکتی آواز پہ ایک پل کو ساکن رہ گیا، وہ گھر آیا تو موسم سخت خراب تھا، بارش شدید ٹھنڈ دھند اور کہرا گاؤں کی لائٹ موسم کی خرابی کے ساتھ ہی دغا دے گئی تھی تو واپسی کے امکان بھی نظر نہیں آتے تھے، اس نے غانیہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے کہنے پہ اسٹور روم سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر یہ لالٹین نکالی تھی، ابھی جلا بھی نہ پایا تھا کہ وہ سر پہ مسلط ہوگئی۔

''کیسے ہو یارمن......؟'' اس کے لہجے میں چاشنی ہی چاشنی تھی۔

''یارمن نہیں...... حمدان...... یارمن میں صرف اپنے پپا اور مما کے لئے ہوں۔'' اس کے جواب دیتے چہرے پہ سختی اتر آئی، لہجہ تو تھا ہی تنبیہی مگر پرواہ کسے تھی، لالٹین سنبھالے وہ باہر نکلنا چاہتا تھا مگر وہ دروازے میں اڑی کھڑی تھی، زنگ آلود لالٹین کی دھیمی روشنی میں ہر شے دھندلائی ہوئی تھی، سٹور کے دائیں کونے میں بوسیدہ سا ٹرنک پڑا ہوا تھا، جس کے رنگ کی جگہ زنگ نے لے لی تھی، اس کے ساتھ ہی چارپائی بچھی ہوئی تھی، دیوار کا وہ حصہ جس سے اس نے لالٹین اتاری تھی کالا ہو چکا تھا، کمرے کے بوسیدہ فرش پر متعدد جگہ چھوٹے چھوٹے گڑھے تھے اور سیلن پھولی ہوئی تھی، فضا میں بھی سیلن کی بو تھی۔

''پاگلا...... یارمن کہنے کا سب سے زیادہ حق تو میرا ہے۔'' وہ کھلکھلائی، انداز جتانے کا تھا، حمدان کو عجیب سی بے بسی نے آن لیا، دیکھا جاتا تو وہ غلط نہ کہتی تھی، اس بات کا استحقاق رکھتی تھی، اسے یہ حق سونپا گیا تھا مگر وہ بے باک تھی اور اسے بے باکی ہی نہ بھاتی تھی۔

''راستہ چھوڑو۔''

''تمہارا ہر راستہ، مجھ تک ہی لاتا ہے تمہیں یارمن!'' وہ ٹھسے سے بولی، حمدان کا فشار خون یکدم بڑھ گیا، کیا واقعی وہ اس کی تاک میں تھی کہ جیسے ہی گھر میں قدم رکھا اسے گھیر لیا۔

''بدتمیزی مت کرو، شانزے تم جانتی ہو مجھے ایسی باتیں پسند نہیں، تم ہر وقت ایسی ہی باتیں کیوں کرتی ہو؟'' وہ جھنجھلا کر غصے میں کہہ گیا۔

''ہر وقت تھوڑی...... تم تو اتنے اتنے دنوں بعد آتے ہو، فون پہ تو بات بھی نہیں کرتے مجھ سے۔'' وہ ٹھنکی، جیسے اس کے رویئے سے شاکی ہوئی، حمدان نے یوں سر جھٹکا جیسے اس پر اس کی بات پہ لعنت بھیجی ہو اور کترا کر سائیڈ سے ہو کر نکلتا چلا گیا۔

''ظالم...... بے حس...... سفاک۔'' وہ پیچھے دھائیاں دے رہی تھی، حمدان نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔

جو رلاتا ہے
اسی کے گلے لگ کر
آج رونے کو جی چاہتا ہے

وہ اس کے پیچھے آرہی تھی، حمدان جلدی سے غانیہ کے کمرے میں گھس گیا۔

''مما......!'' اس نے زور سے پکارا، غانیہ وضو کر کے نکلی تھی، الماری سے جائے نماز نکال رہی تھی، پلٹ کر دیکھنے لگی تھیں۔

''جی بیٹے!''

''یہ لالٹین......'' وہ اپنے پیچھے دیکھ رہا تھا، صد شکر وہ چڑیل دفع ہوگئی تھی۔

''کچن میں لے جاؤ، شانزے وہیں ہے، کھانا تو تیار ہے، بس گرم کرنے کا کام باقی ہے، تمہارے پپا بھی آتے ہوں گے۔'' وہ جائے نماز بچھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں، حمدان نے لالٹین وہیں دروازے کے پاس رکھ دی اور خود اس کے بستر میں گھس گیا۔

''تو پھر کھانا بھی گرم پپا کے آنے پہ ہو جائے گا، میں تو بہت تھکا ہوا ہوں، ٹھنڈ بھی بہت ہے، ذرا آرام کرلوں۔'' وہ سر تک کمبل کھینچ چکا تھا، غانیہ ایک پل کو حیران رہ گئیں، یہ اس کی عادت نہ تھی، یعنی اس کی کسی بات سے پہلو تہی یا اجتناب، مگر دروازے میں شانزے کی جھلک دیکھ کر اس کی الجھن بھی لمحوں میں سلجھی تھی۔

''مامی میں بھی بستر میں جا رہی ہوں، جب ماموں آجائیں تو کھانا گرم کر کے مجھے بھی آواز دے لیجئے گا اور ہاں پھلکے تازہ ڈال دیجئے گا مجھے باسی روٹی کی عادت نہیں ہے۔'' وہ تنفر سے کہتی جھٹکے سے پلٹ کر چلی گئی، جاتے ہوئے کمرے میں جلتی اکلوتی موم بتی لے جانا نہیں بھولی تھی، حمدان کا خون کھولنے میں ایک لمحہ درکار تھا، اس نے جھٹکے سے کمبل اتار کر پھینک دیا۔

''یہ...... یہ عورت کسی سزا سے کم نہیں ہے اور آپ کو یہی ملی تھی میرے لئے۔'' وہ جیسے تلملا اٹھا تھا، غانیہ چپ جیسے کھڑی تھیں کھڑی رہیں، وہ تلملا رہا تھا۔

''مجھے نہیں لگتا یہ گھر کے کام کاج میں آپ کا ہاتھ بٹاتی ہو۔'' اک نیا خیال اسے اضطراب کر گیا، غانیہ نے چونک کر اس کی سحر ناک مگر سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھا اور دھیرے سے مسکرا دیں۔

''ایسا نہیں ہے بیٹے، پریشان نہیں ہوتے۔'' انہوں نے تسلی سے نوازا حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ہاتھ بٹانے کی بجائے ان کی ہر طور آزمائش ہی کیا کرتی تھی، ان کی مشقت کو بڑھاتی ہوئی، گھر میں جو بھی پکتا اس کی عین کھانے کے ٹائم پہ انوکھی اور تکلیف دہ فرمائش جاگ اٹھتی، وہ شخص سب سمجھتا تھا جانتا تھا، اس کے باوجود حامی اس کا ہوتا کہ بھانجی کی فرمائش پوری کی جائے، پورے گھر کا بوجھ تن تنہا غانیہ پہ اس پہ یہ فرمائشی پروگرام، وہ تھکنا بھول چکی تھی، مگر تھکاوٹ پھر اس پہ حملہ آور ہونے لگی، وہ اپنا ہر دکھ چھپانے کی تنہا سہنے کی اتنی عادی ہوئی تھی کہ اپنے بچوں کو بھی اپنی اذیتوں میں حصے دار نہ بننے دیا تھا، حرم اور حجاب آتیں چند دن رکتیں حجاب فطرتاً لاپرواہ تھی، لاابالی تھی، حرم شروع سے حساس اور خاموش طبع مگر بہت سوجھ بوجھ رکھنے والی بچی...... وہ بنا کہے شانزے کا رویہ اور ماں کا دکھ سمجھ گئی تھی۔

''میں پپا سے شانزے آپو کی شکایت لگاؤں گی۔'' وہ اتنا دھیما مزاج رکھنے کے باوجود بھڑ گی تھی، غانیہ بوکھلانے لگیں۔

''نہیں نہیں بیٹے...... ایسی کوئی بات نہیں، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔'' اس نے کتنی مشکل سے حرم کو سمجھایا تھا۔

''پپا نے بالکل اچھا فیصلہ نہیں کیا، یہ شانزے تو بالکل پیاری نہیں ہے، بھائی کے مقابلے میں، ان کا پیئر بالکل بھی اچھا نہیں لگتا۔'' حجاب کے دوٹوک منطقی فیصلے نے غانیہ کو کتنا سٹپٹایا تھا، وہ اسے ٹوکتی گھبرائی رہ گئی۔

''بری بات ہے بیٹے! بڑوں کے فیصلوں کو ایسے تنقید کا نشانہ نہیں بناتے اور جوڑے تو آسمانوں پہ بنتے ہیں، اللہ بناتا ہے۔'' وہ رسان سے نرمی سے سمجھاتی تھیں بچوں کو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"اللہ کرے حرم کا اویس سے اور شانزے کا بھائی سے جوڑ نہ بنا ہو، کاش......" حجاب نے پھر دل کی بات پورے دھڑلے سے کہہ ڈالی تھی، غانیہ نے تب بظاہر نہ سہی مگر دل میں آمین ضرور کہا تھا، اس کی زندگی آزمائش کی نذر ہو گئی تھی، وہ اب اپنے بچوں کی طرف سے ضرور اطمینان چاہتی تھیں۔

"مما......! آپ نماز پڑھ لیں تو مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" وہ کسی سوچ میں گم رہ کر بولا، غانیہ جو نماز شروع نہیں کر سکی تھیں پتا نہیں کس کیفیت کے زیر اثر تھیں اس کی بات پہ بری طرح چونک کر متوجہ ہوئیں۔

"کیا بات......؟" وہ جیسے سہم گئیں۔

"آپ نماز پڑھ لیں اطمینان سے پہلے۔"

"اطمینان۔" وہ عجیب سی یاسیت سے ہنسی پھر سر جھکا۔

"آپ بات کر لو بیٹے...... ورنہ مجھ سے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔" وہ بے تحاشا تھکی ہوئی آواز میں کہتیں اس سے کچھ فاصلے پہ آ بیٹھیں، حمدان نے انہیں کاندھوں سے نرمی سے تھام لیا۔

"آپ پریشان ہو رہی ہیں؟" وہ عجیب سی بے بسی سمیت سوال کر رہا تھا۔

"ایسا نہیں سوچو میرے شہزادے، بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟" ان کے انداز میں عجیب سی لاچاری تھی، عجیب سا خوف تھا، حمدان بھی ہونٹ کچل رہا تھا، مضمحل لگتا تھا۔

"مجھے شانزے بالکل نہیں پسند مما! میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا اور یہ بات میں پپا کو بتا دینا......" ان کا غائبانہ خوف چھپاک سے ان کے سامنے آن کھڑا ہوا، وہ گھبرا کر عجلت میں سہم کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر بات قطع کر گئیں۔

"یہ ممکن نہیں ہے بیٹے، خدارا ابھی اپنے پپا سے ایسی بات نہ کرنا، ایک طوفان آ جائے گا، کچھ نہ بچے شاید اس میں، وعدہ کرو، وعدہ کرو آپ ایسا نہیں کہو گے کچھ۔" وہ باقاعدہ لرز رہی تھیں، کپکپا رہی تھیں، حمدان صرف ٹھٹکا نہیں ششدر بھی ہو گیا، حق دق انہیں دیکھتا رہ گیا تھا، آنکھوں کو کیا ہوا تھا کہ یکلخت جل اٹھیں، سرخیاں سمیٹ لائیں، اس نے ان کے ہاتھ تھامے تو اپنے ہاتھ بے جان اور سرد ہو رہے تھے، تسلی کے لئے الفاظ ختم ہو گئے، ساتھ چھوڑ گئے، لرزتے ہونٹوں کو باہم بھینچتا ہوا وہ جھک کر ان کے ہاتھوں پر بوسہ ثبت کر گیا تھا۔

"ڈونٹ یو وری مام، آپ کا بیٹا آپ پہ کبھی حرف نہیں آنے دے گا، چاہے خود جس مرضی آزمائش سے گزر جائے۔" اس کی آواز میں دن بھر ہونے والی بارش کا نم اتر آیا تھا، غانیہ کچھ نہیں بولی۔

اسے گلے لگا لیا، ماتھا چوم رہی تھی تو بے تاب دکھ کے مظہر آنسو اس کے صبیح چہرے پہ پھیل کر اپنی بے بسی کا اظہار کر گئے تھے، وہ عجیب سی دلگیری سمیت مسکرایا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ نماز پڑھ لیں۔" غانیہ نے آنسو پونچھے نیت باندھی مگر آنکھوں کی نمی پھر بھی نہیں تھمی، دعا مانگتے وہ ضبط کھو گئی تھیں، اس کے پاس دعا کے الفاظ نہیں تھے، بے بسی کی ہچکیاں تھیں، سسکیاں تھیں، ملال تھا، وہ رب سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی مگر کیا اس کا رب نہیں جانتا تھا اس کا دکھ، اس کی

خواہش، اس کی حاجت۔

وہ سب جانتا تھا، وہ سب جانتا تھا مگر ابھی شاید اس کی مزید آزمائش ہونا باقی تھی، دوسری جانب حمدان تھا جس سے کھانا بھی ڈھنگ سے نہ کھایا گیا، سر میں جیسے بارود کے دھماکے ہوئے تھے، وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا مگر وہ سوچتا تھا، کیا سوچتا تھا؟ اس انکار کے پیچھے وجہ کیا تھی، غانیہ نے نہیں پوچھا اگر پوچھتیں بھی تو وہ صاف منکر ہو جاتا یقیناً، مگر وجہ تھی، بڑی اہم تھی، بہت ٹھوس تھی، وہ لڑکی، جو پتہ نہیں کب کیسے کیوں اس کے دل پہ قابض ہو گئی تھی۔

☆☆☆

"کس سے ملنا ہے؟ اور تم ہو کون؟ تمیز نام کی کوئی چیز ہے، بنا اجازت گھر میں گھسے جا رہے ہو؟"

وہ لڑکی تھی یا حسن کی دہکتی دو آتشہ آگ، اسے لگا تھا گندم کے کھیتوں میں دور دور تک شعلے بھڑک اٹھے ہیں اور ہر چیز اس آگ میں بھڑ بھڑ جلنے لگی ہے، یہاں تک کہ وہ خود بھی، خود وہ جو بہت بڑا آفیسر تھا مگر یہاں آ کر اپنی ہستی کھو دیا کرتا تھا، اپنی ذات فراموش کر جاتا تھا تو وجہ وہ لڑکی نہیں تھی، اسے اگر اس نے کبھی دیکھا بھی تھا تو لاشعور میں یہ بات اگر ہو تو ہو۔

شعور میں باقی نہیں تھی، وہ تو اس کا فین تھا جس کے چاہنے والے ملک سے باہر تک پھیلے ہوئے تھے، وہ بھی انہی کا مداح تھا، انہی کا عاشق تھا، نوعمری میں ان کی شخصیت کا جو تاثر جو سحر اس کے ذہن و دل پہ چھایا ہوا تھا، وہ اتنا گہرا تھا کہ وہ جب جب بھی موقع ملتا ان سے ملنے انہیں سلام کرنے کو ضرور جاتا، اک وقت گزرا تھا، سلیمان بھی اس کی محبت کے قائل ہو گئے تھے، اس سے بہت نرمی محبت اور خلوص سے ملتے، وہ ہر بار ان کی کوئی نہ کوئی خدمت کر کے سکون محسوس کیا کرتا، ہر بار سوال ضرور کرتا۔

"سر! میرے لائق کوئی خدمت۔"

اور وہ شفقت سے محبت سے مسکراتے کبھی ان کا محض کاندھا تھپک دیتے، کبھی اگر کوئی کام ہوتا تو وہ ذمے لگا دیا کرتے، جسے سرانجام دے کر وہ روحانی مسرت سے ہمکنار ہوا کرتا، یہ اتفاق تھا کہ بچپن کے اس سامنے کے بعد وہ کبھی دوبارہ اسے نظر نہ آئی اور اب اگر نظر آئی تھی تو اسے کہیں کا رہنے نہیں دیا تھا۔

"اس طرح ہونقوں جیسا منہ کھول کر مجھے کیا گھور رہے ہو؟ اگر میرے سر مین (فیانسی) کو تمہاری اس حرکت کا پتا چلا تو تمہاری آنکھیں نکال کر ہتھیلی پر رکھ دے گا سمجھے؟" وہ ڈانٹ ڈپٹ کر رہی تھی، حمدان کا وجود جھنجھلا اٹھا، چہرا تانبے کی طرح تپ اٹھا تھا جیسے، سترہ اٹھارہ سال کی اس تباہی کا رنگ سرخ وسفید تھا یا گلابی؟ یا سنہری؟

اسے پتا نہیں چل سکا، کہ سرخی کہاں سے شروع ہوئی ہے، سفیدی کہاں پہ ختم ہو گئی اور سنہرا پن کہاں پہ جھلک مارتا ہے بے داغ شفاف جگمگاتی جلد جس کو بے اختیار چھونے کو دل بے چین ہو اٹھے، کالی سیاہ بڑی بڑی آنکھیں جن میں غضب اور غرور ہلکورے لیتا نظر آ رہا تھا ان کو اور قاتلانہ تاثر عطا کر رہا تھا، صبیح پیشانی کے اردگرد بکھرے سیاہ ریشمی بال جن کو سنوارنے کی خواہش مچل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جائے، کمان سا تنا اس کا نازک سراپا، تباہی اس کے حسن میں بھی تھی، عمر میں بھی، چھوٹی عمر اور جوانی بھی تو اک آگ ہے، اگر بھڑک اٹھے تو سب کچھ جلا کر بھسم کر دیتی ہے، اگر دھیمی آگ سے جلتی رہے تو حسن کو پختگی عطا کرتی ہے، مگر یہاں آگ دھیمی نہیں تھی۔

یعنی پختگی نہیں تھی، وہ بس جلاتی تھی، خاک کرتی تھی، وہ پلکیں جھپکے بغیر اسے دیکھتا رہا، ایسے کہ اس وقت اس کا خود پہ اختیار نہیں تھا، پھر وہ واپس آ گیا، مگر واپس آ کر بھی جیسے وہیں رہ گیا، پہلے اسے شانزے اتنی بری نہیں لگتی تھی، اب اسے بری لگنے لگی، حالانکہ دیکھا جاتا تو اس آگ جیسی لڑکی اور شانزے کے مزاج میں انداز میں غرور وتکبر اور نخوت میں زیادہ فرق نہ تھا، بلکہ بال برابر بھی فرق نہ تھا، مگر ایک دل بھی ہوتا ہے نا، جو پورے جسم پہ حکمرانی کرتا ہے، وہ بھی اسی دل کے ہاتھوں بے بس ہو گیا تھا، حالانکہ جانتا تھا، آسمان اور زمین کا ملاپ ہوتا ہے اگر ہوتا...... اور یہ ہوا نہیں ہے، یہ ہوتا نہیں ہے، پھر بھی وہ شانزے سے پیچھا چھڑانے کا ضرور سوچنے لگا تھا اگر اس آگ جیسی لڑکی کو جسے وہ نور جیسی کا نام دیتا تھا کو پانے کا خواب دیکھنے کا حوصلہ نہیں بھی رکھتا تھا، جرأت نہیں بھی رکھتا تھا، مگر آج انہی بے بس لاچاری پہ دل ماتم کناں تھا، بہت دکھا تھا، غم سا غم تھا کہ وہ نڈھال ہوا جاتا تھا، غانیہ اس کی ماں اس کی عظیم ماں کی زندگی اس کے سامنے تھی، خدمت، محبت، اطاعت کچھ بھی کچھ بھی اس کا نصیب نہیں بدل سکی، وہ آج بھی رلتی تھی، وہ آج بھی سلگتی تھی، وہ گواہ تھا، ماں کے سارے دکھوں سے نہ سہی، بہت سے دکھوں کا گواہ تھا۔

کیا اس کی زندگی بھی یونہی برباد ہو جانی تھی؟ یہ سوچ ہی روح پہ لرزہ طاری کر جاتی، اس ساری رات بارش برستی، اس ساری رات وہ جاگا وہ رویا، دل کسی طور قرار پکڑتا ہی نہ تھا، یہ کیسا روگ لگا تھا، جس کا تدارک بھی کوئی نہیں ہوتا۔

آپ بیٹھے ہیں دل میں میرے
موت پہ زور چلتا نہیں ہے
میں نے پگھلا دیا پتھروں کو
اک تیرا دل ہے پگھلتا نہیں ہے

☆☆☆

تجھ کو خوابوں میں دیکھنے والے
کتنی مشکل سے جاگتے ہوں گے

اس نے عاشقانہ آہ بھری اور اسے مخمور نظروں سے دیکھنے لگا، قدر کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، اسے لگا اگر درمیان مجبوری نہ ہوتی تو وہ شاید ہر حد پھلانگ جاتا، اس کا چہرہ اس کی گستاخ نگاہوں پہ تپنے لگا، لو دینے لگا۔

''مجھے ایسے مت دیکھو شیر پلیز۔'' وہ منمنائی تھی، علی شیر بے باک ہنسی ہنسنے لگا۔

''صرف دیکھنے پہ اتنی پابندی ایسا احتجاج، اگر میں چھو لوں تمہیں تو کیا حال ہو تمہارا؟'' وہ حظ لے رہا تھا، قدر سٹپٹا گئی، گھبرا گئی۔

''ایسی باتیں نہ کیا کرو۔'' وہ جزبز ہوئی۔

''اگر ایسی باتیں تمہارے علاوہ کسی اور سے کروں گا تب بھی تمہیں بہت اعتراض ہو گا۔'' وہ دو بدو بولا، قدر نے جواباً اسے گھورا۔

''تمہارا سر نہ پھاڑ دوں گی ایسا سوچا بھی تو۔'' وہ جی بھر کے چڑی، علی شیر بے تحاشا ہنسنے لگا۔

''تم جیسی لڑکی کا منگیتر ہونا آسان تھوڑی ہے، ایسا تو تصور بھی گناہ لگتا ہے اور مجھے ضرورت بھی کیا ہے، میری حور ہو تم، میں تو جنت میں بھی حوروں کو تمہارے مقابل قبول نہ کروں گا، ایسا عشق فرماتا ہوں تم سے۔'' اب کے وہ سنجیدہ تھا، قدر خاموش رہی، البتہ چہرے کے ہر نقش سے اطمینان چھلکنے لگا تھا۔

''اسٹڈی کمپلیٹ ہو گئی ہے، اب کیا ارادے ہیں؟'' قدر نے کمبل اپنے اوپر کھینچتے ہوئے اگلا سوال کیا۔

''ارادے بہت خطرناک ہیں، مت پوچھو اور یہ کمبل کیوں لے لیا، اتارو یار، لیٹی ہوئی تمہیں کبھی دیکھا نہیں میں نے یقیناً سکون چھینو گی میرا، چھین لو۔'' وہ پھر پٹڑی چھوڑ گیا، قدر کا چہرہ بے تحاشا سرخ ہوا، جذب سے تپنے لگا۔

''علی شیر۔'' وہ بول تک نہیں پائی، آواز حلق میں پھنس گئی، عجیب سی بے بسی میں گھر گئی، دل کو اس کے یہ انداز واطوار بھاتے بھی تھے، مگر کہیں خون کا تربیت کا اثر بھی تھا کہ بے باک نہ ہو پائی، کھل نہ سکتی اس کی طرح سے۔

''ہٹاؤ یار کیا ہے تمہیں۔'' علی شیر جھنجھلانے لگا، اس میں صبر اور برداشت کی کمی تھی، یہ بات دھیرے دھیرے کھل رہی تھی قدر پہ۔

''میں تمہاری منگیتر ہوں علی شیر! بیوی سمجھ کر بات نہ کرو۔'' وہ ٹوک گئی تھی، علی شیر اس جواب پہ جھلاہٹ سے بھر گیا۔

''یہ کیا فضولیات ہے؟ بیوی نہیں ہو تو بن جاؤ گی، ہائی ایجوکیشن کے بعد بھی تمہارا مائنڈ اس قدر تنگ ہے قدر! افسوس ہوا۔'' وہ کتنے دھڑلے سے اسے ہی لتاڑ رہا تھا، خود غلط ہوتے ہوئے بھی۔

''جب بن جاؤں گی تو تمہاری ایسی باتیں بھی مان لوں گی، ابھی فرمائش بھی مت کرو۔'' وہ جواباً بنا لحاظ کے بولی، علی شیر کا چہرہ اتر گیا۔

''بہت بدتمیز ہو تم۔''

''میں ایسی ہی ہوں۔'' وہ جواباً اسی موڈ میں بولی۔

''ٹھیک ہے پھر بات کریں گے۔'' علی شیر کا موڈ یکدم بدلا، قدر نے غصے سے اسے گھورا تھا۔

''تم نے میری بات نہیں سنی۔''

''کون سی بات؟'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''یاد کرلو، جہاں سے بات شروع کی تھی میں نے۔'' قدر کا موڈ آف ہونے لگا، یعنی اس کے نزدیک اتنی اہمیت تھی اس کی کہ اس کی بات تک جو اس کے نزدیک بہت اہم تھی یاد نہیں رہی تھی۔

''ہاں تو وہ کون تھا الو کا پٹھا، مجھے تو حیرت ہے تم وہاں سے چپ کر کے آ کیسے گئی، شوٹ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دیتیں اسے، اس کی اتنی جرأت کیسے ہوئی، تم نے ماموں کو بتایا ہوتا۔'' علی شیر بات ضرور کر رہا تھا مگر انداز میں اب وہ پہلے والا دم خم نہیں تھا، قدر نے محسوس نہیں کیا ورنہ اس کی جان کو لازمی آتی۔

''انہیں کیا بتاؤں؟ انہیں میری پرواہ کہاں ہے، اتنے دن شکل نظر نہیں آئی، جب میں نے بات کرنی چاہی تو ان کے پاس سننے کی فرصت نہیں تھی۔'' اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے، علی شیر کے چہرے پہ عجیب سا تاثر اتر آیا۔

''تم انہیں زبردستی سناتی، اپنا حق لینا سیکھو قدر۔'' وہ سختی سے بولا، قدر نے سرد آہ بھری۔

''کبھی کبھار تو مجھے ایسا لگتا ہے علی شیر کہ ان کے گھر میں سجے ہوئے دیگر قیمتی سامان کی طرح میں بھی ایک بہت خوبصورت اور بہت مہنگا شوپیس ہوں، جس کی اگر ڈائریکشن بدل کر رکھ دیا جائے تو وہ اس تبدیلی کو بھی شاید محسوس نہ کریں۔''

وہ اب باقاعدہ آنسو بہا رہی تھی، علی شیر کچھ نہیں بولا۔

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر تمہیں زندگی میں ان سے کچھ منوانا پڑے تو تم کچھ نہیں کر پاؤ گی؟'' وہ کسی سوچ میں گم رہ کر بولا، قدر نے زور سے سر جھٹکا۔

''مجھے ان سے کچھ منوانے کی کیا ضرورت ہے۔'' اس کے لہجے میں عجیب سا تنفر تھا، جو پہلی بار اترا تھا، مگر بہت اہم تھا۔

''ضرورت ہے قدر...... ضرورت ہے۔'' وہ اپنی بات پہ زور دے کر بولا، قدر نے اسی حد تک تلخی سے سر کو نفی میں جنبش دے ڈالی۔

''نہیں ہے مجھے ضرورت...... میری مام مر گئی ہیں، انہیں فرق نہیں پڑا، میں بھی مر جاؤں گی تو شاید انہیں فرق نہ پڑے۔'' وہ بے حد زود رنج ہو رہی تھی، علی شیر نے گہری نظروں سے اسے دیکھا مسکرایا اور گلا کھنکار کر بولا تھا۔

''تمہاری مام مری نہیں قدر۔'' اس کا لہجہ اس کا انداز پراسرار تھا، اتنا پراسرار اس سے زیادہ پراسرار اس کا لہجہ اس کا انداز تھا، قدر کا چونکنا فطری تھا۔

وہ چونک گئی، ایک سناٹا ایک اضطراب ایک وحشت اس کی آنکھوں سے ہر نقش سے چھلکنے لگا تھا۔

☆☆☆

''کیا مطلب......؟'' اس کی آواز سرسرا رہی تھی، اس کا چہرہ ایکدم سوالیہ نشان بن گیا۔

''تم کیا جانتے ہو علی شیر؟'' وہ پھر بولی، اس کے انداز میں عجلت تھی، بے قراری تھی۔

''بتاؤ۔'' وہ چیخی۔

''کیا میری مام خود نہیں مریں...... انہیں قتل کیا گیا...... مگر کس نے؟۔'' اس کے اندر جوار بھاٹے اٹھ رہے تھے، اس کے ہر سوال میں شک تھا، الزام تھا، علی شیر فی الفور سنبھلا، اسے اپنی پاں کی وارننگ یاد آئی، قدر کو یہ بات کبھی معلوم نہیں ہونی چاہیے تھی، وہ جیسی تھی، جتنی شدت پسند تھی، کوئی شک نہ تھا ماں کی خاطر باپ کو تو چھوڑتی اور ان سب سے بھی قطع تعلقی اختیار کر لیتی۔

''افوہ یار......! حد ہو گئی، ایک تو تم خود ہی خیالات کے بلند و بالا محل تعمیر کر لیتی ہو، بے وقوف لڑکی...... ایسا کچھ نہیں ہے۔''

''کیا مطلب......؟'' وہ متحیر ہوئی، وہ ٹھٹک گئی، علی شیر پریشان ہوا کہ، اب آخر جواب دے تو کیا، کیسے تسلی کرائے اس پاگل لڑکی کی۔

''بولتے نہیں......؟'' عجیب سی کوفت قدر کو گھیرنے لگی، وحشت کا ایسا احساس تھا کہ ہستی تہس نہس ہوتی جا رہی تھی۔

''افوہ...... ماموں شروع سے تھوڑے بے حس یا پھر لاپرواہ اور مغرور ہیں، تم خود کو دیکھ لو، ان کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟ کہنے کا مطلب تھا مامی بھی ایسے ہی بیچاری خود تھوڑی مری ہوں گی، جل جل کے کڑھ کڑھ کے مری ہوں گی۔''

''یعنی ڈائریکٹ نہ سہی ان ڈائریکٹ، پپا ہی کی وجہ سے مری ہیں مام۔'' وہ رو ہی تو پڑی، نہ ہی اتنی تجربہ کار تھی نہ ہی عمر اتنی تھی کہ ایسے دھچکے سہہ سکے، بات بات پہ رونا آ جاتا تھا، آج کل تو اور زیادہ ہی کہ باپ کی عدم توجہی نے اور پھر اس اتنے بڑے واقعہ نے حد سے زیادہ حساس کیا ہوا تھا، وہ باپ سے بدگمان تھی، یہ بدگمانی اور غصہ بڑھ گیا، شکوہ بڑھ گیا، شکایت دوگنا ہوئی، دکھ گہرا ہو گیا۔

علی شیر کی خامشی اس کے ان تمام احساسات کو تقویت دے رہی تھی، اس کے دماغ کی رگیں جھنجھنا اٹھیں، آنکھیں سرخیاں سمیٹ رہی تھیں۔

''میں آج ان سے بات کروں گی۔'' اس نے حتمی فیصلہ کر لیا، علی شیر چونکا۔

''کیا بات......؟'' وہ اب الرٹ نظر آ رہا تھا۔

''جو مرضی کروں۔'' وہ یکدم اس سے بھی روڈ ہو گئی، علی شیر اس کے مزاج کے شاہانہ رنگوں سے آشنا تھا، مسکرانے لگا، جانتا تھا جلد یا بدیر، وہ بہرحال اسی سے شیئر کرے گی ہر بات

''ٹھیک ہے، نہ بتاؤ؟'' وہ بھی بے نیاز ہوا۔

''بات سنو!'' علی شیر کے مخاطب کرنے پہ وہ اپنے خیالات سے چونکی اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں اسلام آباد آ رہا ہوں، آفیشل ٹور ہے، گھر پہ آؤں تم سے ملنے کہ باہر ملو گی؟'' وہ سوال کر رہا تھا، قدر کی توجہ نہ ہونے کے برابر تھی، سارا دھیان تو وہیں اٹکا رہ گیا تھا، باپ کے ماں سے رویئے اور موت کی وجہ میں۔

(کیا واقعی ایسا ہوا ہوگا......؟)

وہ سوچتی ہوئی، الجھے جا رہی تھی، دماغ میں ایک کانٹا چبھ گیا تھا، جو نکلنا مشکل تھا اب۔

''یار کہاں گم ہو جاتی ہو......؟ بولو بھی۔''

''کیا......؟'' اس کی آنکھوں میں خالی پن تھا، علی شیر کو جی بھر کے غصہ آیا۔

''تمہیں سمجھ نہیں آئی میں نے کیا پوچھا؟'' وہ جھڑک رہا تھا، وہ جھڑک سکتا تھا، قدر جیسی لڑکی کو جھڑک سکتا تھا، جس سے صرف بات کرنے کی طلب میں لوگ مرے جاتے تھے۔

''ہاں...... ٹھیک ہے...... جہاں تم چاہو...... مجھے کیا اعتراض۔'' وہ بے دلی سے کہہ رہی تھی،

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جسے محسوس کرتے ہی علی شیر نے دانت کچکچائے تھے۔

''یار گھر کیا آؤں...... وہ جو تمہاری بڈھی کھوسٹ آیا ہے نا، وہ بڑا پہرہ دیتی ہے..... جیسے تم کوئی خزانہ ہو اور وہ اس پہ بیٹھی ناگن۔'' وہ بدمزگی سے کہہ رہا تھا، قدر کے ہونٹوں پہ بھولی بھٹکی مسکان، آ کے غائب ہوگئی۔

''مجھے تو اچھی لگتی ہیں، کم از کم پپا سے تو زیادہ ہی اچھی لگتی ہیں۔'' اسے پھر وہی فرسٹریشن کا دورہ پڑا، اس وقت وہ خودترسی کی انتہا پہ تھی گویا۔

''اچھا زیادہ تعریفیں نہ کرو ان کی، مجھ سے تم باہر ہی ملنا۔'' وہ اکتا کر ٹوک گیا، قدر محض اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''قدر......!'' وہ پھر اسے پکار رہا تھا، قدر کو لگا وہ کچھ کہنا چاہ رہا ہے شاید جو نہیں کہہ سکا۔

''ہاں بولو......؟'' قدر نے اسے حوصلہ دیا تھا جیسے۔

''تم ماموں سے اپنی شادی کی بات کرو۔''

''میں...... میں؟'' وہ ششدر رہ گئی، شاک کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی۔

''ظاہری بات ہے، میری تعلیم مکمل ہوگئی ہے، شادی تو ہونی چاہیے اب۔'' وہ چمک کر بولا، پھر مزید گویا ہوا تو انداز میں عجیب سی سردمہری در آئی تھی۔

''اور تم کیوں شادی کی بات نہیں کرسکتیں، اتنی تو بولڈ ہو پھر اس میں کیا قباحت ہے......''

''کیا کہا......؟ میں بولڈ ہوں؟'' اسے ایک اور جھٹکا لگا، بات جھٹکا لگانے کی تھی بھی، بے باکی کے مظاہرے خود کر کے وہ کتنے دھڑلے سے اسے بولڈ ہونے کا طعنہ دے رہا تھا۔

''اُفوہ یار...... اس میں برا ماننے والی کون سی بات ہے؟ یہ تو ایک ایکسٹرا خوبی ہے، جو ہر لڑکی کے پاس نہیں ہوتی، مجھے تو بولڈ لڑکیاں ہی پسند ہیں، پھر تمہاری مام کا تعلق انگلینڈ سے تھا، شادی سے پہلے وہ کرسچن تھیں، یورپ کے لوگ تو بولڈ ہی ہوتے ہیں یہ تمہارے خون کا بھی اثر ہے۔''

جواب وضاحت آمیز تھا، طویل تھا، مگر تکلیف کا باعث بھی اس ساری وضاحت میں کیا بات اسے بری لگی اس کی ماں کا ایسے الفاظ میں تذکرہ یا پھر خود اپنے لئے ماں کا وہ حوالہ جو اگر تھا بھی تو اسے پسند نہیں آسکا تھا۔

''علی شیر! میں نے اپنی ماں کو نہیں دیکھا، مجھے نہیں معلوم وہ کیسی تھیں، بولڈ تھیں کہ نہیں، میں اتنا جانتی ہوں میں اپنے باپ کے گھر پہ رہی ہوں، میری تربیت میں تمہاری اماں کے علاوہ پپا اور آپا بی شامل ہیں اور ان تینوں لوگوں کو میں نے ہرگز ہرگز اس لحاظ سے بولڈ نہیں پایا جیسے آپ کہہ رہے ہیں مجھے، یا سمجھ رہے ہیں، بولڈنیس لڑکیوں کی اضافی خوبی آپ کے نزدیک ہوگی، میرے نزدیک نہیں ہے۔'' وہ بول رہی تھی تو اس کی آواز بھیگ چکی تھی، علی شیر نے یوں سر جھٹکا گویا اس کی جذباتیت کو ناپسندیدگی سے دیکھا ہو۔

''اُفوہ...... ابھی تو اپنے فادر سے بڑی شکایتیں تھیں اب ان کی حمایت میں مجھ سے جھگڑا شروع کردیا۔'' علی شیر کی ناگواری اس کے ہر انداز سے ظاہر تھی، قدر نے اسے اختلافی نظروں سے دیکھا تھا۔

''جو حقیقت ہے میں اس سے انکار کیسے کر ڈالوں؟''

''اچھا بابا معاف کردو۔'' علی شیر اس جرح پہ چڑا، قدر خاموش رہی۔

''اب ان سے بات ضرور کرنا۔'' وہ یاددہانی کروا رہا تھا۔

''مجھے خود پتا ہے مجھے کیا کرنا ہے۔'' اس نے جواباً قدرے غصے سے کہا تو علی شیر ہنسنے لگا تھا، قدر نے رابطہ منقطع کیا تو خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی، پہلی بار اسے احساس ہوا تھا، علی شیر اس کی فیلنگز کو نہیں سمجھتا، یا اگر سمجھتا ہے تو اس کے احساسات کی اسے اتنی پرواہ نہیں، یہ مقام دکھ تھا، مقام افسردگی تھا، وہ افسردہ تھی، دکھی ہوگئی تھی، علی شیر کو ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا علی شیر کو اس سے اتنی ہی محبت ہونی چاہیے تھی جتنی وہ خود علی سے کرتی تھی، کیا علی شیر کی محبت بھی اس بیل کی مانند مرجھانے لگے گی، جیسی پپا کی محبت کی بیل کے مرجھانا شروع کردیا تھا......؟ وہ ڈر گئی، وہ سہم گئی۔

''ایسا نہیں ہونا چاہیے۔'' اس کی آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں۔

''اگر ایسا ہوا تو میں کیسے جیئوں گی؟'' اس نے سوچا اور خوف سے پیلی پڑنے لگی، اس نے جانا تھا وہ پپا سے دور رہ سکتی ہے، ان کی محبت نہ ملنے پہ کمپرومائز کرسکتی ہے، وہ علی شیر سے دور نہیں رہ سکتی، وہ علی شیر کی محبت نہ ملنے پہ نہیں جی سکتی، اس کا دل کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتا۔

''اللہ جی ایسا نہ کرنا، علی شیر مجھے ہمیشہ محبت کرے، مجھے ہمیشہ سمجھے، میری ہمیشہ کیئر کرے۔'' وہ اسی سہمے ہوئے خوف بھرے انداز میں دعا کر رہی تھی۔

☆☆☆

صبح سے نکلا ہوا ہے گھر سے
رات بھی بیت چلی ہے اب تو
جانے کس بیتے ہوئے وصل کے
کملائے ہوئے در پہ پڑا ہوگا کہیں
جانے کس الجھے ہوئے ہجر کے زانو سے ذرا ٹیک کے سر
چین سے سویا ہوگا
دل ابھی لوٹا نہیں
صبح کا نکلا ہوا ہے گھر سے
آ گیا ہوگا کسی درد کے بہلاوے میں
اور کسی راہ کے ویران کنارے پہ
خوب بلکتا ہوگا
آتے جاتے ہر ایک مسافر کی طرف
ایک سہمی ہوئی امید سے دیکھتا ہوگا
سوچتا ہوگا کہ جدائی کا کوئی انت نہیں
دل ابھی بھی لوٹا نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صبح کا نکلا ہوا ہے گھر سے

وقت کا بہاؤ مدھم اور بے آواز تھا، گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا اور صبح کی ہلکی سپیدی کچی لسی جیسی...... ہر سو پھیلنے لگی، روشنیاں مدھم پڑیں اور صبح کا اجالا ایک دھند کی طرح پھیلتا چلا گیا، انہوں نے سگریٹ پھینک کر آنکھوں کو ہاتھ کی پوروں سے آہستہ آہستہ مسلا۔

وہ ساری رات جاگے تھے، ساری رات سوچتے رہے تھے، آسمان کی تاریک چادر پر کہیں کہیں روشنیوں کے جلتے بجھتے جھمکے نظر آنے لگے، جیسے سیاہ اوڑھنی پر کہیں کہیں پرانی مُکیش ٹانک دی ہو، اٹھارہ سال گزر گئے، شاید جوانی بھی بیت گئی، گو کہ وہ ابھی پچاس کے بھی نہیں ہوئے تھے، مگر خود کو بوڑھا تصور کرنے لگے تھے، اب تنہائی نیند سے کوسوں دور بھگائے پھرتی، اب وہ عمر تھوڑی تھی جوانی کی، جس کا خمار شور شرابہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور سو جاتا ہے اور عمر رسیدگی تو پانی کی ایک بوند کے ٹپکنے کی بھی تاب نہیں لا سکتی اور شب بھر آنکھیں چمکتی رہتی ہیں، ان کی نیند بھی اب ایسی تھی، تکلیف دہ امر یہ تھا کہ اس کچی نیند میں بھی کسی کا خیال ڈسٹرب کرنے لگا تھا۔

کسی کا خیال...... جو کبھی آیا نہیں تھا، جو کبھی آ بھی نہیں سکتا تھا، دودھ کا جلا، چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے، وہ بھی پھونکنے کے عادی ہو گئے، اتنی احتیاط کے باوجود کمزوری کہاں سے اٹھی کس چور دریچے سے در آئی تھی۔

بڑی دیر کر دی مہربان آتے آتے

ان کا استقبال کرتی وہ پرکشش خاتون، جس کے چہرے کی آب تاب کے آگے آنکھیں چندھائی تھیں، ہمیشہ ان پہ فدا رہا تھا، وہ کبھی بے بس نہ ہوئے، کبھی کمزور نہ پڑے، اگر بات آنکھوں میں چاہت والتفات کی کی جاتی تو یہ بھی نئی بات نہیں تھی، ان کی شخصیت کا جادو ہی ایسا سر چڑھ کے بولتا تھا کہ ہر آنکھ ان کی لئے ستائش سمیٹ لاتی تھی، ہر نظر میں ان کی توجہ کی بھیک کی طلب امڈ آتی، مگر...... سیاہ ساڑھی میں متناسب میک اپ ریشمی زلفوں کے اسٹائل میں یہ نکھری ستھری بے حد پیاری خاتون ایسا کیا سحر رکھتی تھی کہ وہ خود کو اس کے سامنے بے بس محسوس کرنے لگے تھے، وہ اس بے بسی پہ بھی بے حد افسردہ تھے جیسے ''میں روشنی ہوں'' وہ اپنا تعارف کروا رہی تھی اور ان کا دل ایمان لے آیا تھا۔

''ہاں وہ واقعی روشنی ہے، مجسم روشنی ہے، جگمگاہٹ ہے۔''

دل پہ ایسے بھی عذابوں کو اترتے دیکھا
ہم نے چپ چاپ اسے خود بچھڑتے دیکھا

یہ اشعار وہ انہی کے لئے پڑھ رہی تھی، نظریں تلواریں تھیں، جو سیدھا دل پہ وار کرتی تھیں اور وہ کٹتے جا رہے تھے، ختم ہوتے جا رہے تھے، اس کے حق میں ہموار ہوتے جا رہے تھے۔

اس کو سوچا تو ہر سوچ میں خوشبو اتری
اس کو لکھا تو ہر لفظ مہکتے دیکھا
یاد آ جائے تو قابو نہیں رہتا دل پہ
ورنہ دنیا نے نہ ہم کو تڑپتے دیکھا

اس کی صورت کو فقط آنکھ نہیں ترسی ہے
راستوں کو بھی اس کی یاد میں روتے دیکھا
ہم محبت کے لئے آج بھی دیوانے ہیں
یہ الگ بات ہے کہ اس نے نہیں مڑ کے دیکھا

وہ شاعری نہیں پڑھ رہی تھی، انہیں لگا صور پھونک رہی ہے، وہ انہیں مسمرائز کر رہی تھی، کر گئی تھی، کتنے دن گزرے اسی کشمکش میں، اس کے متعلق ساری جمع ہونے والی معلومات ان کے ساتھ تھی، جو ہرگز قابل فخر قابل ستائش نہیں تھی، معاشرے میں وہ ایک ناپسندیدہ ہستی تھی، اس کے باوجود ان کا دل اس کے لئے گنجائش نکالے بیٹھا تھا، سوفٹ کورنر رکھ رہا تھا۔

میں نے اک عرصے سے تجھے ورد میں رکھا ہے
میرے ہونٹوں پہ تیرے نام کے چھالے ہیں بہت

اس نے کسی نہ کسی طور ان پہ بھی اپنی بے قراری عیاں کر دی تھی، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی ہوئی وہ حیاء سے مبرا اور عاری تھی۔

دل پھنسا ہوا تھا، زخم خوردہ تھا، اب کمزوری و بے بسی سے بے حال تھا، تنہائی سے بے زار، مگر فیصلے کی صلیب پہ ٹنگا ہوا، فیصلہ جو دشوار تھا، فیصلہ جو ناگزیر تھا، وہ درمیان میں معلق تھے، تذبذب کا شکار تھے، اذیت میں مبتلا تھے۔

☆☆☆

سنو......
تم ہوتے کون ہو آخر......؟
میرے نہ ہونے والے

وہ محو رقص تھی، مستانہ حال تھا یہ بے خود رقص، وہ آج اتنی خوش تھی کہ بس چلتا تو ہیرے موتی خیرات کر دیتی اور اس نے خزانے کا منہ کھولا بھی تھا، اس عاملہ پہ، جس کے بتائے ہوئے ٹونے وہ جنتر منتر سب کرتی تھی، چلّے کاٹتی تھی، مگر کامیابی نہ ہوتی تو اس کی ماں بہن ایک کرتے ہوئے اسے گالیاں کوسنے بھی دیا کرتی۔

کتنے کشٹ کاٹے، کتنے زمانے بتائے، کتنا ہجر بھوگا پھر جا کے منظوری کا اشارہ ہوا تھا، وہ خود کو کسی ملکہ سے کم نہ سمجھتی تھی، اپنی سب آن شان بان بھلائے ہر اس جگہ موجود ہوتی جہاں اس شاہ زادے کا معمولی سا بھی پھیرا پڑتا، وہ شاہ تھا اور وہ اس کی غلام بن گئی تھی، داسی کنیز بن گئی تھی، اس کی نظریں یک ٹک سلیمان پہ جم جاتیں، جو اپنے مشن میں کھویا تھا، خود کو بھلائے، اپنی ذات کو فراموش کیے، اپنی دھن کا پکا لگتا تھا، جس کا دعویٰ تھا وہ لوگوں کے لئے جیتا ہے، وہ اپنے ملک کے لئے جیتا ہے۔

''یہ کیسا دعویٰ محبت ہے جس پہ میں چاہنے کے باوجود یقین نہیں لا پاتی، لاؤں بھی کیسے......؟ آپ تو اک نگاہ التفات تو کیا اک عام نگاہ کے بھی روادار نہیں۔''

اس نے اسی اعتماد سمیت کہہ دیا تھا جو اس کا خاصا اس کی پہچان تھا اور پہلی بار تھا کہ وہ چونک

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گیا تھا، اسے دیکھتا رہ گیا تھا، پھر پے در پے ہونے والی ملاقاتیں چاہے وہ کتنی ہی سرسری ہوں، انہیں چونکاتی ضرور رہی، کسی نہ کسی حربے سے ان کی توجہ ضرور کھینچ لیتی، اس کی بے بس کر دینے والی گہری نگاہیں سلیمان کے گرد خوشبودار حصار کھینچ دیتیں اور پھر کامیابی نے اس کے قدم چومے، سلیمان خان کو اس کے آگے جھکا دیا۔

''میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں روشنی بی بی۔''

فون کال نہیں تھی، قسمت کی سنہری پری نے اس پہ دھن نچھاور کر دیا تھا، وہ خود کو ہنسنے سے ناچنے سے نہیں روک سکی، یہی وہ لمحہ تھا جب اس کے آفس کا دروازہ کھلا اور اندر داخل ہوتی سکریٹری کی آنکھیں اسے دیکھتے حیرت و غیر یقینی سے حلقوں سے ابل پڑیں، قاتل حسن خوش نما خوش ادا سراپے کو، پہلی بار اس انداز میں دیکھا گیا تھا، گولڈن اور میرون کلر کی مہین کامدانی ساڑھی میں اسی کا سانچے میں ڈھلا دودھیا سراپا اس کے مسکراتے لبوں اور کھلتے چہرے سے دل کی خوشی عیاں تھی، اس کی نازک ہیل کی مدھر ردھم ماحول میں گونجتی تھی، معاً سیکرٹری پہ نگاہ پڑتے ہی وہ یکدم ساکن ہوگئی، اپنی آن بان میں لوٹ آئی بلکہ سراپا قہر ہوگئی، پھر اس کی زبان نشتر چلاتے اپنی ادنی ملازمہ کو اس کی اوقات بتلا رہی تھی، لتاڑ رہی تھی، کہ بنا اجازت وہ اندر کیسے آئی، سیکرٹری کے اوسان خطا ہو گئے، وضاحتیں دیتے حلق سوکھنے لگا، کہ ان وضاحتوں کو گستاخی سے تعبیر کرتے اس نے زناٹے کا تھپڑ سیکرٹری کے چہرے پہ دے مارا تھا۔

''زبان چلاتی ہے......؟ بدقماش عورت۔'' وہ غرائی، سیکرٹری رہانت کے احساس سے لرزنے لگی مگر زبان گنگ تھی۔

''پانی دو مجھے۔'' اس نے اپنا نازک سا پنک کلچ گلاس ٹاپ پر رکھا اور خود دوسری جانب پڑی ریوالونگ چیئر پہ جا بیٹھی، سیکرٹری تھر تھر کانپتی آگے بڑھی، سائیڈ روم میں جا کر چند لمحوں میں شیشے کے نازک گلاس میں پانی حاضر کیا، اس نے گلاس اٹھا کر نخوت سے غرور سے ایک گھونٹ بھرا اور گلاس واپس رکھ دیا، سلور کلر کے بے حد نفیس دیدہ زیب ٹشو کیس سے ایک ٹشو کھینچ کر بڑی نزاکت سے ہونٹوں کے کناروں کو چھوا۔

''آج کا شیڈول کیا ہے؟'' اس کا لہجہ ترش تھا، انداز تحقیر آمیز، یہ جتاتا ہوا کہ وہ کیسا ہی رویہ کیوں نہ روا رکھے وہ حقیر ملازمہ اس کے سامنے احتجاج تو درکنار منہ سے آواز نکالنے کی بھی مجاز نہیں ہے، سیکرٹری کا اڑا ہوا رنگ مزید اڑ گیا، ہونٹ محض پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

''آج کا سارا شیڈول ڈس مس کر دو، میٹنگز ڈیلے ہوں گی۔''

''اوکے میم!'' وہ محض منمنائی، سر جھکائے کھڑی رہی، انہوں نے جواباً شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھا۔

''یو وانٹ ٹو سے سم تھنگ......؟ (تمہیں کچھ کہنا ہے؟)۔'' سیکرٹری گھبرا سی گئی، فی الفور سر نفی میں ہلایا۔

''ناٹ ایٹ آل میم۔'' جواب دیتے ہی وہ واپس پلٹی جب اس نے پکارا تھا۔

''سنو......!'' اس کا لہجہ ہنوز رہانت بھرا تحکمانہ تھا، سیکرٹری تھرا کر پلٹی، سوالیہ مگر سہمی نظروں

سے اسے دیکھنے لگی، آنکھوں میں گریز ہی گریز تھا۔

''اٹس اے پارٹ آف لائف......اوکے؟'' اس کا لہجہ کاٹ دار تھا، اشارہ چند لمحے قبل اپنی اس بے اختیاری کی جانب تھا، سیکرٹری نے محض سر ہلایا، آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں، وہ پلٹ کر تیزی سے باہر چلی گئی تھی، روشنی مسکرا رہی تھی، گنگنا رہی تھی، اپنی جیت کا اس طرح جشن منانا بھی اک انجوائے منٹ تھی، وہ پوری طرح انجوائے کر رہی تھی۔

تیز ہوا کے شور سے دروازے کے پٹ ہلے تھے تب وہ چونک کر سیدھی ہوئی، آسمان لال سرخ ہو رہا تھا، شمال سے اٹھنے والے گرد کے طوفان کی آوازیں دور و نزدیک سے آتی کھڑکیوں دروازوں کے بجنے کی آوازوں سے مل رہی تھیں، وہ گھبرا کر باہر آئیں اور دھلے ہوئے کپڑے عجلت میں اتارنے لگیں، جو آدھے تو اڑا کر ادھر ادھر بکھرتے گرد آلود ہو چکے تھے، یعنی ساری محنت اکارت چلی گئی تھی، ان کی تھکاوٹ بڑھ گئی، بڑا سا صحن گرد مٹی سے اٹ چکا تھا، درختوں کے پتوں کا شور، جیسے کوئی بین کر رہا ہو ایسے ہوا سر پٹختے ہوئے در و دیوار سے سر ٹکرا رہی تھی۔

صاف کپڑے اندر بیڈ پہ ڈال کر اب وہ گندے ہو جانے والے کپڑوں کو سمیٹتی ہوئیں باتھ روم کی طرف آ گئیں، ٹونٹی کھول کر کپڑے ٹب میں ڈالا اور اسی وقت کنگالنے لگیں۔

آدھے سے زیادہ کپڑے تو پھر سے خراب ہو گئے تھے، اس کام میں آدھے گھنٹے سے زیادہ صرف ہوا، باہر اب بارش شروع ہو گئی تھی، آواز انہیں یہاں بھی سنائی دیتی تھی، جب کپڑے نچوڑ کر ٹب بھرا اور برآمدے میں چھوڑ کر خود اندر آئیں تو کپکپا رہی تھیں، شدید سردی میں پانی میں کھڑے ہونا پڑا، وہ بری طرح کانپ رہی تھیں، گرما گرم چائے کی شدید طلب تھی مگر بناتا کون......؟

اور ان میں خود اتنی ہمت نہیں تھی اب، صبح گھر کی صفائی ستھرائی کے بعد اتنا ہوا تھا کہ دوپہر کے لئے سالن بنا کر انہوں نے آٹا گوندھ کے رکھ دیا کہ آندھی کے باعث کام بڑھ گیا تھا۔

''مامی......!'' بیڈ پہ لحاف کھول کر ابھی وہ لیٹ ہی رہی تھیں، سر تکیے پہ رکھا بھی نہیں تھا کہ شانزے کی آواز پہ گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگیں، جو دروازے میں خفا خفا تاثرات لئے کھڑی نظر آئی۔

''جی......!'' غانیہ کی تھکن اسے دیکھتے ہی یکلخت دوچند ہوئی، جانتی تھی اب آرام کا خیال ہی عبث ہے، وہ یقیناً اس کی کسی کوتاہی کو جتائے گی یا پھر کوئی فرمائش داغے گی۔

''بریانی کا کہا تھا آپ کو، میں تو سمجھی بن گئی ہوگی مگر آپ نے تو پیاز تک نہ کاٹی، بھوک سے دم نکل رہا ہے میرا، آج ماموں آتے ہیں تو میں پوچھتی ہوں اب اس گھر میں یہ ویلیو رہ گئی ہے میری کہ میری بات پہ عمل کرنا تو دور کی بات ماسے شاید دھیان سے سنا بھی نہیں جاتا۔'' وہ ناگواری و برہمی سمیت کہہ رہی تھی، دھمکا رہی تھی، غانیہ کے چہرے کا رنگ یکدم متغیر ہو گیا، وہ فی الفور اٹھی، تھکن کے احساس پہ گھبراہٹ سوار ہو گئی تھی۔

(باقی اگلے ماہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

صبا جاوید

''اف تمہیں کافی بنانی نہیں آتی۔'' کپ سلیب پر اس کے سامنے پٹخ کر شازل اظفر دھاڑا، اس کے چہرے کے زاویے خطرناک حد تک بگڑے ہوئے تھے۔

''ہاں میں نے کبھی نہیں بنائی، بابا مجھ سے ہمیشہ ادرک یا الائچی والی چائے بنواتے تھے مما کافی پیتی ہیں مگر وہ خود بناتی ہیں۔'' اس کے غصے سے خائف ہو کر انشاء احسان نے صفائی پیش کی، جس میں شازل کو کم از کم کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''تمہیں چائے پر لیکچر دینے کے لئے نہیں کہا لہٰذا اتنی تفصیلات کی ضرورت نہیں، ہٹو یہاں سے میں خود بنالیتا ہوں۔'' مکمل طور پر بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے اس نے انشاء کو اچھی خاصی جھاڑ پلا دی، وہ چپ چاپ چند لمحے اس کے تنے اور برہم نقوش دیکھتی رہی پھر تن فن کرتی کچن سے باہر نکل گئی۔

''میں نے بھی کس سے کہہ دیا پینڈو لڑکی۔'' جاتے جاتے شازل کی بے تکی بڑبڑاہٹ وہ بخوبی سن چکی تھی اور غصے کی تیز لہر بے ساختہ اسے اپنی لپیٹ میں لے گئی۔

''اس پینڈو نے تمہارا جینا دوبھر نہ کر دیا تو پھر کہنا مسٹر شازل۔'' غصے اور بے بسی کے شدید قسم کے احساس سے بھیگتی آنکھیں رگڑتے ہوئے گویا اس نے خود سے عہد باندھا۔

☆☆☆

راحت اور مسرت سگی بہنیں تھیں راحت کی شادی جہانزیب سے ہوئی جو انٹرنیشنل مارکیٹ میں امپورٹ ایکسپورٹ کے جانے مانے بزنس مین تھے، ان کی دو اولادیں تھیں، ماہین اور شازل۔

ماہین بی ایس سی کے بعد فی الحال فری تھی اور شازل ایم بی اے کے بعد اپنے پاپا کے ساتھ

مکمل ناول

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

Downloaded From Paksociety.com

بزنس میں مصروف تھا۔

مسرت کی زندگی میں رئیس احسان تھے، جن کا تعلق دیہی علاقے سے تھا کروڑوں کی جائیداد کے تنہا وارث تھے البتہ تعلیمی شعور سے بے بہرہ تھے، ان کی شادی دونوں فریقین کے والدین کے مابین قریبی اور گہرے دوستانے کی بناء پر ہوئی۔

یوں بے حد حسین، ویل ایجوکیٹڈ اور شہری ماحول میں پلی بڑھی مسرت پورے دل، وفاداری اور ایمانداری سے رئیس احسان کی ہوگئیں، اس خوبصورت بندھن کی مضبوطی میں اضافہ انشاء کی پیدائش سے ہوا۔

مسرت چونکہ خود تعلیم یافتہ اور سلیقہ مند خاتون تھیں لہٰذا وہ اپنی اولاد میں بھی یہ خوبیاں دیکھنا چاہتی تھیں، اسی خواہش کی تکمیل کے لئے انہوں نے پہلے انشاء کو بی اے تک تعلیم قریبی قصبے سے دلوائی اور ماسٹرز میں ایڈمیشن کے لئے انشاء کو اپنی بہن راحت کے پاس لاہور بھیج دیا۔

چادر میں چھپی، جھکی آنکھوں والی کم گو سی انشاء احسان شازل کے لئے کسی طور توجہ کا باعث نہیں بن سکی، اس کی ایک وجہ وہ برین واشنگ بھی تھی جو گاؤں میں پلنے والی لڑکیوں کے بارے میں بریرہ حمید نے کی تھی، بریرہ اس کی چچا زاد کزن تھی اور پہلی نظر میں ہی اسے انشاء کسی طور متاثر نہ کرسکی اور شازل کو اپنا ہمنوا بنانے میں اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی، لبتہ ماہین نے بہت جلد اس سے دوستی گانٹھ لی۔

دوسری طرف شازل کو چلتے پھرتے ایک ہاٹ موضوع مل گیا وہ اس کے گاؤں کے حوالے پر اس کی خامیوں پر ہر روز بڑی مفصل روشنی ڈالتا کبھی تو وہ چپ چاپ اس کے خیالات سنتی رہتی اور کبھی سخت سست سنانے میں ایک لمحہ لگاتی، ایسے میں دونوں کے مابین سرد مہری ان چاہے، ان جانے احساس کے تحت تن جاتی۔

آج ماہین اکیڈمی اور راحت کسی عزیز کی عیادت کے لئے گئی تھیں شازل کے چند دوست آئے تھے ناچار اسے انشاء احسان کی مدد لینی پڑی، اسے کافی کا آرڈر دے کر وہ ڈرائنگ روم پہنچا اور کافی کے نام پر جو محلول اسے حلق سے اتارنا پڑا وہ کافی کی سراسر توہین تھا، اسے اپنے دوستوں کے سامنے بے پناہ سبکی کا احساس ہوا، شدید غصے میں جلتا بھنتا وہ اس کے سر پر آن پہنچا، تمام لحاظ بالائے طاق رکھ کر اس نے اسے اچھی خاصی سنا دیں اور خلاف توقع انشاء نے چپ چاپ اس کی تمام کڑوی کسیلی باتیں سن لیں، اس کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی وجہ کارفرما تھی، شازل محض سوچ کر رہ گیا۔

☆☆☆

''شازل بھائی آپ نے پھر سے انشاء کو کچھ کہا۔''

وہ اسپورٹس چینل لگائے غائب دماغی سے بیٹھا تھا جب ماہین وارد ہوئی، پاس ہی مما جان کشن پر کور چڑھا رہی تھیں ایک لمحہ کو ان کے متحرک ہاتھوں میں سکوت در آیا مگر اگلے ہی لمحے وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول نظر آئیں۔

اس نے ایک نظر مما جان کے ردعمل کا جائزہ لیا اور انہیں ہمہ تن گوش پا کر ماہین پر تو اسے اچھا خاصا غصہ آیا تھا جو ان کے سامنے مرچیں چبائے استفسار کر رہی تھی۔

''کیوں؟'' اس نے ریموٹ سائیڈ پر رکھا اور کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

''ہم جب سے آئے ہیں وہ کمرے میں بند ہے اور ڈنر کے لئے بھی نہیں آرہی۔''

''کچھ نہیں یار، اسے کافی بنانی نہیں آتی تو

میں نے محترمہ کو تھوڑی سی ٹپس دے دیں۔'' اس نے مختصراً تمام قصہ کہہ ڈالا۔

''تو آپ بیکری سے کچھ منگوا لیتے۔'' معاملہ سنگین نہیں تھا یہ جان کر ماہین نے بے ساختہ سکون کا سانس لیا اور وہیں ٹانگیں پسار کر سکون سے بیٹھ گئی۔

''اب مجھے کیا پتہ تھا کہ اس پینڈو کو اتنا سا کام بھی نہیں آتا۔''

''شازل!'' مما جان جو کب سے ان کی گفتگو خاموشی سے سن رہی تھیں تنبیہی انداز میں ٹوک گئیں۔

''سوری مما جان، لیکن کیا ضرورت تھی آپ کو خالہ کی شادی گاؤں کرنے کی، زمانہ ترقی کی طرف جا رہا ہے اور آپ پسماندگی کی سمت رواں دواں ہیں، اس وقت تھوڑا فہم و فراست سے کام لیا ہوتا تو کم از کم ایسا نادر نمونہ وجود میں نہیں آتا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے خفیف سی چوٹ کی اور مما جان کی گود میں سما گیا، مما جان نے قدرے خشمگیں نظروں سے اپنے شرارتی بیٹے کو گھورا۔

''ہمارے دور میں لڑکے کی شرافت، خاندان کا رکھ رکھاؤ اور تھوڑی بہت اہمیت معاشی و مالی حالات کو دی جاتی تھی وہ دور شہری اور دیہی ماحول، جدت و پسماندگی جیسی قباحتوں سے پاک تھا۔'' مما جان نے وضاحت پیش کی۔

''اب ایسا تو مت کہیں، خالہ کتنی سوبر اور سویٹ ہیں، ظلم کیا ہے آپ سب نے مل کر۔'' اسے اختلاف ہوا۔

''ظلم کے بچے اس سے پوچھو کس قدر خوشحال اور مطمئن ہے اپنی زندگی میں۔'' مما جان نے ہلکی سی اس کے سر پر چپت رسید کی۔

''بھائی پلیز یہ فضول کا ٹاپک بند کریں اور میری پیاری سی دوست کو منا کر لائیں۔'' ما[...] نے جلدی سے طول پکڑتے موضوع کو سمیٹا [...] ان کی توجہ انشاء کی جانب مبذول کروائی۔

''میں...... یعنی شازل اظفر...... اسے منا[...] لائے...... نیور۔'' حیرت کی زیادتی سے وہ [...] بیٹھا جیسے بہت ناقابل یقین بیان سن لیا ہو [...] آنکھیں پھیلا کر گویا ہوا۔

''شازل مت تنگ کیا کرو، میری بچی [...] مہمان ہے بیٹا، جاؤ منا کر لاؤ اٹھو شاباش۔'' [...] جان نے رسان سے کہا، مرتا کیا نہ کرتا [...] مصداق وہ اٹھ گیا۔

انشاء کے کمرے کے سامنے پہنچ کر اس [...] ہلکی سی دستک دی تو دروازہ کھلتا چلا گیا، وہ آڑ[...] ترچھی بیڈ پر لیٹی تھی مگر اس انداز میں بھی چا[...] سے وجود کو ڈھانپنے کا خوب انتظام کیا گیا تھ[...] شازل کو اس کے تنہائی میں بھی اس قدر گریزا[...] انداز پر بے ساختہ ہنسی آئی، وہ دو قدم آگے بڑھ[...] اس کی گردن بیڈ سے ڈھلک رہی تھی اس کا وج[...] شعور کے احساس سے نابلد دکھائی دیتا تھا، وہ یو[...] ڈھیلی پڑی تھی جیسی مٹی کا ڈھیر، نا چاہتے ہو[...] بھی وہ پرتشویش انداز میں اس کی سمت بڑھا۔

''انشاء!'' اس نے ہولے سے اسے پکار[...] مگر اس کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوئی، [...] اچانک اس کی نظر اس کے ہاتھ میں دبی شیشی [...] پڑی، اس نے تقریباً جھپٹ کر اپنے قبضے میں لی [...] یہ ٹرنکولائزرز تھی جس میں اب ایک بھی گولی نہیں [...] تھی، صحیح معنوں میں شازل کے چھکے چھو[...] تھے، کسی انہونی کے احساس سے اس کے حوا[...] جھنجھنا اٹھے۔

''اوہ شٹ، یہ اتنی سی بات پر اتنی بڑ[...] حماقت کرسکتی ہے آئی ڈونٹ بلیواٹ (مجھے یقین [...] نہیں ہوتا)۔'' وہ زیر لب خود سے مخاطب ہوا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''انشاء پلیز لسن ٹو می (میری بات سنو)، آنکھیں کھولو، گیٹ آپ یار، اٹھو۔'' وہ اس پر جھکا اس کے رخسار تھپتھپا رہا تھا مگر اس کا بدن تو احساسات سے عاری مٹی کا مادھو بنا تھا، شازل کے ہاتھوں کے طوطے اڑے جا رہے تھے، وہ تقریباً دوڑتا ہوا لاؤنج میں پہنچا۔

''ماہین، میرے کمرے سے والٹ اور گاڑی کی چابی لاؤ۔'' اس نے موبائل نکال کر کوئی نمبر پریس کر کے کان سے لگایا اور بہ عجلت ماہین کو ہدایت جاری کی۔

''کیا ہوا شازل، اس قدر پریشان کیوں لگ رہے ہو؟'' اس کی اڑی اڑی رنگت اور عجلت بھرے انداز نے انہیں متفکر و پریشان کر ڈالا۔

''مما وہ...... انشاء۔'' اگلی بات منہ میں دبا کر وہ لب بھینچ گیا۔

''کیا ہوا اسے۔'' مما جان نے نا سمجھی کے عالم میں استفسار کیا، وہ حق دق انہیں دیکھ رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں کیسے بتائے۔

''اس نے سوسائیڈ Attempt کی ہے۔'' اس نے نظریں جھکا کر یوں کیا جیسے اس سب کا ذمہ وہ خود ہو، یہ سب کہتے ہوئے اس کے اعصاب تمام تر کشیدگی سمیٹ لائے، ماہین جو اس کی ہدایت پر والٹ اور گاڑی کی چابی لینے دوڑی تھی اس کے ہاتھوں سے والٹ چھوٹ کر زمین بوس ہو گیا، منہ پر ہاتھ رکھے وہ الٹے قدموں انشاء کے کمرے کی سمت دوڑی۔

مما جان نے بھی اس کی تقلید کی، وہ بیڈ پر بڑی بے ترتیبی سے محو استراحت تھی۔

''انشاء...... میری بچی!'' مما جان نے فرط جذبات سے اسے پکارا اور بے ساختہ شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

''کیا ہو انشی؟'' انہوں نے شدتوں سے اسے یوں اچانک خود میں بھینچا تو اس کے حواس بڑی تیزی سے بیدار ہوئے اس کی نیم خوابیدہ سی آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''انشاء...... تم ٹھیک ہو؟'' مما جان نے حیرت سے دریافت کیا۔

''کیوں...... مجھے کیا ہونا ہے۔'' وہ ابھی تک حیران تھی۔

''انشاء کی بچی، ڈرا دیا نا ہم سب کو۔'' اسے ٹھیک ٹھاک اٹھتے دیکھ کر ماہین نے اس کی کمر پر زبردست مکا جڑا اور پھر گلے لگا لیا۔

''کوئی مجھے بتائے گا کہ کیا ہوا ہے؟'' مما جان اور ماہین کو روتے دیکھ کر انشاء نے مصنوعی خفگی سے پوچھا اور کمر سہلائی۔

''کچھ نہیں بیٹا!...... بس تھوڑی غلط فہمی ہو گئی۔'' اس کے بال محبت سے سنورتے ہوئے مما جان نے کہا۔

''آپ کو لگا میں مر گئی ہوں۔'' نظروں کے فوکس میں شازل کو لاتے ہوئے اس نے فوراً چادر سر پر جمائی جو ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا اور ذومعنی انداز میں بولی۔

''بری بات، ایسی باتیں نہیں کرتے۔'' مما جان نے فوراً پیار بھری ڈانٹ پلائی تو وہ بے ساختہ مسکرا اٹھی۔

''بس بہت ہو گئے تمہارے ڈرامے، اٹھو اب فریش ہو کر نیچے آؤ، تمہارے انتظار میں ابھی تک میں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔'' ماہین نے کہا تو مودب سی سر ہلائی کمرے سے ملحقہ واش روم میں گھس گئی۔

''مما...... یہ ابھی تو......'' اس کے جاتے ہی شازل نے حیرت سے مما جان سے پوچھا تو انہوں نے اسے ایک تلخ نگاہ سے نوازا۔

''شازل مجھے آپ سے اس قدر بچپنے کی

توقع ہرگز نہیں تھی، نجانے کیا بیر باندھ لیا ہے اول روز سے ہی آپ نے معصوم بچی سے، اس قدر بڑا اور گھٹیا الزام، مجھے ابھی تک اپنے حواس بکھرتے محسوس ہو رہے ہیں، اگر انشاء کو معلوم ہو جائے کہ آپ اسے نیچا دکھانے کے لئے ایسی حرکتیں کرتے پھر رہے ہیں تو کیا بیتے گی اس پر، مسرت نے جس اعتبار سے اپنی بیٹی مجھے سونپی ہے وہ قائم رہنے دیں، کیا جواب دوں گی میں اسے کہ میرا اپنا ہی بیٹا اس سے سرد جنگ لگائے بیٹھا ہے، حد ہو گئی آج تو۔'' بنا کوئی لگی لپٹی رکھے مما جان نے اس کی طبیعت صاف کر دی۔

''مما! میں نے اس پر کوئی الزام نہیں لگایا، میں نے خود اس کے ہاتھ میں ٹرنکولائزرز کی بوتل دیکھی تھی۔'' اس الزام پر وہ بری طرح تڑپ کر مچلا۔

''بس کریں شازل! میں کسی بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' ان کا پارہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا، اس کی کسی بھی صفائی کو خاطر میں لائے بغیر وہ برہمی سے گویا ہوئیں تو شازل کو بے قاعدہ پتنگے لگ گئے، اگر وہ اس کے سامنے ہوتی تو وہ ضرور اس کی گردن مروڑ چکا ہوتا جس کا پورا پلان وہ سمجھ چکا تھا، زوردار ٹھوکر سے کمرے کے دروازے کو بند کرتا وہ تن فن کرتا باہر نکل گیا، تنفر کا شدید احساس اس کے روم روم میں سرائیت کر گیا۔

دوسری طرف واش روم کے دروازے سے کان لگائے کھڑی انشاء کا دل باقاعدہ دھمال ڈالنے کو چاہ رہا تھا۔

☆☆☆

''آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' وہ گزشتہ دو گھنٹوں سے شازل کا انتظار کر رہی تھی پریشانی اور گھبراہٹ سے اس کا برا حال تھا، اس نے کبھی لوکل کنوینس سے سفر نہیں کیا تھا اور نہ ہی کبھی اتنے ہجوم کو فیس کیا تھا، لہٰذا اس طرح تنہا سفر کر کے گھر تک پہنچنا انشاء کے لئے کسی صورت ممکن نہ تھا، اسی اثناء میں وائٹ سوک اس کے قدموں کے قریب آ کر چرچرائی تو بے ساختہ اچھلی گھبراہٹ و خوف سے نقاب کا کونا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، بلیک اور گرے کمبی نیشن کے ٹو پیس میں ملبوس ایک خوبرو نوجوان اس سے مخاطب ہوا۔

سرخ و سفید رنگت پر چمکتی دو بڑی بڑی سنہری خوف و ہراس سے پھیلی آنکھیں کسی کا بھی ایمان ڈگمگانے کو کافی تھیں، تب ہی تو نو وارد مبہوت رہ گیا۔

''نن...... نہیں میں اپنے کزن کا ویٹ کر رہی ہوں، وہ بس آتے ہی ہوں گے۔'' وہ سہم کر ایک قدم پیچھے ہٹی۔

''اوہ کم آن میں کب سے آپ کو محو انتظار دیکھ رہا ہوں، پلیز مزید ٹائم ویسٹ مت کریں۔'' وہ یوں بولا جیسے برسوں کا دوستانہ ہو۔

''میں نے کہا نا میرے کزن آتے ہوں گے میں ان کے ساتھ ہی جاؤں گی۔'' اس بار فاصلہ بناتے ہوئے وہ درشتی سے بولی۔

''یہ لاہور شہر ہے مس...... یہاں پر ہر شخص سلیف ڈیپینڈنٹ ہے، کوئی کسی کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا، بہرحال پھر بھی آپ اپنے کزن کا ویٹ کرنا چاہتی ہیں تو نیور مائنڈ۔'' کندھے اچکاتے ہوئے وہ اس کے قریب ہی کھڑا ہو گیا اور اس طرح مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا، بے بسی کے شدید احساس سے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''میں بلال ہوں، آپ کا کلاس فیلو آپ کی ہچکچاہٹ میں سمجھ سکتا ہوں، لیکن مزید انتظار میرے خیال میں مناسب نہیں اور خدانخواستہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

انہونی تو کسی کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے اینڈ آئی جسٹ ہوپ کہ آپ کے کزن کسی پرابلم میں نہ ہو۔'' اسے یوں پریشان دیکھ کر وہ ایک بار پھر پیشکش کر بیٹھا۔

''مم...... میں خود ہی چلی جاؤں گی۔'' رندھی ہوئی آواز میں وہ بمشکل کہہ پائی۔

''آپ انہیں کال کرلیں۔'' بلال نے سیل نکالا۔

''میرے پاس نمبر نہیں۔'' سر جھکائے اس نے اپنی نا اہلی بیان کی۔

''اوہ۔'' بلال نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالا اور اوہ کو کافی لمبا کھینچا۔

''آپ مجھ پر اعتبار کرسکتی ہیں۔'' اس نے آخری کوشش کی، اسے رہ رہ کر شازل کی غیر ذمہ داری اور اپنی بد اعتمادی پر تاؤ آرہا تھا، وہ کیوں اب تک اس پر انحصار کرتی رہی تھی، بہرحال وہ چادر سنبھالتی گاڑی میں آ بیٹھی، مگر خوف اور بے بسی سے اس کا دل سمٹ سکڑ رہا تھا، پورے راستے وہ مختلف آیات کا ورد کرتی آئی، گھر کے گیٹ پر پہنچتے ہی اس نے دوڑ لگا دی اسے شکریہ کہنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی جسے ڈیڑھ گھنٹہ زچ کرنے کے بعد وہ بمشکل ایڈریس سمجھا پائی تھی اور نہ یہ سوچا کہ لین میں داخل ہوتے شازل کے دماغ پر کیسی آندھیاں رواں دواں ہوئیں اسے اس انداز میں بھاگتے دیکھ کر۔

☆☆☆

ماہین ایم ایس سی کر رہی تھی اور انشاء کا ایڈمیشن اس کی خواہش کے مطابق ایم اے انگلش میں ہوگیا، چنانچہ ماہین اور انشاء کے سبجیکٹ مختلف ہونے کی وجہ سے ان کے کیمپس اور ڈیپارٹمنٹ بھی مختلف تھے، لہٰذا دونوں کے پک اینڈ ڈراپ کی ذمہ داری بھی شازل کی تھی، دونوں کو مختلف اوقات میں چھوڑنے اور لانے میں وہ اچھا خاصا زچ ہوچکا تھا۔

آج بھی بریرہ حمید کے ساتھ لنچ کے چکر میں وہ انشاء کو پک کرنا بھول گیا، مماجان کے فون پر اسے یاد آیا تو وہ آناً فاناً لنچ ادھورا چھوڑ کر بھاگا آدھا گھنٹہ اسے یونیورسٹی سے کھنگالنے کے بعد وہ اپنے بلاک میں لوٹا تو اسے وہ وائٹ سوک سے بہ عجلت نکلتی اور بھاگتی نظر آ گئی، یونیورسٹی میں خواری الگ اور بریرہ حمید کی ناراضگی الگ اسے برداشت کرنی پڑی، لمحوں میں شدید غصے کے الاؤ اس کے اندر دہکنے لگے۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آج آپ کس کے ساتھ تشریف لائی ہیں؟'' اس کے سر پر کھڑا وہ استفسار کر رہا تھا۔

انشاء جو ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھی اور چادر اتار کر بیڈ پر پھینکی فوراً چونک اٹھی اس نے تیزی سے رخ موڑا اور لمحوں میں چادر اٹھا کر خود کو اس میں مقید کیا، اس کے اس گریز پر شازل اظفر سرتا پیر جھلس اٹھا۔

''مجھ سے بہت گریز محسوس ہوتا ہے تمہیں، اس شخص سے تو نہیں ہوا ہوگا جس کے ساتھ تنہا اتنا لمبا سفر طے کرکے آئی ہو۔''

انشاء کی سرخ چمکتی رنگت پر تمتماہٹ بڑی واضح بکھری، اس کے طنز میں ڈوبے الفاظ یقیناً اسے ناگوار گزرے تھے۔

''میں اسے نہیں جانتی، اس نے مجھے مجبور کیا تو...... اور ویسے بھی میں ڈھائی گھنٹے آپ کا انتظار کرتی رہی۔'' درشتی سے رخ موڑے وہ دبے دبے غصے سے بولی۔

''بچی نہیں ہو تم کہ کوئی بھی اپنے ساتھ بیٹھا لے، میں نہیں لینے آیا تو اس کا مطلب تم کسی کے ساتھ بھی منہ اٹھا کر چل پڑو گی اور انتظار سے کیا

مطلب ہے تمہارا، ذرا سا لیٹ ہوا تھا مر تو نہیں گیا تھا جو کبھی نہیں آتا۔''

''شٹ اپ...... بس کریں آپ۔'' کانوں پر ہاتھ رکھ کر وہ تقریباً چیخ پڑی، اس کی رنگت لمحوں میں زردی مائل ہوئی، شازل سمجھ نہیں پایا اس قدر شدید ردعمل کس بات پر ہوا۔

''فضول کی باتیں کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔'' آنکھوں سے چھلکتی نمی کو رگڑتے وہ دبنگ لہجے میں بولی۔

''تم اس عمل میں کس حد تک انوالو ہو میں بالکل نہیں جانتا، لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو جب تک تم اس گھر میں ہو، ہماری ذمہ داری ہو لہٰذا کسی بھی قابل اعتراض حرکت سے احتراز کرو، جس سے ہمیں تمہارے والدین کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے اور جو بھی عیاشی کرنی ہو اسے یونیورسٹی تک محدود رکھیں۔'' شازل کے یوں واضح الفظ میں اس کے کردار پر انگلی اٹھانے پر وہ تڑپ کر مچلی، وہ لب بھینچے اس کے تنے اور غصیلے نقوش دیکھتی رہی، پھر اس کی سرخ دہکتی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔

''آپ سے زیادہ مجھے اپنے والدین کی عزت پیاری ہے، مسٹر شازل اگر آج کسی غیر مرد کے ساتھ مجھے تنہا سفر کرنا پڑا تو اس کے ذمہ دار بھی آپ ہیں، ذمہ داری کا ڈھونگ رچانے سے قبل ذمہ داری اور فرض کو نبھانا سیکھیے اور رہی بات عیاشی کی تو میں اس میں انوالو ہوں یا نہیں اس چیز کی صفائی کم از کم آپ کو تو میں بالکل نہیں دینے والی۔'' وہ ٹھہرے اور مستحکم لہجے میں گویا ہوئی اور دوسری بات کا موقع دیئے بغیر واش روم میں گھس گئی جواباً شازل راستے میں آنے والی ہر شے کو ٹھوکروں سے اڑاتا تن فن کرتا باہر نکل گیا۔

☆☆☆

وہ پاپا کو فون پر تسلی سے نواز رہا تھا اگرچہ اندر سے اسے اپنا آپ ٹوٹتا محسوس ہو رہا تھا، جب اس نے دور سے ڈاکٹر عمر کو دیکھا۔

''پاپا ڈاکٹر نے مما کا چیک اپ کرلیا ہے، میں ان سے بات کرتا ہوں، پلیز آپ پریشان مت ہوئیے گا میں کچھ دیر میں آپ کو کال بیک کرتا ہوں۔'' انہیں ایک بار پھر بھرپور تسلی و تشفی دلاتے ہوئے اس نے کال ڈسکنیکٹ کر دی جو ان دنوں ملک سے باہر تھے۔

''ڈاکٹر صاحب! سب کچھ ٹھیک تو ہے نا۔'' شازل نے بڑی آس سے پوچھا۔

''جی اب پیشنٹ قدرے بہتر ہیں، لیکن یہ سب غلط ڈوز یا اوور ڈوز دینے کے سبب ہوا ہے وگرنہ ایسا جان لیوا اٹیک نارمل کنڈیشن میں نہیں ہوتا، پلیز بی کیئرفل نیکسٹ ٹائم۔'' ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں تفصیل بتائی اور اگلے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

''اوور ڈوز مگر کون دے سکتا ہے؟'' شازل زیرلب بڑبڑایا، سامنے ہی لابی کے بینچ پر دعا گو کیفیت میں بیٹھی انشاء نظر آئی اور اسے اپنے دماغ میں ابھرتے نقطے کا جیسے سرا مل گیا، اس کا دماغ یکدم کسیلے دھوئیں سے بھرنے لگا جگہ اور صورتحال کا لحاظ کیے بغیر اس نے انشاء کا ہاتھ تھاما اور تقریباً گھسیٹتے ہوئے لابی کے آخری سرے پر لے گیا، وہ جو اس افتاد کے لئے تیار نہ تھی اس کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔

''تم خود کو کیا سمجھتی ہو، تمہارے نزدیک کسی انسان کی زندگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔'' بھیگی آنکھوں میں ہلکورے لیتی حیرت سمیت وہ اس کی باتوں کے مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' سسکتی آواز میں وہ محض اتنا ہی کہہ پائی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''جسٹ شٹ اپ۔'' وہ حلق کے بل دھاڑا تو وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

''یہ معصومیت کا ڈھونگ رچانا بند کرو، یو نو تم معصوم نہیں بے وقوف ہو، وائے ڈونٹ یو ایکسیپٹ (تم قبول کیوں نہیں کرتی) کہ تم ایک اجڈ، گنوار، دیہاتی لڑکی ہو، ایم اے انگلش کا ٹیگ لگوا کر تم ہر ڈیپارٹمنٹ کی اسکالر نہیں بن جاؤ گی۔'' وہ اس کے تشخص کو، اس کی شناخت کو اپنے لفظوں کی سختی سے کچل رہا تھا، وہ حق دق اس کی نفرت کے انداز ملاحظہ کر رہی تھی، اس کی نگاہوں سے لپکتے شعلے اسے جلا کر خاکستر کر دینا چاہتے تھے۔

''اگر میری ماں کو کچھ ہو جاتا تو میں تمہیں جان سے مار ڈالتا مائنڈ اٹ۔'' پنجے اس کے بازوؤں میں گاڑھ کر وہ تمام تر نفرت کی شدتیں سمو کر بے حد درشتی سے بولا۔

''بھائی! مما کو ہوش آ گیا۔'' ماہین کی عقب میں ابھرتی آواز نے شازل کی توجہ کے تمام تر ارتکاز اپنی سمت مبذول کروا لئے، اسے جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے وہ ماہین کے ساتھ ہو لیا، اپنی خوشی کے احساس میں ماہین نے محسوس ہی نہیں کیا کہ انشاء وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر سسکنے لگی تھی، ماہین روتے ہوئے کس قدر شدتوں سے ماں سے لپٹ گئی۔

''مما! ہم آپ کے بغیر نہیں رہ سکتے، پلیز اگلی بار ایسا کبھی مت کیجئے گا۔'' ان کی بانہوں میں بکھرتے ہوئے وہ بے طرح مچلی۔

''ہنی...... مما ابھی پوری طرح ریکور نہیں ہوئیں، اس طرح کابی ہیو کر کے انہیں پریشان مت کرو۔'' شازل نے پیار سے اسے ان سے الگ کیا۔

''شازل بیٹا! ہم گھر کب جا سکیں گے، ہسپتال کے ماحول سے تو میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

''بس آپ کے کیس کی ڈیٹیل ڈاکٹر سے معلوم کر لوں، پھر چلتے ہیں۔'' انہیں مسکراتے دیکھ کر اس کے اعصاب ایک دم پرسکون ہوئے، ماہین کو ان کے پاس رکنے کی ہدایت دے کر وہ ڈاکٹر عمر کے روم میں آ گیا۔

''مجھے مما کے کیس کی ڈیٹیلز چاہئیں۔'' ڈاکٹر عمر سے مصافحہ کرنے کے بعد اس نے سامنے والی نشست سنبھالی۔

''جی روم نمبر تھری؟'' ڈاکٹر عمر نے استفہامیہ انداز میں تصدیق کے لئے پوچھا۔

''نو سر روم نمبر ٹو۔'' شازل نے تصحیح کی۔

''سوری جینٹل مین آپ کی مدر کا کیس ڈاکٹر احمد ہینڈل کر رہے ہیں۔'' ڈاکٹر عمر نے شائستگی سے کہا تو کہیں کچھ غلط ہونے کا احساس اسے چھو کر گزرا۔

''ابھی کچھ دیر قبل آپ نے جو انفارمیشن مجھے پرووائیڈ کی وہ روم نمبر تھری کے پیشنٹ کے بارے میں تھیں۔'' شازل نے تصدیق کے لئے پوچھا تو ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا، ڈاکٹر سے معذرت کرنے کے بعد وہ مصافحہ کرتا ہوا باہر نکل آیا، ڈاکٹر احمد سے ملنے کے بعد وہ مما جان کے پاس پہنچا۔

''شازل کیا کہا ڈاکٹر نے اور بیٹا انشاء کہاں ہے کیا اسے گھر چھوڑ آئے ہو؟'' مما جان کے استفسار پر اسے خیال آیا کہ تقریباً آدھ گھنٹہ قبل وہ اسے بے بنیاد اور غلط معلومات کی بنا پر کھری کھری سنا چکا تھا اور اس کے بعد وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔

''مما وہ میرے ساتھ ہاسپٹل آئی ہے ادھر ہے میں اسے بلا کر لاتا ہوں۔'' انہیں تسلی دیتے ہوئے وہ تیزی سے لابی میں پہنچا، لیکن وہاں وہ

نظر نہ آئی، اسے مختلف سکیشنز میں تلاش کرتا وہ ہاسپٹل کی پرشکوہ عمارت کے سامنے وسیع و عریض رقبے پر پھیلے لان میں رکھے سنگی بینچ پر کالی چادر میں وہ یقیناً انشاء احسان تھی، پہلی بار ندامت کا شدید احساس اسے اپنے شکنجے میں جکڑ گیا۔

''انشاء!'' اس کے قریب بیٹھ کر اس نے دھیرے سے اسے پکارا، اس نے گردن موڑ کر اسے نہیں دیکھا تھا لیکن اس کے مخروطی ہاتھوں پر پانی کے دو قطرے آ گرے۔

''مما تم سے ملنا چاہتی ہیں۔'' اس نے پھر اسے پکارا۔

اب کی بار اس نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تو شازل اس کے چہرے کی حالت دیکھ کر ششدر رہ گیا، اس کا چہرہ بے حد سرخ ہو رہا تھا، مسلسل رونے سے آنکھیں متورم اور بے حال سی لگ رہی تھیں، بھیگی پلکیں سیاہ رنگ کا کس قدر گہرا عنصر بکھیر رہی تھیں، اس کی آنکھوں میں شکوے کا احساس کس قدر گہرا تھا وہ نادم سا ہو گیا۔

''وہ مجھے پتہ نہیں تھا انشاء کہ تم نے مما کو میڈیسن نہیں دی۔''

''مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔'' اس کی بات کاٹ کر وہ درشتی سے بولی۔

''آپ بس مجھے آنٹی کے پاس لے چلیں۔'' اس کی طرف دیکھے بغیر اس نے کہا اور قدم اندر کی طرف بڑھا دیئے۔

بلال (انشاء کا کلاس فیلو) کے ہر بڑھتے قدم نے انشاء کو ہراساں و پریشان کر ڈالا، بھنورے کی طرح وہ ہر لمحہ اس کے پاس منڈلاتا نظر آتا، اس کا گریز، درشتی، کڑواہٹ اور لیا دیا انداز کچھ بھی اسے باز رکھنے میں کارگر ثابت نہیں ہوا، اس کے واضح الفاظ میں پسندیدگی کے اظہار پر تنگ آ کر وہ گزشتہ دو روز سے یونیورسٹی سے آف لے رہی تھی، شازل کو کچھ بھی بتانا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف تھا، لہٰذا اس نے اپنا ارادہ موقوف کر دیا، آج اس کی دوسری چھٹی تھی ماہین یونیورسٹی اور اظفر جہانزیب آؤٹ آف کنٹری تھے، جبکہ شازل آفس۔

مما جان کو کچن میں نا پا کر وہ ان کے کمرے میں گئی اور ان کی نیم بے ہوشی کی حالت نے اس کے وجود سے گویا روح کھینچ لی، اس نے آناً فاناً ماہین کو انفارم کیا کہ شازل کا نمبر اس کے پاس نہیں تھا، کچھ ہی دیر میں وہ دونوں بہن بھائی اظفر ہاؤس میں موجود تھے، شازل کو یقیناً ماہین نے انفارم کیا تھا اور اب ایک غلط معلومات کی بنا پر وہ شازل کے ہاتھوں اچھی خاصی ذلیل ہو کر مما جان کا ہاتھ تھامے مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجائے بیٹھی تھی، شاید پہلی بار یہ پینڈو لڑکی مسکراتے ہوئے شازل کو بہت اچھی لگی تھی۔

☆☆☆

''آپ اپنی صحت کا دھیان نہیں رکھتیں آپی، ایسی لاپرواہی، دیکھیں تو چہرے پر کیسی زردی جھلکنے لگی ہے۔''

مسرت کل رات سے مما جان کی بیمار پرسی کے لئے آئی تھیں اور بجھی بجھی سی انشاء ان کی غیر متوقع آمد سے بے طرح خوش ہوا تھی۔

''بس مسرت اب عمر ہی ایسی ہے۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

''اب ایسی بھی عمر نہیں ڈھلی جا رہی ہے آپ کی، ویسے ہی شہر کی غیر مقوی اور غیر توانا خوراک نے انسان کے اندر کی قدرتی قوت مدافعت ختم کر دی ہے۔'' مسرت نے پہلی بار شہری زندگی پر تنقید کا اظہار کیا تو شازل بمشکل مسکراہٹ دبا سکا، وگرنہ وہ ہمیشہ جدت پسند رہی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تمہارا یہ نظریہ کیسے بدل گیا مسرت۔''

''بس آپا آپ میرے ساتھ گاؤں چلیں، کھلے ماحول میں چند دن گزاریں گی تو طبیعت پر اچھا اثر ہوگا۔'' ان کا ہاتھ تھام کر وہ حلاوت آمیز لہجے میں بولیں تو وہ محض مسکرا دیں۔

''مما جانی میں نے آپ کو بے حد مس کیا۔''

جس دن سے مما جان (راحت) بیمار ہوئی تھیں انشاء نے یونیورسٹی کی شکل نہیں دیکھی اب بھی مما جان کے لئے پرہیزی کھانا اور باقی سب کے لئے پرتکلف کھانا بنا کر وہ لوٹی تو نم دار نگاہیں ان کے صبیح چہرے پر جما کر وہ محبت سے بولی اور ان سے لپٹ گئی، اس کی آمد سے راحت اور مسرت کی گفتگو کا تسلسل ٹوٹ سا گیا۔

''بس کرو انشاء تم تو یوں بے ہیو کر رہی ہو جیسے ہم نے تم پر بہت ظلم ڈھائے ہوں۔'' ماہین کا مڈٹرم اسٹارٹ تھا وہ ابھی ابھی یونیورسٹی سے لوٹی تھی اور اس کی بات اس نے وہیں سے اچک لی، جواباً وہ خشمگیں نظروں سے اسے گھور کر رہ گئی۔

''اسی لئے میں زیادہ نہیں آتی انشاء تا کہ آپ جذباتی پن میں اسٹڈیز پر فوکس نہ کھو دو۔'' اس کے بال سنوار کر مسرت ممتا سے لبریز لہجے میں گویا ہوئیں۔

''لیکن ایک بات تو ماننی پڑے گی خالہ، آپ نے دیہی ماحول میں کمال ایڈجسٹ کیا، حالانکہ شہری ماحول میں پلی بڑھی لڑکی کے لئے یہ ایک بڑا چیلنج ہے، ایسے ہی جیسے گاؤں کی لڑکی آج شہر کی ایڈوانسمنٹ سے خائف رہتی ہے۔''

سادہ اور عام سے انداز میں کی گئی بات محض انشاء کو سنانے کی خاطر اس نے کی تھی، ہاسپٹل والے واقعے کے بعد وہ کسی حد تک اس کے بارے میں مثبت انداز میں سوچنے لگا تھا، جبکہ انشاء تو اب بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی اسی لئے اس نے جان بوجھ کر اسے چڑایا۔

جواباً انشاء کے مسکراتے لب لمحوں میں سکڑ گئے اس کی رنگت متغیر ہوئی۔

''وہاں بھی انسان رہتے ہیں بالکل آپ جیسے جن کی دو آنکھیں ایک ناک اور دو کان ہوتے ہیں، کوئی ایلیین نہیں بستے جو آپ ہر وقت حیران اور متفکر رہتے ہیں۔'' باوجود کوشش کے وہ خود کو روک نہیں پائی تھی تلخ ہونے سے۔

''انشاء ریلیکس بیٹا! شازل نے ایسی کوئی ناقابل برداشت بات تو نہیں کی۔'' مسرت نے اسے مسکراتے ہوئے ٹوکا۔

''یہ ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں مما۔'' اس نے جیسے شکایت لگائی۔

''بس کرو تم دونوں، ہر وقت مرچیں چبائے رکھتے ہو، بھائی آپ انشاء کی اسائنمنٹ جمع کروا کر آئیں اور انشاء کی بچی مجھے بہت بھوک لگی ہے جاؤ کھانا لگواؤ میں فریش ہو کر آتی ہوں۔'' ماہین نے فوراً انٹری دے کر سیز فائر کروایا۔

شازل شرافت سے اس کی اسائنمنٹ اٹھائی جو کچھ دیر قبل اس نے سمٹ کروانے کی نیت سے دی تھی، انشاء کے تمتماتے چہرے کو دیکھ کر بڑی جاندار مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیلنے لگی، جبکہ انشاء جلتی بھنتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

☆☆☆

''فارن کمپنی کے آرڈر لیٹر تمہارے پاس تھے اور تم نے مجھے ایک بار بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔''

ہر بار وہ خود سے عہد کرتا کہ وہ اب انشاء احسان سے سرد جنگ کا انت کر دے گا مگر ہر بار وہ ضرور کچھ نہ کچھ ایسا کر دیتی کہ اسے اپنا عہد ٹوٹتا محسوس ہوتا۔

''مجھے آنٹی نے کہا تھا کہ وہ فائل کیئر فلی رکھ

لو تو میں نے رکھ لی، دیٹس اٹ، آپ کو دینے کے لئے تو کہا ہی نہیں۔'' اس کا سکون قابل دید تھا، وہ رائٹنگ ٹیبل پر جھکی کچھ لکھنے میں مصروف تھی اسے جواب دے کر وہ ایک مرتبہ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی، اس کے یہ بے پرواہ انداز شازل کے اندر بھانبڑ جلانے کو کافی تھے۔

''تم ایک بار فائل پڑھ نہیں سکتی تھی، آرڈ فائنل کرنے کی ڈیٹ نکل گئی اور مجھے پتہ تک نہیں تھا۔''

آرڈر نکلنے کا نقصان الگ، مارکیٹ میں گڈ ول خراب ہوئی اور اظفر جہانزیب سے جو درگت بنی وہ الگ، شازل چاروں طرف سے برا پھنسا تھا۔

''ایکسکیوزمی مسٹر شازل! میں اجڈ، گنوار، دیہاتی بھلا بزنس لینگویج کیسے سمجھ سکتی ہوں، ایم اے انگلش کا ٹیگ لگوا کر اپنے دیہاتی پن اور بے وقوفی پر میں پردہ تو نہیں ڈال سکتی۔''

سپاٹ تاثر نگاہوں میں بھر کر وہ استہزائیہ انداز میں بولی، اسے یوں متفکر و پریشان دیکھ کر اس کے دل پر جیسے سکون کی بارش ہونے لگی اور جب انشاء نے اس کے الفاظ اسی کو لوٹائے تو شازل کو پوری گیم سمجھنے میں بس اک لمحہ ہی درکار تھا۔

''آئی ڈونٹ بلیو اٹ (مجھے یقین نہیں آتا) کوئی لڑکی اس قدر انتقامی سوچ کی حامل بھی ہو سکتی ہے۔'' شازل نے بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھا، جو اس کی موجودگی کو فراموش کیے پین کے کیپ سے کھیل رہی تھی۔

''اپنی غیر ذمہ داری کو میری انتقامی سوچ سے مشروط مت کیجئے۔'' وہی ٹھنڈا ٹھار انداز اس کے سکون کو تہ و بالا کر گیا۔

اس نے قلم اس کے ہاتھ سے چھین کر فضا میں اچھالا اور بھرپور جارجیت سمیت اس کی سمت پیش رفت کی، اس کے انداز میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ انشاء کو اپنا اطمینان رخصت ہوتا محسوس ہوا، وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

''ناؤ لسن ٹو می مس گریٹ پلانر، آئندہ میرے معاملات سے دور رہنا، ہر بار میں تمہیں بخش دوں یہ ضروری نہیں، تمہارے ہر فضول گیم کی دھجیاں بکھیرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں مگر میں ایسا کروں گا نہیں، اس چیز کو میری کمزوری مت سمجھنا، یہ آخری دفعہ ہے بٹ ناٹ نیکسٹ ٹائم اٹ آل (لیکن اگلی بار ہرگز نہیں)۔'' اس پر جھکا وہ اس قدر سپاٹ بے تاثر اور بے گانگی سے بولا کہ انشاء منجمند ہو کر رہ گئی، اس کی آنکھوں سے لپکتے شعلے اور چھلکتی وحشتیں اسے اندر تک ہلا گئیں، اسے بڑی شدتوں سے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

شازل کے وجود سے اٹھتی اشتعال کی لہریں اسے فنا کر دینا چاہتی تھیں، ایک تلخ اور سرد نگاہ اس کے ساکت وجود پر ڈال کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا، انشاء کتنی ہی دیر اس جگہ کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھتی رہی جہاں وہ کچھ دیر قبل ایستادہ تھا۔

☆☆☆

اظفر جہانزیب اپنے تیزی سے پھیلتے بزنس کی گروتھ کے لئے بیرون ملک ایک برانچ لانچ کرنا چاہتے تھے ان کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے شازل اظفر بری طرح مصروف تھا۔

فارن کمپنی نے وزٹ کے بعد اپنا آرڈر بک کیا تھا، اظفر جہانزیب نے فائل اسٹڈی کرنے کے لئے گھر شازل کو بھجوا دی، جو مما جان کے توسط سے انشاء تک پہنچ گئی اور شازل اظفر کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ وہ کئی کئی دن آفس کا چکر نہیں لگا پاتا تھا، جلی حروف میں لکھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گئے بڑے بڑے آرڈر لیٹر کے حروف انشاء کی نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکے، اس کے ذہن نے بڑی تیزی سے آگے کے مراحل طے کیے، شازل ابھی تک اس آرڈر کے بارے میں بے خبر تھا، لہٰذا انشاء نے اسی بات کا فائدہ اٹھایا نتیجتاً آرڈر کینسل ہوگیا اور ایک بڑا پرافٹ مارجن ہاتھ سے نکل گیا، کمپنی کی ساکھ کو الگ نقصان پہنچا۔

شازل کو چاروں شانے چت دیکھ کر کوئی اور ہو نہ ہو انشاء احسان بے حد خوش تھی۔

☆☆☆

''کیا بات ہے آج نائنٹین سیونٹی کا ماڈل نظر نہیں آرہا۔'' کافی کا سپ لیتے ہوئے بریرہ نے تبصرہ جھاڑا اور اپنے ذکر پر گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوتی انشاء کے ہاتھ ساکت ہوگئے۔

''یونیورسٹی گئی ہے اس کا تھرڈ سمسٹر اسٹارٹ ہے۔'' جواباً شازل اظفر یوں مسکرایا جیسے اس کی بات سے حظ اٹھایا ہو۔

''آئی ڈونٹ انڈر اسٹینڈ (مجھے سمجھ نہیں آتی) یہ گاؤں کی گوری پڑھ لکھ کر ثابت کیا کرنا چاہتی ہے، رہے گی تو وہی ٹیپکل نقاب پوش، ڈرپوک اور بے اعتماد لڑکی، وہ ملک کی پراگرس (ترقی) میں کیا کنٹری بیوٹ (حصہ) کرسکتی ہے جسے پہننے اوڑھنے تک کا سلیقہ نہیں۔'' اس کا انداز اس قدر سطحی اور ہتک آمیز تھا کہ مارے غم و غصے سے اس کا بدن کانپنے لگا۔

گلاس ڈور پوری قوت سے دھکیل کر وہ پورے قدموں کی رفتار سے آندھی طوفان کی طرح ان کے سر پر پہنچی۔

''مس بریرہ دی موسٹ ماڈرن لیڈی، یہ کیا آپ ہر وقت شہر، دیہات، شہر، دیہات کا ورد کرتی رہتی ہیں آپ کو بہت میٹر ہے نا گاؤں، دیہات، قصبوں وغیرہ سے، تو کیا آپ کو پتہ ہے کہ پاکستان کی 65 فیصد آبادی زراعت پر کرتی ہے اور بنیادی طور پر پاکستان کو ایک Agravian (زرعی) ملک کاؤنٹ کیا جاتا ہے، آپ خود کو بہت بڑی ٹیکسٹائل مال اونر کنسیڈر (سمجھتی) کرتی ہیں، ڈو یو نو (کیا آپ جانتی ہیں) اس کے لئے Raw Naterial (خام مال) کون مہیا کرتا ہے، کپاس جی یہ کسان فراہم کرتے ہیں، جن کو آپ قابل اعتنا نہیں جانتیں اور مسٹر شازل جو طبقہ آپ کی زندگی کی بقاء کی اکائی ہے، آپ ان سے اس قدر متنفر اور بے زار ہیں، ان گاؤں والوں کی زمینوں میں اگی گندم اور باغوں سے اترے پھلوں اور انواع و اقسام کی فصلوں سے آپ اپنا وجود برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ مارکیٹوں کی بھی چاندی کرتے ہیں، کچھ بھی ہونے سے قبل، کسی بھی معیار سے پہلے ہر شخص ایک انسان ہے، کچھ بھی بننے سے پہلے آپ کا انسان ہونا ضروری ہے اور انسانیت کا پہلا درس اخلاقیات اور مخلوق خدا سے محبت ہے، رہی بات کنٹری بیوشن کی تو پاکستان کی اکانومی میں ہم جیسے دیہاتی اور جدت سے دور لوگوں کا کوئی کردار ہے یا نہیں اس بات کا تخمینہ آپ گورنمنٹ پر چھوڑ دیجئے، اینڈ ون تھنگ مور (اور مزید ایک بات) میرے چادر اور زیب و زینت کو قائم رکھنے کو آپ بداعتمادی اور پسماندگی گردانتی ہیں تو آئی ڈونٹ مائنڈ اٹ، کیونکہ اگر جدت اور شہریت کے نام پر بدن کے خطوط کی تشہیر کرنا ماڈرن ازم ہے تو میں لعنت بھیجتی ہوں ایسی جدت پر۔'' سرخ چہرے سمیت وہ بولنے پر آئی بولتی چلی گئی، دونوں نفوس دم سادھے اس کی باتیں سن رہے تھے اس کی باتوں نے شازل اظفر کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا تھا، مسرت تقریباً ایک ہفتہ رہ کر گئی تھیں اور اس تمام دورانیے میں اس

نے ایک دفعہ بھی یونیورسٹی کی شکل نہیں دیکھی، جب آج وہ یونیورسٹی پہنچی تو اس کا تھرڈ سمسٹر کے دو پرچے گزر چکے تھے اور تیسرا وہ بنا تیاری کے دے کر لوٹی تھی، جس دن شازل پروفیسر ملک گلزار کو اسائنمنٹ جمع کروائی تو انہوں نے ایگزامز کا شیڈول اسے دے دیا تھا لیکن بزنس کی مصروفیت کے سبب یہ خیال اس کے دماغ سے محو ہوگیا، انشاء کا حلقہ احباب اتنا وسیع نہیں تھا کہ کوئی کلاس فیلو انفارم کردیتا لہٰذا دو مضمون ڈراپ ہو چکے تھے، اس پر ان کی گفتگو نے اس کے غصے پر پٹرول کا کام کیا اس پر مستزاد یہ جان کر کہ شازل کو اس کے ایگزامز کا علم تھا اس کا پارہ مزید ہائی ہوگیا، چنانچہ اس نے بلا سوچے سمجھے انہیں آئینہ دکھادیا۔

''وٹ دا ہیل از دس شازل، مجھے یقین نہیں ہو رہا کہ تم اپنی بے ہودہ اور ال منیرڈ کزن سے میری انسلٹ کروا رہے ہو۔'' لال بھبوکا، شدید غصے سے تنتناتی بریرہ کی جب آواز نکلی تو یوں جیسے انگارے چبائے ہوں، اس پر ایک قہر آلود نگاہ ڈال کر ٹیبل پر کافی کا مگ پٹخ کر اپنے ہائی ہیل پر پھسلتے قدموں کو سنبھالتی وہ ٹھک ٹھک کرتی نکل گئی، یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ کسی کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے انشاء، تمہیں ایٹی کیٹس نہیں کہ مہمانوں سے اس طرح پیش نہیں آتے۔'' وہ اپنی توپوں کا رخ اس کی سمت کیے اس کی تہذیب پر زبردست چوٹ کر گیا۔

''آپ مجھے بدتمیز کہہ رہے ہیں، کس قدر آسان ہے آپ لوگوں کے لئے کسی کی عزت نفس کو کچلنا اور اس پر ندامت بھی نہیں ہوتی۔''

''ہاں تم نے جو کیا وہ تو بہت قابل تحسین ہے۔'' غصہ آنکھوں میں بھر کر وہ تلملا کر بولا۔

''یہ سب چھوڑیں، آپ کو معلوم تھا کہ میرے ایگزامز اسٹارٹ ہیں پھر بھی آپ نے مجھے نہیں بتایا۔''

''ہاں نہیں بتایا، تمہارا پرسنل اسسٹنٹ نہیں ہوں جو تمہارے بارے میں ہر خبر پر نظر رکھوں اور تمہارے ہر معاملے کی ڈیٹیل تمہیں پرووائیڈ کرتا پھروں، میرے کاموں کی فہرست میں تم اکیلی نہیں ہو نہیں رہا میرے ذہن میں اور ویسے بھی پاس ہو کر تم نے فتح کے کون سے جھنڈے گاڑھ دینے ہیں، بات کرنے کے منیرز تو تمہیں ہیں نہیں۔''

وہ کس قدر بدلحاظ ہو رہا تھا، وہ ساکت تھی بس جامد، اسے شدید صدمہ پہنچا تھا، اس کی تذلیل و تضحیک میں وہ خود کو حق بجانب سمجھتا تھا، اس نے چپ سادھ لی، مزید کوئی بھی بات کیے بغیر وہ اندر بھاگ گئی، جبکہ شازل گاڑی کی چابیاں اٹھاتا بریرہ کو منانے کی غرض سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

بلا کی خوبصورتی کی حامل، معصومیت و سادگی کے اضافی عنصر کے ہمراہ قاتلانہ شخصیت و حسن کی مالک انشاء احسان کا وجود بریرہ حمید کو کسی طور نہ بھایا، شازل اظفر کو وہ بہت عرصے سے پسند کرتی تھی گو کہ کھلے لفظوں میں اظہار نہ ہوا تھا، لیکن ڈھکے چھپے الفاظ میں دونوں ہی ایک دوسرے کو اعتماد بخش چکے تھے، شازل کو تو ویسے ہی انشاء سے کوئی دلچسپی نہ تھی، رہی سہی کسر بریرہ حمید کی برین واشنگ نے کر دی جو وہ اس کے خلاف شازل کے دماغ میں بھرتی رہتی۔

دوسرا انشاء کو اس کی نگاہ التفات کی تمنا بھی نہیں تھی اور حالات و واقعات کچھ اس تواتر سے رونما ہوئے کہ دونوں کے مابین کشیدگی بڑھ سی گئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور ماحول خوشگوار ہونے کی بجائے مزید خلیج پھیل گئی۔

☆☆☆

''یہ میں کیا سن رہی ہوں انشاء بیٹے آپ اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر واپس جانے کی ضد کر رہی ہیں یہ تو بالکل بھی میچور Decision نہیں۔'' وہ کمرے میں سامان پیک کر رہی تھی جب اس کا فیصلہ سن کر خالہ جان دوڑی چلی آئیں۔

''خالہ جان اسٹڈیز بہت ٹف ہے مجھ سے نہیں ہوگی۔'' نگاہیں چراتے ہوئے اس نے خود کو ہی قصوروار ٹھہرایا۔

''یہ بات نہیں ہے اتنا تو میں جانتی ہوں، ادھر دیکھیں، میری طرف کیا شازل سے کوئی جھگڑا ہوا ہے؟'' اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے انہوں نے مشکوک ہو کر پوچھا تو وہ بے ساختہ ان کی بانہوں میں بکھر کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''خالہ جان یہاں سروائیو کرنا بہت مشکل ہے، میں سب کو کوئی ایلین (خلائی مخلوق) لگتی ہوں میں اتنی ماڈ نہیں ہو سکتی میں یہاں کے رنگ ڈھنگ نہیں اپنا سکتی، جب میرا تشخص، میری شناخت اور عزت نفس ہی قدم قدم پر مجروح ہو تو ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو مجھے یہ سب گروی رکھ کر حاصل کرنی پڑے، میرے دل میں کوئی خواہش نہیں اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے کی جب انسان کو جغرافیائی حدوں میں تقسیم کر کے اس کے ساتھ اچھے یا برے سلوک کا تعین کیا جائے۔''

''آپ تو یوں ہی ڈس ہارٹ ہو رہی ہیں، آنے دو اس شازل کے بچے کو، کرتی ہوں میں اس کی کھنچائی۔'' اس کی پوری بات سن کر راحت نے اس کے آنسو پونچھے اور حلاوت آمیز لہجے میں بولیں۔

''ہم زبردستی کب تک کسی کو اپنا احترام کرنے پر مجبور کرتے رہیں گے اور مسئلہ صرف وہ تو نہیں ہیں، خالہ جانی میں فائنل سمسٹر کے ایگزامز دوں گی، بس ریگولر کلاسز نہیں لوں گی۔'' ان کا تفکر سمجھ کر وہ رسانیت سے بولی۔

''آپ جلد بازی کر رہی ہیں بیٹا ایک بار ٹھنڈے دماغ سے سوچ لیجئے۔'' مما انہوں نے ایک بار پھر کوشش کرنی چاہی۔

''پلیز خالہ جان بار بار انکار مت کروایئے، مجھ میں مزید یہ سب فیس کرنے کا حوصلہ نہیں۔'' اس نے لجاجت سے کہا تو مما جان نے بھی مزید اصرار مناسب نہیں سمجھا۔

☆☆☆

''یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔'' ان کی بات سنتے ہی وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔

''کیوں نہیں ہو سکتا؟'' مما جان اس کے بھڑکنے پر حیرت سے استفسار کرنے لگیں۔

''مما وہ میرے مائنڈ میپ سے ہرگز میچ نہیں کرتی۔'' اس نے دلیل دی۔

''کیا ہے تمہارا مائنڈ میپ، تنگ جینز اور شرٹ پہننے والی، فراٹے بھرتی انگریزی زبان، رکھنے والی، دوپٹے کی قید سے آزاد، چھوٹے چھوٹے بالوں کو جھٹکتی لڑکیاں۔'' ان کی گفتگو خاموشی سے سنتے اظفر جہانزیب کے لبوں پر بڑی خود ساختہ مسکراہٹ مچل اٹھی، جسے چھپانے کے لئے انہوں نے بالاوجہ ہی اخبار چہرے کے سامنے پھیلا لیا۔

''لاحول ولا قوۃ مما جان، آپ بھی انشاء احسان کی زبان بولنے لگیں وہ کچھ عرصہ اور ادھر رہی مجھے تو اپنی ماں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔'' باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگا کر اس نے پریشان نظر آنے کی بھرپور ایکٹنگ کی تو مما جان نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیں۔

''بات کو دوسرا رخ مت دو، جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔''

''مما میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔''

''کیا بتایا ہے؟ اظفر آپ دیکھ رہے ہیں اسے۔'' مما جان نے پاپا کو بھی گھسیٹا۔

''برخوردار شادی کی عمر ہو گئی ہے آپ کی، کوئی لڑکی نظر میں ہو تو بتایئے ورنہ فیصلہ ہم پر چھوڑ دیں۔'' اخبار سائیڈ پر رکھ کر پاپا نے اس کے شانے کے گرد اپنا بازو پھیلا کر بڑے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

''پاپا بلاشبہ آپ نے ہمیں بہترین زندگی اور آسائش دی، لیکن زندگی کے اس اہم فیصلے میں، میں قربانی دے کر رشتوں میں بے ایمانی نہیں کر سکتا، وہ کسی طور میرے دل و دماغ میں نہیں سمائی، بیوی کے نام پر جو سکون اور ہلچل میں اپنے دل میں محسوس کرنا چاہتا ہوں وہ مجھے نہیں ہوئی، پلیز مجھے اپنے فیصلے کی بھینٹ مت چڑھایئے گا۔'' اس نے کچھ اس قدر سنجیدگی سے جواب دیا کہ وہ دونوں سوچنے پر مجبور ہو گئے۔

''ٹھیک ہے بیٹے، زندگی آپ نے گزارنی ہے، جب تک ذہنی ہم آہنگی نہ ہو رشتے پروان نہیں چڑھتے، جب آپ انشاء بیٹی کو بیوی کے روپ میں قبول کرنے کو تیار نہیں تو یہ بات یہیں ختم ہو جائے تو بہتر ہے۔'' اظفر جہانزیب نے قدرے فہم و فراست سے معاملہ نپٹایا۔

''تھینک یو پاپا۔'' وہ فوراً ہی مشکور ہوتا ان سے بغل گیر ہوا۔

''تو پھر بریرہ حمید کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' مما جان دوسرا چیپٹر کھول کر بیٹھ گئیں۔

''اف مما کس چیز کی جلدی ہے آپ کو۔'' وہ سخت عاجز نظر آیا۔

''وہی جو ہر ماں کو ہوتی ہے اپنے بیٹے کے سر پر سہرا سجانے کی۔'' انہوں نے قدرے شرارتی انداز میں وضاحت دی تو وہ جھینپ کر مسکرا دیا۔

''آئی تھنک آپ دونوں ایک دوسرے کے ہم مزاج ہو، کمال کی انڈر اسٹینڈنگ ہے بہترین دوست ہو ایک خوشحال اور کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے اور کیا چاہیے۔'' اب کی بار پاپا بھی سنجیدہ نظر آئے۔

''او کے جیسے آپ کی مرضی۔'' بریرہ حمید اس کی بچپن کی دوست کم کزن تھی لہٰذا اسے اس سے رشتہ استوار کرنے میں کوئی برائی نظر نہیں آئی اس کے اندر یہ احساس بھی تقویت پکڑ رہا تھا کہ شاید آج یا کل اس کا انتخاب وہی تھی لہٰذا اس نے فیصلہ اسی کے حق میں دے دیا۔

''پھر بھی ایک بار اپنی مرضی بتا دیجئے، آپ پر کسی بھی فریق کے سلسلے میں دباؤ نہیں۔'' پاپا نے دونوں کے معاملے میں اس کی رضا مندی کو فوقیت دی کہ ایک اس کی خالہ کی بیٹی تھی اور دوسری چچا کی۔

''میں دونوں کے بارے میں ہی اپنی رائے دے چکا ہوں آئی تھنک آپ کو سمجھ جانا چاہیے۔''

براہ راست بریرہ کے لئے اقرار کرنے میں اسے جھجک مانع آ رہی تھی، اس لئے گھما پھرا کر بات کی۔

''جیتے رہو میرے بیٹے۔'' اس کی جھجک محسوس کر کے مما جان نے فوراً اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

''مما پلیز ڈونٹ ٹیک سٹریس اباؤٹ انشاء۔'' اس نے ان کو شانوں سے تھام کر تسلی دی تو مسکرا دیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہرگز نہیں میری جان، آپ کی خوشیاں کسی بھی چیز سے میرے لئے زیادہ اہم ہیں۔'' مما نے دل کی گہرائیوں سے کہا۔

''اوکے پھر شام کو ملتے ہیں، ابھی آفس کے لئے نکلنا ہے۔'' انہیں ہلکا پھلکا دیکھ کر اسے قدرے اطمینان ہوا اور الوداعی مسکراہٹ سے نواز کر ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ گیا۔

☆☆☆

وہ فارن ڈیلی گیشن سے میٹنگ میں مصروف تھا جب بریرہ کی کال نے اس کی توجہ بانٹی لی، اس کی کال کاٹ کر وہ دوبارہ میٹنگ کے ایجنڈے کی سمت متوجہ ہو گیا، فارغ ہو کر اور کانفرنس روم سے باہر آ کر اس نے بریرہ کا نمبر موبائل پر پریس کیا جو یقیناً ناراض ہو چکی تھی بیل جا رہی تھی مگر وہ کال ریسیو نہیں کر رہی تھی۔

''میں میٹنگ میں بزی تھا اس لئے کال ریسیو نہیں کی۔'' شازل نے ٹیکسٹ ٹائپ کر کے بھیجا اور سیل پاکٹ میں ڈال کر لفٹ تک آیا۔

دوسرے ہی لمحے اس کا موبائل ایک بار پھر گنگنا اٹھا، وہ دیکھے بغیر اندازہ کر سکتا تھا کہ اس وقت کس کی کال ہو سکتی تھی، اس کے اندازے کے عین مطابق بریرہ حمید کا نام موبائل کی روشن ہوتی اسکرین پر بلنک کر رہا تھا، اس نے مسکراتے ہوئے یس کا بٹن پریس کیا۔

''کہاں ہو؟'' رسمی سلام دعا کے بعد بریرہ نے پوچھا۔

''بس آفس سے نکل رہا ہوں۔''

''اوکے پھر پی سی پہنچو وہیں ملتے ہیں۔'' اس نے فوراً پلان ترتیب دیا۔

''کیا یار ہمارے ہاں لڑکی لڑکے کا جب رشتہ طے ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے بات تک نہیں کرتے اور محترمہ باقاعدہ ملاقاتیں ترتیب دے رہی ہیں۔'' گاڑی ان لاک کرتے ہوئے شازل نے اسے چھیڑا۔

''ایسے شرم و حیا کے مظاہرے ایکسپکٹ کر رہے تھے تو پھر اپنی اس دیہاتی کزن سے شادی کر لو، دن رات اسی کام میں مصروف رہے گی کچھ بعید نہیں تم سے بھی پردہ کر لے، ابھی تک تو دس گز کا ٹینٹ لے کر گھومتی ہے۔'' حسب توقع وہ چڑ گئی اور فوراً تپ کر بولی۔

''خیر ایسے شرم و حیا کے مظاہرے تو میں نے وہاں بھی نہیں دیکھے، ہر وقت مرچیں چبائے میرا قتل کرنے کو تیار رہتی ہے۔'' شازل نے گاڑی اسٹارٹ کی اور پارکنگ سے باہر نکلتے ہوئے حقیقت بیان کی جبکہ انشاء کے بارے میں شازل کا یہ بے تکلف انداز بریرہ کو ذرا نہ بھایا۔

''اوکے چھوڑو اس فضول کی بحث کو اور پی سی پہنچو، اس کے بعد مجھے شاپنگ کے لئے لے چلو۔'' اس نے ہدایت جاری کی۔

''اوکے میم۔'' شازل نے رضامندی ظاہر کی اور کال کاٹ کر گاڑی فل اسپیڈ پر چھوڑ دی۔

شازل کی طرف سے مثبت جواب ملتے ہی مما جان نے عالیہ بریرہ کی والدہ سے بریرہ کا ہاتھ مانگ لیا، یوں چند ہی دنوں میں رشتہ فائنل ہو گیا اور اگلے ہفتے منگنی کی ڈیٹ رکھ دی گئی، بریرہ حمید خوش تھی بے پناہ خوش۔

☆☆☆

''تم لائبریری چلو میں گاڑی پارک کر کے آتا ہوں۔'' شازل نے اسے ہدایت دی تو اثبات میں سر ہلاتی وہ یونیورسٹی کا گیٹ عبور کر گئی، فی الحال انشاء کا شازل کی منگنی تک جانا ملتوی ہو چکا تھا اسے اب شازل کی انگیج منٹ کے بعد ہی اسے احمد رئیس اور مسرت کے ساتھ جانا تھا انشاء کی دو کتابیں مارکیٹ سے شارٹ تھیں لہٰذا وہ

یونیورسٹی کی لائبریری سے کتابیں ایشو کرانے آئی تھی اور خلاف توقع شازل نے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کیا جبکہ یونیورسٹی میں اسٹرائیک کے سبب اسٹوڈنٹس نہ ہونے کے برابر تھے یہ بات بھی اسے یونیورسٹی پہنچ کر پتہ چلی۔

''ہیلو بیوٹی کوئین، کہاں تھی اتنے دن؟''

وہ مگن سی مطلوبہ کتاب کے حصول کے لئے ٹائٹل دیکھ رہی تھی جب بلال کی آواز پر وہ اچھل کر رہ گئی، ایک تلخ نگاہ اس پر ڈال کر وہ اپنا کام ترک کر کے چل پڑی۔

''کہاں جا رہی ہو، میری بات تو سنو۔'' وہ بھی اس کی سمت لپکا۔

''آپ فضول میں اپنا ٹائم ویسٹ کر رہے ہیں۔'' قدموں کی رفتار بڑھاتے ہوئے وہ دھیمے مگر مرتعش لہجے میں بولی، لائبریری میں مہیب سناٹے کا راج تھا، شازل اظفر کسی بھی لمحے یہاں آ جاتا اور بلال کے ساتھ اس کی موجودگی کو نجانے کیا مفہوم پہناتا وہ یہاں کم از کم کسی بھی تماشے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، خوف کا شدید احساس اس کے وجود میں بکھر گیا۔

''انشاء پلیز، کتنے دنوں سے تمہارا ویٹ کر رہا ہوں آج نظر آئی ہو تو اس قدر بے رخی۔'' وہ شاکی ہوا۔

''ہمارے درمیان ایسا کون سا ریلیشن ہے کہ آپ میرے منتظر رہنے لگے۔'' تمام لحاظ بالائے طاق رکھ کر وہ بہت چڑ کر بولی۔

''ہمارے درمیان ایسا ریلیشن بن جائے اس میں کیا مضائقہ ہے۔'' امید و یاس کے جگنو آنکھوں میں سجائے وہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

''انتہائی فضول اور بے بنیاد تجویز ہے۔'' وہ دبے دبے غصے سے چلائی۔

''اس قدر بے رخی، حسن کا یہ انداز ہمیں خوب بھایا۔'' جواباً وہ ذرا بھی بدمزہ نہیں ہوا بلکہ کھل کر مسکرایا جبکہ لائبریری کی بھول بھلیوں میں بھٹکتی انشاء کلس کر رہ گئی۔

''پیچھا چھوڑ دیں میرا۔'' وہ چبا کر بولی۔

''انشاء پلیز میری بات سنو۔'' اسے تیز تیز قدم اٹھاتے دیکھ کر بلال قدرے بلند آواز میں بولا اور اضطراری طور پر اس کی کلائی تھام کر اسے اپنی سمت کھینچا، انشاء جو ذہنی و جسمانی طور پر اس افتاد کے لئے تیار نہ تھی ایک ہی جھٹکے میں اس کی سمت کھنچتی چلی گئی، بلال لمحوں میں گرفت مضبوط کرتا اس پر قابض ہوا، جبکہ انشاء بری طرح خود کو آزاد کرانے کے لئے جد و جہد کرنے لگی، اس کا لمس محسوس کر کے اس کے وجود میں خون کی جگہ انگارے دہکنے لگے۔

''چھوڑو مجھے، ہاؤ ڈیئر یو ٹچ می (مجھے چھونے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی)۔'' وہ تڑپ کر اس کے حصار میں مچل اٹھی۔

''انشاء میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا پلیز ریلیکس ہو کر میری بات سن لو۔'' تڑپتی مچلتی انشاء کو بلال نے سخت عاجز ہوتے اپنی بات سمجھانی چاہی، مگر وہ اس کی بات سن ہی کب رہی تھی، چادر سر سے ڈھلک کر شانے پر آ گری ایک کونا زمین کو چھونے لگا، ہیرا جیسے کوئلوں کی کان سے نکل کر پوری آب و تاب سے چمک اٹھا ہو یا چاند آسمان کی سیاہ چادر میں تنہا چمک رہا ہو، اس کھینچا تانی میں اس کے ڈھیلے ڈھالے کیچر میں جکڑے بال کھل کر چہرے اور شانوں پر بکھر گئے، اس کی وجود کی تابناکیوں سے۔ بلال کی نگاہیں جگمگا اٹھیں۔

''تم بہت خوبصورت ہو انشاء میرے تصور سے کہیں بڑھ کر۔'' اس کے بالوں میں ہاتھ پھنسا کر اس نے تڑپتی، سسکتی، جھٹپٹاتی انشاء کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آنسوؤں اور بے بسی سے تربتر چہرہ اپنے سامنے کیا۔

''میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں بلال پلیز مجھے چھوڑ دو۔'' اسے لگا جیسے کوئی کند چھری سے اسے ذبح کر رہا ہو وہ مرغ بسمل کی طرح اس کے حصار میں تڑپ رہی تھی، سسکتے ہوئے اس نے بلال کے سامنے ہاتھ جوڑنے چاہے، مگر وہ حواسوں میں کب دکھائی دیتا تھا، بے خود اور مخمور کرتے شدید احساس کے زیر اثر لمحہ بہ لمحہ اس کی گرم سانسیں انشاء کی گردن جھلسانے لگیں، قسمت کی اس ستم ظریفی پر اس کا وجود زلزلوں کی زد میں تھا، اس کا جی چاہا کہ دھاڑیں مار مار کر روئے مگر اس کا فولادی ہاتھ اس کے ہونٹوں پر سختی سے دھرا اس کی آہوں کا گلا گھونٹ گیا۔

پھر اچانک اس پر بلال کی گرفت ڈھیلی پڑی، وہ تیر کی طرح اس کے حصار سے نکلی اور اگلا منظر اسے زندہ درگور کرنے کو کافی تھا، شازل نے اسے پشت سے کالر سے پکڑ کر کھینچا اور لمحوں میں اس پر بھوکے شیر کی طرح چڑھ دوڑا، بلال کو اس شدید حملے کی خبر کہاں تھی لہٰذا اب بری طرح اس کے مکوں، گھونسوں اور ٹھوکروں کی زد میں تھا، شازل کا چہرہ شدت گریہ سے سرخ ہو رہا تھا، اس کا اشتعال جنون کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا، وہ دیوانہ وار بلال کو پیٹ رہا تھا کچھ اس طرح کہ وہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پا رہا تھا، لمحوں میں اس کے چہرے کا نقشہ بدل گیا، چہرہ لہولہان تھا، تو جود نیلو نیل ہو گیا، اس کے غصے کے بے بس اور جنونی انداز سے بے دم ہو کر وہ بھاگ نکلا اور شازل بھی اس کے پیچھے بھاگا مگر انشاء کی سسکیاں اس کی سماعتوں میں گردش کرتی شعور تک رسائی حاصل کر گئیں تو اس کے قدم سست پڑ گئے۔

وہ بہت دھیمی رفتار سے مڑا، انشاء گھٹنوں میں چہرہ چھپائے شدتوں سے بلک رہی تھی، اسے دیکھ کر چند لمحے قبل کا منظر اس کی یادداشت پر سرسرایا تو غیرت لہو بن کر اس کی آنکھوں میں اتر آئی، اس نے شدید غصے میں کتابوں کی بلند و بالا الماری کو ٹھوکر ماری، لائبریری کے مہیب سناٹے میں یہ آواز بری طرح گونج اٹھی۔

انشاء نے دہل کر سر اٹھایا، شازل کے تلخ اور تنے نقوش، سرخ چہرہ اور باہر کو ابلتی رگیں دیکھ کر اس کے اندر خوف کا سمندر موجزن ہو گیا۔

انشاء کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا، شازل نے اس کے پاس جا کر اس کے کندھے پر ہاتھ دھرا تو وہ یوں ڈر کر یوں اچھلی جیسے چار سو والٹ کا کرنٹ لگا ہو، صد حیرت کہ شازل کو اس کے اس انداز پر ذرہ بھی غصہ نہیں آیا بلکہ بے اعتباری کا دلدل میں ڈوبتی ابھرتی انشاء اسے ندامت کے احساس سے چور کر گئی، اگر وہ اسی دن دوستانہ انداز میں بلال کے بارے میں پوچھ لیتا تو آج اتنی ہمت نہ ہوتی اس کی۔

''انشاء دیکھو یہ میں ہوں شازل۔'' رو رو کر اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

''شازل!'' سسکیوں کے درمیان اس کا نام بھی سسکی بن کر اس کے لبوں سے برآمد ہوا۔

''مم...... میں اسے نہیں جانتی، میرا مطلب ہے، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔'' اسے کندھوں سے تھام کر وہ بے کل و بے قراری سی لرزتی تڑپتی، بلکتی ہوئی اسے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی، یعنی اسے لگا کہ شازل ابھی اس پر فرد جرم عائد کر دے گا، یہ سوچ کر اس کے اندر کہیں ندامت کا گہرا احساس سر پٹخنے لگا، شازل نے اس کو غور سے دیکھا۔

جس کے چہرے پر فرشتوں سی معصومیت تھی

جو اکیسویں صدی کی جدت سے پاک تھی، جو چادر اوڑھتی تھی، اپنے وقار اور عزت نفس کی پاسدار تھی، جس نے کبھی کمپیوٹر انٹرنیٹ استعمال نہیں کیا تھا، جس کا یونیورسٹی میں کوئی دوست نہیں تھا بلکہ اپنی سادگی کے ساتھ وہ اکیسویں صدی میں بھی ان تمام لوازمات کے بغیر زندگی گزار رہی تھی، اس کے وجود سے نور کی شعاعیں چھلک رہی تھیں، سر سے پاؤں تک سچائی تھی بس سچائی اور صرف سچائی، وہ کس قدر تڑپ رہی تھی، اپنے کردار کی سچائی پر اسے یقین دلانے کے لئے، اضطراب اس کے چہرے سے چھلکا جا رہا تھا۔

شازل اسے دیکھ رہا تھا مسلسل، ٹکٹکی باندھے، لگاتار، بنا پلکیں جھپکائے، وہ الجھی الجھی سی اس کی بے تاثر نگاہوں کو کوئی مفہوم پہنانے سے قاصر تھی اور پھر اس کی خاموشی کو شک اور بے اعتباری سے مشروط کر گئی۔

پہلے اس اعصاب شکن واقعے نے اسے بے اوسان کر دیا تھا اس پر شازل کے لبوں پر بندھے قفل، اس کا شعور متزلزل ہونے لگا اس کا اعتماد ڈگمگانے لگا، وہ آمنے سامنے تھے کچھ اس طرح کہ انشاء پوری کی پوری شازل کی پشت کی چوڑائی میں چھپ گئی، اس کے ہاتھ ابھی تک شازل کے شانوں پر دھرے تھے۔

''میرا یقین کریں۔'' سسکی سے مشابہہ آہ اس کے آس پاس گونجی، شازل نے اس کے اپنے شانوں پر دھرے ہاتھ ہٹائے اپنے ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے چند لمحے اسے دیکھتا رہا اور پھر بہت پیار سے بہت نزاکت اور احترام سے اٹھا کر چادر اوڑھ لی۔

''ہاں میں جانتا ہوں، مجھے تم پر مکمل بھروسہ ہے۔'' اس نے مکمل طور پر اسے اپنے حصار میں بھر لیا، یہ سب کچھ لاشعوری طور پر ہو رہا تھا اس میں شازل اور اس کے شعور کا کوئی عمل دخل نہیں تھا اس کا دل کہہ رہا تھا کہ انشاء احسان کو مطمئن کرنا ہے اور وہ بس یہی کر رہا تھا۔

وہ سسک رہی تھی پھر کچھ دیر بعد وہ سنبھل گئی، شازل نے اپنا اعتماد بخش کر جس اعزاز سے اسے نوازا اس پر اس کے لب دھیرے سے مسکرا اٹھے، آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر بکھرا مبہم سا تبسم اس متضاد کیفیت میں بھی وہ دل موہ لینے والی تھی، اس کے ہونٹوں پر رینگتی پر اعتماد مسکراہٹ شازل کے اندر ڈھیروں سکون اتار گئی۔

''گھر چلیں۔'' شازل نے آہستگی سے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ آنسو پونچھنے لگی، چادر اپنے گرد لپیٹتی وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی، وہ آگے بڑھ گیا تو بہت خاموشی سے وہ اس کے ہم قدم ہو گئی۔

☆☆☆

سردیوں کی پہلی بارش پورے زور و شور سے برس رہی تھی مگر جل تھل ہوتے ساون، سرد ہواؤں کے پر زور تھپیڑوں اور کہر جماتی ٹھنڈ کے احساس سے بے نیاز وہ بارش میں بھیگ رہی تھی۔

بلال کی حرکت نے اسے بے مایہ کر ڈالا، اس کے نازک اعصاب چیخ کر رہ گئے، کیا وہ اسے اس قدر کمزور سمجھتا تھا کہ اس کے ساتھ کیسا بھی فعل سر انجام دینے سے گریز نہ برتے، خدانخواستہ شازل اس لمحے اس کے ساتھ نہ ہوتا تو، اس کے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی، اپنی پاکیزگی اور حرمت کو کیچڑ میں ڈبونے کا سوچ کر ہی اس کی روح کانپ اٹھتی، اس کا وجود منجمد ہونے لگتا۔

اور شازل وہ کیا سمجھا اس سب سے، ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مرد کے ہاتھوں ایک مرد کے سامنے رسوائی اور ذلت اس ہی کے نصیب کا حصہ کیوں بنی، اس کے سامنے جانے کے احساس سے ہی اس کا وجود پانی بن کر بہنے لگتا، ان جان لیوا اور کرب ناک لمحوں کو وہ باوجود کوشش کے اپنے اعصاب سے جھٹک نہیں پا رہی تھی، چاروں اور وحشتوں کے کرب آمیز احساسات بسیرا کیے بیٹھے تھے، قطرہ قطرہ رستی بارش اسے سرتا پیر بھگو گی، مگر اس کے احساس کا دامن تو خالی تھا، پیاسا، بے اطمینان۔

پورٹیکو میں گاڑی کھڑی کرتے شازل کو ٹیرس پر کین کی چیئر پر بیٹھے وجود پر انشاء کا گمان گزرا، شازل نے وہیں سے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا کہ ٹھنڈ کا شدید احساس ہڈیوں میں گھس رہا تھا، مگر دوسری طرف سے کوئی رسپانس نہیں ملا۔

''اُف اس قدر ضدی لڑکی میں اپنی زندگی میں نہیں دیکھوں گا۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔

''پینڈو، بے وقوف، یہ بارش میں بھیگنے کا کون سا موسم ہے۔''

تیزی سے لان کے بیچوں بیچ سبزے کے بچھے سمندر کو چیرتی لاؤنج کے داخلی دروازے تک جاتی روش پر بھاگتا وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔

''ماہین...... ماہین کہاں ہو؟'' اس نے آتے ہی ہڑبونگ مچا دی، شازل نے اپنے کپڑے دیکھے جو اتنا سا فاصلہ طے کرتے میں بھی اچھے خاصے بھیگ چکے تھے۔

''جی بھائی کیا ہوا؟''

''انشاء کو روم میں لے کر آؤ۔''

''وہ تو اپنے روم میں ہے۔'' وہ حیران ہوئی۔

''محترمہ بے وقت اور بے تکی بارش انجوائے کر رہی ہیں، ٹیرس پر بھیگ رہی ہیں۔'' طنز خود بخود اس کے لہجے میں شامل ہو گیا۔

''آپ فکر مت کریں، وہ بیمار پڑ بھی گئی تو آپ کی انگیج منٹ ملتوی نہیں ہو گی۔'' ماہین کو بے وقت شرارت سوجھی۔

''ماہین کچھ کہا ہے میں نے تم سے۔'' وہ بری طرح جھنجھلایا۔

''اوکے...... اوکے کام ڈاؤن جاتی ہوں۔'' اس کے بگڑتے تیور دیکھ کر ماہین فوراً ہی مصالحتی انداز میں بولی۔

ماہین کی لاعلمی اور انشاء کی لاپرواہی دونوں ہی اسے تل کر تپا رہی تھیں، وہ بیزار تھا خود سے بھی، الجھا الجھا سا، جھنجھلایا ہوا، کیوں؟ اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔

''بھائی...... وہ انشاء۔'' وہ شوز ریک میں شوز رکھ کر پلٹا تو بوکھلائی بوکھلائی سی ماہین داخل ہوئی۔

''کیا ہوا؟''

''پتہ نہیں، وہ کچھ بول نہیں رہی وہ شاید بے ہوش ہے۔''

''یہ سب اس کی ڈرامہ بازی ہے، ایک بار پہلے بھی وہ ایسی حرکت کر چکی ہے۔'' ماہین سے زیادہ شازل نے خود کو باور کرایا، نجانے کسی چیز کی نفی چاہتا تھا وہ۔

''بھائی وہ سچ میں بے ہوش ہے۔'' ماہین نے ایک ایک لفظ پر زور دیا اور قدرے متاسف نگاہوں سے اسے دیکھا، تو مزید کچھ بھی کہے بغیر وہ اس کی تقلید میں چل پڑا۔

وہ واقعی بے ہوش تھی، اس کی رنگت یوں سفید ہو رہی تھی جیسے خون کی آخری بوند بھی نچوڑ لی ہو، اس کا وجود برف جیسا ٹھنڈا یخ ہو رہا تھا اس کا تنفس قدرے سست روی سے رواں تھا، تشویش کا گہرا احساس اس کے اندر ابھرا، شازل نے فوراً

اسے بیڈ پر منتقل کیا۔

''کمبل اوڑھاؤ اسے ماہین۔'' ماہین کو کھڑے دیکھ کر وہ شدید غصے میں چلایا، وہ فوراً ہڑبڑا کر عمل کرنے لگی۔

''ہیٹر آن کرو، اس کے بال سکھاؤ اور ہتھیلیاں رگڑو تب تک میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔'' ایک تلخ نگاہ اس کے بے سدھ ہوتے وجود پر ڈال کر وہ نکل گیا، وہ حساس تھی وہ یہ بات جانتا تھا ہر عورت کی طرح اسے بھی اپنا وقار، عزت اور نسوانیت عزیز تھی وہ یہ بات بھی جانتا تھا مگر اس کا احترام اور حساسیت وہ خود اس شدت سے محسوس کرے گا وہ یہ بات نہیں جانتا تھا، وہ سوچوں کے بھنور میں ڈوبا تھا جب اس کا موبائل بج کر اٹھا، اس نے فوراً کال ریسیو کی شاید وہ ان سوچوں کی یلغار سے ہی فرار چاہتا تھا۔

''داد دینی پڑے گی تمہاری لاپرواہی کی۔'' دوسری طرف بریرہ تھی۔

''کل ہماری منگنی ہے شازل، مگر تمہارا انٹرسٹ نا ہونے کے برابر ہے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ ناسمجھی کے عالم میں بولا۔

''تمہارا دھیان کدھر ہے، میں کہہ رہی ہوں مجھے ڈریس سلیکٹ کرنے میں ہیلپ کرو نا۔'' وہ لمحوں میں تپی جو مسلسل بول رہی تھی مگر وہ متوجہ نہیں تھا۔

''مما ہیں نا تمہارے ساتھ۔''

''ہاں ہیں لیکن بارش کی وجہ سے میں نے انہیں ڈرائیور کے ساتھ گھر بھیج دیا ہے میں واحد بوتیک سینٹر پر ہوں تم مجھے پک کر لو۔''

''اوکے۔'' اس نے کہا اور کال کاٹ دی، کچھ ہی دیر میں مما جان آ گئیں تو وہ روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

''کیسی طبیعت ہے انشاء کی؟'' وہ قدرے دیر سے گھر لوٹا۔

ڈاکٹر چیک اپ کر رہے تھے جب انشاء کو مما جان کے حوالے کر کے اسے بریرہ کو پک کرنے جانا پڑا۔

''ہوش تو آ گیا ہے لیکن ٹھنڈ لگ گئی ہے، شدید بخار میں تپ رہی ہے، ماہین کے ساتھ اوپر ہے، پتہ نہیں کیا بات ہے کل سے بہت گم صم اور پریشان سی لگ رہی ہے۔''

''مما جان، میں دیکھتا ہوں۔''

''ایک منٹ شازل، کل تم اسے لائبریری لے کر گئے تھے، کوئی جھگڑا تو نہیں کیا تم نے اس کے ساتھ۔''

''مما جان پلیز، بس کریں آپ کا بیٹا اتنا بھی برا نہیں کہ ایک کمزور سی لڑکی سے دشمنی پال لے۔'' اس نے جھنجھلا کر کہا۔

''ٹھیک ہے بیٹا، میں سمجھ گئی بٹ پلیز یوں ہائپر مت ہوں۔'' انہوں نے محبت سے اس کا گال سہلایا، جو پہلے ہی قدرے ستا ہوا لگ رہا تھا۔

''اچھا بتاؤ بریرہ کی شاپنگ ہو گئی؟'' انہوں نے موضوع بدلا۔

''جی۔'' وہ مختصراً بولا۔

''لگتا ہے میرا بیٹا کافی تھک گیا ہے، چینج کر کے آرام کریں آپ، کل آپ کی انگیج منٹ ہے، میں چاہتی ہوں میرا بیٹا بہت خوبصورت لگے، تھکاوٹ یا ٹینشن کے ذرا سے آثار بھی اس کے چہرے پر نہ ہوں۔'' مما جان نے کہا اور اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

''گڈ نائٹ مام۔'' وہ مسکراتا ہوا پلٹ گیا۔

انشاء کے کمرے کی لائٹ آن دیکھی تو اس کی طبیعت پوچھنے کی غرض سے وہ اندر چلا آیا، اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے شانوں کے گرد سیاہ شال لپیٹ رکھی تھی اور پورا وجود کمبل سے ڈھکا تھا، وہ تکیوں کے سہارے بیٹھی تھی، اس کے بال بغیر سلجھائے اس کے شانوں پر پڑے تھے، بخار کی شدت سے چہرہ دہک کر انگارہ ہو رہا تھا، سیاہ گھنی پلکوں کی جھالر آنکھوں پر گری تھی، ماہین کے کچھ پوچھنے پر وہ اپنا بے حد گلابی نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر چھوڑتی تو وہ ہلدی مائل ہو کر دوبارہ گلابی رنگ پکڑنے لگتا، شازل اظفر اسے دیکھ رہا تھا، ماہین اس بمشکل سوپ پلانے پر رضامند کر سکی، وہ اس کی ہر حرکت نوٹ کر رہا تھا، جب وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا تو وہ ہوش و حواس سے بیگانہ تھی اور اب...... ٹھیک تھی، اس کا دل خوشی کے بے پایاں سے لبریز ہوا جا رہا تھا اک انجانا، ان چاہا احساس سینے میں اٹھکیلیاں کرتا پھر رہا تھا؟ اس کے اندر چٹکیاں بھر رہا تھا، اس کا حال احوال پوچھنے کی بجائے وہ مطمئن سا پلٹ آیا نہ جانے کیوں؟

☆☆☆

''کیا ہوا ہے میری بیٹی کو، جب سے شہر سے آئی ہے اداس اور خاموش سی ہے۔'' انشاء کو واپس لوٹے آج تیسرا دن تھا، مگر اس کے چہرے پر تازگی و مسرت کا کوئی احساس باقی نہ تھا، رات کے کھانے پر اسے خاموشی سے پلیٹ میں چمچ چلاتے دیکھ کر اس کی خاموشی کو احمد رئیس نے شدت سے محسوس کیا۔

''ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے بابا۔'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

''ماحول کا اثر ہے احمد، آپ خوامخواہ پریشان ہو رہے ہیں، کافی بدلے ماحول سے واپس آئی ہے تو ایڈجسٹ ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا۔'' مسرت نے فوراً اس کا دفاع کیا۔

''پرندہ کہیں بھی چلا جائے اپنے اصل کی طرف لوٹنے کے لئے وہ اپنی پرواز نہیں بھول جاتا مسرت بیگم، اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اے بی سی کے یہ دو لفظ سیکھانے کے بعد ہم اپنی بیٹی کی مسکراہٹ کو بھی ترس جائیں گے تو ہم اسے کبھی خود سے دور نہ بھیجتے۔''

''ایسی بات نہیں ہے بابا، میرے لئے آپ دونوں سے بڑھ کر کوئی نہیں، آپ کسی بھی رشتے کا نعم البدل نہیں ہو سکتے۔'' وہ پہلے ہی بری طرح ڈسٹرب تھی اس پر احمد رئیس کے شکوے نے اسے سر تا پیر احساسات میں بھگو دیا، وہ تڑپ کر ان کے پاس آئی اور گھٹنوں کے قریب بیٹھ کر گلوگیر آواز میں بولی۔

''آپ شاید غلط سمجھی ہیں انشاء ہم نے آپ سے ایک عدد مسکراہٹ کی خواہش کی تھی نا کہ آنسوؤں کی۔'' اسے محبت سے اپنے حصار میں قید کرتے ہوئے وہ مبہم سے تبسم کے ہمراہ بولے تو وہ اور شدتوں سے رو پڑی۔

''میں نے آپ کو بہت مس کیا بابا۔''

''بس بابا کو کیا، مما کو نہیں۔'' اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسرت نے اس کی توجہ بٹانی چاہی جس کے یوں رونے سے وہ خود مضطرب سی ہو اٹھیں۔

''مما!'' احمد رئیس کو چھوڑ کر وہ ان سے لپٹ گئی تو مسکراہٹ بے ساختہ ان کے لبوں پر رینگ گئی۔

''میری بیٹی بہت بہادر ہے، ہے ناں؟'' اسے الگ کرتے ہوئے انہوں نے محبت سے پوچھا تو اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

''اب یہ آنسو پونچھیے اور بابا کو اپنے پیارے ہاتھوں سے ادرک والی چائے پلایئے۔'' انہوں نے فرمائش کی تو وہ آنسو رگڑتی کچن کی سمت بڑھ گئی، چائے بناتے ہوئے کسی کی کافی

بنانے پر پلائی گئی زبردست ڈانٹ ذہن کے پردے پر سرسرائی تو اس کی آنکھیں ایک بار پھر بھیگ گئیں۔

☆☆☆

''ماہین ایک کپ چائے۔'' دھپ سے صوفے پر گرتے ہوئے اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور سر صوفے کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

''انشاء میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔'' ماہین شاید انشاء سے محو گفتگو تھی، اس کے آرڈر پر کال کا سلسلہ منقطع کر کے وہ کچن کی سمت بڑھ گئی، اس کی منگنی کے فوراً بعد وہ اپنے والدین کے ہمراہ ''اظفر ولا'' سے رخصت ہو گئی، طبیعت کی ناسازی کے سبب وہ اس کی منگنی کی تقریب میں بھی شرکت نہیں کر سکی۔

جب سے وہ گئی تھی بے نام سی اداسی اس کے دل میں گھر کر گئی، اس کے نام کی پکار نے اس کے وجود کو مزید تھکا دیا تھا، دل میں عجیب سی خواہشیں امڈ رہی تھیں جن کو ماننے سے وہ انکاری تھا جن سے وہ صرف فرار چاہتا تھا صرف فرار۔

''کیا ہوا ہے شازل، میں دیکھ رہی ہوں کچھ دنوں سے آپ کافی اپ سیٹ لگ رہے ہیں۔'' مما جان اس کے قریب صوفے پر بیٹھ کر مخاطب ہوئیں تو اس کی سوچوں کی لڑی ٹوٹ کر بکھر گئی، اس نے چونک کر مما کو دیکھا۔

''کچھ نہیں بس ورک لوڈ بڑھ گیا ہے، تھکاوٹ ہو جاتی ہے، چائے کے ساتھ ٹیبلٹ لوں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔'' انہیں مطمئن کرنے کے لئے وہ زبردستی مسکرایا۔

''آر یو شیور۔'' انہوں نے مشکوک ہو کر پوچھا، جیسے اس کے جواب پر اطمینان نہ ہوا ہو۔

''ہنڈرڈ پرسنٹ۔'' ان کے شانوں کے گرد بازو پھیلا کر اس نے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا دیں۔

''ماہین سے کہیے گا کوئی پین کلر بھی لیتی آئے، میں کچھ دیر ریسٹ کروں گا ڈنر کے لئے مت بلایئے گا۔'' اس نے کہا تو مما نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر کپڑے تبدیل کیے بغیر وہ لائٹس بند کر کے بیڈ پر دراز ہو گیا، آنکھیں بند کرتے ہی چھم سے چشم تصور میں انشاء احسان کا صبیح چہرہ آ گیا، اس نے بے بس ہو کر آنکھیں کھول دیں اور اٹھ بیٹھا، اس نے سر ہاتھوں پر گرا کر اس کے بارے میں کچھ بھی سوچنے سے خود کو باز رکھنا چاہا۔

''شازل میرا یقین کریں۔'' اس کی شدتوں سے لبریز آواز اس کی سماعتوں میں گونج اٹھی تو وہ بے طرح بے چین ہوا اٹھا، سلیپرز پاؤں میں اڑس کر وہ ٹیرس پر آ گیا، اضطراب تھا کہ بڑھتا ہی جاتا تھا، اداسی اور بے کلی حد سے سوا تھی اور اگلے ہی لمحے اس کی انگلیاں انشاء احسان کا نمبر ڈائل کر رہی تھیں، بھلا کیوں؟

☆☆☆

''انشاء۔'' وہ اپنے کمرے کی سمت بڑھ رہی تھی جب مما جان نے اسے پکارا۔

''جی مما!'' وہ پلٹی۔

''ماہین آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔'' اس کا سیل مما کے ہاتھ میں تھا شاید وہ لاؤنج میں نہیں تھی اسی لئے مما نے کال ریسیو کر لی۔

''اوکے۔'' اس نے کہا اور سیل تھام کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

''آئی مس یو سو مچ۔'' اس نے چھوٹتے ہی کہا۔

''آئی مس یو ٹو۔'' دوسری طرف سے بھاری گمبھیر مردانہ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تو اس کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی، جبکہ دوسری طرف اس کی آواز شازل کے جلتے تن بدن پر ٹھنڈی پھوار کی طرح برسنے لگی، اتنے دنوں کی کلفت اور بے نام سی اداسی لمحوں میں ڈھلنے لگی۔

''آ...... آپ۔'' اس کی آواز لڑکھڑائی، شازل کی آواز پہچاننے میں اسے ایک لمحہ ہی تو درکار تھا۔

''کیوں...... میں نہیں ہو سکتا۔'' وہ یوں چہک رہا تھا جیسے دونوں میں برسوں کا یارانہ ہو۔

''نہیں۔'' وہ ابھی تک بے اوسان تھی، شازل اظفر کا کال کرنا ایک غیر یقینی بات ہی تھی جبکہ دونوں کے مابین تعلقات بھی کبھی خوشگوار نہ رہے تھے، اس کا حیران ہونا ایک فطری عمل تھا۔

''کیا مطلب؟'' دوسری طرف یقیناً وہ اس کے ہونق پن سے حظ اٹھا رہا تھا۔

''مطلب...... مما تو کہہ رہی تھیں ماہین...... تو پھر آپ۔'' وہ حواسوں میں لوٹی تو بولی۔

''میں نے ہی آنٹی سے جھوٹ بولا تھا، ایکچوئیلی میں ہی بات کرنا چاہتا تھا، اگر ڈائریکٹ کرتا تو تم سے کچھ بعید نہیں فوراً انکار کر دیتیں۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''کیا اس جھوٹ کی وجہ جان سکتی ہوں؟'' وہ حیرانگی سے بولی۔

''بالکل۔''

''تو بتایئے۔'' وہ اچھی خاصی چڑ کر بولی۔

''پندرہ دن بعد آپ کا فائنل سمسٹر ہے محترمہ، تو واپسی کی تیاری پکڑیئے۔'' اس نے جان بوجھ کر بات بدل دی۔

''میں نہیں آؤں گی۔'' اس کے اندر دھیرے سے کچھ ٹوٹا۔

''کیوں؟'' وہ بھی سنجیدہ ہوا۔

''آپ جانتے ہیں۔'' اس کی آواز ڈبڈبائی۔

''اگر میں کہوں کہ کوئی بہت بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے تب بھی نہیں لوٹو گی۔'' بے چینیوں کی مظہر آواز اسے کسی اور ہی جہان سے روشناس کروا رہی تھی۔

''انشاء!'' اس نے مسلسل خاموش انشاء کو دھیرے سے پکارا، جو اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

''جب کوئی ہم سے بہت دور چلا جائے اور اس کے جانے کے بعد ہم پر یہ راز کھلے کہ اس شخص کی دید میں ہماری زندگی کا راز پنہاں ہے ایسا انسان جسے ہر وقت ساتھ دیکھنے کی آرزو بے کل رکھے، جس کا ہر لمحہ انتظار رہے جس کے ہونے سے زندگی مکمل اور کائنات رنگین و پرکیف لگے اور جس کے نہ ہونے سے زندگی ادھوری اور کائنات پھیکی لگے جس کو پا لینے کا احساس روح کو سرشار رکھے اور کھونے کا خوف روح کو کھینچ لے تو ایسے احساسات کو کیا نام دیں گے۔''

وہ خود پر گزرا ایک ایک لمحہ اس کے خالی دامن میں انڈیلتا جا رہا تھا اسے اپنی کیفیت سے آگاہ کر رہا تھا، اسے بتا رہا تھا کہ وہ کس قدر اس کی چاہتوں کا اسیر ہو چکا ہے، اپنے اندر کے اضطراب کو بھول جانا چاہتا تھا، دل میں امڈتے چاہتوں کے مدوجزر میں اس کے ساتھ کا تمنائی تھا۔

''مجھے نہیں پتہ آپ کو کیا خبط ہو گیا ہے۔'' اس کے لہجے کی گمبھیرتا اور جذبوں کی شدت کو نظر انداز کرتی وہ تڑخ کر بولی۔

''اس کو محبت کہتے ہیں جو مجھے......'' وہ رکا۔

ہاں اقرار کا لمحہ تھا، تھوڑا مشکل، تھوڑا بے یقین سا، ہاں بے یقین ہی تو تھا، ایک پینڈو لڑکی سے محبت جو کل تک اسے بالکل نہیں پسند تھی، جو اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی آج اندر سے باہر تک اول سے آخر تک وہ ہی تھی بس وہ ہی تھی، شاید اسے ہی محبت کہتے ہیں، حادثاتی، اچانک ہونے والی، مقابل کو چاروں شانے چت کر ڈالتی ہے۔

کسی کی ایک نہیں چلنے دیتی بس اپنی ہی منواتی ہے اور شازل اظفر سے بھی وہ یہی کروا رہی تھی، وہ خاموش ہوا شاید اس کی توجہ کے ارتکاز محسوس کرنا چاہتا تھا اور وہ دم سادھے اس کے اقرار کو سننے کے لئے بے چین تو نہیں تھی، لیکن پورا دھیان ضرور تھا۔

''جو مجھے تم سے ہے۔'' اس نے آخری گرہ کھولی۔

''مگر یہ کیا۔'' انشاء کے دل میں ہلچل مچی نہ دھڑکنوں نے رفتار پکڑی، حیا آمیز جذبوں کی بوچھاڑ یا پلکوں پر گہری لرزش، کوئی انوکھا، دلفریب احساس دل کی زمین کو سیراب نہ کر سکا، البتہ درد کی شدید لہر سرتا پیر اسے بے چین کر گئی، بے اعتباری کی کاری ضرب لگی، اس کا شعور لہولہان ہونے لگا، اسے ایک ایک لمحہ ذلیل کرنے والا شخص اس کے ساتھ کا متمنی تھا، وہ بھی اس صورت میں جب وہ کسی اور سے منسوب تھا، ایک مرد کے لئے کس قدر آسان ہے سب کچھ بھلا دینا۔

کیا تھا شازل اظفر، اسے صرف اپنے جذبات کی تسکین، اپنی خواہشات کی تکمیل کی فکر تھی، اچھی نہیں لگی تو ذلیل کر دیا، اچھی لگی تو محبت کا راگ الاپنے لگے۔

جواباً وہ بے اعتبار، وحشت زدہ اور مضطرب بیٹھی تھی۔

''انشاء پلیز کچھ تو بولو...... انکار یا اقرار۔'' وہ بے چین تھا۔

وہ کہنا چاہتی تھی وہ اس سے کوئی اقرا طلب نہ کرے اسے بہت تکلیف ہو رہی ہے لیکن وہ نہیں کہہ سکی، اس نے چپکے سے کال کاٹ دی اور گھٹنوں میں منہ چھپا کر سسک اٹھی، دوسری طرف شازل نے کئی بار کال بیک کی مگر اس نے ریسیو نہیں کی، اس کے دل میں جیسے سوئیاں سی چبھنے لگیں۔

کچھ دیر بعد اسے ایک ٹیکسٹ موصول ہوا، لاشعوری طور پر انشاء نے ٹیکسٹ کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔

جب ساون بادل چھائے ہوں
جب پھاگن پھول کھلائے ہوں
جب چندا روپ لٹاتا ہو
جب سورج دھوپ نہاتا ہو
یا شام نے بستی گھیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

وہ بس اتنا ہی پڑھ پائی تھی آنسوؤں کی آنکھوں میں اترتی دھند نے تمام الفاظ کو دھندلا دیا، وہ کچھ اور شدتوں سے رو پڑی۔

''میں آپ کا یقین کر لینا چاہتی ہوں شازل مگر میرا دامن جذبوں سے خالی اور لمحہ اعتبار سے بے بہرہ ہے۔'' اس نے تخیل میں اسے مخاطب کیا۔

دوسری طرف انشاء کی طویل اور گہری خاموشی اس کے انکار کا عندیہ دے رہی تھی، وہ خالی خالی نگاہوں سے ہر سو بسیرے کیے ہوئے تاریکی کو کھوج رہا تھا، دل میں جیسے بے نام جذبوں کی موت کا قبرستان بننے لگا، درد کی چنگاری دھیرے دھیرے بھڑک کر اس کا پور پور سلگانے لگی وہ ہولے ہولے جل رہا تھا، تڑپ رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھا، بے بسی کسی ناگ کی طرح ڈس رہی تھی، وہ مرض عشق میں مبتلا تھا جس کا علاج محبت کی معراج پالینے کے علاوہ کچھ نہیں اور جس کی منزل جدائی کے علاوہ کچھ نہیں، جس کا احساس کبھی نہیں مرتا جس کا درد لامتناہی اور بے حساب ہے، جس کی کھسک دھیرے دھیرے زندگی سے دور تنہائیوں کا سبب بنتی ہے، پہلی ہی سیڑھی سے گرنے کا درد شازل محسوس کررہا تھا اور سوگ ماتم کرنا تو اس کا حق تھا تب ہی تو مضبوط مرد کی آنکھوں میں بھی چپکے سے دھند اتر آئی، اے محبت تیری خاطر۔

☆☆☆

قسمت اسے ایک بار پھر اس دہلیز پر لے آئی، جس پر قدم نہ رکھنے کا اس نے عہد باندھا تھا، مما اور بابا جان کے شدید اصرار پر، اس کے علاوہ ماہین کی آناً فاناً منعقد ہونے والی منگنی میں شرکت کے لئے اسے ''اظفر ولا'' آنا ہی پڑا۔

اب اسے اگلے ہفتے شروع ہونے والے فائنل سمسٹر کے بعد ہی جانا تھا، آج ماہین کی منگنی کی تقریب تھی، رنگ و روشنیوں میں نہایا اظفر ولا بقعہ نور بنا دن کا منظر پیش کررہا تھا۔

انشاء کو یہاں آج دوسرا دن تھا مگر شازل نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا ایک طرح یہ اس کے لئے اچھا ہی تھا چنانچہ وہ خود کو قدرے پرسکون اور آزاد محسوس کررہی تھی۔

''بہت بے وفا قسم کی لڑکی ہو تم، واپس مڑ کر خبر تک نہیں لی۔'' خوشی سے لبریز، شرم و حیا سے دمکتے چہرے سمیت ماہین نے شکوہ کیا۔

''مجھے پتہ ہوتا کہ تم صرف میرے جانے کے انتظار میں ہو تو میں بہت جلد چلی جاتی تا کہ تمہاری انگیج منٹ جلد واقع ہو جاتی۔'' جواباً اس نے شرارت سے کہا تو ماہین بری طرح جھینپ کر مسکرائی۔

''ایسی کوئی بات نہیں وہ خالصتاً بھائی اور پاپا کی پسند ہیں، میری اس میں کوئی انوالومنٹ نہیں۔'' ماہین نے فوراً صفائی دی تو اس کا مشرقیت سے بھرپور انداز اسے خوب بھایا۔

''اوہو...... وہ...... بڑے ادب سے بلایا جا رہا ہے۔'' اس کے پورے جملے میں سے انشاء نے اپنے مطلب کی بات پکڑی تو ماہین بری طرح شپٹائی۔

''کم آن ماہین، تمام گیسٹ آگئے ہیں یار اور کتنا ٹائم لو گی، اتنا میک اپ بھی نہ کرو کہ بعد میں وہ اصلی شکل و صورت میں تمہیں پہچاننے سے انکار ہی کر دیں۔'' بلیک ٹو پیس میں ملبوس، خوشبوؤں میں بسا وجیہہ و شکیل بلاشبہ وہ شازل اظفر ہی تھا، وہ صرف ماہین کی سمت متوجہ تھا اور انشاء اس کی جانب۔

''بھائی!'' گولڈن اور اسکائی امتزاج کے کامدار لمبے کرتے اور پاجامے کے ساتھ لمبے دوپٹے کے ہمراہ وہ بے حد پرکشش لگ رہی تھی، اس کے اس جملے پر وہ احتجاجاً چلائی تو اس نے مسکراتے ہوئے اسے گلے لگا لیا، وہ کس قدر ہشاش بشاش تھا۔

''ہیلو گائز۔'' اسی وقت کمرے میں بریرہ داخل ہوئی میرون ڈبل شرٹ میں اس کا روشنیاں منعکس کرتا عکس بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔

''واؤ...... ماہی یو آر لکنگ گارجیس۔'' اسے دیکھتے ہی بریرہ نے کھلے دل سے تعریف کی۔

''شازل بتاؤ میں کیسی لگ رہی ہوں؟'' وہ فوراً اس کی سمت متوجہ ہوئی۔

''ہمیشہ کی طرح بہت خوبصورت۔'' وہ فوراً لہک لہک کر بریرہ کی شان میں قصیدے پڑھنے لگا تو انشاء کو اپنا آپ بے حد غیر ضروری محسوس ہوا، وہ تینوں اس کی موجودگی کو فراموش کیے اپنی گفتگو میں مگن تھے، وہ چپ چاپ وہاں سے نکل آئی، وہ بے حد بدگمان ہوئی، یہ جانے بغیر کہ سیاہ پاؤں کو چھوتی لمبی گھیر دار فراک میں اپنی پرسوز حسن سمیت وہ شازل اظفر کو کیسے چاروں شانے چت کر گئی، مگر اس کے انکار کے سامنے بے بس تھا اور وہ اس کے ازلی لاپرواہ انداز پر حیران، جس پر ایک لمحے کے لئے بھی گمان نہیں گزرا کہ کبھی اس کے دل میں انشاء کے حوالے سے کچھ جذبات تھے، وہ اسے بے وقوف ہی بنا رہا تھا، یہ بدگمانی اس کے اندر تقویت پکڑ رہی تھی۔

☆☆☆

الصدیق ٹریڈ پلازہ میں بجلی کے شارٹ سرکٹ سے آگ لگ گئی، الصدیق ٹریڈ پلازہ شازل کا آفس بھی تو اس بلڈنگ میں تھا، لمحوں میں اظفر ولا میں کہرام مچ گیا، رئیس احسان اور مسرت کل ہی گاؤں کے لئے روانہ ہوئے تھے جبکہ وہ فائنل سمسٹر کے لئے رک گئی تھی، شازل کا لیا دیا انداز اسے سلگا گیا وہ جتنا اس کو نظر انداز کرنا چاہتی اس کا دل اتنی ہی شدتوں سے نفی کرتی، پھر بھی دل متضاد کیفیات کا شکار تھا ایک طرف اس کی بے گانگی ناقابل برداشت تھی تو دوسری طرف دل اس کی چاہتوں پر اعتبار بھی نہیں کر پا رہا تھا، اسے لمحہ یقین کا انتظار تھا مگر وہ لمحہ اس طرح آئے گا یہ اسے گماں بھی نہیں گزرا تھا۔

شازل کا سیل فون آف جا رہا تھا، مما جان، ماہین پاپا سب آگے پیچھے روانہ ہوئے، اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ ان کے پیچھے جا کر انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلا پاتی۔

''شازل!'' اس کے لب شدید صدمے میں پھڑپھڑائے اور دل شدتوں سے دھڑک اٹھا، پورے وجود میں عجیب سی پکڑ دھکڑ مچی تھی، آنسوؤں سے بھری لبالب آنکھیں دکھ کی تشہیر کر رہی تھی، دل اس کی محبت پر مہر ثبت کررہا تھا۔

''شازل لوٹ آئیں۔'' اس نے دہائی دی، اس کا روم روم سربسجود تھا اور رگوں میں خون دعا بن کر دوڑ رہا تھا، دل کسی بھی انہونی کو قبول کرنے سے انکاری تھا ڈور بیل مسلسل بج رہی تھی، بیل کی آواز کسی ایمبولینس کے ڈراؤنے سگنل کی طرح لگ رہی تھی، سینے پر ہاتھ رکھے آنکھیں میچے وہ آنے والی ساعتوں کا سامنا کرنے سے پہلے کہیں غائب ہو جانا چاہتی تھی۔

''ولس رونگ، کب سے بیل بجا رہا ہوں، فون کر کے میری انگلیاں گھس گئیں، کوئی رسپانس نہیں کہاں ہیں سب لوگ۔'' غصے میں جھنجھلائی سی آواز، وہ یقیناً شازل اظفر کی آواز ہی تھی، وہ دوڑ کر لاؤنج میں پہنچی، وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

''آپ۔'' اس نے دھیرے سے اسے پکارا، وہ بکھری بکھری سی، شدتوں سے حال سے بے حال، کیوں...... کس لئے...... کیا...... اس کے لئے؟ اس کے دل میں سوالوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، آفس کی بلڈنگ میں ہوئے حادثے کے بارے میں اسے بھی پتہ تھا مگر ان کا فلور کسی بھی قسم کے جانی و معالی نقصان سے محفوظ رہا تھا، گھر والوں کی فکر اور پریشانی کا خیال کر کے وہ پہلی فرصت میں ہی گھر لوٹا تھا مگر بیل اور کال دونوں کی طرف سے ہی کوئی رسپانس نہ پا کر وہ اچھا خاصا زچ ہوا تھا۔

مگر انشاء کا انداز...... بے تابی...... فکر...... دیکھ کر وہ اپنا تمام غصہ بھول گیا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' اس نے حیرت و استعجاب سے لبریز لہجے میں پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہاں میں ٹھیک ہوں، مگر تمہیں کیا ہوا ہے۔'' وہ متعجب سا اس کی سمت لپکا۔

''مجھے کیا ہونا ہے بہت اچھا طریقہ نکالا ہے مجھ سے......'' اس کی بے بسی اب غصے میں ڈھلنے لگی، وہ شدید غصے میں کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''تم سے...... مجھ سے...... کیا؟'' بے حد دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ تھام لئے۔

''دور رہیں مجھ سے، بہت برے ہیں آپ۔'' اس نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑوائے اور شدتوں سے چیخ اٹھی۔

''ریلیکس، میں ٹھیک ہوں۔'' ایک ایک لفظ پر زور دے کر وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا وہ اس کے اوسان بحال کرنا چاہ رہا تھا۔

''کہیں مت جائیں۔'' چہرہ گھٹنوں میں چھپا کر وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

''کیا فرق پڑتا ہے۔'' اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہ یاسیت سے بھرپور لہجے میں بولا۔

''کیوں فرق نہیں پڑتا۔'' وہ تڑپ کر مچلی۔

''اچھا بتاؤ پھر میرا ہونا نہ ہونا کیا اہمیت رکھتا ہے۔'' وہ اقرار مانگ رہا تھا، ایک اور مشکل لمحہ، جذبات میں بہہ کر وہ اپنا ایک ایک احساس اس پر ظاہر کر گئی۔

''کیا اقرار ضروری ہے؟'' وہ جیسے تھک گئی بے بس ہو گئی۔

''اگر میں کہوں ہاں تو......؟'' گہری نگاہیں اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پر ڈال کر اس نے دھیرے سے گمبھیرتا سے کہا۔

''تو میں کہوں گی پہلے آنٹی اور انکل کو کال کر کے اپنی خیریت کے بارے میں انفارم کریں، سب بہت فکر مند ہیں۔'' آنسو پونچھتے ہوئے وہ ازلی اعتماد سے بولی۔

''سب فکر مند ہیں اور تم۔''

''ہاں...... ہاں میں بھی ہوں بابا، اب کال کریں۔'' اس کے تیوروں سے گھبرا کر اس نے جلدی سے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے پاکٹ سے سیل نکالنے لگا۔

''اگر مجھے پتہ ہوتا کہ کوئی حادثہ تمہارے دل پر بندھے قفل کھول دے گا تو میں بہت پہلے یہ کر دیتا۔'' متبسم نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ شرارت سے بولا تو وہ محض گھور کر رہ گئی۔

محبت سے اس کا دامن بھرا تھا، وہ آسمان کی پناہوں میں خود کو محسوس کر رہا تھا، وہ خوش تھا بے حد خوش۔

☆☆☆

''انشاء جلدی سے فریش ہو کر آ جاؤ۔'' وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو ماہین کو نک سک سے تیار کہیں جانے کو تیار پایا، اسے دیکھتے ہی وہ فوراً اس کی سمت لپکی۔

''کہیں جا رہی ہو تم۔'' شازل کو گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوتا دیکھ کر وہ بولی۔

''میں نہیں ہم۔'' اس نے تصحیح کی۔

''ہم آئسکریم کھانے جا رہے ہیں۔'' آخر کار اس نے سیکرٹ اوپن کیا۔

''میں بہت تھک گئی ہوں ماہین، پلیز تم اکیلی چلی جاؤ۔'' اس نے فوراً انکار کیا، شازل نے خفگی سے اسے گھورا مگر شازل کی خفگی بھی اسے مثبت جواب کے لئے رضامند نہ کر سکی۔

''انشاء پلیز یار بہت مزا آئے گا اور بھائی کون سا روزانہ دستیاب ہوتے ہیں۔'' اس کے انکار پر وہ منہ بسور کر بولی۔

''پلیز ماہین، میں واقعی بہت تھک گئی ہوں اور کل میرا پیپر ہے مجھے ابھی پڑھنا بھی ہے۔'' اس نے ٹھوس دلیل دی۔

''بس کرو ماہین، اگر وہ نہیں جانا چاہتی تو اٹس او کے اور تمہارا بھائی تمہیں انشاء کے بغیر بھی انجوائے کروا سکتا ہے۔'' اپنا بازو اس کے شانے کے گرد پھیلا کر اس نے ماہین کو تسلی دی، وہ شاید نہیں یقیناً ناراض ہو چکا تھا اور انشاء روہانسی سی اس کی پشت دیکھتی رہ گئی، وہ ایسے کیسے سمجھاتی کہ وہ اپنے رشتے کو منتشر نہیں کرنا چاہتی، وہ بھی اس صورت میں جب شازل کسی اور سے منسوب تھا، چند کمزور لمحوں کے سامنے وہ سرنگوں ضرور ہوئی تھی، مگر اس کے بعد وہ ایک بار بھی شازل کے سامنے نہیں گئی تھی، اسے بھولے سے بھی مخاطب نہیں کیا تھا نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا، یہی گریز اور پل پل بے یقینی کی سمت رواں دواں اس کا رویہ شازل کو تپا رہا تھا، کبھی اس کے لئے اس قدر حساس اور کبھی اتنی کٹھور۔

رات کو کافی دیر سے وہ دونوں لوٹے تھے، انشاء نے دونوں کے لئے ڈنر سرو کیا۔

''مجھے بھوک نہیں۔'' اسے تکڑ توڑ جواب دے کر وہ چلا گیا جبکہ ماہین کھانا کھانے لگی تھی ساتھ ساتھ گزشتہ گزرے چند گھنٹوں کی روداد بھی سناتی جا رہی تھی جسے وہ غائب دماغی سے سن رہی تھی۔

☆☆☆

''آپ مجھے یونیورسٹی ڈراپ کر دیں گے۔'' شاکنگ پنک فراک میں ہمرنگ چادر اوڑھے اس کے دروازے پر دستک دے کر وہ اجازت طلب انداز میں استفسار کر رہی تھی۔

وہ پہلی بار اس کے کمرے کی دہلیز تک آئی تھی، یقیناً یہ خوش آئند اور مثبت تبدیلی تھی شازل کے اندر خفیف سا خوشی کا احساس ابھرا جسے فی الوقت وہ نظر انداز کرتا چپ چاپ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بناتا رہا۔

''کیا یہ خاموشی انکار کا عندیہ ہے؟'' وہ بیڈ پر بکھری فائلز سمیٹ رہا تھا جب وہ کچھ سوچ کر اندر کی سمت بڑھ آئی، مگر وہ بدستور اپنے کام میں مصروف رہا، مجبوراً وہ بھی بیڈ پر بیٹھ گئی، وہ جھکا تھا اور اسے دیکھنے کے چکر میں، انشاء کی آدھی کمر بیڈ سے لگ گئی۔

''کچھ پوچھا ہے میں نے؟'' اس نے اپنا سوال دہرایا۔

''یہ خاموشی ناراضی کا عندیہ بھی تو ہو سکتی ہے۔'' فائل چھوڑ کر ایک گھٹنے سے بیڈ پر سہارا بناتا وہ اسی طرح اس پر جھکا، انشاء بری طرح گڑبڑائی۔

''مجھے آپ کی ناراضی سمجھ نہیں آئی۔'' لرزتی پلکوں کو جھکائے وہ بولی اور ساتھ ہی اٹھنے کا قصد بھی کر ڈالا۔

''میں۔'' سرکتی چادر کو دوبارہ بہت توجہ سے اس کے سر پر ٹکاتا، وہ دھیمی آواز میں بولا تو انشاء کے خدوخال سلگنے سے لگے۔

''میں اس لئے ناراض ہوتا ہوں تاکہ تم مجھے مناؤ۔'' اس نے فرمائش کی، انشاء نے حیرت سے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا جو ہونٹ دانتوں تلے دبائے مکمل طور پر شرارتی موڈ میں دکھائی دے رہا تھا۔

''ہٹیں...... میں لیٹ ہو رہی ہوں۔'' اس نے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر اسے پرے دھکیلنا چاہا۔

''ایک شرط پر۔'' وہ اس کی بے بسی سے حظ اٹھا رہا تھا۔

''کوئی شرط نہیں پلیز۔'' اس نے التجاء کی وہ اس لمحے کو پچھتا رہی تھی جب اسے منانے کی غرض سے وہ یہاں آئی، کوئی دیکھ لیتا تو کیا سوچتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بہر حال اسے اپنا وقار بہت عزیز تھا، بے بسی کے شدید قسم کے احساس سے اس کی پلکیں بھیگتی چلی گئیں اور اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر شازل کو زور دار جھٹکا لگا، ایک ٹھنڈی سانس فضا کے سپرد کرتا وہ سائیڈ پر ہوا تو وہ تیر کی طرح اٹھی۔

''کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں۔'' متاسف نگاہیں اس پر جمائے وہ پوچھ رہا تھا، اس غیر متوقع سوال پر انشاء کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا، وہ ہونق پن سے اسے دیکھے گئی۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی، بھیگی پلکوں سے سجا معصوم اور صبیح چہرہ اس سے شازل کو کس قدر پیارا لگا تھا کوئی اس سے پوچھتا۔

ہاں دل کا دامن پھیلا ہے
کیوں گوری کا دل میلا ہے
ہم کب تک پیت کے دھوکے میں
تم کب تک دور جھروکے میں
کب دید سے دل کو میری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

جذبوں کی آخری حدوں کو پھلانگتے احساسات کے خوش کن لباس میں لرزتے اس کے آس پاس بازگشت کرنے، اقرار کی سند کو مچلتے الفاظ۔

وہ اقرار کر لینا چاہتی تھی مگر جھجک مانع آ رہی تھی، وہ منتظر اور محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ پگھلتی جا رہی تھی، یہ جانے بغیر کہ محبتوں کے اس اظہار پر کوئی شعلہ بنا چنگاری بھڑکانے کو بے تاب ہے۔

''میں ایک بار نہیں......''

''شازل تھینکس گاڈ، یو آر آل رائٹ۔''

بریرہ اس کی بات کاٹ کر بولی، وہ نجانے کب وہاں آئی تھی اور آتے ہی شازل سے لپٹ گئی، اس کی آنکھوں سے ساون رواں تھا، وہ اسلام آباد تھی اور لاہور ہونے والے حادثے کا سن کر وہ پہلی فلائٹ سے واپس لوٹ آئی، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ اس سے دیوانہ وار محبت کرتی تھی اور اب تو کچھ جذباتی بھی ہو رہی تھی۔

فکر و محبت کے اس برملا اظہار پر وہ بھی انشاء کے سامنے بری طرح گڑبڑایا، جو حق دق سی چند لمحے اسے دیکھتی رہی اور پھر تیزی سے مڑ گئی۔

''ریلیکس یار، آئی ایم او کے۔'' شازل نے نرمی سے اسے پرے دھکیلا۔

''ریئلی۔'' وہ بار بار اس کے ہاتھوں، چہرے اور شانوں کو چھو کر دیکھ رہی تھی، جبکہ شازل بری طرح جھنجلا رہا تھا۔

''میں بہت گھبرا گئی تھی شازل۔'' اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''چلو نیچے چلتے ہیں ناشتے پر سب ویٹ کر رہے ہیں۔'' نظریں چراتا وہ بولا تو بریرہ ٹھٹک کر رک گئی۔

''سب سے زیادہ میرا حق ہے تم پر شازل، یہ بات یاد رکھنا۔'' اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی وہ بولی تو لہجے میں کاٹ کے علاوہ کچھ نہیں تھا ''اور کسی اور'' سے بریرہ کی کیا مراد تھی وہ خوب سمجھتا تھا، اب اسے صحیح معنوں میں انشاء کا گریز اور دور دور رہنا سمجھ میں آ رہا تھا، وہ بریرہ کے ساتھ اس کے حوالے کی نسبت سے غیر محفوظ محسوس کرتی تھی، نجانے وہ کیوں نہیں یہ سمجھ سکا۔

☆☆☆

بار بار صبح کا منظر اس کی نگاہوں میں گھومتا اور اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگتا، شکست اور محبت کو کھو دینے کا احساس اسے ادھ موا کر رہا تھا، اضطراب اور بے چینی کے مد و جزر میں پنج رہا تھا، پہلی بار بریرہ حمید روئی تھی اتنی

شدتوں سے، اس قدر جذباتیت سے، اس قدر وحشت سے اور خوف سے، ہاں خوف، شازل اظفر کو کھو دینے کا، اس کو کسی اور کا ہوتے دیکھنے کا، برسوں سے پنپتی محبت سے جدائی کا اور خود سے منسوب ہوتے لامتناہی درد کا۔

وہ بے کل تھی، بے چین تھی، اس کے اندر رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی، اس کا پور پور حسد کی آگ میں جل رہا تھا انشاء احسان کا وجود کسی زہریلی گیس کی طرح اس کا دم گھوٹنے لگا تھا۔

شازل اظفر کے جذبوں سے گندھے اقرار کے لئے بے قرار الفاظ، متبسم اور پیامبر نگاہیں اس کا قرار لوٹ رہی تھیں، ایسے دلفریب اور عجیب احساسات تو کبھی بریرہ حمید کے لئے اس کی نگاہوں سے چھلکے نہ لفظوں سے بیاں ہوئے۔

☆☆☆

''دو دن سے تم سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، مگر محترمہ کا سیل آف ہے، آفس پتہ کیا، وہاں سے بھی غائب، تو پھر مجبوراً آپ کے گھر تک رسائی حاصل کرنی پڑی۔''

پورے کمرے میں بکھری بے ترتیب چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے بلال نے کہا جو کینیڈا میں بریرہ کے ساتھ آرٹ اینڈ ڈیزائننگ کا کورس کرنے کے دوران اس کے بہترین دوستوں میں شمار ہونے لگا تھا۔

اب بھی اس کی مسلسل دو دن کی غیر حاضری پر متفکر سا وہ اس کے گھر پہنچا، اس کے کمرے میں پہنچ کر اسے کہیں کچھ بہت عجیب ہونے کا احساس چھو کر گزر گیا، کیونکہ کوئی بھی چیز اپنی اصلی حالت اور مطلوبہ ٹھکانے پر موجود نہ تھی، پورا کمرہ میدان جنگ کا سا نقشہ پیش کر رہا تھا ور اس بے ترتیبی کے بیچوں بیچ وہ گھٹنوں میں سر دیئے سسک رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے بریرہ؟'' اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے نرمی سے دریافت کیا۔

''وہ مجھے دھوکہ دے رہا ہے بلال، وہ میری آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے، میں اسے کسی کا نہیں ہونے دوں گی، وہ میرا ہے انشاء احسان کو یہ بات جاننی ہوگی۔'' وہ مجنونانہ انداز میں چلائی اور انشاء احسان کے نام پر بلال ٹھٹک گیا۔

''کیا ہوا ہے تم مجھے پوری بات بتاؤ گی۔'' اسے شانوں سے تھام کر اس نے بیڈ پر بیٹھایا تو سہارا پاتے ہی وہ رونے لگی اور ساتھ ساتھ تمام تفصیلات سے بھی آگاہ کر دیا۔

''محبت پر کسی کا اختیار نہیں شازل کو تم سے نہیں اور انشاء کو مجھ سے نہیں۔'' دلبرداشتہ سا وہ کافی بڑی سچائی بے نقاب کر گیا۔

''کیا کہا، تم انشاء سے محبت کرتے ہو؟'' وہ چونک گئی۔

''نہیں یار کچھ نہیں۔'' وہ بری طرح گڑبڑایا۔

''اسٹاپ اٹ، مجھے یہ جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں کہ معاملہ کیا ہے لیکن اگر ایسا ہے تو ہم دونوں کی منزل ایک ہی ہے۔'' وہ ہیجان سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔

''تم کیا سوچ رہی ہو۔'' اس نے استفہامیہ انداز میں بریرہ سے پوچھا۔

''میں شازل کے دل سے انشاء کو نوچ کر پھینک دوں گی۔''

''صاف صاف بتاؤ۔'' وہ الجھا۔

''مرد سب کچھ برداشت کر سکتا ہے بلال لیکن کسی عورت کے کردار پر داغ نہیں۔''

''تم میرا ساتھ دو تو میں اسے تباہ کر دوں گی۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اس میں میرا کیا فائدہ۔'' اس کے اندر کا سفاک مرد جاگ اٹھا، انشاء اور شازل کی طرف اس کے بھی تو حساب کتاب کھلتے تھے اس سے بہتر موقع کب میسر آ سکتا تھا۔

''تمہارا فائدہ انشاء احسان ہے بلال۔'' وہ اس سے اپنی نسوانیت کے نازک احساس سے بھی نابلد دکھائی دیتی تھی۔

''او کے پھر ڈیل فائنل، شازل تمہارا اور انشاء میری۔'' وہ کمینگی سے مسکرایا، وہ دونوں نفع و نقصان کے احساس سے بے بہرہ دکھائی دیتے تھے، کسی کو برباد کرنے کی منصوبہ بندی جاری تھی۔

☆☆☆

''بلال سے تمہارا کیا تعلق ہے؟'' انشاء آخری پیپر دے کر نکلی تو اسے بریرہ لان میں راہداری میں مل گئی اور چھوٹتے ہی بلال کے بارے میں پوچھا۔

''کون بلال، میں کسی بلال کو نہیں جانتی۔'' چند لمحے حیرت سے اسے دیکھنے کے بعد وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

''پلیز انشاء، مجھے غلط مت سمجھو، میں جانتی ہوں ہمارے تعلقات کبھی اچھے نہیں رہے لیکن دیکھو وقت مجھے تمہارے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر رہا ہے۔''

''تمہارا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟'' وہ سیدھی مدعا پر آئی۔

''بلال میرا دوست ہے انشاء، ہم نے کینیڈا سے آرٹ اینڈ ڈیزائننگ کا ڈپلومہ ساتھ کیا ہے، میں نہیں جانتی تم دونوں کے بیچ کیا تعلق ہے لیکن وہ ایک بار تم سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔''

''بس یہی بات کرنی تھی۔'' وہ بے لچک لہجے میں کہتی آگے بڑھنے لگی۔

''اسے بلڈ کینسر ہے، آخری اسٹیج پر وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہے۔'' بریرہ کے الفاظ نے انشاء کے قدم زنجیر کر دیئے، اس نے تحیر سے مڑ کر اسے دیکھا، نگاہوں میں کسی حد تک بے یقینی تھی۔

''اس کی حالت بہت خراب ہے، تمہارا ہی نام لے رہا ہے کیا تم مرتے انسان کی خواہش پوری نہیں کر سکتی، اس کی نجات کا راستہ آسان نہیں بنا سکتی۔'' لوہا گرم دیکھ کر اس نے مزید چوٹ کی، اس نے روتے ہوئے انشاء کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے، وہ کشمکش کا شکار نظر آئی، شازل کو بتاتی تو وہ اس کا خون کر دیتا، لیکن وہ اتنی بے رحم نہیں تھی کہ موت کی گھڑیاں گنتے انسان کی خواہش پوری نہ کرتی۔

''کتنا ٹائم لگے گا؟'' اس نے درشتی سے کہا۔

''زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے۔'' بریرہ کی تو مراد بر آئی۔

''او کے۔'' وہ اس کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھی، پہلی بار انشاء کی سادگی اور معصومیت بریرہ کو بہت اچھی لگی جس کی بناء پر وہ بہت آسانی سے بے وقوف بن گئی۔

وہ ایک شاندار بنگلے کے سامنے گاڑی سے اتری تو اس کا موبائل بپ کرنے لگا اس نے نمبر دیکھا دوسری جانب شازل تھا، کچھ سوچ کر اس نے کال ریسیو کر لی۔

''کہاں ہو تم، آدھے گھنٹے سے تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔'' وہ چھوٹتے ہی بولا۔

''وہ اصل میں آج لاسٹ ڈے تھا تو میں ایک فرینڈ کی طرف آ گئی ہوں۔'' اس نے جھوٹ بولا۔

''کون سی فرینڈ؟'' دوسری طرف اسے اچھا خاصا شاک لگا۔

''اچھا میں واپسی پر بات کرتی ہوں۔'' اس کی تشویش سے گھبرا کر اس نے کال بند کر دی مبادا وہ پکڑی نہ جائے، کیونکہ وہ اس سے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی، دوسری طرف شازل حیران رہ گیا۔

☆☆☆

پچھلے پندرہ منٹ سے وہ جوس کا گلاس تھامے لاؤنج میں بیٹھی تھی، اسے بیٹھا کر بریرہ خود نجانے کہاں غائب ہو گئی، مارے پریشانی و گھبراہٹ کے اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی، کسی انہونی کے احساس سے دل دھڑک دھڑک کر بے حال ہو رہا تھا، انتظار کا کڑا وقت ٹلا اور لاؤنج کے شمالی سمت سے نکلتے دروازے کو دھکیلتا بلال اندر داخل ہوا، بڑھی شیو، بکھرے بال، زرد رنگت، نحیف و نزار وہ صدیوں کا بیمار لگ رہا تھا، وہ بہت سست روی سے چل رہا تھا صوفے تک پہنچتے پہنچتے وہ بری طرح ہانپنے لگا، انشاء وہ دلخراش مناظر یاد کر کے اس سے بے حد نفرت محسوس ہوئی اور اپنے ہمدردی کے عمل پر بے پناہ غصہ آیا۔

''کیسی ہو انشاء؟'' اس کے لہجے میں صدیوں کی تھکن در آئی، جواباً اس نے سپاٹ تاثرات سے رخ موڑ لیا۔

''مجھے معاف کر دو، تم یقین کرو مجھے احساس ہے میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا۔''

''پلیز بھول جاؤ اسے بلال، میں نے تمہیں معاف کیا۔'' اس ذکر پر وہ بری طرح تڑپ کر مچلی کہ اپنی روح کو وہ دوبارہ بھول کر بھی اس اذیت سے دوچار نہیں کرنا چاہتی تھی، عجیب سی گھٹن اور خوف کا احساس اس کے وجود میں پھریری سی دوڑا گیا، سب کچھ نارمل ہونے کے باوجود وہ بہت خوف زدہ تھی۔

''بریرہ کو بلاؤ مجھے جانا ہے۔'' اس نے اضطراب سے انگلیاں ملیں۔

''وہ اندر مما کے پاس ہے، اگر برا نہ لگے تو پلیز بلا لاؤ۔'' زمانے بھر کی مسکینیت چہرے پر سجا کر اس نے معذوری ظاہر کی تو انشاء احسان اندر کی سمت بڑھ گئی، بہر حال وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتی تھی، وہ اسی اطمینان میں یہاں تک آ گئی تھی کہ بریرہ حمید اس کے ساتھ تھی۔

اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے گھر کو کسی بھی ذی روح کی موجودگی سے خالی پایا، صحیح معنوں میں اب اس کے چھکے چھوٹے، وہ حیرت کی عملی تفسیر بنی کھڑی تھی، اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا بلال اس کے بے حد قریب کھڑا تھا، یہ اس کا بیڈ روم تھا، وہ ایک بار پھر بلال کی حیوانیت کا نشانہ بننے والی تھی، تقدیر، حالات، سفاکیت، اس کی رحم دلی، سادگی اور سب سے بڑھ کر بے وقوفی سب مل کر اس کا تماشا بنا رہے تھے، دکھ، صدمے اور بے بسی نے اس کے حواس سلب کر دیئے وہ بس ٹکر ٹکر اس کی مسکراتی شکل دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

''شازل تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' وہ بینک اپنا کریڈٹ کارڈ کلیئر کروانے آیا تھا جب اسے بریرہ مل گئی۔

''ہاں کچھ کام تھا۔'' اس نے صاف ٹالا۔

''اب مل ہی گئے ہو تو گھر ڈراپ کر دو، گاڑی سروس کے لئے گئی ہے اور آج بینک جانا بھی ضروری تھا۔'' اس نے لاچارگی سے کہا تو شازل نے انکار مناسب نہیں سمجھا، پہلے ہی وہ انشاء کے بارے میں قدرے فکر مند تھا۔

''مجھے تم کچھ دنوں سے بہت بدلے بدلے لگ رہے ہو شازل۔'' اس نے تمہید باندھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' موڑ کاٹتے ہوئے شازل نے بھی اصل بات کرنے کی ٹھانی، آخر وہ کب تک اسے دھوکے میں رکھ سکتا تھا، لہٰذا ضروری تھا کہ وہ ہر بات جان لے۔

''کیا مطلب؟'' وہ حیران ہوئی۔

''مطلب میں یہ رشتہ ختم کرنا چاہتا ہوں بریرہ، میں جانتا ہوں تم ایک پریکٹیکل لڑکی ہو، میرے بارے میں جو بھی تمہاری جذباتیت ہے وہ محض ہمارے رشتے کی کشش کی وجہ سے ہے جو وقتی ہے اور مجھے لگتا ہے تم مجھے سمجھتے ہوئے کوئی ایشو کریٹ نہیں کرو گی۔'' اس نے گاڑی روکی اور منتظر نگاہوں سے اسے دیکھا جس کے چہرے پر بیک وقت کئی تاثرات تھے، دکھ، حیرت، اذیت، بے یقینی۔

''شازل!'' وہ شدید صدمے میں تھی۔

''میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا بریرہ بٹ......'' وہ واقعی نادم تھا۔

''یہ تم اس پینڈو کی وجہ سے کر رہے ہو نا۔'' وہ مصنوعی غصے سے چلائی۔

''پلیز بریرہ۔'' وہ سخت عاجز نظر آیا، پھر اس نے رخ موڑ لیا شازل نے گاڑی اسٹارٹ کی اور وہ باہر دیکھنے لگی وہ جانتا تھا وہ خود کو سنبھال رہی تھی۔

''زبردستی کے رشتے نبھانا مجبوری بن جاتے ہیں اور میں مجبوریوں میں رہنا پسند نہیں کر سکتی۔'' کافی دیر بعد اس نے کہا اور پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

''آئی ایم ساری بریرہ۔'' شازل کو حقیقتاً برا لگا۔

''اِٹس اوکے لیکن ہم دوست ہمیشہ رہیں گے۔'' اس نے آنکھوں کی چھلکتی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہا تو شازل محض مسکرا دیا۔

''تمہاری خوشی کے لئے کچھ بھی کروں گی شازل۔''

''تھینکس۔'' وہ مشکور ہوا۔

''شازل ایک فرینڈ کی طبیعت خراب ہے مجھے اس کی عیادت کے لئے جانا ہے دو منٹ وہاں رک کر پھر گھر چلتے ہیں۔''

''نہیں یار بالکل ٹائم نہیں مجھے ابھی انشاء کو بھی پک کرنا ہے۔'' اس نے معذوری ظاہر کر دی۔

''ٹھیک ہے مجھے یہیں اتار دو۔'' وہ فوراً برا مان کر بولی۔

''اوکے بابا ہم چل رہے ہیں لیکن زیادہ ٹائم مت لینا۔'' اس کا غبارے کی طرح پھولا چہرہ دیکھ کر وہ مان گیا آفٹر آل وہ اس کی بچپن کی دوست تھی۔

''آ جاؤ تم یہاں اکیلے کیا کرو گے۔'' بنگلے کے سامنے پہنچ کر اس نے شازل کو بھی پکارا تو کچھ سوچتے ہوئے وہ اس کے ساتھ ہولیا، اسے لاؤنج میں بیٹھا کر بریرہ اندر بڑھ گئی جبکہ شازل انشاء کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

اس کو شدید حیرت اور صدمے نے اپنی گرفت میں لیا جب اس نے انشاء کے موبائل کی مخصوص ٹون اپنے آس پاس گونجتی محسوس کی، اس نے اضطراری انداز میں کال کاٹ کر دوبارہ نمبر ڈائل کیا کہ شاید اسے مغالطہ ہوا ہو لیکن دوبارہ اسے وہی عمل دہرانے پر بپ سنائی دی تو وہ لاشعوری طور پر آواز کے تعاقب میں چل پڑا۔

''کہاں جا رہے ہو تم؟'' راستے میں اسے بریرہ نے گھیر لیا۔

''انشاء یہیں ہے شاید تم دونوں کی فرینڈ کامن ہے، اس کو موبائل بج رہا ہے۔''

''پلیز تم اندر مت جاؤ۔'' بریرہ نے اسے روکنا چاہا تو کوئی غیر معمولی پن کا احساس اس کی روح کو چھیدنے لگا۔

''شازل پلیز۔'' وہ دہائی دیتی رہ گئی مگر وہ اندر بڑھ چکا تھا اور جو منظر اسے دیکھنے کو ملا وہ اسے زندگی اور موت کے درمیان ایک باریک پردے کا فرق ہی تو لگا۔

''انشاء بلال کے ساتھ، اس کے گھر، اس کے بیڈ روم میں۔'' وہ ششدر تھا، حیران تھا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔

بیک وقت کئی کیفیات اس کے اندر اتر رہی تھیں، بے یقینی اور یقین کے مابین ڈولتا اس کا وجود، اضطراب کی شدتیں چھلکاتا شعور، روح کو جھنجھوڑتا، کسی آسیب کی طرح چمٹتا، وہ بس اسے دیکھے کر رہ گیا۔

''شازل مم......'' اسے وہاں دیکھ کر وہ حق دق رہ گئی اور بیک وقت ان چاروں کا یہاں موجود ہونا، اسے ان کا پلان بڑی تیزی سے سمجھ آنے لگا، بریرہ اور بلال نے مل کر اسے بے وقوف بنایا، شازل کی نظروں سے گرانے کے لئے۔

شازل کی نگاہوں کا مفہوم کس قدر تیزی سے بدلا، پہلے حیرت و استعجاب، پھر استفہام، بے یقینی اور پھر تنفر ہاں نفرت کا شدید احساس، وہ اسے بے وفا سمجھ رہا تھا وہ اس پر شک کر رہا تھا یہ احساس انشاء کو سرتا پیر زمین میں گاڑھ رہا تھا۔

''شازل!'' اس نے اس کا شانہ تھاما جو اس نے ایک جھٹکے سے چھڑوایا اور دوسری بات کا موقع دیئے بغیر پلٹ گیا، وہ دیوانہ وار اس کے پیچھے لپکی مگر اس نے انشاء کی ایک نہ سنی، وہ وہیں بلکتی رہ گئی، بریرہ نے بلال کو وکٹری کا نشان بنایا اور پھر وہ بھی پلٹ گئی۔

☆☆☆

انشاء نے مایوسی سے تین کے ہندسے کو چھوتی گھڑی پر نظر دوڑائی اور ننگے پاؤں لاؤنج سے نکل کر گلاس ڈور عبور کرتی لان میں نکل آئی، پریشان نگاہیں دہلیز پر جمی تھیں، وہ شازل کے لئے محو انتظار تھی جس کی گزشتہ کئی گھنٹوں سے وہ منتظر تھی۔

وہ جب گھر لوٹی تو رو رو کر اس کا برا حال تھا، شازل کے نام کے ورد نے ماہین اور راحت کو بھی پریشان کر ڈالا، ان کے بہت اصرار پر ان کی بانہوں میں بکھر کر اس نے سب کچھ بتا دیا، وہ بھی اس کے ساتھ ہی جاگ رہی تھیں، بہت مشکل سے سمجھا بجھا کر انہیں سونے پر آمادہ کیا اور اب خود بے چینی سے دائیں بائیں لان میں چکر کاٹ رہی تھی، دل مسلسل اس کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہا تھا کہ غصے میں وہ کچھ غلط نہ کر بیٹھے۔

آنکھیں متورم و سرخ ہو چکی تھیں، ٹانگیں شل اور کمر اکڑ کر تختہ ہو چکی تھی مگر اپنی تھکاوٹ و طبیعت کی پرواہ کیے بغیر وہ اس کے لئے متفکر و پریشان تھی، خدا خدا کر کے جان لیوا انتظار ختم ہوا اور اس کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا، گیٹ کیپر نے گیٹ کھولا وہ صبر کے گھونٹ پیتی وہیں اس کے آنے کا انتظار کرتی رہی، مگر اس کی سمت توجہ دیئے بغیر وہ اندر کی جانب بڑھنے لگا۔

''شازل!'' اس نے تڑپ کر اسے پکارا مگر وہ رکا نہیں۔

''پلیز میری بات سنیں۔'' وہ اس کی راہ میں حائل ہوئی، لائٹ میں اس کا عکس کس قدر شکست خوردہ اور ادھورا سا لگ رہا تھا، آنکھوں میں تیرتے سرخ ڈورے اور شدت ضبط سے سرخ پڑتا چہرہ اس کے اندرونی اضطراب اور اعصابی ٹوٹ پھوٹ کا واضح ثبوت تھے، انشاء کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا، وہ اس کے سامنے کھڑی تھی اس کی نگاہوں سے چھلکتی بے گانگی، لاتعلقی، تنفر اور اہانت محسوس کر کے انشاء اندر تک لرز اٹھی۔

''بتاؤ کیا کہانی ہے تمہارے پاس۔'' اس کو بازوؤں سے تھام کر شازل نے ایک جھٹکے سے اپنے قریب کیا اور اس کے کان میں گھس کر غرایا، اس کے ہاتھوں کی انگلیاں اس کے نرم بازوؤں میں سختی سے دھنسی تھیں اس نے بے ساختہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر درد کی شدت کو روکا، اس کی سانسوں کی گرمی اسے اپنے چہرے پر پڑتی محسوس ہو رہی تھی، اس نے سختی سے آنکھیں میچ لیں، وہ کس قدر وحشی اور جنونی لگ رہا تھا انشاء کا دل دہل گیا۔

''شازل چھوڑیں مجھے۔'' درد سے زرد پڑتی وہ دبے دبے غصے سے چلائی۔

''مرا نہیں جا رہا تمہیں چھونے کے لئے۔'' وہ استہزائیہ مسکرایا اور دھیمی مگر طنزیہ آواز میں غرایا اور جھٹکے سے اسے چھوڑا اور دوسری بات کا موقع دیئے بغیر اندر کی سمت بڑھ گیا، اس کی بے گانگی اسے بے حد تکلیف دے رہی تھی۔

''فارگاڈ سیک شازل میری بات تو سنیں۔'' وہ اس کے پیچھے لپکی۔

''میں نے کوئی بے وفائی نہیں کی، پلیز مجھے ایک موقع دیں۔'' اس کے پیچھے تقریباً بھاگتے ہوئے بے ترتیب تنفس کے مابین وہ چلائی، مگر وہ تو یوں سیڑھیاں چڑھتا جا رہا تھا جیسے کانوں میں روئی دی ہوئی ہو۔

''شازل پلیز۔'' وہ کمرے میں پہنچ کر دروازہ بند کرنے والا تھا جب اس نے دروازے پر ہاتھ رکھ دیا وہ کب سے دروازہ مقفل کر چکا ہوتا مگر اس کا ہاتھ آ جانے کے خوف سے رک گیا اور نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا جس کے چہرے سے بے بسی اور اضطراب چھلک رہا تھا مگر شازل کی نگاہوں میں تلخی ہی تلخی بھری تھی۔

''تختہ دار پر لٹکائے جانے والے سے بھی ایک بار اس کی صفائی مانگی جاتی ہے کیا آپ مجھے خود کو Justify کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔'' شازل نے لمحہ بھر ان سحر طراز نگاہوں میں جھانکا اور پھر اس کا یخ بستہ ہاتھ تھام کر کمرے میں لے آیا، اسے بیڈ پر بیٹھا کر خود کارپٹ پر پنجوں کے بل اسے کے سامنے ٹک گیا۔

''بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟'' سپاٹ اور بے تاثر لہجہ اور تمسخرانہ نگاہیں، اس شک اور لاتعلقی پر اس کا وجود دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہونے لگا۔

''بولو اب خاموش کیوں ہو؟'' اسے مسلسل انگلیاں چٹخاتے دیکھ کر حلق کے بل دھاڑا جیسے ضبط کا پیمانہ چھلک گیا ہو، وہ اپنی جگہ اچھل کر رہ گئی۔

''میرا کوئی قصور نہیں یہ سب بریرہ اور اس ذلیل کی چال تھی انہوں نے مجھے دھوکے سے وہاں بلایا۔'' سر جھکائے سسکتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے خود پر بیتی قیامت بتا رہی تھی۔

''بس یہی کہنا ہے۔'' انتہائی عام اور بے لچک انداز جیسے اس سے کوئی سروکار نہ ہو۔

''شازل پلیز میرا یقین کریں۔'' وہ تڑپ اٹھی اس کی بے گانگی پر کچھ بھی سنے بغیر اس نے اسے بازو سے پکڑا اور کمرے سے باہر نکال دیا۔

''ایسا مت کریں، میں...... میرا کوئی تعلق نہیں اس سے۔'' وہ مچلی اس کی گرفت میں اور بازو سے تھام کر جیسے اسے اپنی سچائی کا تعین دلانے کے لئے۔

''میں ایک منٹ کے لئے مان بھی لوں تو تم اس کی تیمارداری کرنے اس کے بیڈ روم تک......

فارگاڈ سیک مس انشاء احسان میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔'' کسی بھی وضاحت کا موقع دیئے بغیر اس نے ٹھا کی زوردار آواز سے دروازہ بند کر لیا، وہ وہیں بیٹھ کر سسکنے لگی۔

سردی کی شدت سے بے نیاز، محبت کا انعام آنسوؤں کی صورت آنکھوں میں سجا تھا، دامن کانٹوں سے بھرا تھا قسمت کی ستم ظریفی اور شازل کی بے اعتنائی پر تڑپ رہی تھی، سسک رہی تھی۔

☆☆☆

وہ جب بھی واپس لوٹی نیا غم دامن میں سمیٹ کر پلٹی، مگر اس بار درد کی کوئی انتہا نہ تھی، کرب کا کوئی انت نہ تھا، وہ روح تک سسک رہی تھی، اس کی سادگی اور بھولپن کو بریرہ نے خوب استعمال کیا اور شازل بھی تو لمحوں میں بد گمان ہوا اس کی ایک نہ سنی، اس بار درد اس قدر شدید تھا کہ وہ اپنی ذات کا بھرم قائم رکھنے میں ہلکان ہو رہی تھی۔

''مما میں تو کسی کے دل میں چھپی کدورت سمجھ ہی نہیں پائی، میں نے تو سب کو سچا سمجھا، مگر مجھے خود رگیدر، مجھے ہر لمحہ اذیت دی، وہ سب تو ایسے ہی تھے مگر شازل......انہوں نے بھی میرے سچے جذبات اور وفاداری کا تعین نہیں کیا، وہ لمحے میری یادداشت سے نہیں جاتے مما نہیں جاتے، مجھے بہت درد ہوتا ہے مما بہت درد ہوتا ہے۔'' ان کی گود میں سر رکھے وہ بلک بلک کر خود پر بیتی الم ناک داستان سنا رہی تھی، اس کا دل کوئی قدموں میں رکھے مسل رہا تھا۔

''مجھے معاف کر دو انشاء، بیٹے آپ کی معصوم، سادہ اور صاف فطرت سے واقف ہوتے ہوئے بھی میں نے آپ کو وہاں بھیجا، میرا ارادہ غلط نہیں تھا میں تو بس آپ کو دنیا سے قدم سے قدم ملا کر چلنا سکھانا چاہتی تھی، مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کا تشخص ہی مسخ ہو جائے گا آپ کا رہا سہا اعتماد بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا، میری بیٹی کی شخصیت کی خوبصورتی گہنا جائے گی، سب میری غلطی ہے رئیس نے مجھے منع بھی کیا تھا کہ انشاء کو وہاں مت بھیجو لیکن میں نہیں مانی، اس سب کی ذمہ دار میں ہوں مجھے معاف کر دو میرے بچے۔'' اس کی تڑپ اور درد محسوس کر کے مسرت کی ممتا کلبلا اٹھی۔

''ایسا کچھ نہیں، تمام والدین اپنی اولاد کا بھلا ہی چاہتے ہیں، آپ نے بھی ایسا ہی چاہا، لیکن والدین تو خوشیوں کی دعا کر سکتے ہیں، بہترین پرورش کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن نصیب تو ہر ایک کا اپنا ہی ہوتا ہے۔'' ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ بولی تو مسرت کا کلیجہ پھٹنے لگا۔

''انشاء...... میری جان...... مشکل ہے مگر بھول جاؤ انہیں، تمہارے مما اور بابا جان آپ سے بے حد محبت کرتے ہیں، وہ اپنی محبت سے آپ کا ہر زخم بھر دیں گے۔'' اس کی پیشانی کو لبوں سے چھوتے ہوئے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولیں اور بے اختیار اسے خود میں سمو لیا، اب مہیب سناٹے کو چیرتی ان دونوں کی سسکیاں ماحول میں ارتعاش برپا کر رہی تھیں۔

☆☆☆

''اس نے مجھے سب بتا دیا ہے شازل، تم بھی اب یہ غلط فہمی دور کر لو۔'' شازل سے ملنے کے بعد وہ اگلے دن ہی ڈرائیور کے ساتھ گاؤں روانہ ہو گئی تھی اور غصے سے کھولتی راحت اب شازل سے باز پرس کر رہی تھیں۔

''جب اس نے آپ کو شیشے میں اتار لیا ہے تو پھر مجھ سے کیسی وضاحتیں چاہتی ہیں آپ۔'' غصے سے بھرا وہ دھیرے سے چلایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"تمہیں احساس بھی ہے تم نے کیا کیا ہے۔" اسے بے لچک اور اپنے رویے پر حق جانب پا کر مما جان صدمے سے چور لہجے میں گویا ہوئیں۔

"میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔" وہ خود پل پل خود اذیتی میں مبتلا تھا، بس تنہا رہنا چاہتا تھا۔

"بات نہیں کرو گے لیکن اسے غلط ٹھہراؤ گے۔" ان کا پارہ بھی ساتویں آسمان پر تھا۔

"امی آپ بتائیں، ایک شخص جو اس کے ساتھ......" جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ لب بھینچ گیا۔

اس سے شدید ناراض اور بدگمان ہوتے ہوئے بھی وہ اس کے بارے میں ایک غلط لفظ نہیں کہہ پایا، اس کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں، رگوں میں خون کی جگہ شرارے دوڑنے لگے، مٹھیاں بھینچے وہ شاید اپنا ضبط آزما رہا تھا، اس کی حالت دیکھ کر راحت کو اندازہ ہوا کہ وہ بھی کم کرب سے نہیں گزر رہا تھا۔

"مجھے بس اتنا پتہ ہے کہ جو شخص کسی لڑکی کو میلی آنکھ سے دیکھے وہ لڑکی دوسری بار اس پر لعنت بھیجنا بھی پسند نہیں کرتی اور یہ اس قدر بے وقوف تھی کہ اس سے ملنے چل پڑی اور وہ بھی اس کے گھر اس کے بیڈ......" اس نے مکا دیوار میں جڑا اور زبان دانتوں تلے دبائی۔

"رہی بریرہ کی بات تو اسے کچھ پتہ نہیں تھا وہ کافی دیر سے میرے ساتھ تھی اس کی گاڑی سروس کے لئے گئی تھی ان فیکٹ اس ذلیل کے گھر میں نے ہی اسے ڈراپ کیا اور یہ جان کر کہ انشاء اندر ہے وہ تو مجھے اندر بھی نہیں جانے دے رہی تھی۔" اس نے دھیرے دھیرے تمام حقائق مما جان کو بتائے۔

"پھر بھی شازل بیٹے میرا دل نہیں مانتا۔"

"یہ سب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جس قدر میں نے اس سچ کے جھوٹ ہونے کی دعا مانگی ہے شاید کسی نے مانگی ہو۔" وہ جیسے ہارنے لگا تھا ساری دنیا کے سامنے مضبوط بنتے بنتے، اس سے نفرت کا دکھاوا کرتے کرتے، خود سے لڑتے لڑتے۔

"بیٹا بعض دفعہ آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا سچ بھی سچ نہیں ہوتا۔" مما جان نے اس شکست خوردہ انسان کو شاید ڈھارس بندھائی۔

"مما آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ بریرہ نے یہ سب کیا۔" وہ کن اکھیوں سے گھورتا ہوا طنزیہ انداز میں بولا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"تو پھر دونوں میں سے ایک تو غلط ہے۔" اس نے بات ختم کی۔

"دونوں ہی گھر کی بیٹیاں ہیں انہیں یوں موضوع گفتگو بنتا دیکھ کر میں بے حد شرمسار ہوں۔" مما جان آبدیدہ و نادم ہوئیں، جبکہ ان کی گود میں سر رکھے وہ سکون کی تلاش میں تھا۔

سخت اور کٹھور نظر آنے والا شازل جیسے ٹوٹنے لگا، اس کی بے وفائی غیرت کے ساتھ ساتھ اس کی محبت کو بھی للکار گئی، اب بدگمانی تھی، نفرت تھی، درد تھا، شکست تھی، انا تھی، غیرت تھی اور محبت، دور کسی کونے میں اس بے اعتنائی پر سسک رہی تھی۔

☆☆☆

"کیا تم ایک بار اسے معاف نہیں کر سکتے۔" بریرہ نے ایک بار پھر وہی جملہ دہرایا، جو وہ گزشتہ کئی دنوں سے دہرا رہی تھی۔

"بس کرو بریرہ، مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ تم اس کی اتنی فیور کیوں کر رہی ہو؟" وہ اچھا خاصا چڑا۔

"کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم اس سے محبت

کرتے ہو اور میں تمہیں ادھوری چاہت کے ساتھ نہیں پانا چاہتی، یہ سچ ہے کہ مجھے اس بہن جی سے کوئی سروکار نہیں لیکن تمہاری نسبت سے وہ میرے لئے اہم ہے۔" اس کے ہاتھ تھام کر وہ لجاجت سے بولی تو شازل محض اسے دیکھ کر رہ گیا، وہ اس لڑکی کی محبت پر شک کر ہی نہیں سکتا تھا وہ انشاء احسان کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی تھی اپنی اندرونی سچائی کا معترف تھی۔

"وہ تمہیں مورد الزام ٹھہرا رہی ہے۔" شازل نے جھنجھلا کر کہا۔

"وہ ایک الگ ٹاپک ہے۔" وہ جھنجھلائی۔

"یہ ممکن نہیں۔" وہ انکاری ہوا۔

"محبت میں بہت وسعت ہے شازل۔" بریرہ محض اس کا من ٹٹول رہی تھی۔

"محبت ہی تو نہیں ہے بریرہ...... بلیو می ہم دونوں کے بیچ وہ بھی نہیں آئے گی تم بھی اسے برا سپنا سمجھ کر بھول جاؤ۔" شازل نے جیسے اسے تسلی کروانی چاہی، مگر اس سے زیادہ وہ خود کو سمجھا رہا تھا، دل میں انشاء احسان کی چاہت نے بے ساختہ پہلو بدلا۔

"مجھے صرف تمہاری خوشی چاہیے۔" بریرہ نے خوش اخلاقی کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا، اس کے ہاتھوں پر سر رکھ کر وہ سرشاری سے مسکرائی، ایک ہفتے بعد اس کی اور شازل کی شادی تھی، وہ محبت کی جنگ کی فاتح ٹھہری۔

اس بار اس نے کھیل ہی ایسا کھیلا تھا جس میں کامیابی یقینی ٹھہری، اس نے وار ایک عورت کی زیب و زینت پر وار کیا جو ایک مرد کی غیرت پر تازیانہ بن کر لگا اور بازی اس کے حق میں چلی آئی، اب سب کچھ اس کے ہاتھ میں تھا، نہیں! سب کچھ تو خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

☆☆☆

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" آج بارات تھی ابھی کچھ دیر کے بعد بارات کی روانگی تھی وہ بس نکلنے والے تھے جب بلال اسے اس کے دوستوں کے ہجوم سے ہاتھ پکڑ کھینچ لایا، اس کی اس حرکت پر تپا تپا سا وہ غرایا، ہجوم ہونے کے سبب وہ مزاحمت بھی نہیں کر پایا۔

قدرے خالی اور ویران کونے میں جا کر وہ دھاڑا۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" اس کا لہجہ قدرے مستحکم تھا۔

"اس گیدرنگ کو میری مجبوری مت سمجھنا، تمہارا حلیہ بگاڑنے کے لئے مجھے وقت، جگہ، لوگ حتی کہ میری شادی بھی نہیں روک سکتی، سو گٹ لاسٹ فرام ہیئر۔" وہ غرایا۔

"سب جانتا ہوں لیکن تمہیں میری بات سننی پڑے گی کیونکہ میرے علاوہ کوئی بھی انشاء کے پاکیزہ کردار کی گواہی نہیں دے سکتا۔" اس کی بات نے شازل کو چند لمحوں کے لئے فریز کر دیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم، تمہاری نئی سازش ہے یہ۔" ذرا سا سنبھل کر وہ حلق کے بل چلایا اور کالر سے پکڑ کر اسے کھینچا۔

"تم مانو یا نہ مانو یہی سچ ہے، تمہیں پانے کے لئے بریرہ نے اور تم سے اس دن ہم دونوں کے بیچ ہوئی ہاتھا پائی کا انتقام لینے کے لئے، میں نے یہ منصوبہ بنایا، جس کے مطابق انشاء تمہاری لائف سے نکل گئی اور آج بریرہ کی تم سے شادی ہو رہی ہے۔" بنا گھبرائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا کالر چھڑائے بغیر وہ سچائی کا اعتراف کر رہا تھا، اس نے یکے بعد دیگرے تمام سچائیاں بے نقاب کر دیں۔

"تم یہ سب مجھے اب کیوں بتا رہے ہو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیشانی پر سلوٹوں کا جال بکھر گیا۔

’’کیونکہ قدرت نے مجھے میرے گناہوں کی سزا دے دی ہے، مجھے سچ میں بلڈ کینسر ہے اور آخری اسٹیج پر ہے، مرنے سے پہلے میں اس لڑکی کے کردار کا داغ دھو ڈالنا چاہتا تھا جسے کبھی میں چاہا تھا مگر نبھا نہیں سکا۔‘‘

’’تم جھوٹ بول رہے ہو۔‘‘ شازل نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑے۔

’’میں جانتا تھا تم یقین نہیں کرو گے تو یہ ثبوت لو۔‘‘ بلال نے بریرہ کا نمبر ملایا اور اسپیکر آن کر دیا، بیل جا رہی تھی دوسری تیسری بیل پر کال ریسیو ہوگئی۔

’’ہیلو بریرہ میں بلال۔‘‘ وہ چوکنا ہوگیا، جبکہ شازل ٹھٹک گیا اور حیرت سے بلال کا چہرہ دیکھنے لگا۔

’’ہاں جانتی ہوں، تم بے وقوف لڑکے، آج کال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔‘‘ وہ بھڑکی۔

’’کال اس لئے کی ہے تاکہ تمہیں تمہارا وعدہ یاد دلا دوں، شازل تو تمہارا ہوگیا لیکن انشاء احسان ابھی تک میری دسترس سے دور ہے، کچھ کرو بریرہ ڈیئر ورنہ انشاء کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا یہ تمہارا پلان تھا تمہارے ہونے والے شوہر کو بتا دوں گا۔‘‘ اس نے دھمکی لگائی۔

’’بکواس بند کرو، آخر گھٹیا پن پر اتر ہی آئے، ابھی وہاں جانے تو دو، آئی پرامس میں شازل کو سمجھا بجھا کر خود تمہاری شادی اس پینڈو سے کروا دوں گی۔‘‘ اس کی دھمکی پر سرخ پڑتی وہ دبے دبے غصے سے چلائی جبکہ مزید سننے کی تاب شازل میں نہ تھی اس نے بلال کے ہاتھ سے سیل لے کر دیوار میں دے مارا۔

’’دفع ہو جاؤ یہاں سے، آئی سیڈ لیو۔‘‘ لبوں کو کچلتا وہ زوردار آواز میں دھاڑا، بلال چپ چاپ چلا گیا۔

وہ کس قدر تڑپتی رہی اسے اپنی سچائی کا یقین دلاتی رہی مگر وہ کتنا کٹھور تھا کچھ نہیں مانا، انجانے میں ہی سہی وہ اس کے دکھوں کا ذمہ دار تھا، اس کے کردار پر شک کرکے اس نے روایتی مردوں والا گھٹیا پن دکھایا تھا، ہر طرف خسارہ تھا، دھوکہ تھا، اذیت تھی، پچھتاوا تھا اور جدائی کے انمٹ نقوش تھے، محبت حسرت زدہ سی بند آنکھوں سے اس کے دامن میں آخری سانسیں لے رہی تھی، چاروں طرف احساس زیاں بکھرا تھا، وحشتیں فضاؤں میں اتر رہی تھیں، درد کا جان لیوا احساس، ندامت اور پچھتاوے ناگ بن کر اسے ڈس رہے تھے، انشاء کے آنسو چشم تصور میں اتر کر اس کی روح چھید رہے تھے۔

وہ کس قدر بے وقوف تھا ایک عورت کے ہاتھوں پتلے کی طرح ناچتا رہا، وہ کس قدر آسان ہدف تھا جسے وہ اپنی مرضی سے استعمال کرتی رہی، یا شاید اس کو بریرہ پر اعتماد اتنا تھا کہ وہ اس سے اس طرح کے گھناؤنے فعل کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا اور انشاء...... اس سے تو اسے محبت تھی پھر یہ سب کیونکر ہوا۔

اذیت، کرب اور بے بسی حد سے سوا تھی، بے چینی کا کوئی انت نہ تھا، وہ لمحہ بہ لمحہ سلگ رہا تھا، اس کا دل و دماغ کسیلے دھوئیں سے بھرتا جا رہا تھا، آگہی اس پر اضمحلال لے کر اتری، اس کے قدم بے منزل راستوں کی سمت اٹھنے لگے، وہ بیتتے لمحے روشنیوں میں نہائے، اظفر ولا سے دور ہوتا جا رہا تھا آنسوؤں سے تر بتر چہرہ انشاء احسان سے جدائی کی داستان سنا رہا تھا اور بریرہ کا انتظار طویل ہوگیا۔

☆☆☆

’’کیا تمہیں ہمارا آنا اچھا نہیں لگا۔‘‘ سلیب پر چڑھ کر بیٹھتے ہوئے ماہین نے کہا، وہ سب آج صبح ہی انشاء کی آبائی حویلی گھومنے پھرنے کی غرض سے آئے تھے، انہیں یوں اچانک وہاں دیکھ کر انشاء ششدر رہ گئی، ماہین اور راحت کے آنے کی اسے بے حد خوشی تھی مگر شازل کی وجہ سے وہ ڈھنگ سے اظہار بھی نہیں کر پائی، جب وہ آئے تھے ان سے ملتے ہوئے انشاء کے انداز میں کوئی گرمجوشی نہیں تھی، سرسری سی سلام دعا کے بعد وہ کچن میں جا گھسی، کھانے کے دوران بھی انہیں مکمل نظر انداز کیے رکھا اور اب خود ہی ملازمہ کے ساتھ کچن صاف کروا رہی تھی تاکہ ان کا سامنا نہ کرنا پڑے جب ماہین خود ہی اس تک چلی آئی۔

’’ایسا کچھ نہیں ہے تم جانتی ہو۔‘‘ اندرونی خلفشار پر قابو پاتی جھلملاتی آنکھوں کو رگڑتی وہ بولی۔

’’پھر دور کیوں بھاگ رہی ہو؟‘‘

’’تمہیں نہیں پتہ۔‘‘ اس نے آنکھیں نکالیں۔

’’مجھے معاف کر دو انشاء، تم میری بہت اچھی دوست ہو اور میری شدید خواہش تھی کہ تم ہی میری بھابھی بنو، مگر تمہاری اور بھائی کی تو کبھی بنتی ہی نہیں تھی۔‘‘

’’مجھے تمہارے بھائی سے کوئی سروکار نہیں۔‘‘ وہ درشتی سے بولی۔

’’تو مجھ سے کیوں الجھ رہی ہو۔‘‘ ماہین روہانسی ہوئی تو انشاء کو اندازہ ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی روڈلی بی ہیو کر رہی ہے۔

’’شازل کی وجہ سے اپ سیٹ ہوں، خود کو نارمل نہیں کر پا رہی۔‘‘ رندھی ہوئی آواز میں بولی بالآخر بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی۔

’’شازل بھائی کے ساتھ اور لوگ بھی آئے ہیں مس انشاء، جن میں ماہین اور ان کی والدہ شامل ہیں، کیا آپ شازل اظفر کو چھوڑ کر ان کی سمت توجہ دے سکتی ہیں کیونکہ وہ بہت دور سے صرف آپ سے ملنے آئے ہیں ہم کیوں آئے ہیں تم بخوبی جانتی ہو۔‘‘ قدرے خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے ماہین نے مصنوعی خفگی سے کہا تو آنسوؤں کی رگڑتی انشاء نے زبردست مکا اس کی کمر پر جڑا جواباً وہ مصنوعی درد سے بلبلا اٹھی۔

’’منگنی کے بعد کچھ زیادہ ہی زبان نہیں چلنے لگی تمہاری۔‘‘

’’اور تم نے کیا مارنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے کس قدر مردانہ ہاتھ ہوگیا ہے۔‘‘ ماہین نے فوراً حساب بے باق کیا اور کمر سہلائی۔

’’بس کیا کروں، کسی کی طرف بہت حساب نکلتے ہیں اس لئے اپنے دفاع کے لئے تیاری کی ہے۔‘‘ نازک سے دونوں ہاتھوں سے مکے بنا کر وہ فرضی کروفر سے اکڑ کر بولی۔

شازل اظفر جو کچھ کہنے آیا تھا اس کی بات سن کر الٹے قدموں واپس پلٹ گیا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے وہ کچن سے بھی بھاگ جائے اور کہیں اور پناہ گزین ہو۔

☆☆☆

آج انہیں آئے دوسرا دن تھا، مگر خلاف توقع شازل کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی، بلکہ اس نے بلاضرورت تو انشاء کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا، مخاطب کرنا تو بہت دور کی بات تھی۔

’’شاید وہ ماہین اور خالہ جانی کے اصرار پر آئے ہیں ورنہ ان کو مجھ سے کیا سروکار۔‘‘ اس نے کلستے ہوئے سوچا۔

وہ زیادہ تر انہیں احسان کے ساتھ باہر یا مردان خانے میں رہتا، مگر یہ اس کی خام خیالی ہی ثابت ہوئی جب وہ رات کے کھانے کے بعد

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ملازمہ سے کچن صاف کروا کر کے آخری بار پورے کام کا جائزہ لے رہی تھی جبکہ باقی سب اپنے اپنے کمروں میں سونے کی غرض سے جا چکے تھے، جب کسی نے اس کا ہاتھ تھام کر پوری قوت سے اپنی سمت کھینچا، اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی، اس اچانک افتاد پر وہ بری طرح حواس باختہ ہوئی مارے گھبراہٹ وخوف کے اس کے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔

دوسری طرف شازل کو سامنے پا کر نا صرف اس کا غصہ نئے سرے سے عود آیا تھا، بلکہ اس حرکت پر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' اپنی کلائی سہلاتے ہوئے وہ دبے دبے غصے سے چلائی، جو وہ بہت شرافت سے چھوڑ چکا تھا۔

''آپ کو دریافت کرنا مشکل ہو گیا تھا، مجھے دیکھ کر تو آپ یوں غائب ہوئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ، ویسے ایک گلاس پانی پلا دیں۔'' اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں تو انشاء کو جی بھر کر تاؤ آیا۔

''بس یہی کام تھا۔'' اس نے دانت کچکچائے۔

''نہیں کام تو کچھ اور تھا۔'' وہ سنجیدہ ہوا تو انشاء کا دم گھٹنے لگا۔

''اب کسی کام سے کوئی مطلب نہیں نکلتا۔'' اس نے رخ موڑا۔

''تم اتنی معصوم تو نہیں ہو کہ میرے یہاں آنے کا مطلب نہ سمجھ سکو اور میرے سب مطلب تو تم سے ہی نکلتے ہیں۔'' وہ گمبھیرتا سے بولا۔

''بس کریں شازل، اب مزید برداشت نہیں کر سکتی میں اور کتنا ذلیل کریں گے مجھے تھک گئی ہوں میں۔'' کانوں پر ہاتھ رکھتی جیسے وہ اسے سننے کی متمنی نہ تھی۔

''میرا جرم بہت بڑا ہے جس کی کوئی معافی نہیں اور میں معافی چاہتا بھی نہیں میں ساری زندگی اس ندامت اور پچھتاوے میں گزارنا چاہتا ہوں کہ میں نے پانی کی طرح شفاف لڑکی کو غلط سمجھا اور اسے اپنے ہاتھوں سے کھو دیا، لیکن مجھے اس بات کا اقرار کر لینے دو کہ تم برحق ہو، جو تم نے کہا وہ حرف بہ حرف سچ تھا میری محبت کو بریرہ کی نظر کھا گئی اور میں حالات کی بھینٹ چڑھ گیا، مجھے تمہارے کردار کی سچائی پر ایمان کی حد تک یقین ہے۔'' وہ متاسف نگاہیں جھکائے اسے اس کے ناکردہ جرم سے بری کر رہا تھا۔

''اب کیا فائدہ شازل، ایسے یقین کا کیا فائدہ جو بار بار دلانا پڑے، اب تو ہماری راہیں الگ ہیں، مجھ میں حوصلہ نہیں واپس اپنی راہوں پر چلنے کا۔'' گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہ بے بسی سے بولی۔

''دکھ مجھے اس بات کا نہیں کہ آپ مجھ سے ناراض ہوئے، تکلیف تو اس بات کی ہے آپ نے وہی دیکھا جو دنیا نے دکھایا اس پر تو توجہ ہی نہیں دی جو میرے لبوں پر تھا جو میری آنکھوں میں تھا۔'' وہ سسک اٹھی، اس کے دکھوں کا کوئی انت نہ تھا، اس تکلیف کا کوئی نعم البدل نہ تھا جو اس نے سہی۔

''جو بھی ہوا مگر یہ سچ ہے میں نے صرف تمہیں چاہا ہے، ہر لمحہ تمہارے ہی ساتھ کی تمنا کی ہے، مجھے ایک موقع دو میں تمہارے سارے دکھ چن لوں گا۔'' اس کی پانیوں سے پرسوز نگاہوں میں جھانک کر وہ پرامید سا بولا، کیا نہیں تھا ان آنکھوں میں، گزشتہ دنوں کی تھکاوٹ، بیتے دنوں کا ملال، اس کے ساتھ کی تمنا۔

''محبت کا سہارا مت لیں شازل، وہ تو اپنا وجود کب سے کھو چکی ہے، میں ہر گناہ معاف کر

سکتی ہوں مگر اپنے کردار پر انگلی اٹھانے والے کو کبھی معاف نہیں کر سکتی، پھر چاہے وہ شخص میرے دل میں دھڑکنوں کی طرح ہی کیوں نہ بستا ہو، میں چاہ کر بھی ایسا نہیں کر پاؤں گی، میں پل پل ضمیر کی آگ میں جلوں گی۔'' موم کی طرح پگھلتی، اس کے ستم سہتی وہ اپنا آخری فیصلہ سنا رہی تھی۔

''رات بہت بیت چکی ہے، آپ کے ساتھ یوں تنہا مزید یہاں رکنا مناسب نہیں، بابا کچھ نہیں جانتے کم از کم ان کے سامنے میں ایک پروقار اور باعزت زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔'' آنسوؤں کو ہتھیلی کی پشت سے رگڑتی وہ دھیمی آواز میں بولی، مگر اس کے لہجے میں ہوتی نا تمام حسرتیں شازل اظفر کو تختہ دار پر لٹکانے کو کافی تھیں، اس نے حسرت زدہ نگاہوں سے اس لڑکی کی پشت کو دیکھا جس کا امتحان اس نے اس کی قوت برداشت سے کہیں زیادہ لیا اور وہ خود پل پل سلگ رہا تھا، اس کا وجود راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو رہا تھا جو ہوا کے دوش پر فضا میں اڑتا بکھرتا پھر رہا تھا۔

☆☆☆

''انشاء بھائی اپنی مردانہ انا قربان کر کے دوبارہ تم تک آئے ہیں، میں جانتی ہوں بہت مشکل ہے لیکن اتنا نہیں کہ تم دونوں درد سہتے رہو، یہ سب ایک غلط فہمی کی بناء پر ہوا جان بوجھ کر تو نہیں کیا۔''

آج ان کی واپسی تھی، ماہین انشاء سے الوداع لینے آئی تو بے ساختہ اپنے بھائی کے حق میں بول اٹھی، شازل نے اس کے بعد اسے کوئی صفائی، وضاحت دینے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے مکمل خاموشی اختیار کر لی، ماہین کو بجھا بجھا اداس سا شازل اظفر قطعی اچھا نہیں لگا لہٰذا آج رخصتی کے وقت اس نے ایک اور کوشش کرنی چاہی۔

''یہ چیپٹر کلوز ہو چکا ہے ماہین، بہتر ہو گا تم بھی مت کھولو۔'' وہ کٹھور پن سے بولی تو ماہین نے اسے متاسف نگاہوں سے دیکھا۔

''تمہیں پتہ ہے انشاء، میں نے بھائی کو کبھی بریرہ سے الجھتے نہیں دیکھا، وہ کیا پہنتی ہے، اس کی کس سے فرینڈ شپ ہے اس کا لائف اسٹائل کیا ہے انہیں کبھی اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑا، لیکن تم کس کے ساتھ آتی جاتی ہو، تم کیا پہنتی ہو انہیں اس بات سے فرق پڑتا ہے، ہمیشہ سے جب سے تم ہمارے گھر آئی ہو تب سے، یعنی لاشعوری طور پر کہیں نہ کہیں شروع سے وہ تمہارے بارے میں پوزیسیو ہیں، حتیٰ کہ بریرہ اس دن جب بھائی کو بلال کے گھر لے کر گئی تو انہیں اعتراض نہیں ہوا کہ بریرہ بلال کی دوست ہے ہاں اس بات پر انہیں غصہ بھی آیا اور دکھ بھی ہوا کہ تم وہاں تھی کیونکہ وہ تم سے شدید محبت کرتے ہیں، پلیز اس بات کو سمجھو۔'' اس کے ہاتھ تھام کر وہ نرمی سے بولی۔

''ماہین بیٹا لیٹ ہو رہا ہے شازل کب سے گاڑی میں انتظار کر رہا ہے۔'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی مما جان چلی آئیں انشاء کی پیشانی پر بوسہ دے کر وہ تیزی سے ہدایت دیتی نکل گئیں اس بار ماہین بھی ان کے پیچھے تھی، انشاء کو چھوڑنے گیٹ تک نہیں آئے بلکہ وہیں سے کھڑی دیکھتی رہی، چند لمحوں میں گاڑی کا انجن غرایا حویلی کی طویل راہداری کو پار کرتی سیاہ مرسڈیز داخلی گیٹ عبور کرتی واپسی کے راستوں پر گامزن ہو گئی اور انشاء احسان کے دل پر جیسے کسی نے گھونسا رسید کیا، اس سے جدائی کا فیصلہ کر کے اس نے شازل سے زیادہ خود کو سزا دی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆☆☆

ایک اور امتحان، ایک اور آزمائش اس کی تقدیر میں رقم تھی، حویلی سے کچھ دوری پر ان کی گاڑی پر فائرنگ ہوئی، بارودی گولیاں انتہائی سفاکی سے شازل اظفر کے کسرتی وجود کو چیرتی اندر تک رسائی حاصل کر گئیں۔

معجزاتی طور پر ماہین اور مما جان محفوظ رہے، جائے وقوعہ پر موجود لوگوں نے فوری طور پر گاؤں کے واحد ڈسپنسری نما ہسپتال میں پہنچایا اور ماہین نے انہیں مطلع کیا نجانے رئیس احسان کے کس دشمن نے اس طرح وار کیا۔

انشاء کی تو دنیا اندھیری ہو گئی، اسے سب کچھ بھول گیا یاد رہا تو بس اتنا کہ شازل اظفر زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے، آپریشن کر کے اس کو الگ کمرے میں شفٹ کر دیا گیا، وہ بے ہوش تھا مگر زرد پڑتی رنگت دیکھ کر انشاء کو اپنا دل رکتا محسوس ہو رہا تھا آنسوؤں سے تر نگاہیں اور کپکپاتے لبوں پر اس کی زندگی کی التجا تھی، ایک گولی کندھے پر لگی تھی دائیں طرف جبکہ دوسری گولی اسی دائیں بازو کو چھو کر نکل گئی، کتنی ہی بار بہت محبت اور عقیدت سے اس نے اس شاندار شخص کے بازوؤں کو چھوا۔

''پلیز اٹھ جائیں شازل، اس طرح لیٹے پٹیوں میں جکڑے آپ مجھے بالکل اچھے نہیں لگ رہے، مجھے ڈانٹیں کہ کیوں میں نے خود کو آپ سے الگ کیا، لیکن میرے ساتھ اس طرح مت کریں۔'' اس کا یخ بستہ اور ڈھیلا ہاتھ تھام کر وہ بے بسی سے بولی۔

رئیس احسان قانونی کارروائی میں مصروف تھے، مما جان اور خالہ شکرانے کے نفل پڑھنے گئی تھیں، جبکہ ماہین کچھ دیر قبل ہی باہر گئی تھی، نجانے کتنی دیر اس کا ہاتھ تھامے وہ اشک بہاتی رہی، اسے ہوش آیا تو سب ہی موجود تھے، مما جان آبدیدہ ہو گئیں، بے ساختہ اس کے چہرہ کو چوما۔

''میرا شہزادہ...... خدا تمہیں نظر بد سے بچائے۔'' وہ تکیوں کے سہارے ہلکا سا اٹھا تھا، مما جان نے اسے بانہوں میں بھرا۔

''بھائی آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔'' ماہین محبت سے کہتے اس کے دوسرے پہلو میں ٹک گئی۔

''بس آپی...... ابھی اس کے زخم مندمل نہیں ہوئے اسے زیادہ موومنٹ مت کرنے دیں۔'' خالہ جان نے مما جان کو کہا۔

''خالہ جان! کچھ نہیں ہوا، معمولی سے زخم ہیں جلد مندمل ہو جائیں گے۔'' ماہین کے پہلو میں بیٹھنے سے اس کا بازو ہلا اور اچھی خاصی ٹیس اٹھی جسے دباتا تو وہ مسکرایا، اس دشمن جاں کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں، مگر وہ تو کہیں نہیں تھی۔

☆☆☆

تین دن گزر گئے اب وہ پہلے سے قدرے بہتر تھا، اٹھ کر بیٹھ بھی سکتا تھا اور بازو بھی حرکت کرتا زیادہ نہیں لیکن تھوڑا سا، ان تین دنوں میں اس نے انشاء احسان کے ہاتھوں کے بنے کھانے کھائے اور اس کا لمس محسوس کرتا رہا لیکن وہ خود ایک بار بھی نہیں آئی، کیونکہ وہ خود میں اس کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں پاتی تھی۔

چوتھے روز وہ نیم غنودگی میں تھا جب اسے اپنے ہاتھ پر کسی کے نرم گرم ہاتھوں کی گرفت کی حدت کا احساس ہوا، اس نے دھیرے سے نگاہیں وا کیں، انشاء احسان اس کے بائیں طرف بیٹھی تھی اور اس کی بے قرار نگاہیں شازل اظفر کے چہرے کے نقوش سے لپٹ لپٹ جا رہی تھیں، شازل اظفر کو تو یہ الوژن ہی لگا تھا، تبھی ہلکا سا پہلو بدلا اور اپنے ہاتھ پر دھرے اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From Paksociety.com

مخروطی ہاتھ پر گرفت مضبوط کی، وہ چونک اٹھی، اس کی بے قرار نگاہیں جھک گئیں، اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر شازل نے مزید گرفت مضبوط کر دی، اسے یقین ہوا وہ سچ میں یہاں تھی، اس کی بیماری جیسے آنکھ چرا کر بھاگنے لگی تھی، وہ ٹکٹکی باندھے اس کے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا، اس نے بے ساختہ اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا شازل نے محبت سے اس کا دوسرا ہاتھ بھی تھام لیا۔

''آج بھی نہیں آنا تھا۔'' اس نے چھوٹتے ہی شکوہ کیا۔

''اگر پتہ ہوتا کہ آپ جاگ رہے ہیں تو نہ آتی۔'' اپنے ہاتھ چھڑوا کر آنسو رگڑتی وہ شگفتگی سے بولی تمام فیصلے اپنے آپ ہی ہو گئے۔

''مما کہاں ہیں؟'' اس نے مصنوعی خفگی سے چہرے کا زاویہ بدلا۔

''سب گھر گئے ہیں، ان فیکٹ میں نے ہی بھیجا ہے تا کہ آرام کر سکیں میں اور انکل (شازل کے والد) یہاں ہیں۔'' اس نے جواب دیا، اتنے میں نرس چلی آئی شازل کی میڈیسن کا ٹائم ہو رہا تھا۔

''میں خود ہی دے دوں گی تھینک یو۔'' میڈیسن چارٹ پڑھ کر اس نے کہا تو وہ سر ہلاتی چلی گئی۔

انشاء نے اس کی اٹھ کر بیٹھنے میں مدد دی، تکیے درست کیے اور دوائی کھلائی جو اس نے شرافت سے کھالی۔

''مجھے معاف کر دو، تمہاری خوشی چھین لی میں نے۔'' انشاء نے ٹھٹک کر اسے دیکھا، اس کی نگاہوں میں ڈھیروں سوال امڈ آئے۔

''ایک بار پھر بچ گیا، ورنہ میری موت سے تمہیں بہت خوشی ہوتی۔'' اور اس کی اس قدر منفی سوچ پر وہ لرز اٹھی۔

''بس کر دیں آپ، ایسا لگتا ہے آپ کو۔'' رنج و ملال میں ڈوبتی وہ سسک اٹھی رخ پھیر کر تیزی سے پلکوں کو غم کرتے احساس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرنے لگی۔

''اگر آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا تو میں چلی جاتی ہوں۔'' گلوگیر آواز میں کہتی وہ بالآخر رو دی، وہ تو سوچ کر آئی تھی کہ اسے منالے گی ماضی کی تمام تلخ یادوں کو اس کی مسکراہٹ کے سبب دبا دے گی مگر وہ تو بدگمان ہوا بیٹھا تھا جیسے وہ اتنی ہی کٹھور اور بے رحم ہو۔

''جانے والے کو کوئی کیسے روک سکتا ہے۔'' وہ متاسف ہوا۔

''اور اگر کوئی آیا ہی اس لئے ہو کہ اسے روک لیا جائے تو پھر۔'' اس کی طرف دیکھ کر آخر کار اسے خود ہی ہمت کرنی پڑی۔

شازل اظفر نے پچھلے تین دنوں میں اس کی چاہت کا لمس اپنے آس پاس محسوس کیا تھا، جب وہ بے خودی کے عالم میں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھی تب ان بے قرار نگاہوں کی توجہ کے تمام ارتکاز اور چاہت کا ہر رنگ محسوس کر چکا تھا وہ حیران نہیں ہوا تھا بس اقرار کی شرط عائد کر رہا تھا۔

''انشاء!'' اس نے گمبھیرتا سے اسے پکارا اور اس کے اسی انداز سے وہ بھاگتی تھی مگر آج فرار شاید دائمی جدائی نقش کر جاتا لہٰذا دھڑکتے دل سمیت اسے دیکھا اور لمحوں میں گھبرا کر پلکوں کی جھالر گرائی۔

وہ اس کے سامنے بیڈ پر خالی تھوڑی سی جگہ پر ٹک گئی، شازل اظفر تھوڑا سا پیچھے کھسکا تا کہ وہ آرام سے بیٹھ سکے۔

''کیا یہ سچ ہے کہ ماضی کی غلط فہمیوں اور حالات کی گردش کے لئے ہم ایک دوسرے کو معاف کر چکے ہیں۔'' محبت پاش نگاہوں سے اس کے سادگی میں بھی غضب ڈھاتے سراپے پر دلکش نگاہیں گاڑھ کر وہ استفسار کر رہا تھا۔

''ہمارے آج میں ماضی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔'' وہ دھیمی سروں میں بولی شازل اظفر کے اندر شادمانیوں کے جگنو جلنے لگے۔

''تو پھر۔'' وہ بولا اور اس کا ہاتھ تھاما، اس نے استفہامیہ نگاہیں شازل کی سمت اٹھائیں۔

کیا جھگڑا سود خسارے کا
یہ کام نہیں بنجارے کا
سب سونا رویا لے جائے
سب دنیا دنیا لے جائے
تم ایک مجھے بہتری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

مخمور اور دلفریب انداز بیان اور اقرار کی سند کو مچلتے الفاظ اور بے قراریوں کے پیرہن میں ملبوس جذبات اس کی پلکوں کو لرزانے کو کافی تھے، وہ دھیرے سے اس کی سمت جھکا مدھم سروں میں سرگوشیاں کرتا اس کے وجود کو دہکتا کوئلہ بنا گیا، اس نے دھیرے سے شازل کو پیچھے کیا اور دوسری بات کا موقع دیئے بغیر ہاتھ چھڑا کر باہر بھاگ گئی، اس کی پرشوق اور بے پناہ شدتوں سے مچلتی خواہشات کا سامنا کرنے کی ہمت اس میں نہیں تھی، شازل نے بے حد بدمزہ ہو کر اسے بھاگتے دیکھا، چند لمحوں بعد اس کے موبائل کی میسج ٹون بجی۔

''میں ایک بار نہیں سو بار، ہزاروں بار اقرار کرتی ہوں میں آپ کی ہوں صرف آپ کی۔'' انشاء کا پیغام پڑھ کر وہ زیر لب مسکرا دیا، ایک عجیب سی سرشاری اور مکمل پن رگوں میں چین و سکون بن کر سرائیت کر گیا، انشاء کا یہ انداز اسے خوب بھایا اور یہ بینڈ واسے دل و جان سے قبول تھی، جس کے ساتھ کی خواہش میں نجانے کیسے کیسے وہ تڑپا تھا۔

پختہ ارادہ، سچی لگن اور پاکیزہ محبت کامیابی کے زینے دھیرے دھیرے عبور کرتی منزل پا ہی جاتی ہے اور محبت چھیننے سے حاصل ہوتی تو شاید آج بریرہ شازل کی محبتوں سے مالا مال ہوتی مگر نہیں، اس کی نظروں سے گر کر اس نے خود کو مزید اس سے دور کر لیا اور اس کے لئے شاید یہی سزا کافی ہے کہ وہ پل پل اس کی محبت میں تڑپتی رہی جدائی کی آگ میں جلتی رہے۔

لیکن محبت تو محبت ہے جو انشاء احسان کی راہ میں آئے تو بریرہ کے ستم بھلا دیئے، شازل اظفر کی راہ میں آئے تو مردانہ انا وار کر عورت کی انا اور عزت کو سربلند کر دے اور جو بریرہ احسان کی راہ میں آئے تو اپنا سب کچھ وار دے پھر چاہے تقدیر دامن بھر دے، یا تہی داماں رکھے۔

☆☆☆

ہماری مطبوعات

ماں جی — قدرت اللہ شہاب
یا خدا
لطیف نثر — ڈاکٹر سید عبداللہ
لطیف غزل
لطیف اقبال
انتخاب کلام میر — مولوی عبدالحق
قواعد اردو

لاہور اکیڈمی — لاہور

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

کاتب تقدیر

قرۃ العین رائے

ناولٹ

رات دوسرے پہر میں داخل ہو چکی تھی مگر اسے اس بات کا ہوش ہی کب تھا کافی دیر سے سنگل صوفے پر ایک ہی انداز میں بیٹھا وہ اب تک صدمے اور بے یقینی کے احساسات سے دو چار تھا کافی دیر سے دھڑکتا دل اس کے دماغ سے ایک سوال کیے جا رہا تھا کہ ''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' اور دماغ تو جیسے مفلوج سا ہو کر رہ گیا تھا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جیسے کھو بیٹھا تھا۔

''میرا نام فنذا علی ہے۔'' سناٹے میں اس کی یاد نے یہ آواز اس کی سماعت میں انڈیلی تھی اور وہ جو روز سونے سے پہلے اس معصوم اور خوبصورت آواز کو سن کر سوتا تھا ہڑبڑا سا گیا۔

''تو کیا تقدیر نے اس سے اس آواز کو یاد رکھنا اور اس کی نغمگی کو اپنی سماعت کو محسوس کرنا چھین لیا ہے۔'' دل مضطرب نے تڑپ کر سوچا اور دماغ سے ہارے ہوئے جواری کی طرح اثبات میں سر جھکا دیا تھا۔

''نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔'' دل مچلا تھا، باغی پن پر اتر آیا تھا اور اس کی بغاوت جائز تھی کیونکہ اس نے آج تک جو چاہا وہ پایا تھا، وہ بہترین منصوبہ ساز تھا قدرت نے اسے غیر معمولی ذہانت تو بخشی ہی تھی اور اپنی دلکش شخصیت کے ساتھ اپنی ذہانت کو کیش کرنا وہ باخوبی جانتا تھا وہ ego senteris تھا جو کچھ تھا بس وہی تھا اپنی ہر کامیابی کا کریڈٹ وہ جو واحد صرف خود کو دینا نہیں بھولتا تھا، قسمت تقدیر ٹائپ کی باتوں پر اس کا ہرگز یقین نہیں تھا کسی بھی خواہش کو حاصل کرنے کے لئے ایک بہترین پلان کا ہونا ضروری ہے اور بس وہ ایک ایسا مگرا تھا جس نے خود پسندی کا مضبوط جال اپنے اردگرد بن رکھا تھا اس بات سے بے خبر کہ قسمت کا ایک ہی جھونکا جال کو کمزور ثابت کر ڈالتا ہے لیکن وہ ہار ماننے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

Downloaded From Paksociety.com

والوں میں سے نہیں تھا اسے اپنی ہار کو جیت میں بدلنا ہوگا۔

''تقدیر نے اسے مجھ سے چھین لیا ہے، مگر ایک بہترین اور مربوط پلاننگ سے میں اسے اپنے نام کروا کر ہی دم لوں گا۔'' اپنے گھومتے دل و دماغ کو دو تین لمبی سانسیں لے کر ٹھنڈا کرتے ہوئے اس نے سوچا۔

وہ اب پرسکون ہو چلا تھا وہ ایک لمبے سفر سے آج ہی گھر لوٹا تھا وہ بے حد تھکا ہوا تھا اور آتے ہی جس صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تھا اس نے اس کے جسم اور اعصاب کو شل کر ڈالا تھا مگر اب وہ ایک پرسکون نیند لینا چاہتا تھا تبھی بیڈ پر لیٹ کر اس نے پانچ سال قبل کا منظر یاد کیا تھا کہ یہ منظر اس کی جستجو اس کی لگن حاصل کرنے کی تمنا کو کبھی دھیما نہیں پڑنے دیتا تھا۔

☆☆☆

''ہائے روبی اب میں اسے کہاں ڈھونڈوں، امی تو میری جان ہی نکال دے گی جب انہیں پتہ چلے گا۔'' ایک روہانسی مگر مترنم آواز ہوا کے دوش پر اس کی سماعت سے گزری اور تیزی سے بڑھتے قدم یکلخت تھم سے گئے۔

برقی قمقموں کی روشنی سے قدرے پرے باہر شادی ہال کے لان کے ایک کونے میں وہ دو لڑکیاں گھاس پر اِدھر اُدھر کچھ متلاشی انداز میں گھوم رہی تھیں۔

''فکر نہیں کرو مل جائے گی، ویسے تمہیں یقین ہے کہ وہ یہیں کہیں پر گری ہے؟'' دوسری لڑکی نے اپنی ساتھی لڑکی کو تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں سو فیصد، میں ادھر ہی آئی تھی گاڑی سے اتر کر تمہارا انتظار کرنے کے لئے کہ تم آجاؤ تو پھر اندر چلتے ہیں امی نے کہا بھی تھا کہ ہمارے ساتھ اندر چلو مگر میں تمہارے لئے یہاں رک گئی اور پھر تم سے ملنے کے بعد ابھی اندر ہال کی جانب جا ہی رہی تھیں تو مجھے احساس ہوا کہ وہ نہیں ہے تبھی تو تیزی سے پلٹ آئی، اب کیا کروں میں تو اندر امی کے سامنے بالکل نہیں جاؤں گی جان سے مار دے گی وہ مجھے کتنی ضد کر کے میں نے ان سے لی تھی وہ میری لاپرواہ طبیعت کی وجہ سے مجھے دے ہی نہیں رہی تھی، باجی کے جہیز کے لئے کمیٹی ڈال کر بنوائی تھی انہوں نے۔''

یا تو وہ واقعی باتونی تھی یا پھر پریشانی کے عالم میں بولتی چلی جا رہی تھی۔

''ایکسکیوزمی۔''

اور اسی پریشانی یا خوف کی وجہ سے ان دونوں نے پیچھے کھڑے فیضان کی موجودگی اور پکار کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔

''ایکسکیوزمی...... ایکسکیوزمی لیڈیز!''

فیضان ایک قدم مزید آگے بڑھ کر قدرے بلند آواز میں انہیں پکار کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

اور پھر جیسے اس کے دل کی گھنٹی نہیں بلکہ گھنٹیاں بج اٹھی تھیں لمبے سلکی بالوں کو کھولے، میک اپ سے عاری چہرے مگر مبہوت کر دینے والے حسین چہرے کی مالک وہ لڑکی ایک ہی پل فیضان علی کی ہستی کو اس سے پرایا اور اپنے نام کروا چکی تھی اس حادثے سے قطعی بے خبر۔

''آپ شاید اسے ڈھونڈ رہی ہیں؟''

فیضان نے ہاتھ پر دھری چین آگے کرتے ہوئے پوچھا اور وہ جو بے حد معصوم سی لڑکی، بے حد گھبرائی، پریشان سی تھی جس کی نیلگوں جھیل جیسی آنکھوں میں پانی ہلکورے لے رہا تھا اور اس کی خوبصورت آنکھوں کو مزید حسین کر رہا تھا، بھیگی بھیگی مڑی لمبی پلکیں جھپکاتی تیزی سے آگے

بڑھی۔

''جی بالکل...... میں...... ہم اسے ہی ڈھونڈ رہی تھیں، آپ کو کہاں سے ملی؟'' اس نے تیزی سے آگے آتے ہوئے اور اسی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر فیضان کی بڑھی پھیلی ہتھیلی سے چین اٹھانے کی سعی کرتے ہوئے کہا۔

''مگر میں کیسے یقین کر لوں کہ یہ آپ ہی کی ہے؟ میرا مطلب ہے کوئی ثبوت؟ آخر گولڈ کی چین ہے میں یونہی تو کسی کو نہیں دے سکتا ناں۔''

فیضان نے اس سے بھی تیزی سے ہتھیلی کو بند کرتے ہوئے ہاتھ پیچھے کھینچا اور وہ گھبرائی، پریشان سی لڑکی جس کے چہرے پر اب سکون چھانے لگا تھا فیضان کی حرکت اور سوال پر حیرت سی سے کھڑی رہ گئی، وہ ایک دم سے حد پریشان ہو گئی تھی۔

''اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ ساری بارات اور شادی ہال میں بیٹھی ہے اور ہم دو لڑکیاں یہاں باہر کچھ ڈھونڈتی پھر رہی ہیں کچھ کھویا ہے تو کچھ ڈھونڈ رہی ہیں ناں۔''

دوسری لڑکی جس کا نام پہلی لڑکی روبی لے چکی سمارٹ بنتی ہوئی آگے بڑھی اور اپنی طرف سے بڑا ذہین جواز یا ثبوت پیش کرنا چاہا اس بات سے انجان کہ مقابل ہستی بے حد ذہین اور ہوشیار ہے۔

''جی محترمہ درست ہے کہ کچھ کھویا ہے تو ہی کچھ ڈھونڈ رہی ہیں مگر ضروری تو نہیں وہ چین ہی ہو اسے دیکھ کر تو کسی کی نیت بھی خراب ہو سکتی ہے ناں برا مت مانیئے گا اس بات کا اور پھر اگر اصل حق دار کوئی اور نکلے تو میں کیا جواب دوں گا، تسلی کرنا ضروری ہے۔'' فیضان نے مسکراتے ہوئے ان کے بارے سے ہوش بھی اڑا دیئے۔

''آپ میرا یقین کریں یہ میری ہی ہے

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابن انشا کے شعری مجموعے

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون: 042-37310797, 042-37321690

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں قسم کھاتی ہوں آپ اندر چل کر میری امی سے پوچھ لیں وہ یقیناً آپ کی تسلی کرا دے گیں، لیکن پلیز اسے مجھے دے دیں میں نے بلاوجہ ضد کر کے امی سے لی تھی اور اگر یہ مجھے نہ ملی تو وہ تو مجھے جان سے ہی مار دے گی۔'' وہ ہرنی سی ہراساں، کم عمر گھبرائی سی لڑکی دو قدم آگے بڑھ کر بولی زندگی میں پہلی بار اسے ایسی عجیب سی سچویشن کا سامنا تھا۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے آپ پر یقین ہے، میرا دل اس کی گواہی دے رہا ہے بس آپ مجھے اپنا اور اپنے والد صاحب کا نام بتا دے تا کہ کسی بھی صورت حال میں مجھے اور آپ کو مسئلہ نہ ہو۔'' فیضان نے نفی میں سر ہلاتے بند مٹھی میں رکھی چین کو حسین لڑکی کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا اور ساتھ مٹھی کھول دی۔

''اوہ بہت بہت شکریہ۔'' لڑکی نے جلدی سے چین ہتھیلی سے اٹھا کر گلے میں پہننی شروع کر دی، فیضان کا دل بے حد مچلا کہ اس دودھیا صراحی دار گردن جس کے عین درمیان میں نمایاں کالا تل تھا وہ خود آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے چین پہنا دے، مگر وہ دل مسوس کر کے رہ گیا۔

''میرا نام فذا علی ہے اور میرے ابو کا نام صداقت علی اور وہ ایک گورنمنٹ مڈل سکول کے ٹیچر ہیں سکندر بھائی کے رشتے کے خالو ہیں ایک بار پھر آپ کا بہت بہت شکریہ۔'' لڑکی نے جلدی جلدی بولتے ہوئے کچھ ضروری معلومات فیضان کے حوالے کیں اور آخر میں دولہا بنے سکندر کا حوالہ بھی دیا فیضان کے لئے یہ معلومات کافی تھیں اس کے ساتھ ہی اپنی سہیلی کا ہاتھ تھامے جلدی سے اندر ہال کی جانب بڑھ گئی جاتے سمے اس نے مڑ کر بے حد تشکرانہ تاثرات سے اس کی جانب دیکھا اور پھر ہلکا سا مسکرائی گویا اپنی مسکراہٹ سے وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہو، وہ خوبصورت منظر فیضان کی آنکھوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے اندر قید کر لیا جبھی تو اس کے بعد ہر رات آنکھ بند کرتے ہی وہ منظر پانچ سال گزر جانے کے باوجود جاگ اٹھتا تھا۔

کیا عجیب خواہش اٹھتی ہے ہمارے دل میں
کر کے منا سا ہواؤں میں اچھالے تم کو

فیضان نے بے اختیار روبی کی پشت کو دیکھتے ہوئے یہ شعر پڑھا اور جلدی سے اپنے جگری دوست سکندر سے ملنے کے لئے آگے بڑھ گیا اسے سکندر سے مل کر فذا کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنے کی بہت جلدی تھی۔

☆☆☆

کچن میں بے حد مصروف وجود کو دیکھ کر باہر لاؤنج میں وہ تھم سا گیا تھا اس کی رگوں میں خون کی گردش میں تیزی آ گئی تھی، دل یکبارگی زور سے دھڑکا تھا اور بے اختیار ہی وہ کچن کی جانب کھنچتا چلا گیا تھا، وہ آج بھی اتنی ہی خوبصورت تھی جتنی پانچ سال پہلے۔

''ہیلو۔'' بلیک ٹراوزر اور بلیک بنیان میں اپنے کسرتی جسم کی نمائش کرتے ہوئے اس نے کچن کے دروازے پر ایستادہ ہوتے ہوئے مقابل ہستی کو متوجہ کیا تھا جو اس کے وجود سے ہی نہیں بلکہ اس کے جذبات سے بھی نا آشنا اس کی جانب پشت کیے ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔

''اوہ، السلام علیکم فیضان بھائی اٹھ گئے آپ؟'' اس کی جانب مڑتے ہوئے اس نے دھیمے سے مسکراتے ہوئے پوچھا، وہ ملاقات جو اس کے جینے کا بہانہ تھی وہ اسے یکسر فراموش کر چکی تھی اس لئے فیضان کو پہچان نہ پائی تھی وہ عام اور معمول ملاقات بھلا کیونکر یاد ہوتی۔

''ہاں۔'' بھائی کہنے پر وہ اندر سے خاصا بدمزہ ہوا تھا۔

''ناشتے میں کیا لے گے بھائی؟'' اس نے آداب میزبانی نبھایا تھا۔

''آپ مجھ سے کافی تکلف برت رہی ہیں میں اس گھر کا ہی ایک فرد ہوں، نا کہ آپ سے پانچ سال کے بعد پہلی بار ملاقات ہو رہی ہے لیکن تم سے بے حد قریبی تعلق میرا مطلب رشتہ ہے لہٰذا یہ آپ جناب اور بھائی وائی جیسے تکلفات میں پڑے بغیر ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں ویسے بھی میں رشتے میں تم سے چھوٹا ہوں لہٰذا یہ بھائی وائی کا چکر چھوڑ دو اور مجھے اس گھر کے ایک فرد ہی کی طرح بلاتکلف ٹریٹ کرو۔''

فیضان ایک بار پھر بھائی کہنے پر نا صرف بدمزہ ہوا تھا بلکہ جھلا ہی اٹھا تھا جبھی یوں بولتا چلا گیا اور آپ سے تم کا سفر بھی جھٹ طے کر ڈالا۔

''آپ مجھ سے رشتے میں بے شک چھوٹے ہیں لیکن عمر میں بڑے ہیں لہٰذا میں تو آپکو بھائی ہی بلاؤں گی اور میں مانتی ہوں کہ آپ اس گھر کے فرد ہی نہیں بلکہ لاڈلے فرد ہیں لہٰذا باقی گھر والوں کی طرح آپ کا خیال رکھنا بھی مجھ پر فرض ہے اور چونکہ ناشتہ میں ہی بناتی ہوں لہٰذا میرے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ ناشتے میں کیا لیتے ہیں۔'' اپنے کام میں مصروف ہی اس نے اعتماد کے ساتھ فیضان کو جواب دیا تھا۔

''ارے یہ تو کافی ہوشیار ہو چکی ہے اور میں جو سمجھا تھا کہ اس معصوم اور بے ضرر سی لڑکی کے ذریعے میرا پلان جلد کامیاب ہو جائے گا ایسا اتنا آسان نہیں، خیر مشکل ہو سکتا ہے لیکن ناممکن نہیں اور میں تو......''

''واہ فیضان بھائی صبح سویرے ہی اٹھ گئے۔'' ردا نے فیضان کی سائیڈ سے اندر داخل ہوتے ہوئے خوش گوار لہجے میں فیضان سے کہا اور فیضان جو اپنی سوچ میں محو تھا ردا کے یوں آنے پر چونکتے ہوئے بس مسکرا کر رہ گیا۔

''بھابھی ناشتہ تیار ہے۔'' ردا نے فیضان سے جواب کا انتظار کیے بغیر جلدی سے فذا سے پوچھا۔

''ہاں بالکل تیار ہے تم یہ پراٹھے ٹیبل پر رکھو میں چائے لے کر آ رہی ہوں ریحان آ گئے ہیں؟'' فذا نے ایک بار پھر مصروف بھرے انداز میں جواب دیا اپنی مصروفیت میں وہ فیضان کی خاموشی کو شاید محسوس نہیں کر پائی تھی۔

''جی آ جائیں بھائی آپ بھی بھابھی کے ہاتھوں سے بنا مزے دار ناشتہ کرے۔'' جاتے ہوئے ردا نے فیضان کو متوجہ کیا، جبکہ فیضان اب بھی اپنے منصوبے کے متعلق ہی سوچ رہا تھا، اس کا شاطر ذہن پوری پلاننگ کر چکا تھا فذا کو حاصل کرنے کی۔

☆☆☆

''اماں سالن میں نمک بہت تیز ہے آپ تو بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں آپ یہ نہ کھائیے۔'' فیضان نے پہلا لقمہ ڈالتے ہی جلدی سے کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاتی ہوئی اماں سے کہا۔

''لیکن میں نے تو نمک بہت کم ڈالا تھا۔'' فذا نے جلدی سے صفائی دینی چاہی۔

''نہیں فذا نمک بہت تیز ہے تمہیں معلوم تو ہے اماں اتنا تیز نمک لے ہی نہیں سکتیں احتیاط کیا کرو پکاتے ہوئے۔'' ریحان نے بھی پہلا نوالہ چکھتے ہی فذا کو ٹوکا، نمک تو واقعی بہت تیز تھا مگر فذا کی کسی بے احتیاطی کی وجہ سے نہیں بلکہ فیضان کی کارستانی کی وجہ سے کچن میں رکھی فریج سے پانی کی بوتل نکال کر پیتے ہوئے فیضان کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نظر چولہے پر رکھی ہنڈیا پر پڑی فذا باہر کسی کام سے گئی تھی موقع غنیمت جان کر اس نے دو چمچ بھر کر نمک کے ہنڈیا میں ڈال دیئے اور آرام سے باہر چلا گیا یہ سب اس کے پلان کا حصہ تھا ایک طرف وہ ریحان اور گھر والوں کو فذا سے بدگمان کر دینا چاہتا تھا اور فذا ان کے برے رویوں سے بد دل ہو کر خود بخود ہی اس گھر میں موجود واحد اس کے غم گسار اور ہمدرد کی جانب متوجہ ہو جاتی جو فیضان کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا اور ویسے بھی اسے فذا کی کل والی حرکت کا بدلہ بھی تو لینا تھا جو اسے سخت ناگوار گزری تھی اصل میں کل اس نے سب گھر والوں کو گفٹس دیئے تھے جو وہ وہاں سے لے کر آیا تھا اور فذا کو اس نے وہی گفٹ دیا تھا جو اس نے خاص اس کے لئے خریدا تھا پورے دو ہفتے زیادہ اور ٹائم لگا کر وہ بے حد خوبصورت نیکلس تھا اسے یاد تھا ایک عام سی ہلکی سی سونے کی چین کے لئے وہ کس قدر پریشان تھی اسی لئے گولڈ کا بے حد خوبصورت اور حقیقی نیکلس وہ فذا کو اپنی پہلی ملاقات پر دینا چاہتا تھا نیکلس کے درمیان میں ایک دل بنا ہوا تھا جسے زرقون کے چھوٹے نگوں سے آراستہ کیا گیا تھا اور درمیان میں چھوٹا سا ڈائمنڈ جگمگا رہا تھا۔

’’واہ بھابھی یہ تو بہت خوبصورت ہے بھائی یہ تو آپ کو اپنی ہونے والی نصف بہتر کو دینا چاہیے تھا اتنا خوبصورت ہار پا کر انہوں نے دل و جان سے آپ پر فدا ہو جانا تھا۔‘‘ منہ پھٹ ردا نے ہار دیکھتے ہی بے ساختہ تعریف کر ڈالی اور فیضان کو اپنی عقل مند بہن پر جی بھر کا پیار آیا تھا۔

’’ہاں واقعی یہ بہت قیمتی اور خوبصورت ہے اور یہ میری طرف سے تمہیں تمہاری شادی کا پیشگی گفٹ بھی ہے۔‘‘ سب اپنی جگہ پر چپ سے بیٹھے رہ گئے تھے اور اس خاموشی کو فذا کی آواز نے توڑا تھا اور اس نے ساتھ ہی بار کیس ردا کی جانب بڑھا دیا، ردا کی منگنی ہو چکی تھی اور بی اے کے پیپرز کے بعد شادی متوقع تھی۔

’’ہائے بھابھی سچی بہت شکریہ، آپ کتنی اچھی ہیں یہ تو مجھے واقعی بڑا پسند آیا تھا میں شادی والے دن اسے پہنوں گی۔‘‘ ردا نے جھٹ فذا کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے وہ کیس خوشی خوشی اٹھاتے ہوئے کہا اور فیضان کو ردا کی بے وقوفی پر جی بھر کر غصہ آیا تھا چند لمحے پیشتر کا پیار اڑنچھو ہو گیا تھا، ردا کے امتحانات قریب تھے۔

’’نہیں بیٹا یہ فیضان تمہارے لئے لایا ہے۔‘‘ اماں نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

’’بھائی سے تو میں نے لیا ہے مگر اتنی قیمتی چیز اول سے تو میں پہنتی نہیں اور نہ ہی سنبھال کر رکھ پاؤں گی، آپ جانتی تو ہیں میں اس سلسلے میں کافی لاپرواہ ہوں اور ویسے بھی امی یہ ردا پر زیادہ جچ رہا ہے۔‘‘ فذا نے مسکراتے ہوئے بات ختم کر دی اور فیضان کو فذا کی یہ حرکت کافی ناگوار لگی تھی وہ چاہتا تھا کہ فذا یہ قیمتی ہار قبول کرے تاکہ بعد میں وہ باتوں باتوں میں گھر والوں سے اس کی لالچی فطرت کا تذکرہ کر کے انہیں فذا سے بدگمان کر سکے۔

’’خیر فذا بی بی تم جیسی معصوم چڑیا کو پھانسنا میرے دائیں ہاتھ کا کمال ہے اور ابھی تو ابتداء ہے دیکھو میں تمہارے اردگرد اپنی شخصیت کا جال کیسے بنتا ہوں جس سے تم کبھی نکل نہ پاؤ گی اور میری ہی ہو کر رہو گی۔‘‘ فیضان نے دل میں فذا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

’’ارے واہ بھابھی یہ تو سلائی ہو کر بہت خوبصورت لگ رہا ہے اور اماں پر جچے گا بھی

خوب۔‘‘ ردا نے فذا کے ہاتھ کا سلائی کیا ہوا سوٹ دیکھتے ہوئے خوشی سے کہا اور فیضان جو لاپرواہ سا باہر جا رہا تھا اپنی جگہ تھم کر رہ گیا وہ اس وقت فذا کو اماں سے ڈانٹ پڑتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا ندامت میں سر جھکائے فذا اماں اور ریحان کی سخت باتیں سنتی، فذا جب اداس اور دلگرفتہ باورچی خانے میں جائے گی تو وہ پانی پینے کے بہانے کچن میں جا کر ہلکی پھلکی باتوں سے اس کی دل جوئی کرے گا اور یوں اس کے دل میں نرم گوشہ حاصل کرتے ہوئے دوستی کی ابتداء کرے گا۔

’’بھئی میری بیگم بہت سلیقہ مند ہے۔‘‘ ریحان نے مسکراتے ہوئے فذا سے کہا اور فیضان جلدی سے اپنے کمرے میں آ کر الماری کھول کر نچلے خانے میں سب سے پیچھے چھپا کر رکھی اماں کی نئی سلی ہوئی قمیض کو کھوجا جو اس نے کل پرسوں ہی صحن میں سلائی کرتی ہوا فذا کے ایک دم کچن میں ہنڈیا دیکھنے پر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے احتیاط سے اچک لی تھی اور اپنے کمرے میں آن چھپائی تھی، دراصل ردا نے بیچ میں اپنے دو سوٹ فذا کو یہ کہہ کر تھما دیئے تھے کہ وہ انہیں پہلے سی دے اماں کے بعد میں سل جائیں گے اسے اپنی ایک دوست کی سالگرہ میں یہ پہن کر جانے تھے اور فذا نے مسکراتے ہوئے اماں کے کپڑے دوسرے کپڑوں کے ساتھ ایک شاپر میں ڈال کر رکھتے ہوئے ردا کے کپڑے کاٹنے اور سینے بیٹھ گئی فیضان کے چالاک ذہن نے جھٹ منصوبہ تیار کر ڈالا فذا اب اس شاپر کی جانب متوجہ نہیں تھی، وہ چپکے سے اماں کا آدھا سیا سوٹ یعنی قمیض غائب کر دے گا اور جب ہر طرح سے ڈھونڈ کر تھک ہار کر وہ اماں کو بتائے گی کہ ان کی قمیض گم ہو گئی ہے تو اماں کے نازک مزاج کو یہ بات لازمی گراں گزرے گی اور ان کے دل میں اس بات سے فذا کے خلاف گرہ فیضان خود اپنی عیار باتوں سے لگائے گا اور پھر کچھ دنوں بعد چھت پر بنے سٹور سے وہ خراب کی ہوئی قمیض خود ڈھونڈ کر لائے گا اور لازمی اماں کے دل سے فذا کو اتار دے گا ناپسند تو وہ اسے ویسے ہی کرتی تھی بظاہر تو اب سب کچھ معمول پر آ گیا سب گھر والوں کا رویہ ریحان سمیت فذا کا ساتھ بہت اچھا لگتا تھا اس نے اپنے صبر اور ملنسار، سلیقہ مندی کی وجہ سے سب کا دل آخر کار جیت لیا تھا اور اب فیضان سب گھر والوں کو ایسی ہی باتوں سے فذا سے بدگمان کر دینا چاہتا تھا اور ساتھ ہی فذا سے ہمدردی کر کے اس کا دل جیتنا چاہتا تھا مگر ہوا اس کے برعکس تھا قمیض وہی سے برآمد ہوئی تھی جہاں پر فیضان نے چھپا کر رکھی تھی۔

’’تو پھر فذا نے یہ سوٹ پورا سی کر کیسے اماں کو دے دیا؟‘‘ فیضان ہڑبڑا کر رہ گیا۔

’’ہوں بہت سیانی ہو فذا بی بی اپنے بارے میں بدگمان نہیں ہونے دینا چاہتی ہو گھر والوں کو، چلو دیکھتے ہیں کب تک تم خود کو ایسے کرنے سے بچا سکتی ہو۔‘‘ فیضان نے عیاری سے مسکراتے ہوئے سوچا اور ایک بار پھر لاؤنج کی جانب چل پڑا شاید قمیض کا معمہ وہاں بیٹھے حل ہو جائے۔

’’بھابھی میری فراک میں کلیاں بھی ڈال دے اور انگرکھا اسٹائل میں سیئے گا ساتھ میں چوڑی دار پاجامہ۔‘‘ ردا نے بکھرے کپڑوں کے پاس بیٹھی فذا سے کہا وہ دونوں کپڑے بکھرائے کسی ڈائزین پر بات کر رہی تھیں ریحان شاید اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اور اماں خاموشی سے صوفے پر بیٹھی تسبیح کر رہی تھیں جب فیضان صوفے پر آ بیٹھا بظاہر وہ اپنے موبائل کے ساتھ مصروف تھا مگر کان ردا اور فذا کی باتوں پر ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لگے تھے۔

''ارے بھابھی یہ جو اماں کا سوٹ سیا ہے آپ کا بھی ایسا ہی تھا ریحان بھائی آپ دونوں کا ایک جیسا ہی لے آئے تھے، انہیں یہ بہت پسند آیا تھا آپ نے کیسا سیا۔'' ردا نے اچانک کسی کپڑے کی تہہ لگاتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں میں نے ابھی نہیں سیا پہلے تمہارے سی لوں پھر دیکھوں گی ویسے بھی میرے پاس دو تین نئے سوٹ سلے پڑے ہیں شاید اگلے سال سی لوں موسم بدل رہا ہے، ایک دو ہفتوں کے بعد شاید ایک دو بار ہی پہن سکوں لہٰذا اگلے سال ہی سیوں گی تا کہ اس وقت کے فیشن کے مطابق سی سکوں، کبھی اونچی گول گھیرے والی قمیضوں کی بات کی جا رہی ہے تو کبھی لمبی قمیضوں کی تب تک دیکھوں گی کون سا فیشن ان ہے پھر اس کے مطابق سیوں گی۔'' فذا نے تمام کپڑوں کو ایک شاپر میں ڈالتے ہوئے ردا کو تفصیل سے جواب دیا۔

''ارے بھابھی اتنی کنجوسی ایک سال تک سوٹ کو رکھ چھوڑے گی مجھ سے تو کبھی اتنا صبر نہ ہو۔'' ردا نے حیران ہوتے ہوئے تبصرہ کیا۔

''ارے یہ کنجوسی نہیں اس کی کفایت شعاری ہے اور بالکل ٹھیک کہہ رہی کپڑوں کا ڈھیر سلوا کر اور ایک دو دفعہ پہن کر پھر ملازمہ کو دے دینا صرف تمہارا کام ہے۔'' اماں نے ردا کو ٹوکا۔

''میں چائے بنانے جا رہی ہوں بھائی آپ پئیں گے؟'' ردا نے اماں کی متوقع ڈانٹ سے بچنے کے لئے کچن کا رخ کیا اور جاتے ہوئے بظاہر موبائل پر گم فیس بک میں منہمک فیضان سے پوچھا جس نے مصروف سے انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا اور فذا بھی شاپر پکڑے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

''ہوں تو یہ بات ہے، تم جو پرسوں سے پورے گھر میں بولائی بولائی پورے گھر کا کونہ کونہ صفائی کے نام پر چھانتی فرما رہی تھی اور میں جانتا تھا کہ تم اماں کی قمیض خاموشی سے ڈھونڈتی پھر رہی ہو آخر کار اس مسئلے کو یوں نپٹا لیا کہ اسی طرح طرح کے سوٹ جو تمہارا تھا کی قمیض سی کر اماں کو دے دی اور اپنے نمبر کم نہیں ہونے دیئے ویل ڈن فذا بی بی تمہاری یہ معصوم معصوم سی چالاکیاں بھی اچھی لگنے لگی ہیں لگتا ہے کوئی بڑا ہی ٹھوس منصوبہ تیار کرنا پڑے گا تمہیں سب گھر سے بدگمان اور گھر والوں کو تم سے بدگمان کرنے کے لئے۔'' فیضان نے دل ہی دل میں فذا کو مخاطب کرتے ہوئے سوچا اور صوفے سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

''افوہ بڑے ڈھیٹ لوگ ہیں۔'' فیضان نے اپنے موبائل سکرین پر مخصوص نمبر سے آتی کال کو دیکھ کر کوفت زدہ انداز میں کہا اور ایک جھٹکے سے کال ڈس کنیکٹ کر دی۔

فیضان شدید جھلاہٹ کا شکار تھا آتے ہی اچانک اسے جس صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ شاید بوکھلا کر رہ گیا تھا اور اسی بوکھلاہٹ میں وہ درست پلاننگ کر نہیں پایا تھا گزشتہ ایک ہفتے میں اسے با خوبی یہ اندازہ ہو گیا تھا اور اپنی کی ہوئی بچکانہ حرکتوں پر اسے اب خود پر غصہ آ رہا تھا۔

آج بھی جب اس نے نظر بچا کر سالن میں مرچوں کے دو تین چمچ جھونکے تھے تو اسے یقین تھا کہ کھانے کی میز پر آج فذا کی شامت آنے والی ہے اماں اور ریحان سے اسے خوب سننے کو ملیں گی اور وہ اس کی دلگرفتگی سے ہی فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا، بس ایک بار فذا کا دل اس کے گھر والوں سے بد دل ہو جاتا تو فوراً ہمدرد دوست بن

کر وہ اسے ٹریٹ کرتا چلا جاتا لیکن کھانے کی میز پر سالن دیکھ کر اسے ہلکا سا حیرت کا جھٹکا لگا تھا کیونکہ وہ تو آلو گوشت کے پکتے ہوئے سالن میں مرچیں ڈال کر آیا تھا جبکہ فذا ریحان کے پکارنے پر اس کی بات سننے گئی تھی اور ارد گرد کوئی بھی موجود نہ پا کر لاؤنج میں آرام سے بیٹھے فیضان نے موقع پاتے ہی فوراً کچن میں جا کر اپنا کام کر دکھایا تھا۔

''ہائیں فذا آلو گوشت نہیں پکایا؟'' اماں نے الو مٹر کا ڈونگے میں پڑا سالن دیکھ کر حیرانگی سے پوچھا۔

''نہیں اماں جی اصل میں گوشت گلا ہی نہیں شام میں پک جائے گا میں نے سوچا اس وقت سب کو بھوک لگی ہو گئی لہٰذا جلدی سے یہ سالن بنا لیا۔'' فذا نے جھٹ سے جواب دیا۔

''اچھا چلو ٹھیک ہے۔'' اماں اس کے جواب پر مطمئن ہوتے ہوئے سالن کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

''نہ جانے تمہاری قسمت خراب ہے یا میری۔'' فیضان بس سوچ کر رہ گیا تھا اور اب کمرے میں آ کر وہ کافی جھلاہٹ کا شکار تھا۔

☆☆☆

بشیر احمد ایک پرائمری سکول سے ریٹائرمنٹ کے بعد ریٹائرڈ انسان کی زندگی پرسکون طریقے سے بسر کر رہے تھے گھر کے معاملات شروع سے ہی ان پر حاوی ان کی نصف بہتر رقیہ بیگم نے ہی سنبھالے ہوئے تھے وہ شروع سے ہی اس گھر کے سیاہ و سفید کی مالک تھیں، بشیر احمد نے بس اپنی تنخواہ ان کی ہتھیلی پر رکھنے کے بعد کبھی دوسرے مردوں کی طرح یہ جاننے کی کوشش نہ کی تھی کہ مہنگائی کے منہ زور سیلاب کے آگے رقیہ نے کس طرح اور کتنے جتنوں سے بند باندھ رکھا ہے وہ پانچ بہنوں کے اکلوتے بڑے بھائی تھے اور پھر قدرت نے اوپر تلے انہیں تین بچوں سے نوازا تھا بہنوں کی شادی، بوڑھے ماں باپ کی دیکھ بھال، بچوں کے تعلیمی اخراجات اور بھی دوسری ضروریات زندگی کا حصول اور اخراجات یہ سب دردسر رقیہ بیگم کا تھا قلیل تنخواہ کی بدولت رقیہ کا بجٹ ہمیشہ تنگی کا شکار رہا تھا گھر میں آئے روز پیسوں کی کمی کا رونا سنتے ہوئے ان کے بچے جوان ہو رہے تھے، تبھی ان کے دوسرے نمبر والے بیٹے نے سسک سسک کر زندگی گزارنے کی بجائے محنت اور اپنی صلاحیتوں کو صحیح وقت پر استعمال کرتے ہوئے اور بہترین زندگی کے حصول کے لئے دوسروں کو سیڑھی کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔

ان کا بڑا بیٹا ریحان عام سی شکل و صورت کا عام سا انسان تھا باپ ہی کی طرح دبی ہوئی شخصیت کا حامل بقول فیضان کے کولہو کا بیل بس آنکھوں پر پٹی باندھے ایک ہی دائرے میں گھومتے سمجھ رہا ہے کہ ساری دنیا گھوم لی، ان کا دوسرا بیٹا فیضان نا صرف شکل و صورت کا بہت اچھا تھا بلکہ ذہین بھی کافی تھا، پانچویں کے بعد اس نے وظیفے پر پڑھا تھا اور پھر بچپن کا یہ شوق یہ محنت اور لگن بڑے ہوتے ہوتے جنون میں بدل چکی تھی اور اسی بنا پر وہ گورنمنٹ کے خرچے پر یعنی سکالرشپ پر باہر پڑھنے چلا گیا تھا، اسے باہر کے کسی ملک سے ہی ڈگری حاصل کرنا تھی، جس کا فیصلہ وہ بہت پہلے کر چکا تھا اور منصوبہ بھی کالج میں اس نے ایسے دوست بنا رکھے تھے جو اس مقصد میں اس کے کام آ سکے کسی کے پاس کمپیوٹر اور نیٹ جیسی سہولت موجود تھی ایک کی امی لائبریرین تھیں، کسی کا آدھا خاندان ملک سے باہر تھا اس نے با قاعدہ ان لوگوں کا بائیو ڈیٹا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حاصل کر کے پھران کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا
تھا وہ ہر کام با قاعدہ پلان کرتے ہوئے ہر قسم کی
جزئیات کو مدنظر رکھتے ہوئے کرتا تھا، وہ ہمیشہ
کامیاب رہتا تھا یہاں تک کہ جب اسے باہر
جانے کی پوری امید تھی اس نے اماں کی دور
پرے کی ایک کزن ڈھونڈ نکالی تھی آسیہ خالہ کا
ایک بیٹا کینیڈا میں سیٹل تھا اور وہ اس کے بے حد
کام آسکتا تھا تبھی تو اماں سے پوشیدہ رکھ کر ان
سے ملنے جایا کرتا تھا، اماں کی آسیہ خالہ سے کبھی
کسی بات پر ان بن ہو گئی تھی اور اماں جب کسی
سے ناراض ہو جاتی تو پھر تمام عمر اس ناراضگی کو
نبھانے کی قائل تھیں، ایک بار جس کے خلاف
دل میں میل آگیا، پھر لاکھ تاویلوں اور
کوششوں کے بعد بھی نہ جاتا، فیضان اماں کی اس
عادت سے بخوبی واقف تھا تبھی تو آج کل فذا کو
ان کے دل سے اتارنے کی جتن کر رہا تھا اور یہ
ایسا کچھ مشکل بھی نہ تھا اس کی تھوڑی بہت
ادھوری معلومات کے مطابق فذا ان کی ان چاہی
بہو تھی، آسیہ خالہ کی ایک بیٹی ہاجرہ تھی جو عمر میں
اس سے پانچ سال بڑی ہو گی، کم صورتی، دبی
ہوئی شخصیت اور بڑھتی عمر نے ان کے گھر رشتوں
کا قحط ڈال دیا تھا بیٹا تو ہر اپنی فیملی کے ساتھ سیٹل
تھا آسیہ خالہ کے بعد ہاجرہ کا کوئی پرسان حال نہ
تھا بے حد کوششوں کے باوجود اس کا کہیں رشتہ نہ
ہو پا رہا تھا ایسے میں فیضان کا ہر دوسرے تیسرے
دن خیریت کے بہانے ان کے گھر جانا، اپنی
باتوں اور حرکتوں سے یوں ظاہر کرنا کہ وہ ہاجرہ
میں دلچسپی رکھتا ہے آسیہ خالہ کے لئے خوش گمان
امید تھی اور فیضان ایسا جان بوجھ کر کر رہا تھا چونکہ
خالہ کو فیضان کی صورت میں ذہین اور خوبرو داماد
نظر آ رہا تھا لہٰذا انہوں نے فون کر کے بیٹے کے
کان میں بھی یہ بات پھونک دی جس کا اثر یہ ہوا
کہ نا صرف وہ فیضان کو ائیر پورٹ پر خود لینے آیا
بلکہ پانچ سال اسے اپنے ساتھ ہی رکھا اور وہاں
پر رہنے کے لئے فیضان کی ہمیشہ ہر طرح سے مدد
کی اس طرح فیضان کو وہاں رہنے میں کافی
آسانی ہو گئی تھی وہ گھر فون کرے نہ کرے لیکن
خالہ کے بیٹے کے سامنے آسیہ خالہ کے گھر فون
کر کے چند لمحوں کے لئے ہاجرہ سے ضرور بات
کرتا تھا اور اپنی چالاکی اور پلاننگ پر دل ہی دل
میں خوش ہوتا، واپسی آنے پر وہ فون کا سلسلہ بند
کر چکا تھا۔

وہ اپنی ذہانت اور چالاکی کو استعمال کرتے
ہوئے ایک کامیاب ترین انسان بننا چاہتا تھا
اپنے بڑے بھائی ریحان کی طرح اپنے ابو کی
طرح ایک ٹیچر بننا اسے قطعی منظور نہ تھا کینیڈا میں
رہتے ہوئے بھی اس نے ان گوری کلاس فیلوز
کے ساتھ تعلقات استوار کیے تھے جو ذہین تھیں یا
امیر اور اپنا مطلب نکال کر وہ انسان ان سے تعلق
یوں توڑتا تھا جیسے کوئی استعمال شدہ ٹشو کو کہیں پر
بھی پھینک دیتا ہے۔

فذا اسے وہ پہلی ملاقات اس کی رگ و جان
میں سما گئی تھی جذباتیت کو بچکانہ اور احمقانہ تصور
کرنے والا پہلی ملاقات میں ہی دل ہار بیٹھا تھا
اب اسے صرف اپنے لئے ہی کامیاب انسان
نہیں بننا تھا بلکہ فذا کے لئے بھی ان پانچ سالوں
میں خود کو اس قابل کرنا تھا کہ پہلی ہی فرصت میں
اس کے ماں باپ بلا جھجک فیضان کا رشتہ قبول کر
لے اس کی حاصل کردہ معلومات کے مطابق فذا
ابھی فسٹ ایئر کی طالبہ تھی اس سے پہلے اس کی
دو بڑی بہنیں تھیں اور پانچ سال میں مڈل کلاس
ماسٹر صداقت علی اپنی دو بیٹیوں کی ہی بمشکل
شادی کر پاتا جن کے ابھی رشتے بھی طے نہیں
ہوئے تھے اور پہلی دو جوان بیٹیوں کی موجودگی

میں وہ کبھی تیسری اور سب سے چھوٹی بیٹی کے
رشتے کا نہ سوچتے اگر اس وقت فیضان اپنا رشتہ
بھجواتا تو کبھی قبول نہ کیا جاتا اور اسے نہ سننے کی
عادت تھی اور نہ ہی کی گنجائش رہنے دیتا تھا، لہٰذا
پانچ سال اس نے فذا کی یاد کو ہر رات سونے
سے پہلے دہراتے ہوئے گزارے تھے اور ڈگری
حاصل کرنے کے بعد وہ ایک لمحہ بھی اس ملک
میں نہ رکا تھا اسے اگر اب دوبارہ اس ملک آنا تھا
تو فذا کے ہمراہ ہی یہ اس کا اپنے دل سے وعدہ تھا
تمام راستے اس کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ سجی
رہی تھی یہ سوچ کر کہ اپنی فذا کے پاس جا رہا ہے
بہت جلد وہ اماں کو فذا کے گھر اپنا رشتہ دے کر
بھیجے گا لیکن گھر میں قدم رکھتے ہی اس کا سب
سے پہلا سامنا لان میں پائپ سے پودوں کو پانی
دیتی فذا کے ساتھ ہوا تھا اس کے قدم گیٹ کے
قریب ہی ساکت رہ گئے تھے، کیا وہ فذا کے تصور
اور محبت میں اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ اب اس کا
تصور اس کے گھر ہی میں چلتا پھرتا نظر آ رہا ہے وہ
اس کی طرف قطعی متوجہ نہ تھی پھر لان کی طرف آتی
اس کی چھوٹی اور اکلوتی بہن ردا کی نظر پڑی تھی
جس نے خوشی اور حیرت سے چیخ مارتے ہوئے
اس کی جانب دوڑ لگائی تھی اور پل بھر میں پورا گھر
اکٹھا ہو گیا تھا، اماں کی آنسو چھلکاتی نگاہیں، ابا کا
مسکراتا چہرہ، بہن بھائی کی خوشی اور حیرت کو دیکھنے
کے لئے ہی اس نے اپنی آمد ان سے پوشیدہ رکھی
تھی اور اب وہ ان سب میں گھرا عجیب سے
احساسات سے دوچار تھا فذا بھی انہی لوگوں کے
درمیان کھڑی دلچسپی اور مسکراتے ہوئے فیضان
کی آمد پر مسرت کا اظہار کر رہی تھی، گو کہ وہ ابھی
تک خاموش تھی لیکن سب کی جذباتی کیفیت دیکھ
کر مسکرا رہی تھی اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس
گھر کے مکینوں سے نا صرف بخوبی واقف ہے
بلکہ گھر کا ایک فرد ہی ہے اور فیضان جو انہیں اپنی
آمد سے بے خبر رکھ کر سرپرائز دینا چاہتا تھا مگر اس
نے کب سوچا تھا کہ قسمت نے بھی آج کے دن
کے لئے ہی خاص سرپرائز رکھا ہے اس کے
لئے۔

”یہ ریحان کی بیوی فذا ہے تیری بھابھی عمر
میں چھوٹی ہے پر رشتے میں بڑی ہے تجھ سے۔“
اماں کی پرمسرت آواز میں اس کا تعارف جیسے کسی
نے بم پھوڑ ڈالا تھا اس کے پاس ہی جس میں
اس کی محبت کے پرخچے اڑ گئے تھے، طویل سفر اور
تھکن کا بہانہ بنا کر وہ جلد ہی اپنے کمرے میں
چلا آیا تھا، اس کے تن بدن میں آگ سی لگی ہوئی
تھی وہ ہر چیز کو تہس نہس کر ڈالنا چاہتا تھا پر اس
سے کیا ہوتا اسے جس آگ میں جھونک دیا گیا تھا
اس کی جلن میں فرق آ جاتا بہت دیر تک خود کو اس
حقیقت کا سامنا اور اس پر سمجھوتہ کرنے پر اس
نے اپنے دل کو سمجھایا مگر اس نے پہلے بھی کسی کی
مانی تھی جو آج مانتا اسے کسی کے جذبات اور
احساسات کا قطعی خیال نہیں رہا پھر آج کیوں آخر
کلہ دل کی مانتے ہوئے وہ ایک منصوبہ تیار کر چکا
تھا فذا کو حاصل کرنے کا منصوبہ اور اس پر اس
نے صبح اٹھتے ہی عمل کرنے کی ٹھان لی تھی تبھی تو
صبح سویرے اپنے کسرتی جسم کی بلیک بنیان اور
بلیک ٹراؤزر میں لان میں جاگنگ کرتے ہوئے
وہ نمائش کر رہا تھا اس کے بھرپور مضبوط کسرتی
بدن پر کئی لڑکیاں فدا تھیں اور ادراک تھا اسے اس کا
بخوبی اس کا بڑا بھائی ریحان اس کی شخصیت کے
سامنے کچھ بھی نہیں تھا بے حد سادہ عام صورت
اور شخصیت کا حامل ریحان، فیضان کے مقابل
کچھ بھی نہیں تھا، فیضان کو یاد تھا آج سے تقریباً
پانچ سال قبل اماں نے فون پر روتے ہوئے
ریحان کی اچانک شادی کی اطلاع دی تھی وہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شادی پر بے حد خفا اور ناخوش تھیں بے توجہی سے سنی تفصیل اس نے رات اچھی طرح سے ذہن میں یاد کرتے ہوئے ہی اپنے منصوبے کو ترتیب دیا تھا، اماں نے فذا کو بے حد برے القابات سے نوازا تھا ان کے نزدیک وہ ایک میسنی اور چالاک لڑکی تھی جس نے اپنے حالات کی ستم ظریفی سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان کے بیٹے کو الو بنایا تھا جہاں تک فیضان کو یاد پڑ رہا تھا اماں نے بتایا تھا کہ فذا کا کوئی والی وارث نہ تھا ماسوائے ایک چچرے بھائی کے ریحان کا دوست تھا اور اس کی بیوی فذا پر بے حد ظلم کرتی تھی اور پھر ایک روز فذا کی کسی معمولی سرزنش پر جب وہ اسے بری طرح سے زدوکوب کر رہی تھی اور ریحان جو بیٹھک میں بیٹھا فذا کے کزن یعنی اپنے دوست کا انتظار کر رہا تھا یہ سب دیکھ کر رہ نہ سکا اور بے اختیار صحن میں آ کر فذا کو اس کی بھابھی کی مار سے روکنا چاہا وہ عورت مارنے سے کیا رکتی اسی وقت چلا چلا کر ان دونوں پر ایسے الزامات لگائے اور آناً فاناً پورا محلہ اکٹھا کر لیا اور اپنے شوہر کے آنے تک ایسی صورت حال بنا دی کہ گھر سے دھکے دے کر نکالی گئی فذا کو سہارا دینے کے علاوہ ریحان کے پاس کوئی چارہ نہ رہا اس کے دوست نے فوراً ہی چار لوگوں اور مولوی کا انتظام کر کے جھٹ پٹ ان کا نکاح پڑھوا دیا نہ ریحان کے حواس کام کر رہے تھے اور مظلوم فذا تو ویسے ہی بے حس اور سن سی ہو کر بے جان گڑیا بن کر رہ گئی تھی یہ شاید فذا سے نجات حاصل کرنے کا ان دونوں میاں بیوی نے پہلے ہی منصوبہ تیار کر رکھا تھا اور پھر گھر واپس جب ریحان فذا کے ساتھ آیا تو یوں اچانک گھر والے بھلا کیسے فذا کو قبول کر لیتے اور یہ سب باتیں فیضان کے حق میں جاتی تھیں۔

وہ جو سمجھ رہا تھا کہ فذا اور اس کے گھر والوں کے تعلقات اتنے اچھے نہیں ایک ہفتے میں باخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے تمام گھر والے فذا پر جان چھڑکتے تھے ایسے میں دونوں طرف غلط فہمی پیدا کرنا اور اپنے لئے راہ ہموار کرنا کافی لمبا اور صبر آزما کام تھا اور فیضان کے دل پر چھریاں چلتی تھیں جب وہ فذا اور ریحان کو ایک دوسرے کی سنگت میں خوش و خرم دیکھتا تھا۔

☆☆☆

''اگر میں اماں کو فذا کے خلاف کر دوں تو میرے لئے حالات زیادہ جلدی سازگار ہو جائیں گے فذا کے متعلق کوئی کمزوری ڈھونڈنی پڑے گی۔'' فیضان نے اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے سوچا۔

''فذا میری محبت سے منہ موڑ ہی نہیں سکتی ایک خوبرو ذہین کامیاب پرکشش اور دولت مند نوجوان کے ہوتے ہوئے وہ بھلا ایک عام سے سکول ٹیچر مرد کے ساتھ رہنے کو کیوں ترجیح دے گی جبکہ وہ اس سے سچی محبت بھی کرتا ہو، مجھے حالات کا رخ جلد از جلد اپنی جانب موڑنا ہوگا۔'' فیضان دل میں ارادہ کرتا ہوا اپنے کمرے سے لاؤنج میں چلا آیا جہاں اماں اکیلی صوفے پر بیٹھی تسبیح کر رہی تھیں۔

''اماں سب لوگ کہاں ہیں؟'' فیضان نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ بیٹا ردا اور فذا دونوں بازار گئیں ہیں اور لڑکیوں کی شاپنگ کا تو تمہیں معلوم ہی ہے دو تین گھنٹوں سے پہلے کہاں ختم ہونے والی ہے ردا اپنی شادی کی شاپنگ خاص فذا کی پسند سے کر رہی ہے اسے فذا کا چیزوں کے انتخاب پر بہت اعتماد ہے اور ویسے بھی فذا سے اس کی بہت دوستی ہے اس کے بغیر اور اس کی رائے شامل کیے بغیر

ردا بی بی کا کوئی کام نہیں ہوتا۔'' اماں نے مسکراتے ہوئے فیضان کو جواب دیا اور فیضان کو آج سے تقریباً پانچ سال پہلے فون پر اماں کا فذا کے خلاف آگ برساتا لہجہ یاد آ گیا، آخر ایسی کیا کایا پلٹ گئی جو پورا گھر ہی فذا کا گرویدہ ہو بیٹھا وہ اماں اور ردا کو باخوبی جانتا تھا جیسے ایک بار نہ پسند کرے اور جس کے خلاف ایک بار غلط رائے قائم کر لی تو پھر اپنی جگہ سے نہ ہٹیں کئی رشتے داروں سے اماں کی اسی وجہ سے ان بن تھی اور فذا نے کیا ایسا جادو کیا تھا خالی خدمت اور سلیقہ مندی سے اماں کا دل موم ہونے والا نہیں تھا اور آج فیضان کے پاس فذا کی غیر موجودگی میں یہ سب جاننے کا سنہرا موقع تھا پوری بات جان کر ہر جزئیات پر دھیان دے کر ہی وہ اپنے شیطانی منصوبے کو کامیاب بنا سکتا تھا۔

''اماں میں اتنے دنوں سے گھر پر ہوں میں نے کبھی آپ کی بہو کے کسی رشتے دار کو آتے جاتے نہیں دیکھا کیا وہ ابھی تک ریحان بھائی کی اپنی بیٹی سے خود ہی شادی کرنے پر ناراض ہیں۔'' فیضان کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ فذا کی دو بڑی بہنیں ہیں اور والدین بھی پھر بھلا اس کے چچرے بھائی اور بھابھی نے ریحان کو گھیر گھار کر فذا کو کیوں اس کے پلے باندھا، وہ اس معمہ کو بھی حل کرنا چاہ رہا تھا، اماں کی گود میں لاڈ سے سر رکھتے ہوئے فیضان نے اماں کو مکمل طور پر گھیرتے ہوئے پوچھا، اماں اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خاموش ہی رہیں۔

''کہاں کھو گئیں اماں، کیا سوچ رہی ہیں؟'' فیضان نے اماں کو چونکا دیا۔

''آہ بس بیٹا کیا بتاؤں فذا کے دکھ تو پتھر سے بھی آنسو نکال دے اب تمہیں کیا بتاؤں۔'' اماں نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''دکھ، کیوں اماں ایسا کیا ہوا؟'' فیضان چونکا۔

''اسی خاصی سکھ بھری زندگی گزار رہی ہیں محترمہ اتنا پیار کرنے والا سسرال ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا ریحان بھائی تو ہر وقت ہتھیلی کا چھالا بنائے پھرتے ہیں مانو آپ کے تو ہاتھ سے ہی نکل گئے ہیں فذا کے سوا انہیں اس گھر میں کچھ نظر ہی نہیں آتا اور اپنی نک چڑھی ردا جو کسی کو بھی خاطر میں نہ لائے ہر وقت بھابھی کے نام کی مالا جپتی ہے اور آپ کی بھی وہ بے حد چہیتی ہے بلکہ پانچ سال کا عرصہ ہو گیا اور گھر بچوں کی قلقاری سے ابھی تک سونا ہے میری تو بڑی خواہش تھی کہ جب میں گھر آؤں تو کوئی اپنی پیاری اور توتلی زبان میں چاچو کہہ کر پکارے اور چاچو جی جان سے اس کی ہر خواہش پوری کر کے اسے خوب بگاڑے، اماں پانچ سال کا عرصہ بہت ہوتا ہے آپ کو ریحان بھائی کی ویران زندگی پر ترس نہیں آتا میری شادی کے بجائے آپ کو ریحان بھائی کی دوسری شادی کا سوچنا چاہیے۔'' فیضان نے قدرے جلد بازی میں اپنا وہ پتہ بھی پھینک دیا جو جیتنے کے لئے ماہر تاش باز سنبھال کر رکھتا ہے تاکہ آخر میں اس پتے سے بازی جیت سکے وقت سے پہلے وہ اسے کبھی شو نہیں کرتا۔

''ہوش میں رہ کر بات کر فیضان، فذا پر ایسے ظلم کا میں سوچ بھی نہیں سکتی۔'' اماں فیضان کی بات پر مشتعل سی ہو گئیں۔

''ہوش میں رہ کر کیا بات کرنی ہے اماں آخر کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں محترمہ میں دفعہ کریں فون پر آپ نے ہی روتے ہوئے کیسے ریحان بھائی کی شادی کا بتایا تھا آپ کا وہ دکھ بھرا لہجہ بھولا نہیں کیسے انہوں نے ریحان بھائی کو شادی سے پہلے اپنی اداؤں سے پھانسا اور بے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وقوف بناتے ہوئے شادی کر لی اور پھر ستی ساوتری کا ڈرامہ رچاتے ہوئے انہیں ہی نہیں آپ سب گھر والوں کو اپنے قابو میں کرلیا میری نظر میں ہے ایک رشتہ ریحان بھائی کے لئے میں اپنے بھائی کا گھر بچوں سے آباد دیکھنا چاہتا ہوں اللہ نے ریحان بھائی کو آپ لوگوں سے چھیننے کی اچھی سزا دی محترمہ کو کہ اولاد سے محروم رکھا اب ان سے بھائی کے ہاں بچے نہیں ہونے والے طلاق دلوائیں اور بھائی کی دوسری شادی کر ڈالیں۔"

فیضان کا تو جیسے دماغ ہی گھوم گیا تھا اتنی صبر سے پلاننگ کرنے والا اچانک ہی بے صبرا ہو کر اپنے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھوتے ہوئے جذباتی پن سے جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا وہ تنگ آ چکا، فذا کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے اور اس کے دل پر چھریاں چلتی تھیں جب فذا اور ریحان آپس میں مطمئن اور خوش و خرم نظر آتے تھے ریحان بھائی کی چاہت لٹاتی نظریں اور فذا کا پر سکون انداز اس کے دل میں آگ لگاتا تھا اور اسی آگ سے اس نے اماں کے سامنے فذا کے دامن کو جلانا چاہا اور بدلے میں جو کچھ اماں نے اسے بولا وہ خود جل کر خاکستر ہو گیا راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گیا۔

"بکواس بند کر اپنی بغیر سوچے سمجھے نہ جانے کیا کیا بولے جا رہا ہے۔" اماں نے نہایت غصے سے فیضان کو تھپڑ مارتے ہوئے کہا ان کی آنکھوں سے گویا شرارے نکل رہے تھے، فیضان جو موبائل پر ایک بار پھر مخصوص نمبر سے آتی کال کو منقطع کر رہا تھا اماں کے اتنے جارحانہ انداز پر اپنی جگہ ششدر و جامد بیٹھا رہ گیا۔

☆☆☆

وہ رات فیضان نے گویا انگاروں پر لوٹتے ہوئے گزاری تھی اماں نے فذا کے متعلق جو حقیقت بیان کی تھی اور فیضان جو دل میں ارادے رکھتا تھا خود اپنی نظروں سے ہی گر کر رہ گیا تھا، دل کی دنیا تہہ و بالا ہو کر رہ گئی تھی وہ جو ہمیشہ زندگی کو بہت پلاننگ کے ساتھ گزارتے ہوئے کامیاب ہوتا آ رہا تھا آج قدرت نے فذا کی صورت میں اسے اس کے زعم اور غرور کے سامنے منہ کے بل گرایا تھا تقدیر نے گویا اس کا گڈ پلانز ہونے کا زعم اس سے چھین لیا تھا ایک بار پھر اس کے دماغ میں اماں کی غصیلی اور نم آواز گونجنے لگی تھی۔

"تو نے فذا کے متعلق ایسا سوچا بھی کیوں تیری ہمت کیسے ہوئی ارے ہوگا تو اپنی زندگی میں کامیاب پر آج مجھے اپنی تربیت پر افسوس اور تیرا اپنی اولاد ہونے پر دکھ ہے بغیر جانے سمجھے تو اتنی گھٹیا بات کر کیسے سکتا ہے اور تجھے حق کیا پہنچتا ہے ریحان اور فذا کے معاملے میں دخل دینے کا، وہ غریب تو بہت دکھی ہے، شادی سے پہلے جو حادثے اس پر گزرے سو گزرے شادی کے بعد بھی جو حادثہ گزرا اس نمانی نے اسے بھی ہنس کر جھیلا ہے میں تو کیا پورا گھر اُس کا احسان مند ہے جس طرح وہ ریحان کو دوبارہ زندگی کی جانب لائی یہ صرف وہ ہی باہمت کر سکتی ہے۔" اماں غصے بھرے لہجے میں قدرے سانس لینے کو رکیں اور گال پر ہاتھ رکھے ساکت فیضان کے گلے سے لفظ ٹوٹ کر ادا ہوئے۔

"ک...... ک...... کیسا حادثہ؟ مجھے تو آپ نے ایسا کچھ نہیں بتایا، میں تو سمجھا کہ......"

"ارے تو کیا سمجھے گا تجھے کیا معلوم، فذا کی بڑی بہن کے ولیمے کے روز سوائے فذا کے، جسے بے حد تیز بخار تھا اس کے والدین اور دوسری بہن ولیمے پر گئے تھے دلہن اور دولہا کو لینے، واپسی پر پروین بس سے ٹکرا گئی اور وہ چاروں دلہا سمیت

اس حادثے میں چل بسے فذا کی چچا زاد بھائی امجد خود ریحان کا دوست تھا کہ علاوہ اس دنیا میں اور کوئی قریبی رشتے دار نہیں وہ اپنی فیملی کے ساتھ فذا کے اکیلے رہنے کی وجہ سے اس کے گھر اٹھ آیا اصل میں تو کرائے کا مکان چھوڑ کر مفت کے مکان میں وہ رہنے لگے پر لالچ کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اس ڈر سے کہ فذا کی جہاں کہیں شادی ہوگی اس کا شوہر یا خود فذا اپنے گھر کا مطالبہ نہ کر دے امجد کی بیوی نے یہ سارا منصوبہ تیار کیا اور اپنے شوہر کو بھی شامل کر لیا اس روز جب ریحان نے مار کھاتی ہوئی فذا کو انسانی ہمدردی کے تحت بچانا چاہا اور دونوں میاں بیوی نے طے شدہ منصوبے کے تحت ریحان کو گھیر کر اسی وقت فذا کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کر ڈالا، امجد کی بیوی نے قسم کھاتے ہوئے کہا تھا کہ اس نے دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے اس نے بے حد گھٹیا اور شرم ناک الزام لگایا تھا سیدھا سادھا پولیس کیس بن رہا تھا محلے کے لوگ بھی تماش بین بنے اس تمام منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور ریحان کے گرد گھیرا تنگ ہو گیا تھا مجبوراً کوئی چارہ نا پا کر ریحان فذا کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور ہو گیا تھا، امجد ریحان کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا اتنی ذلت و رسوائی کے بعد فذا اور ریحان کبھی اس محلے کا رخ نہ کرتے کجا فذا اپنے گھر کا مطالبہ کرتی اپنا حق جتاتی۔"

"ہاں شروع میں ہم سب فذا سے اکھڑے رہے تھے اور شاید کبھی دل سے اسے قبول نہ کرتے چاہے وہ جتنی بھی خدمت کرتی، صبر سے رہتی لیکن یہ سچ ہے کہ میں فذا کو کبھی دل سے بہو کا وہ درجہ نہ دیتی جو میں ریحان کے لئے خود اسے بیاہ کر لاتی لیکن نکاح کے دو ماہ کے بعد ہی ایک حادثے نے کایا پلٹ دی، ریحان نے نکاح کے بعد فذا کو دل سے قبول کیا تھا، اس حادثے سے سنبھلنے کے بعد ریحان نے مجھے خود بتایا تھا اس حادثے نے تو میرے ریحان کو اجاڑ کر رکھ دیا تھا وہ تو اپنی زندگی سے مایوس اور بد دل ہو چکا تھا یہ تو فذا ہی تھی جس نے اس پہاڑ جیسے دکھ کو سہا ہی نہیں صبر لگن اور انتھک محنت سے ریحان کو بھی اس حادثے کے اثرات سے نکالا۔"

"آہ! فیضان تجھے کیا بتاؤں اس روز امجد روتا ہوا ہمارے گھر آیا وہ جو اس زندگی کو دائمی سمجھ کر ایک یتیم کا مال ہڑپ کر کے بیٹھے تھے ایک یتیم کو ذلیل و رسوا کر کے اس کے گھر پر قبضہ کیے بیٹھے تھے اس روز مجھے علم ہوا کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے اور تو بھی اس سے ڈر امجد نے بتایا کہ اس کی بیوی کو ڈاکٹر نے جگر کا کینسر تشخیص کیا ہے وہ بھی آخری اسٹیج پر ہے اور اب وہ اتنا پچھتاتی ہے کہ یہ سب ایک مظلوم کی آہ کا اثر ہے اور مرنے سے پہلے وہ ہاتھ جوڑ کر فذا سے معافی مانگنا چاہتی ہے وہ اس روز فذا کو ہسپتال لے جانے آیا تھا جہاں پر اس کی بیوی کی جان اٹکی ہوئی موت اس پر آسان ہونے کا نام نہ لے رہی تھی، امجد نے ہاتھ جوڑ کر اس طرح سے التجا کی کہ ہم سب کے دل پسیج گئے اور فذا تو ہے ہی نرم دل کی مالک فوراً ہی ہسپتال جانے کو تیار ہو گئی، ریحان اور فذا امجد کے ساتھ اس کے کار میں ہسپتال روانہ ہو گئے کہ سامنے سے آتے ہوئے ٹرک سے ٹرک ڈرائیور کی غفلت سے گاڑی کا حادثہ ہو گیا قدرت خدا سب کو معمولی چوٹیں آئیں پر ریحان میرا بچہ......" اماں اتنا کہہ کر پھپھک پھپھک کر رو پڑیں اور فیضان جو فذا کے دکھ سن کر پانی پانی ہو رہا تھا خود میں اتنی ہمت بھی نہ پا سکا کہ پوچھ سکے ریحان بھائی کو کیا ہوا۔

"ٹرک ریحان والی سائیڈ سے ٹکرایا تھا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ریحان کا نچلا دھڑ بوری کی طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرایا امجد ہی ریحان کو ہسپتال لے کر پہنچا اور پھر امجد کے سامنے ہی ڈاکٹر نے ریحان کا آپریشن کرنے کے بعد ہمیں بتایا کہ ریحان اب باپ بننے کے قابل نہیں رہا اور یہ بھی کہ وہ شاید کچھ عرصہ چل بھی نہ پائے ایک قیامت تھی جو اس وقت ہم سب پر ٹوٹی، سوچ اس وقت فذا پر کیا بیتی ہوگی امجد آیا تھا بعد میں اور فذا سے اس نے دوٹوک بات کی تھی اور فذا نے جو ریحان کو اس بات سے بے خبر رکھا اور ہم سب کو اس بات کو پوشیدہ رکھتے ہوئے وہ ریحان کی خدمت اور دلجوئی میں لگی تھی اس دن امجد ریحان کے سامنے چپ نہ کرا سکی اور امجد نے سفاکانہ لہجے میں ریحان کو بتا دیا کہ وہ اب باپ نہیں بن سکتا لہٰذا اس کی بہن کو اس بندھن سے آزاد کرا دے کہ ماں بننا ہر عورت کا حق اور دلی آرزو ہوتی ہے ریحان اپنی معذوری سے فذا کو نہ باندھے نہ پوچھ اس روز وہ قیامت جو ہم نے جھیلی ریحان تو دکھ اور غم سے نڈھال کیا نیم جان ہو کر رہ گیا اور فذا کی محنت بھی اکارت گئی وہ تو اسی وقت فذا کو طلاق دینے لگا تھا فذا نے ریحان کے پاؤں پکڑ کر روتے ہوئے اپنی محبت کا واسطہ دیتے ہوئے اسے باز رکھا اور اس کے بعد ریحان کے غصے، چڑچڑے پن اور تلخ و ترش رویے کو صبر سے سہتی رہی پر لبوں سے مسکراہٹ جدا نہ کی بچی نے، میں تو خود ریحان کے ڈپریشن سے گھبرا کر رو پڑتی تھی پر فذا نے ہمت نہ ہاری اور اپنی محبت کا یقین دلا کر ہی چھوڑا، آخر کب تک فذا کی صورت میں موجود نعمت سے منہ موڑتا مان گیا اور اس ڈپریشن سے نکل کر پھر سے نارمل زندگی گزارنے لگا اور یہ سب فذا کی وجہ سے اب بتا کیسے ظلم کروں میں اس پر ہم سب گھر والے تو دل سے مقروض ہیں اس کے اور ہمارے سر جھکے ہوئے ہیں اس کی چاہت کے آگے مگر اس نے کبھی ایسی باتوں کو نہیں جتلایا اور آئندہ اگر تم نے فذا کے بارے میں کوئی الٹی سیدھی بات کی تو میں تجھے اس گھر سے ہی نکال دوں گی سمجھا۔'' اماں نے روتے ہوئے کہا اور غصے سے اپنے کمرے کی جانب چلی گئیں اور فیضان جہاں کا تہاں بیٹھا رہ گیا۔

☆☆☆

تھا یقین کہ آئے گی یہ راتاں کبھی
تم سے ہوئے گی ملاقاتاں کبھی

ڈھولکی کو خوب پیٹتے ہوئے لڑکیاں ایک گول دائرہ بنائے خوب زور و شور سے یہ گانا گانے میں مگن تھیں اور لیمن کلر کا لمبا سا فراک چوڑی دار پاجامے کے ساتھ پہنے سائیڈ پر اپنی لمبی سی چوٹی ڈالے جس میں گیندے کے پھولوں کو پرویا گیا تھا اور پھولوں کا ہی زیور پہنے سر جھکائے فذا بے حد دلکش لگ رہی تھی اس کی جھینپی جھینپی سی شرمیلی مسکراہٹ اس کے دل کا اطمینان ظاہر کر رہی تھی آج مہندی کی رسم تھی اور جب سے فذا کو لا کر بٹھایا گیا تھا محفل میں ایک خوشی اور جوش بڑھ سا گیا تھا۔

فیضان نے مسکراتے ہوئے ایک بار پھر سر جھکائے سات سہاگنوں سے مہندی ہتھیلی پر لگاتی فذا کی جانب دیکھا وہ بے حد پاکیزہ نظر آ رہی تھی فیضان کا دل کل کی آنے والی حسین ساعت کے بارے میں سوچ کر تیزی سے دھڑکا کل اس کی زندگی کا اہم ترین فیصلہ کن دن تھا کل فیضان کی شادی اور آج اس کی مہندی کی رسم ادا کی جا رہی تھی دل بے ایمان نے ایک بار پھر فذا کے خوبصورت سراپے کو نظروں کے ذریعے مقید کرنے کی ضد کی جس سے گھبرا کر فیضان نے

اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھائے کہ اس کے دو کزنز اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے مایوں کی سیج پر بیٹھی فذا کے پہلو میں زبردستی جا بٹھایا اور فیضان کوئی جائے فرار نہ پا کر ڈھیلے سے انداز میں بیٹھا رہ گیا اس کے بعد شریر جملوں شور و غل اور تالیوں کے ساتھ فیضان کی مہندی کی رسم ادا کی جانے لگی وہ بھی ہر چیز بھلا کر اس رسم کو انجوائے کرنے لگا اور ہر جملے کا اسے بھی شریر جواب دینے لگا اور جب بات فذا پر آتی تو شرمائی جھینپی سی فذا شرم سے اور دوہری ہوتی چلی جاتی اور یہ سب دیکھ کر فیضان کے دل میں سکون بھرتا جا رہا تھا۔

کتنی تگ و دو کرنی پڑی تھی فیضان کو اپنی اصل منزل پانے کے لئے وہ لڑا تھا گھر والوں سے سماج سے پر اس سے زیادہ خود سے اپنے دل سے اور آخر کار وہ جیت گیا تھا، وہ جیت کے نشے میں چور تھا اس نے جو چاہا پا لیا تھا۔

''ارے اب بھابھی بھی تو فیضان بھائی کو تیل اور مہندی لگائے نا۔'' ردا کی چہکتی آواز پر کسی کزن کی شریر بات کا شریر جواب دیتے ہوئے فیضان چونکا اور سب کے پرزور اصرار پر جب فذا نے بائیں جانب بیٹھے فیضان کے سر پر تیل لگانا چاہا تو فیضان ہر بار ہاتھ بڑھا کر فذا کی تیل لگانے کی کوشش کو اِدھر اُدھر کر کے ناکام بنا دیتا۔

''اوہ بھائی لگوا بھی لیں تیل کیوں بھابھی کو تنگ کر رہے ہیں آگے ہی اتنی گھبرائی اور شرمائی ہوئی سی ہیں۔'' ردا فذا کی مدد کے لئے آگے بڑھی۔

''اس کے لئے میری ایک شرط ہے۔'' فیضان نے شریر مسکراہٹ سے فذا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''فذا کوئی شرط نہ ماننا۔''

''ارے فذا ہاتھ بڑھا کر تیل لگا دو جلدی سے۔'' چاروں جانب سے فذا کو مشورے دیئے جانے لگے ردا نے ہاتھ اٹھا کر بمشکل سب کو چپ کروایا اور فیضان سے پوچھا۔

''کیا شرط ہے بتائے جلدی سے ہمیں اور بھی کام ہیں اور آپ کی وجہ سے ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔'' ردا جس نے اپنی شادی ضد کر کے ایک ہفتہ آگے رکھوائی تھی تا کہ وہ اپنے بھائی کی شادی کو خوب آرام سے انجوائے کر سکے، جلدی سے فیضان سے پوچھا۔

''سب سے پہلے یہ ریحان بھائی کو تیل اور مہندی لگائیں پھر مجھے۔'' فیضان کی شرارت پر سب کا قہقہہ بلند ہوا جس میں سب سے زیادہ بلند قہقہہ ریحان کا تھا۔

''بھئی ہم تو حاضر ہیں بیوی سے رسم کروانے کو پر ڈر ہے محترمہ شرماتے ہوئے بے ہوش ہی نہ ہو جائے۔'' فذا کے دائیں پہلو میں بیٹھے ریحان نے فذا کے شرمائے گھبرائے دلکش سراپے کو پورے استحقاق سے نظروں میں بھرتے ہوئے شریر انداز میں کہا۔

فذا نے جلدی سے اپنی گلابی پوروں کو تیل کی پیالی میں ڈبو کر ایک ہی پل میں ریحان کے سر کے اگلے بالوں کو چھوا اور اسی طرح سے فیضان کو تیل لگا کر سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اسٹیج سے اتر کر اندر کمرے کی جانب دوڑ گئی ریحان بھائی بھی فوراً اس کے پیچھے لپکے عقب سے آتے ذومعنی جملوں کی پرواہ کیے بغیر۔

''ارے بھائی، بھابھی بات تو سنیے مہندی تو لگا دیں۔'' فیضان نے ہنستے ہوئے پیچھے سے دونوں کو پکارتا رہ گیا۔

رسم ختم ہونے کے بعد وہ اپنے کسی کزن کی شرارتی بات کا شوخ جواب دیتے ہوئے ہنستے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوئے اپنے کمرے میں چلا آیا، لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی مسکراہٹ چہرے سے غائب ہوگئی اور دکھ کا سایہ لہرا سا گیا تنہائی ملتے ہی دل کا درد سوا ہوا تھا وہ میٹھی میٹھی چبھن جو سینے میں متواتر ہو رہی تھی جسے نظر انداز کیے وہ چہرے بناوٹی خوشی سجائے محفل جاں بنا ہوا تھا اب اس میں اضافہ ہو چلا تھا اور پھر اس درد کو اس نے آنسوؤں کے ذریعہ بہا دینا چاہا درد میں کچھ تو افاقہ ہو یہ سچ تھا کہ فذا کے متعلق ساری حقیقت جان کر اس کے دل میں اس کے لئے عزت ہی عزت بھر گئی تھی اسے دیکھتے ہوئے نظروں میں احترام اتر آتا تھا تبھی تو نگاہیں خود بخود جھک جاتی تھیں، یہ بھی سچ تھا کہ وہ اب فذا اور ریحان کو ایک دوسرے کے ساتھ خوش دیکھ خوش ہوتا تھا اور یہ بھی سچ تھا کہ اس نے اس روز موبائل پر مخصوص نمبر سے آتی کال نہ صرف اٹینڈ کر لی تھی بلکہ دوسری جانب موجود ہستی کو اس کی زندگی کی نوید بھی سنا ڈالی تھی اس نے ہاجرہ سے شادی کرنے کا فیصلہ کر ڈالا تھا اور یہ کوئی وقتی یا جذباتی فیصلہ نہ تھا فذا کی کہانی انجانے میں اسے اس کی کوتاہیوں کا آئینہ دکھا گئی تھی اور آئینے میں جو چہرہ فیضان کو نظر آرہا تھا وہ ہرگز خوبرو یا دلکش نہ تھا وہ تو ایک عیار، مفاد پرست انسان کا سیاہ چہرہ تھا اور فیضان اس چہرے کے ساتھ کبھی جی نہ پاتا دوسروں کو خوش رکھ کر دوسروں کے لئے جی کر، دوسروں سے مخلص ہو کر ہی آپ ایک مطمئن اور آسودہ زندگی گزار سکتے ہیں اور یہ بھی سچ تھا کہ اس نے پہلی اور آخری بار فذا کو چاہا تھا دل اس کی جدائی سے مضطرب تھا لیکن جب ہاجرہ کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا جیسے دل مضطرب کو قرار آگیا تھا اور میں گھر والوں کو خاص طور پر اماں کو منانے میں کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا تب فیضان کے کہنے پر فذا نے مل کر اماں ابا کو راضی کرنے میں مدد کی تھی اور فیضان کو تو اس محاذ پر جیتنا ہی تھا کیونکہ اس کی نیت نیک اور صاف تھی اسے اب کسی بہترین پلاننگ کی ضرورت نہ تھی اس نے سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا تھا اور اللہ نیتوں کے حال جانتا ہے۔

اور دوسری جانب فذا نے شکرانے کے نفل ادا کیے تھے اور سجدے میں اپنے اللہ کا شکر بجا لائی تھی کہ اللہ نے اسے کسی مصیبت میں ڈالے بغیر اس آزمائش سے نکال لیا تھا، وہ آزمائش جو فیضان کی صورت میں اس پر ڈالی گئی تھی شروع شروع میں وہ فیضان کے دوستانہ بلکہ کسی حد تک فری رویے پر حیران ہوئی تھی وہ بے حد جاذب نظر شخصیت کا مالک تھا بلکہ سحر انگیز شخصیت کا مالک تھا یہ سچ تھا کہ کوئی بھی لڑکی اس کی مقناطیسی شخصیت سے متاثر ہو جاتی وہ تو کسی بھی لڑکی کے خوابوں کا شہزادہ ہو سکتا تھا جانے انجانے میں وہ فیضان اور ریحان کی شخصیت کا موازنہ کرنے بیٹھ گئی تھی عورت مرد کی نظر کو خوب پہچانتی ہے فذا نے فیضان کی نظروں میں اپنے لئے کچھ انوکھا جذبہ محسوس کیا تھا لیکن وہ ششدر رہ گئی تھی جب اس نے فیضان کو ہنڈیا میں نمک انڈیلتے دیکھا تھا وہ اس کی اس حرکت پر پریشان ہو اٹھی تھی اور اپنے کمرے میں آکر یونہی پریشانی میں ایک رسالے کی ورق گردانی کرنے لگی تھی کیا فیضان اسے گھر والوں کی نظروں سے گرانا چاہتا تھا مگر کیوں؟ اس سوال کا جواب اسے مل نہیں پا رہا تھا اور پھر لاشعوری طور پر الجھے ذہن کے ساتھ ریحان اور فیضان کا تقابل کرتے ہوئے بھی وہ اسی سوال کا جواب سوچ رہی تھی کہ آخر فیضان نے یہ حرکت کی کیوں تبھی یونہی رسالے پر موجود ایک حدیث پر اس کی نظر پڑی جس میں لکھا تھا

کہ ''دیور موت ہے'' اور گویا یہ حدیث اس کے سوال کا جواب تھی وہ چونک اٹھی اور چند لمحے پیشتر جو وہ ریحان اور فیضان کا تقابل کر رہی تھی اس پر جی بھر کر شرمندہ ہوئی وہ ریحان کا مقابلہ کسی کے ساتھ کرے ہی کیوں ریحان جس نے مشکل ترین حالات میں اسے عزت دی تھی جب اس کے اپنے اس کی عزت اچھال رہے تھے تب وہ ریحان ہی تھا جو چاہتا تو اس پر الزام رکھتے ہوئے جائے فرار ڈھونڈ لیتا مگر اس نے آگے بڑھ کر اس پر اپنے نام کی عزت کی چادر ڈال دی تھی اور پھر نکاح کر کے گھر لا کر وہ اسے بھولا نہیں تھا بلکہ گھر والوں کے سامنے بھی ڈٹ گیا تھا اس کے کردار پر اس نے کبھی نہ خود انگلی اٹھائی تھی اور نہ کسی اور کو اجازت دی تھی گھر والوں اور اس کے غم پر وہ اس کی ایک مہرباں دوست کی طرح دلجوئی کرتا تھا میاں بیوی کا رشتہ قائم کرنے سے پہلے ریحان نے اس کے ساتھ دوستی کا اعتبار کا اور پیار کا رشتہ قائم کیا تھا اور محض چند دنوں میں ہی وہ ریحان کی محبت کی اسیر ہو گئی تھی اس کا ادراک اسے ریحان کے ساتھ ہونے والے حادثے کے بعد باخوبی ہوا تھا جب امجد نے طلاق کی بات کی تھی اس کی جان حلق میں اٹک آئی تھی وہ ریحان کے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی، وہ جان گئی تھی کہ اللہ نے اگر اس سے کچھ انمول رشتے ایکسیڈنٹ میں چھینے تھے تو ریحان اور اس کے گھر والوں کی صورت خوبصورت رشتے عطا بھی کر دیئے تھے پرسکون جھیل میں تلاطم تو فیضان کی آمد سے آیا تھا لیکن حضور پاک کی حدیث نے سب راز منکشف کر دیئے تھے وہ جان گئی تھی کہ فیضان اسے پسند کرنے لگا ہے اور اب اس طرح کی حرکتوں سے گھر والوں کو اس سے بد دل کر کے اور غلط فہمی پیدا کر کے اپنی راہ ہموار کرنا چاہتا تھا تبھی وہ ہوشیار ہو گئی تھی وہ اپنی خوش قسمتی کو اپنی بے خبری سے بدقسمتی میں نہیں بدلنے دے گی اور دوسرے دن جب فیضان نے سب کی موجودگی میں اتنا خوبصورت اور قیمتی نیکلس اسے تحفے میں دیا تو وہ اس کی نیت کو اور اچھی طرح سمجھ گئی تبھی اس نے وہ ردا کو دے دیا یہ فیضان کو باور کروانے کا سنہری موقع تھا کہ جو غلط عزائم وہ رکھتا ہے انہیں وہ ترک کر دے اس نے فیضان کو یہ کبھی احساس نہ ہونے دیا کہ وہ اس کی بدنیت سے واقف ہو چکی ہے ورنہ وہ اور شیر ہو جاتا اس نے اماں کی سلی ہوئی قمیض کو جلدی سے چھپا کر اپنے کمرے میں لے جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ اسے احساس کرائے بغیر اس کی ٹوہ رکھتی تھی تبھی جھٹ سے اپنے سوٹ سے قمیض سی دی تھی اسی طرح سالن جب بھی پکاتی چکھتی ضرور اور انتہا سے زیادہ مرچیں ہونے پر اس نے دوسرا سالن بنا لیا تھا اور گوشت نہ گلنے کا بہانہ کر دیا تھا لیکن حقیقت میں وہ ان سب باتوں سے پریشان ہو گئی تھی ریحان بھی ان دنوں اس کی الجھی طبیعت کو محسوس کر گیا تھا حادثے کے بعد ریحان بہت مایوس ہو گیا تھا فذا کی جانب سے تھوڑی سی بھی لاپروائی پر وہ بد دل ہونے لگتا تھا وہ ریحان کو فیضان کے متعلق بتانا تو کجا اس کی حرکتوں کی بھنک بھی نہیں لگنے دینا چاہتی تھی ریحان جب ڈپریشن ہوتا بچوں کی کمی محسوس کرتا تو ظالمانہ حد تک منفی سوچوں کو اوڑھ لیتا فذا کو ڈر تھا کہ فذا کی زندگی کو مکمل کرنے کے لئے وہ کہیں خود ہی اسے فیضان کو نہ سونپ دے اگرچہ ایک ناممکن اور بے حد گری ہوئی حرکت ہوتی لیکن تقدیر اگلے پل کیا رخ موڑے کیا خبر، ان دنوں میں فذا کے سجدے لمبے ہو گئے تھے اپنے اللہ کے سوا وہ نہ تو کسی سے حال دل کہہ سکتی تھی اور نہ ہی کسی اور سے مدد

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

وفائے سو کا نور

سیما بنت عاصم

Downloaded From paksociety.com

مانگ سکتی تھی اور یہ اس کی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ فیضان اچانک بدل گیا تھا اور اس نے ہاجرہ سے شادی کرنے کا نا صرف اعلان کر دیا تھا بلکہ سارے گھر کی مخالفت پر ڈٹ گیا تھا اور فذا کو بھی اس نے مدد کے لیئے کہا تھا فذا تو خود اس آزمائش سے نجات چاہتی تھی تبھی نرمی سے، طریقے سلیقے سے اس نے گھر والوں کو فیضان کی بات ماننے پر راضی کیا تھا ورنہ اماں تو فیضان کے لئے امیر، خوبصورت اور کم عمر بہو لانے کے خواب دیکھ رہی تھی پوری برادری فیضان کی شادی پر حیران ہوئی ان کے خوبرو ذہین اور اتنی اچھی نوکری پر لگے بیٹے کے لئے کسی امیر اور خوبصورت لڑکی سے ہی بیاہ ہونا چاہیے تھا ہاجرہ کے ساتھ شادی پر ساری برادری اماں کی عقل پر چہ مگوئیاں کرتی مگر بالآخر انہیں فیضان کی ضد کے آگے ہار ماننا پڑی تھی۔

اور آج مہندی کی رسم پر فیضان نے فذا اور ریحان کی مہندی کی رسم ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا سب رشتے داروں کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا گیا تھا کہ ریحان بھائی کی شادی پر وہ یہاں موجود نہ تھا اور پھر فذا کے گھر والوں کے حادثے میں ہلاک ہونے کے باعث ان کا نکاح بس سادگی سے ادا ہوا تھا اور رشتے داروں کو شادی پر مدعو نہیں کیا گیا آج اس کا ازالہ کیا جا رہا ہے لہٰذا فیضان کے ولیمے کے ساتھ ساتھ ریحان کا ولیمہ بھی ادا کیا جائے گا جس پر حاضرین محفل خوش اور مزید شوخ ہو گئے فذا کے چہرے پر جھلملاتے رنگ اور ریحان کی نرم و شریر مسکراہٹ دیکھ کر فیضان کے دل میں سکون اترا تھا۔

اور پھر سیج پر دلہن بنی ہاجرہ سے جہاں اس نے ہمیشہ اپنی الفت کا یقین دلایا تھا وہی اس نے ہاجرہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا، اگر وہ چاہے اور اس کی مرضی ہے تو وہ اللہ کے حکم سے جو اولاد اللہ انہیں عطا کرے وہ اسے ریحان بھائی اور فذا کو سونپنا چاہے گا اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنی پہلی اولاد ریحان بھائی اور فذا بھابھی کو دے دیں گے پھر اس نے مختصراً فذا اور ریحان کے ساتھ گزرے حادثات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی بتایا تھا کہ شروع میں سب گھر والوں کو خاص طور پر اماں کو ہاجرہ کے ساتھ شادی پر اعتراض تھا مگر اماں کو فیضان کے کہنے پر فذا نے ہی بڑی مشکلوں سے منایا تھا اور اب ان کا فرض بھی بنتا تھا کہ جس کی وجہ سے ان کی زندگی پر بہار ہوئی ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے اپنی پہلی اولاد انہیں دے کر ان کی زندگی بھی پر بہار کر ڈالے اور ہاجرہ کو اپنی قسمت پر ناز ہوا تھا کہ اس کا شوہر صرف ظاہری طور پر ہی نہیں باطنی طور پر بھی بے حد خوبصورت ہے اور اسے فیضان کی خواہش کو پورا کرنے پر کوئی اعتراض نہ تھا اور فیضان جو اپنی گمراہ کن سوچ کے سبب فذا کی زندگی تباہ کرنے چلا تھا اس راہ سے ہٹ کر اب ہاجرہ کی سنگت میں اپنی راہ پر چلتے دل سے مطمئن تھا محبت کی نا آسودگی اب اسے تڑپاتی نہ تھی اور پھر جب سال بعد اللہ نے اسے جڑواں بیٹیوں سے نوازا تھا تو دل سے اسے یقین ہو گیا تھا کہ کاتب تقدیر اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں اور اپنی پہلے دن کی بیٹی ریحان اور فذا کو سونپتے ہوئے جہاں اس کا دل اور ہاجرہ کے چہرے پر سکون تھا وہیں سب گھر والوں کے ساتھ ساتھ فذا اور ریحان کے چہرے جگمگاتے دیکھ کر فیضان کا دل بے اختیار پکار کر یہ گواہی دے رہا تھا کہ اس کائنات کو چلانے والا سب سے بڑا اور بہترین پلانر صرف اور صرف اللہ ہے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

انعام کی رقم ہاتھ میں آتے ہی صبا کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا تھا، پانچ سو کا سبز کڑ کڑاتا نوٹ۔

یونہی کسی اخبار کے انعامی سلسلے کے جوابات یہاں وہاں کی جوڑ توڑ سے ارسال کرتے سمے ''تکا'' لگ جانے کا گمان تک نہ گزرا تھا۔

ہزار نام تھے...... صبا کے لئے نام چھپ جانا بھی کم نہ تھا، اب تو اس جیت کی خوشی پر بھی دھول پڑ چکی تھی، انعام کی رقم ہاتھ میں آتے ہی اک لہر سی دوڑ گئی تھی۔

''پانچ سو کا نوٹ، سوچا جائے تو صرف ہزار، خرچ کرنے نکلو تو خاک۔'' کتنی تشنہ خواہشات سسکنے لگی تھیں۔

ایک نہ دو...... تین سال ہو گئے تھے، بے روزگاری کا عذاب جھیلتے، اچھے بھلے بڑے بھیا، خواہ مخواہ ڈاؤن سائزنگ کی زد میں آ گئے۔

جمع جتھا سال بھر میں ٹھکانے لگا، مگر تب امیدیں جواں، حوصلے بلند تھے، اب تو جا بجا سر پھوڑ کر ہار رہے تھے، خدا جھوٹ نہ بلوائے تو تین سالوں سے بازار کا منہ تک نہ دیکھا تھا۔

سوچنے بیٹھی، لان کا سوٹ نہ سہی، شرٹ کا پیس سہی، شلواریں پرانی دھرانی گھسیٹ لوں گی، عید کے دوسرے دن بھانجے بھانجیاں، بھتیجا، بھتیجی، عیدی کے لئے دامن گھسیٹیں گے۔

''اف خدایا کیا کروں؟''

رمضان میں مہنگائی آسمان سے باتیں کرتی، امی شوگر دل کی مریضہ، صبا، چھوٹی اور بھیا باقاعدہ تھے، سبزی فروٹ پر بھاؤ بڑھے تو مرغی پہ گر گئے، دو ڈھائی کلو مرغی پاؤ پاؤ کر کے کئی وقت چل گئی، وہ دونوں افطار سے ہی سیر ہو جاتیں۔

رات کے لئے تین روٹی پکتی، ایک امی، دو بھیا، بھیا تراویح سے لوٹ کر امی کے ساتھ کھانا کھاتے، اس نے ابا کی جگہ ہمیشہ بڑے بھیا کو ہی دیکھا تھا، ابا کے نام پر بس اک کمپلیکس تھا، جانے کیسے رہے ہوں گے اور بھیا! گہرے سمندر جیسے خاموش، پتا ہی نہ چلتا، ان کے اندر کیا کچھ ہے۔

اک چھوٹا تھا، عید کے عید آتا، کھا پی کر نکل جاتا، خیر سے دو بچوں کا باپ تھا، وہ بھی اس لئے کہ کمپنی کے مالک نے ''ہونہار سپوت'' کیش کر لیا تھا، گاڑی، فلیٹ، سب کچھ تھا، پھر کاہے کو ان کی دردسری پالتا، کوئی ایک جنجال تھا۔

اسی شام امی کی تفکرات کو ہوا ملی۔

گرمی شدید تھی اور پیڈسٹل خراب ہو گیا تھا، چار سو کا خرچ تھا، دودھ والے کو اس بار پانچ سو کم پڑے تھے، وہ صبح یاد دلا رہا تھا، امی نے ذکر کیا، صبا نظریں چرا گئی۔

وہ خود بھی شاید صبا کی ''پہلی خواہش'' کو ملیا میٹ نہ کرنا چاہتی تھیں، یہ سارے عذاب بیوگی کے تھے، بمشکل ایک بیٹی کو بیاہا تھا، دو تیار تھیں، خیر کھل کر خرچ کرنے والوں میں سے تو وہ کبھی نہ رہی تھیں، نوکری مل بھی جاتی تو دنوں لگ جاتے سب کچھ معمول پر آنے میں، یہ فطرت کا نظام ہے اور دنیا کا قانون بھی۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ یک بہ یک نہیں ہوتا

اللہ مسبب الاسباب ہے، روزی، رشتہ، شفاء، ہر شے کے لئے سبب بناتا ہے، ہر دروازہ از خود کھلتا ہے اور صبا سوچتی، عید خوشی کا نام ہے، مگر تنگدستوں کو مہنگی پڑ جاتی ہے، چھوٹی کے نئے کپڑے، جوتے، پہلے ہی ہفتے میں آ جاتے، اسے کالج میں عید ملن کی پڑی رہتی، رونے بیٹھتی تو صبح کر دیتی، نوعمری بھی کیا شے ہے، دل آسمان کو

چھو لینے کا خواہاں، خواہ قدموں تلے زمین نہ ہو، امی نے نچلی منزل کا کرایہ ملتے ہی پہلے اس کی خریداری پکڑی، ان سب کی خیر تھی، وہ ہمیشہ سے آخری عشرے میں تیاری کرتیں، باسی تیاری، آخری عشرے میں چیزیں سیل پہ لگ جاتیں، فی الحال مکان کے کرایہ پر ہی تکیہ تھا۔

بلوں کی ادائیگی کے بعد جو بچتا، اسی سے دال روٹی چلتی، نہ ہوتے بڑے بھیا تو ان سب کا کیا بنتا؟

اور شاید بڑے بھیا جیسے لوگوں پر ہی قسمت تنگ پڑتی ہے، امی ان کے سفید پڑتے بالوں سے نظریں چرا جاتیں، پروردگار نے انسانوں کو جوڑ کر رشتے تخلیق کیے، جن کے پیچھے دوڑتے وہ خود کو گم کر دیتا ہے، بھیا بھی اپنی عمر کھو رہے تھے، ایک چھوٹا تھا، عید کے دوسرے دن، اپنی پانچ اولادوں کو ایک دستر خوان پر روٹی کھلانے کے لئے امی جو جتن کرتیں، اس سے کم از کم اسے سروکار نہ تھا۔

بیٹی داماد، نواسے نواسیاں، پوتا پوتی اور مہمانوں جیسی لئے دیے بہو، چھوٹا اسے پہلو سے سرکنے نہ دیتا، نازوں پلی اکلوتی بیٹی، گرم ہوا نہ لگ جائے کہیں، وہ ابا کے نام پر، ہر الوداعی روزہ افطار کرواتیں، مہنگائی اتنی تھی کہ اپنی ادھوری پلیٹ منہ چڑاتی، کیا کریں، کیا نہ کریں۔

☆☆☆

پانچ سو کا نوٹ پڑا سسکتا رہ گیا، امی بھیا نے جو عیدی دی وہ آگے بڑھا دی، عید کا جوڑا بھی بن گیا، اس بار چھوٹا بھی تحائف سمیت آیا تھا، جانے کن وقتوں میں ڈالی گئی، امی کی بی سی کھلی تھی، انہوں نے الوداعی روزہ کھلوایا تھا، رقم کم تھی، مگر ارادے نیک تھے۔

جانے کیا سوچ کر اس بار رشتہ داروں کو بھی پکار لیا، دور پرے کی خالہ کو وہ بھا گئی تھی، رشتہ دینے آئیں تو منہ بھی میٹھا کر گئیں، انکار کا سوال ہی نہ تھا، دیکھے بھالے لوگ تھے، رشتہ مناسب تھا۔

یہ اب تک کے صبر کا صلہ تھا، کہ رمضان کی روح پرور ساعتوں کی برکت تمام اسباب بنتے چلے گئے تھے، بھیا کی جوائننگ کال بھی آ ہی گئی جانے کتنی منتیں مانی تھیں، مانو تین سالہ کڑی مسافت کنارے لگی، مگر ان کی تفکرات کی ڈگر بدلی تھی، بھیا کو ہر روز پٹرول کا خرچ درکار تھا، انہوں نے ٹھان لی تھی، اگلا قدم بھیا کے نام ہو گا۔

چھوٹی ساتھ میں یا بعد میں سہی، عید کے بعد صبا کی جوابی رسم کرنی تھی، اس نے رسم کے سارے پیسے سمیت کر امی کو دے دیے تھے، پانچ سو کا نوٹ جوں کا توں تھا، حالات ڈگر پر آنے میں وقت تھا، مگر اب ڈوبتی امیدیں عروج پر جا پہنچی تھیں۔

بھیا نے ان سب کی خاطر خود کو گم کر رکھا تھا، یہ تو پھر اک پانچ سو کا نوٹ تھا، اس نے سیدھے سبھاؤ لے جا کر امی کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

ان لمحوں کے دامن میں

دوسری قسط

مبشرہ انصاری

''رک جاؤ مانہ!''

''پلیز مجھے کچھ دیر کے لئے اکیلا چھوڑ دیں۔''

''میں ایسا نہیں کرسکتی، آپ لڑکیوں کی حفاظت کرنا میری جاب ہے۔'' وہ رکی اور پلٹ کر فاطمہ کی جانب دیکھنے لگی۔

میرے سر میں شدید درد ہے، مجھے تنہائی اور آرام کی اشد ضرورت ہے۔''

''چلو میں تمہیں تمہارے کمرے تک چھوڑ کر آتی ہوں۔'' چند ثانیے خاموش رہنے کے بعد وہ فاطمہ کے تعاقب میں چلتی اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔

''تمہارے ساتھ مسکان روم شیئر کرنے والی ہے، اگر طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کو بلا دوں؟'' فاطمہ نے روم شیئر کرنے کی اطلاع دیتے ہی پوچھا۔

ناولٹ

''یہاں ڈاکٹر موجود ہے؟''

''بالکل موجود ہے، آئس لینڈ پر کوئی ہوسپٹل تو واقع ہے نہیں کہ کسی کی طبیعت اچانک خراب ہو جانے پر ہوسپٹل لے جایا جائے اس لیے ہم نے پہلے سے ہی تمام انتظامات مکمل کر رکھے ہیں۔'' فاطمہ روم کی جانب بڑھتے ہوئے تفصیلاً اسے اپنی ٹیم کی مطابق بتانے لگی تھیں۔

''او کے میں تھوڑا ریسٹ کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔'' اس نے جلدی سے ایک جھوٹ گاڑھا۔

لکڑی کی خوبصورت سیڑھیاں عبور کرتے ہی قطار میں بنے سات کمروں کی راہ داری میں فاطمہ کے تعاقب میں چلتی وہ آخری ساتویں روم کے دروازے پر جا رکی۔

''تمہارا سامان روم میں رکھوا دیا گیا ہے۔''

اثبات میں سر ہلاتی دروازے کا ہینڈل گھماتی وہ پٹ سے دروازہ کھلتے ہی کمرے کے اندر داخل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

ہو گئی، کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا، لیکن اس کی ڈیکوریشن بہت عمدگی سے کی گئی تھی، دو سنگل بیڈ، ڈریسنگ ٹیبل، دیوار گیر قد آور الماری اور ساتھ ہی خوبصورت گارڈن ایریا کی جانب کھلتی ایک بالکونی تھی۔

''تمہیں کچھ چاہیے؟''

''نہیں شکریہ۔'' پلٹ کر فاطمہ کو جواب دیتی وہ دھیمے سے مسکرادی۔

فاطمہ اثبات میں سر ہلاتیں واپسی کے لئے مڑ گئیں، مانہ اب بیڈ پر جا بیٹھی تھی، بجھے دل سے وہ پورے کمرے کا جائزہ لینے لگی تھی، پھر اک جھٹکے سے اٹھی وہ لکڑی سے بنے خوبصورت فرش پر ادھر سے ادھر چکر کاٹنے لگی، اس کے ہاتھ میں وہ سفید گلاب اب بھی موجود تھا۔

''کمینا، وعدہ کر کے مکر گیا۔'' غصہ کے عالم میں اس نے وہ گلاب کھینچ دور پھینکا، گلاب کی ایک پتی ٹوٹ کر اس کے قدموں میں آن گری تھی۔

سیڑھیوں کے نیچے اسے قہقہوں کی آوازیں گونجتی سنائی دی تھیں۔

''یا اللہ! کس مشکل میں آ پھنسی ہوں میں۔'' دروازہ پٹاخ سے بند کرتی وہ غصے کے عالم میں پلٹی۔

''یہ سب میری غلطی ہے، مجھے وہ کانٹریکٹ سائن ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''زرین، وہ تو مجھے کبھی معاف نہیں کرنے والی، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا۔'' وہ اب رونے کو آئی تھی، سر درد سے پھٹ رہا تھا، وہ واپس بیڈ پر جا بیٹھی۔

''لیکن الحان نے مجھے ٹاپ پندرہ کے لئے کیوں چنا؟'' تذبذب کے عالم میں بیڈ کی پشت سے ٹیک لگاتی وہ دل ہی دل میں ہم کلام ہوئی تھی۔

''مجھے تنگ کرنے کے لئے، میرا مذاق اڑانے کے لئے، ہاں میرا مذاق اڑانے کے لئے۔'' سوچ سوچ کر دماغ کی رگیں پھٹنے کو تیار تھیں، دور دور تک کوئی راہ فرار دکھائی نہ دے رہی تھی، شدت درد کے عالم میں وہ آنکھیں بھیچے اپنا سر تھام کر رہ گئی۔

☆☆☆

سورج کی کرنوں میں پہلے سی روشنی نہ تھی، ریت کی چمک ماند پڑ گئی تھی، دور مشرق کی طرف سے اندھیرے کوچ کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے، سمندر کی لہریں ایک دوسرے کے تعاقب میں بھاگتی ہانپتی دکھائی دے رہی تھیں، یکا یک سورج ڈوب گیا، مشرق سے اندھیرے کا ریلا بڑھنے لگا، مگر ابھی آسمان پر روشنی ٹمٹما رہی تھی، پھر آسمان پر بھی اندھیرا چھا گیا، چھوٹے چھوٹے ٹمٹماتے تاروں کی بارات وسیع آسمان پر پھیلتی دکھائی دی تھی، سمندر کے بیچ و بیچ بنا یہ خوبصورت جزیرہ بھی اب کے جگمگاتی روشنیوں سے ٹمٹمانے لگا تھا، ڈنر کا اہتمام فل زور و شور سے کیا گیا تھا، سب لوگ ڈنر انجوائے کرنے میں مصروف تھے، سوائے اس ایک ذات کے جو بند کمرے میں بیٹھی ٹپ ٹپ ٹپکتے آنسو بہائے چلی جا رہی تھی، الحان نے مانہ کے گلاب ریسیو کرتے ہی غائب ہو جانے اور پھر ڈنر پر اس کی عدم موجودگی کی وجہ ہرگز پوچھنا ضروری نہ سمجھی تھی، کیونکہ وہ اس کا جواب بہت اچھے سے جانتا تھا، مانہ کا غصے سے تپتا چہرہ تصور کرتے ہی ایک بار پھر سے شرارت آمیز مسکراہٹ اس کے لبوں پر رقص کرتی دکھائی دی تھی۔

''وہ سنبھل جائے گی۔'' اس نے سوچا۔

''لیکن...... جب اسے اس شو میں رہنا ہی نہیں تھا، تو وہ اس شو میں آئی ہی کیوں؟ اور وہ کون سا ایسا اہم کام ہو سکتا ہے جس کے لئے اسے کل کہیں ضروری جانا تھا، اس شو سے زیادہ اہم چیز اس کے لئے کیا ہو سکتی ہے؟'' وہ مسلسل سوچے چلا جا رہا تھا، اگلے ہی پل وہ اپنے اردگرد بیٹھیں ان تمام حسیناؤں کی کمپنی انجوائے کرنے لگا تھا، جو گلاب مل جانے کے بعد سے خوشی کے مارے پھولی نہ سما رہی تھیں۔

''ان تمام حسیناؤں کی ایک ہی خوش فہمی ہے کہ شو کے اینڈ میں ان میں سے کوئی ایک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میری جیون ساتھی بن کر میرے دل پر راج کرنے والی ہے۔'' غائبانہ شیطانی ہنسی ہنستا وہ لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ بکھیر گیا تھا۔

''مگر انہیں کیا معلوم کہ شو کے اینڈ میں ان تمام حسیناؤں کے خواب دھرے کے دھرے رہ جانے والے ہیں۔'' حسیناؤں کی کمپنی انجوائے کرتا وہ من ہی من میں خود سے مسلسل ہم کلام تھا۔

''الحان کے دل پر نہ کبھی کسی کی حکومت چلی ہے نہ چل سکتی ہے، میرا دل اپنے بس میں کرنا، کسی کے بس کی بات نہیں۔'' استہزائیہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس نے ایک شریر نگاہ تمام حسیناؤں پر دوڑائی تھی۔

☆☆☆

کل رات اس ریئلٹی شو کی پہلی ایپی سوڈ آن ایئر جانی تھی، عاشر زمان اپنی ایڈیٹنگ ٹیم کے ہمراہ اس شو کا پہلا ایپی سوڈ ایڈیٹ کرنے میں مصروف تھا، تمام کیمراز آف ہو چکے تھے، ڈنر کے فوراً بعد الحان تمام حسیناؤں سمیت ساحل سمندر پر چلا آیا تھا، جہاں وہ تمام حسینائیں الگ الگ انداز سے، اپنی لبھاتی اداؤں سے الحان ابراہیم کو امپریس کرنے میں مصروف تھیں، اسے ان سب حسیناؤں کی ان تمام لبھاتی اداؤں سے کوئی خاص غرض ہرگز نہ تھا، وہ تو بس اپنا وقت انجوائے کر رہا تھا۔

''تمہیں معلوم ہے الحان! ہم ایک بار پہلے بھی مل چکے ہیں۔'' آشلے نائٹ ڈریس میں ملبوس، اک ادا سے چلتی الحان کے قریب، ساحل سمندر کی ریت پر آ بیٹھی تھی، وہ جو اٹھلاتی، کھلکھلاتی لہروں اور حسیناؤں کی اداؤں کو انجوائے کرنے میں مگن تھا، آشلے کی آمد پر سر گھما کر براہ راست اس کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

''رئیلی...... ؟ کب...... ؟ کہاں...... ؟''

اس نے یاد کرتے ہوئے آئی برو اچکائے تھے۔

''ہاں ایک ڈانس پارٹی پر، کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔'' وہ ایک ترنگ سے بولی۔

''ہوں تعجب ہے، مجھے وہ ملاقات یاد کیوں نہیں آ رہی؟ اگر میں تم سے ملا تھا تو مجھے وہ ملاقات یقیناً یاد ہونی چاہیے۔'' اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں میں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ آئی تھی اس پارٹی پر، ہماری وہ ملاقات بہت سرسری سی تھی۔''

''ہوں...... سہی۔''

''ایک مہینہ پہلے ہی ہم دونوں کا بریک اپ ہوا ہے، اس نے مجھے دھوکہ دیا، وہ کسی اور کے ساتھ انوالو تھا۔''

''اوہ...... سیڈ۔''

''اچھا ہی ہوا ناں، ویسے بھی سب بولتے تھے کہ ہمارا کوئی جوڑ نہیں، میں بہت خوبصورت ہوں، میرے لئے کوئی بہت خاص انسان ہو گا، جو میرے لئے بنا ہے۔'' اس کی باتوں کا اشارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سمجھتا وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

''بہر حال تمہارا بہت بہت شکریہ کہ آج سب سے پہلا گلاب تم نے مجھے دیا، تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے کہ میں کتنی خوش ہوں۔'' اپنی خوشی کا اظہار کرتی وہ ایک دم قہقہہ لگا بیٹھی تھی، الحان لمبی سانس کھینچتا سمندر کی لہروں کی جانب متوجہ ہو بیٹھا تھا، قہقہہ لگانے والی لڑکیاں اسے شروع دن سے ناپسند تھیں، زہر لگتی تھیں اسے آنشلے جیسی بے باک سی لڑکیاں۔

☆☆☆

وہ اپنے روم میں چلا آیا تھا، جدید طرز سے کی گئی ڈیکوریشن کمرے کو چار چاند لگائے دے رہی تھی، شرٹ کے بٹن کھولتا، وہ واش روم کی جانب بڑھ گیا، کچھ ہی دیر بعد وہ شاور لئے ٹاول گاؤن پہنے، ٹپکتے گیلے بالوں سمیت واش روم سے باہر نکل آیا، ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کرتے ہی وہ دیوار گیر الماری کی جانب پلٹا تھا، دروازے پر کسی نے دستک دی تھی، اپنا نائٹ سوٹ اٹھانے کا ارادہ ترک کرتا وہ دروازے کی جانب لپکا، دروازہ کھولتے ہی وہ ایک لمحے کے لئے چونک اٹھا، سامنے کھڑی مانہ چہرے پر بے پناہ غصہ سجائے کھا جانے والی نگاہوں سے اس کی جانب گھور رہی تھی۔

''مانو!'' وہ دھیمے سے مسکرایا اور پھر تھوڑا نروس دیکھائی دینے لگا، وہ ٹاول گاؤن پہنے ایک لڑکی سے سامنے کھڑا تھا، اس کے لئے یہ کوئی بڑی یا دقیانوسی بات تو نہ تھی، مگر پھر بھی نجانے کیوں وہ نروس دیکھائی دے رہا تھا، مانہ بے پناہ غصہ چہرے پر سجائے بے انتہا خوبصورت دیکھائی دے رہی تھی، اگلے ہی پل الحان بنا پلکیں جھپکائے ٹکر ٹکر اس کے خوبصورت چہرے کی جانب دیکھتا چلا گیا۔

''تم مجھ سے ناراض ہو؟'' الحان کے پوچھنے پر وہ دانت پیستی اس کے مقابل کھڑی ہوئی۔

''آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا، آپ نے بولا تھا کہ آپ آج مجھے ایلیمیٹ کر کے گھر واپس بھیج دیں گے۔'' لہجہ بظاہر قدرے دھیما تھا مگر لہجے میں چھپی کرختگی واضح طور پر چیختی دیکھائی دے رہی تھی۔

''نہیں...... میں نے ایسا کچھ نہیں بولا تھا۔'' تیوری چڑھاتے ہی الحان نے اس کی شکایت کی تردید کر ڈالی تھی، مانہ کی گھورتی نگاہوں میں چھپی سرخی مزید سرخی اختیار کیے جا رہی تھی۔

''مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ اگر تمہیں اس شو میں رہنا ہی نہیں تھا، تو تم اس شو میں آخر آئی ہی کیوں؟'' وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔

''کیونکہ، میری ایک مجبوری تھی۔'' شدت غصہ کے عالم میں وہ اپنی آنکھیں میچ گئی تھی، الحان کو اس وقت مانہ کے چشمے سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی، وہ اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا کہ اس بھدے چشمے کے پیچھے چھپی خوبصورت آنکھوں کی پلکیں کس قدر گھری اور لمبی ہیں۔

''کیسی مجبوری؟'' وہ قدرے حیران دیکھائی دیا تھا۔

''میں نے ایک کانٹریکٹ سائن کیا ہے، کیونکہ مجھے جاب کی ضرورت تھی۔''

''تمہاری کہانی میری سمجھ سے باہر ہے، آئی رئیلی ڈونٹ انڈرسٹینڈ۔'' وہ واقعی حیران تھا۔

''آپ سمجھ بھی نہیں سکتے۔'' وہ دانت پیستے ہی بولی اور پھر ایک لمبا سانس کھینچتی خود پر کنٹرول کرتی ایک بار پھر سے مخاطب ہوئی۔

''آپ نے مجھے وہ گلاب کیوں دیا؟'' وہ

دھیمے سے مسکرایا۔

''صرف تمہیں ہی نہیں دیا۔''

''ریجیکٹ کی جانے والی دس لڑکیاں اور بھی موجود تھیں، ان میں سے کسی ایک کے بجائے، مجھے وہ گلاب کیوں دیا؟'' وہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہو رہا، پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

''کیونکہ...... کیونکہ آئی ایکچلی، اونیسٹلی لائک یو!''

''اوہ رئیلی؟ یو لائک می؟'' استہزائیہ انداز میں بولتی وہ دو قدم مزید آگے بڑھ آئی، الحان ایک جھٹکے سے دو قدم پیچھے ہٹ کھڑا ہوا تھا، وہ پیچھے کیوں ہٹا تھا، اسے خود اس بات پر تعجب ہوا۔

''ایک بات کان کھول کر سن لیجئے، مجھے یہاں اس اسٹوپڈ شو میں رہنے کا شوق ہرگز نہیں، آپ مجھے پسند کرتے ہیں، اس بات پر ایمان لاتے ہوئے میں بھی آپ کو پسند کرنے لگوں گی، غلطی سے بھی ایسی سوچ سوچنے کی کوشش بھی مت کیجئے گا۔''

اگر مانہ اس وقت اپنا غصے سے تپا چہرہ لئے الحان کے سامنے موجود نہ ہوتی، یا اگر مانہ کی جگہ دوسری کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہ با آسانی مانہ کی اس بات کو بطور چیلنج قبول کر لیتا کہ سامنے کھڑی لڑکی الحان کو اپنی محبت میں گرفتار کر لینے کے لئے اسے اس قسم کے چیلنجز سے دوچار کر رہی ہے، لیکن یہ پہلی بار تھا، بالکل پہلی بار اور اسے اس بات کا شدت سے احساس ہوا تھا کہ دنیا میں اب بھی کوئی ایک لڑکی ایسی موجود ہے، جو اس کی مردانہ وجاہت بے شمار دولت، بے انتہا خوبصورتی سے ہرگز متاثر ہوتے ہوئے اس سے دور جانے کی کوششوں میں مگن لاوا کی صورت اختیار کیے چلی جا رہی تھی، باہر بیٹھی تمام لڑکیاں الحان کی ایک مسکراہٹ پر مر مٹنے کو تیار تھیں، مگر وہ لڑکی جو اس پل اس کے سامنے دو قدم کے فاصلے پر لاوا بنی کھڑی تھی اسے الحان نام کی شخصیت سے نہ تو کوئی دلچسپی تھی نہ کوئی سروکار۔

''یو ڈونٹ لائک می؟'' وہ ششدر ہی تو رہ گیا۔

''واہ، کیا احمقانہ سوال ہے؟'' وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

''صرف اور صرف ایک مہربانی کی درخواست ہے آپ سے الحان ابراہیم صاحب!'' وہ ششدر کھڑے الحان کے سامنے بھینچتے لہجے میں گویا تھی۔

''برائے مہربانی اگلی ایلیمینیشن میں گلاب بانٹتے وقت آپ میرا نام ہرگز یاد نہیں رکھیں گے۔''

''لیکن تمہارا نام تو ابھی سے میرے ذہن کی دیواروں پر گردش کر رہا ہے، مانو!'' وہ ایک لمحے کو رک کر بولا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ تمہارا نام میں زندگی میں کبھی بھول پاؤں گا۔'' وہ ایک بار پھر سے شرارت پر آمادہ تھا، مانہ اسے گھور کر رہ گئی۔

''مجھے مانو کہہ کر مت پکاریئے۔''

''میرا جو دل چاہے گا، میں اسی نام سے تمہیں پکاروں گا۔'' شعلہ برساتی نگاہیں خود پر مرکوز دیکھتے ہی وہ ایک لمحے کی خاموشی کے بعد پھر سے گویا ہوا۔

''او کے ریلیکس! مجھے بتاؤ کہ جب تمہیں اس شو میں رہنا ہی نہیں تو آئی کیوں؟ آخر کیا مجبوری تھی تمہاری؟'' تھکاوٹ چہرے پر سجائے وہ لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''میں نے ٹی وی چینل پر سکرپٹ رائٹنگ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جاب کے لئے اپلائے کیا تھا، لیکن عاشر زمان نے مجھ سے کہا کہ ان کے، اس شو کی ایک لڑکی مسنگ ہے، مجھے صرف اس ایک مسنگ لڑکی کی جگہ فل کرنے کے لئے اس شو کو جوائن کرنا پڑا۔"

وہ دونوں بازو سینے پر باندھے بغور اس کے چہرے کی جانب دیکھتا بڑی سنجیدگی سے اس کی واضح ڈیٹیل سن رہا تھا۔

"اور کل مجھے میری اکلوتی بیسٹ فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی پر جانا تھا، لیکن آپ کی وجہ سے سارا پلان چوپٹ ہوگیا، اب اگر کل میں اس کی برتھ ڈے پر نہ پہنچی تو وہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے ناراض ہوجائے گی۔" وہ رونے کو تھی۔

"کہاں پر تھی تمہاری بیسٹ فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی؟" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"کوسٹا کافی، سٹراٹ فورڈ، لیکن اب میں وہاں نہیں جاسکتی کیونکہ آپ نے، آپ نے اپنا پرامس توڑ دیا، ایک نمبر کے جھوٹے انسان ہیں آپ۔" وہ غصہ اور شکست کے عالم میں بالوں میں انگلیاں پھنسائے اردگرد کے چکر کاٹنے لگی تھی، الحان اس کی اس حرکت کو بھی انجوائے کرنے لگا تھا، لبوں پر رقص کرتی شرارتی مسکراہٹ واضح طور پر عیاں تھی، مانہ اس کی مسکراہٹ پر مزید پھنکارتی پیر پٹختی روم سے آناً فاناً باہر نکلتی تڑاخ سے دروازہ بند کرگئی تھی، الحان کے لبوں پر پھیلی شرارتی مسکراہٹ مزید پھیلتی چلی گئی۔

"ان محترمہ کے لئے کچھ کرنا پڑے گا، اتنی آسانی سے تو جانے نہیں دوں گا اس شو سے، گیم تو ابھی سٹارٹ ہوئی ہے مانو ڈیئر! مزہ آنے والا ہے بہت۔" استہزائیہ انداز میں مسکراتا وہ دیوار گیر الماری کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆

دروازے کا ہینڈل گھماتی مانہ واپس اپنے روم میں لوٹ آئی تھی۔

"تم کہاں تھیں مانہ؟" مسکان بیڈ پر آلتی پالتی مارے بیٹھی اپنے تراشیدہ خوبصورت بالوں میں برش کرتی اس پر نظر پڑتے ہی پوچھ بیٹھی۔

"کہیں نہیں، بس ایسے ہی، کمرے میں بیٹھے بیٹھے دل گھبرایا تو سوچا باہر کا ایک چکر لگا آؤں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتی اپنے بیڈ پر جا بیٹھی۔

"اچھا وہاں دیکھو۔" مسکان نے نظر اٹھاتے ہی ہاتھ کی انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا، وہ شاید کسی چیز کی جانب اشارہ کررہی تھی۔

"وہاں اس کارنر میں کیمرہ لگا ہے۔" مسکان نے انگلی کا اشارہ کرتے ہی سرگوشی کی تھی۔

"کہاں؟" مانہ نے چونکتے ہی اس کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا، کمرے کے کارنر میں لگا چھوٹا سا کیمرہ ان دونوں کو ہی فوکس کیے ہوئے تھا۔

"اوہ یاد آیا۔" مسکان لب بھینچے ہوئے بولی۔

"عاشر زمان نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم لوگوں کے پاس زیادہ پرائیویسی نہیں ہوگی۔"

"باتھ روم سیو ہے ناں؟" مانہ تذبذب کے عالم میں پوچھنے لگی۔

"ہاں باتھ روم محفوظ ہے، میں نے چیک کرلیا ہے سب۔"

"گڈ۔" لمبی سانس کھینچتی وہ بیڈ پر نیم دراز ہوگئی۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے اب؟" مسکان بغور اس کی جانب دیکھتے ہوئے متاسفانہ انداز

سے پوچھ رہی تھی، مانہ اس کے انداز پر مسکرادی، آخرکار کوئی تو وہاں پر موجود تھا، جو اس عجیب و غریب لڑکی سے اچھے سے بی ہیو کررہا تھا۔

"ہاں پہلے سے کچھ بہتر ہے۔"

"چلو اچھا ہے، جانتی ہو، کل کیا ہونے والا ہے؟" مسکان اپنے ہی انداز میں ہونٹ سکیڑے سیٹی بجانے لگی تھی، مانہ نے نظریں گھما کر خاموشی سے اس کی جانب دیکھا۔

"خرم بتارہا تھا کہ کل الحان ابراہیم چند لڑکیوں کو اپنے ساتھ ڈیٹ پر لے کر جانے والا ہے۔"

"اچھا۔" بے حد خشک مزاجی سے جواب دیا گیا۔

"نجانے وہ ڈیٹ پر کہاں لے کر جانے والا ہے، اے کاش کہ وہ میرا انتخاب لازمی کرے۔" وہ اپنی ہی دھن میں مگن بولی چلی جارہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ وہ تمہارا انتخاب یقیناً کرنے والا ہے، تم ماشاءاللہ سے خوبصورت بھی ہو اور سمجھدار بھی، آل دی بیسٹ!" وہ اس کا دل رکھنے کو آہستگی سے بولتی آنکھیں موندگئی۔

"ڈیٹس نائس آف یو۔" اپنی تعریف پر اٹھلاتی وہ شیریں لہجہ میں بولی، مانہ شاید ہوچکی تھی، جبھی اب کی بار اس کی جانب سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تھا، چند ثانیے اس کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد مسکان بھی لیمپ کا بٹن آف کرتی اپنے بیڈ پر نیم دراز ہوگئی تھی۔

☆☆☆

مشرق سے کرنیں پھوٹ بہنے لگیں، پرسکون، سمندر پر کرنیں پھونک پھونک کر قدم دھرنے لگیں، دبے پاؤں چلنے لگیں، لہروں پر تیرتی ہوئی جھاگ، سمندر کی نیلاہٹیں دمک اٹھیں، سمندر کے سینے پر ننھی ننھی لہریں اٹھ اٹھ کر سورج کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔

وہ ابھی بھی اوندھے منہ لیٹی، نیند کی وادیوں میں گم تھی، فاطمہ نے باری باری کمروں کے دروازوں پر دستک دے کر سب کو جگا دیا تھا، مانہ نے پچھلے چوبیس گھنٹوں سے کچھ نہ کھایا تھا جس کے باعث اب وہ کافی نڈھال بھی دیکھائی دے رہی تھی، کچن میں گھستے ہی اسے ہر چیز موجود دیکھائی دی تھی، مانہ اور ایک دوسری لڑکی کے سوا ابھی تک کچن میں کوئی دیکھائی نہ دے رہا تھا، شاید تمام لڑکیاں اپنے بناؤ سنگھار میں مصروف تھیں، مانہ نے آگے بڑھتے ہی اپنے لئے ٹھوس غذا کا انتخاب کرتے ہی چولہا آن کردیا تھا، وہ اپنے لئے چکن اسٹیک تیار کررہی تھی، یکے بعد دیگرے تقریباً تمام لڑکیاں کچن اور سیٹنگ ایریا میں پھیلتی دیکھائی دی تھیں، تقریباً آدھ گھنٹے کی انتظار کے بعد مانہ پلیٹ میں اپنا اسٹیک سجائے ڈائننگ ٹیبل پر آبیٹھی تھی۔

"مانہ! اتنی صبح صبح اتنا ہیوی ناشتہ کروگی؟" برٹش لڑکی سحر نے اس کی پلیٹ دیکھتے ہی حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے انگلش میں پوچھا تھا۔

"ہاں...... کیوں؟" اس نے تعجب کا اظہار کیا۔

"پھول کر گول گپا ہوجاؤ گی اور اس شو میں موٹے لوگوں کی کوئی جگہ نہیں۔" آئی بروا چکاتی وہ ایک ادا سے بولی، مانہ چپ چاپ اس کی جانب دیکھتی رہی، پھر بے پناہ کنٹرول کے باوجود وہ نہایت روکھے لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں پھول کر گول گپا بن جاؤں، یا سوکھ کر سوکھی لکڑی، تمہیں میری فکر میں دبلا ہونے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ضرورت ہرگز نہیں اور رہی بات اس شو کی، تو میں کسی ماڈلنگ شو میں نہیں بیٹھی، نہ ہی تم ڈیسائیڈ کرنے والی ہو کہ میں اس شو میں رہوں گی یا نہیں۔" اپنی بات مکمل کرتے ہی اس نے سامنے کھڑی غصے سے پھنکارتی سوکھی لکڑی جیسی سحر کا سرتاپا جائزہ لیا تھا، نک سیک سی تیار ہوئی آشلے ابھی ابھی اپنے کمرے سے باہر تشریف لائی تھی۔

"Eew۔" مانہ کی پلیٹ میں نگاہ دوڑائی، وہ عجیب سی شکل بناتی، منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔

"گڈ مارننگ!" سحر پر نظر پڑتے ہی آشلے نے خوش مزاجی کا مظاہرہ کیا تھا، جواباً سحر نے بھی خوش اسلوبی سے جواب دیا۔

"گڈ مارننگ!" وہ دونوں مانہ کو نظر انداز کرتیں کچن کی جانب بڑھ چکی تھیں، مانہ اب کے آس پاس چلتی لڑکیوں کو فل اگنور کرتی اپنی پلیٹ پر جھک بیٹھی تھی، چند ہی منٹ بعد آشلے سحر سمیت اپنی پلیٹ سلاد سے سجائے، مانہ سے کچھ فاصلے پر ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھی تھی، اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی پل بھر کے لئے نظریں اٹھا کر ان دونوں تک چڑھیوں کی پلیٹس کی جانب نگاہ دوڑائی تھی۔

"گھاس کھانے والے لوگ، جانور، اچھے کھانے کی قدر ہی کیا جانیں۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی وہ ایک بار پھر سے اپنی من پسند اسٹیک نوش کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

"گڈ مارننگ گرلز!"

الحان وائٹ شرٹ، بلیک جینز اور ارمانی کے خوبصورت ماڈرن سن گلاسز پہنے، لبوں پر قاتلانہ مسکان سجائے، ہشاش بشاش، پر جوش انداز میں چلتا لڑکیوں سے چند قدم کے فاصلے پر آن کھڑا ہوا تھا، اس کی آمد پر سوائے ایک ذات کے تمام لڑکیوں کا چہرہ جیسے کھل سا اٹھا تھا، وہ سب اپنا اپنا ناشتہ چھوڑ چہرے گھما کر چمکتی نگاہوں سے بغور اس خوبصورت شخصیت کا دیدار کرنے لگی تھیں۔

مانہ سامنے کھڑے اس شخص کو مکمل طور پر اگنور کیے، اس طرح اپنی پلیٹ پر جھکی، چکن اسٹیک نوش کرنے لگی تھی کہ جیسے اس پل اس اسٹیک سے زیادہ اہم چیز اس کی زندگی میں اور کچھ نہیں۔

"میرے پاس ایک چھوٹا سا سرپرائز ہے آپ سب کے لئے۔" اس نے اعلان کیا۔

"واؤ۔" سب لڑکیوں کے دمکتے چہرے مزید چمک اٹھے۔

"آج...... میں آپ میں سے دو لڑکیوں کو اپنے ساتھ شاپنگ پر لے جانے والا ہوں۔" ہمیشہ کی طرح اس بار بھی تمام لڑکیوں کی جانب سے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا گیا۔

"ویل! سب کچھ ایمانداری کے ساتھ کرتے ہوئے میں نے ان دو لڑکیوں کا انتخاب ایک چھوٹے سے فش بال کی مدد کے ذریعے سے کیا ہے۔" کہتے ہی اس نے ایک کھلنڈری نگاہ تمام خواتین پر دوڑائی۔

"کیا میں وہ دو نام ابھی بتا دوں؟ یا پھر آپ سب کے ناشتہ کرنے کے بعد؟"

"ابھی۔" آشلے نے بیقراری کا اظہار کیا۔

"اوکے، مسکان اور مانہ، دونوں تیار ہو جائیں۔" اگلے ہی پل اس نے بنا کسی توقف، عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام لڑکیوں کو ایک لمحے میں ہکا بکا کر ڈالا تھا، جبکہ مانہ اپنی آنکھیں میچ کر رہ گئی تھی۔

"اوہ مائے گاڈ!" مسکان بے حد شاداں دیکھائی دے رہی تھی۔

الحان کے لبوں سے ادا کیے جانے والے دو نام سماعت سے ٹکرانے کے بعد سے باقی تمام لڑکیاں اب تک حواس باختہ، لبوں کو تالے لگائے بیٹھی تھیں۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ، باہر یاٹ ہمارا انتظار کر رہی ہے۔" الحان بدستور اسی انداز میں بولا۔

"ہم لوگ شاپنگ کے لئے کہاں جانے والے ہیں؟" مسکان نے ایکسائٹمیٹ کا اظہار کیا۔

مانہ جو مسلسل آنکھیں میچے بیٹھی تھی، نظریں اٹھا کر ایک اچٹتی سی نگاہ، سامنے کھڑی اس شخصیت پر دوڑانے لگی، شرارتی مسکراہٹ لبوں پر سجائے کھڑا وہ شخص شریر نگاہوں سے اسی ہی کی جانب متوجہ تھا۔

"STRATFORD MALL LONDON۔" وہ اپنے انداز میں جواباً بولا، نظریں ملتے ہی مانہ ایک بار پھر سے اپنی پلیٹ پر جھک بیٹھی تھی، آشلے کی شعلہ بھڑکاتی نگاہیں مسلسل مانہ کا احاطہ کیے ہوئے تھیں، مگر اسے کسی کی پرواہ نہ تھی، شاپنگ مال کا نام سنتے ہی وہ اندر ہی اندر سکون کا سانس لے رہی تھی۔

"شکر ہے، سنگدل نہیں ہے۔" اس نے من ہی من میں سوچا، لیکن پھر بھی وہ اس شو میں نہیں رہنا چاہتی تھی، صرف اور صرف الحان کی وعدہ خلافی کے باعث وہ ابھی بھی اس شو میں موجود تھی، جس کی معافی وہ با آسانی اسے ہرگز نہیں دینا چاہتی تھی، الحان کے اعلان کے بعد اس کے دل میں برپا غصے کا طوفان آہستہ آہستہ پر سکون ہونے لگا تھا، کیونکہ اس وقت وہ جہاں پر جانا چاہتی تھی، الحان اسے وہیں لے کر جانے کا اعلان کر چکا تھا، تمام سوچوں کو پس پشت ڈالتی وہ اٹھی اور عجلت میں چلتی سیڑھیوں کی اور بڑھتی چلی گئی۔

☆☆☆

گہرے نیلے آسمان پر یکا یک بادل اُمڈ آئے تھے، سورج چھپ چکا تھا، برکھا کا گماں ہونے لگا تھا، اس طلسمی جزیرے کا موسم ایک دم سے ازحد خوشگوار ہو چکا تھا۔

"وہ آئے خدا کی قدرت!" مانہ اور مسکان کو سج سج چوب محل سے نکلتے دیکھ وہ اپنے ہی انداز میں گویا ہوا تھا، مسحور کن آواز میں اچھالا گیا جملہ سماعت سے ٹکراتے ہی مانہ نے ایک اچٹتی سی نگاہ سامنے کھڑی اس تمکنت شخصیت پر دوڑائی، الحان ہنوز سفید شرٹ، بلیک جینز میں ملبوس، چہرے پر وہی ماڈرن سن گلاسز سجائے یقیناً انہیں دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا، شریر فضا کے جھونکوں کے باعث الحان کے گھنے سیاہ سٹائلش کٹ بالوں کی چھوٹی چھوٹی لٹیں اس کی فراخ پیشانی کو چھوتی دیکھائی دے رہی تھیں، لبوں پر وہی قاتلانہ مسکان سجی تھی، سامنے کھڑا وہ شخص بے حد متاثر کن شخصیت کا مالک تھا، مانہ بظاہر نہ سہی مگر من ہی من میں اس کی شخصیت کو داد دینے لگی تھی، اس نے دوسری جانب نظریں دوڑائیں، عاشر زمان دور کھڑا کسی سے بات کرتا دیکھائی دیا تھا۔

"اللہ کرے عاشر زمان ہمارے ساتھ نہ جائے، **اگر وہ ساتھ گیا تو مجھے اک پل کے لئے بھی کہیں اِدھر اُدھر ہونے نہیں دے گا۔"** وہ تفکرانہ انداز میں دل ہی دل میں بولی۔

"Hey۔" ہاتھ لہراتے ہوئے اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خوشگوار انداز میں ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"Hi۔" مسکان چہچہائی تھی، اگلے ہی پل اس کے ہائی ہیلز ریت میں دھنستے ہی اس کے دونوں پیروں کو ریت آلود کر چکی تھی، اب کے وہ منہ بسورے پوری طرح سے اپنے پیروں کی جانب متوجہ ہوئے اپنے پاؤں جھاڑنے میں مصروف ہو گئی تھی، مانہ نے اپنے قدم یاٹ کی جانب بڑھا دیئے تھے۔

"So مانو! اب تم خوش ہو؟ ہم لوگ سٹراٹ فورڈ مال جا رہے ہیں؟" الحان اس کے تعاقب میں چلتا متانت سے پوچھنے لگا۔

"ہاں جی میں بہت خوش ہوں، خوشی سے کودتی پھلانگتی دکھائی نہیں دے رہی آپ کو؟" کس قدر خشک مزاجی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔

"دیکھو!" وہ نہایت آہستگی سے بولا۔

"آئی ایم سوری، اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں نے اپنا وعدہ توڑا ہے، میں یقیناً آئندہ ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔"

"رہنے دیں اس بات کو، آپ بس اتنا یاد رکھیئے گا کہ کل رات میں نے آپ سے کیا کہا؟" وہ غصہ میں پھنکارتی عجلت سے چلتی یاٹ کی جانب بڑھتی رہی۔

"میری بھی ایک بات کان کھول کر سن لو، میں اب تم سے کوئی پرامس نہیں کر رہا، کہ اگلی ایگزیمینیشن میں، میں تمہیں جانے دوں گا۔" اس بار اس کے دھیمے لہجے میں تھوڑا غصہ اور گھمنڈ بھی شامل تھا، آگے کی جانب تیزی سے بڑھتے قدم اک جھٹکے سے رکے، اب کے وہ حیران کن نگاہوں سے براہ راست اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"کیوں؟"

"کیونکہ، مجھے تم دلچسپ سی لگی۔" گھمنڈ بے نیازی سے وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"آپ مجھے جانتے تک نہیں۔"

"ارے اسی لئے تو تمہیں ابھی جانے نہیں دینا چاہتا، مجھے تمہیں مزید جاننا ہے۔" وہ شگفتگی سے بولا۔

"ویل! مجھے آپ کو مزید جاننے میں قطعی دلچسپی نہیں۔" آئی برو اچکائی، اپنے ہٹ دھرم انداز میں بولتی وہ ایک بار پھر سے یاٹ کی جانب اپنے قدم بڑھانے لگی، اس بار اس کے قدم بڑی تیزی سے یاٹ کی جانب بڑھ رہے تھے، الحان بھی تیزی سے چلتا اس کے برابر آن پہنچا تھا۔

"تم جانے کے لئے اتنی اتاولی کیوں ہو؟ یہاں موجود کوئی بھی لڑکی اپنی زندگی میں آئے اس چانس کو ہرگز مس نہیں کرنا چاہتی، یہ چانس گنوانا نہیں چاہتی اور تم ہو کہ......"

"میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ مجھے اس اسٹوپڈ شو میں آنے کا قطعی شوق نہیں تھا، اس شو سے زیادہ اہم کام ہیں میری زندگی میں کرنے والے۔"

"اس شو سے زیادہ اہم کیا ہو سکتا ہے تمہارے لئے؟"

"بہت کچھ، آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔" یاٹ تک پہنچتے ہی وہ تیزی سے یاٹ پر چڑھ گئی۔

الحان اسے یاٹ پر چڑھتے دیکھ، تحمل کا مظاہرہ کرتا لمبا سانس کھینچ کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

خوبصورت سفید یاٹ، اس طلسمی جزیرے کو، کوسوں دور چھوڑ سمندر کے سینے کو چیرتی اپنی ہی موج میں منزل مقصود کی اور رواں دواں تھی۔

K Colour 30-03-17 (Nawaz) new danyal raja

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"مجھے لگتا ہے کہ الحان مکمل طور پر تم پر فدا ہو چکا ہے۔" وہ جو دور افق پر نظریں جمائے نجانے کیا سوچنے میں گم تھی، عقب سے ابھرتی مسکان کی آواز سماعت سے ٹکراتے ہی پلٹی۔

"ایسی بات نہیں ہے، اگر کوئی آپ سے دوستانہ رویہ تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ آپ پر فدا ہے۔" بردباری کا مظاہرہ کرتی وہ ایک بار پھر سے یاٹ کی گرل پر کہنیاں ٹکائے دور افق پر نگاہیں دوڑانے لگی۔

"نہیں...... وہ واقعی تمہیں پسند کرتا ہے۔"

مسکان چہرے پر مسکراہٹ سجائے اس کی بات کی تردید کرنے لگی تھی، وہ متعجب بھی تھی کہ مانہ، الحان کے پسند کیے جانے کی بناء پر شاداں ہونے کے بجائے ناراضگی کا ردعمل کیونکر دیے جا رہی ہے، اس کی جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہ یقیناً خوشی کے مارے پاگل ہو جاتی۔

"اول تو ایسی کوئی بات ہی نہیں، چلو اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ الحان مجھ پر فدا ہے یا پسند کرتا ہے، تو کیا تمہیں برا نہیں لگ رہا کہ وہ مجھ میں انٹرسٹ لے رہا ہے؟" وہ سپاٹ لہجے میں بولتی براہ راست مسکان کی جانب دیکھنے لگی۔

"فی الحال میرا الحان کے ساتھ ایسا کوئی رشتہ ہے نہیں کہ اس کا تم میں انٹرسٹ لینا، مجھے ناگوار گزرے، میں یقیناً اس کا دل جیتنے ہی اس شو میں آئی ہوں اور مجھے یہ بھی بہت اچھے سے معلوم ہے کہ الحان کی نگاہ کرم کسی بھی لڑکی پر ٹھہر سکتی ہے، اور مجھے لگتا ہے کہ اس وقت الحان کی نگاہ کرم تم پر ہی ہے۔" متانت کا مظاہرہ کرتی وہ کندھے اچکا گئی۔

مانہ سامنے کھڑی اپنی نئی نویلی دوست کی مثبت سوچ پر من ہی من میں اسے داد دیے بنا نہ رہ سکی، اسے محسوس ہوا کہ جزیرے پر چھوڑ آنے والی تمام لڑکیوں کے مقابل صرف ایک مسکان ہی ہے جو قابل ادراک ہے۔

"سوا ایکسایٹڈ؟" الحان اچانک ان دونوں کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔

"یس!" مسکان نے پلٹتے ہی شگفتگی کا اظہار کیا، جبکہ مانہ مثبت انداز میں سر ہلاتی خاموش ہو کھڑی ہوئی تھی۔

"الحان اگر تم مائنڈ نہیں کرو تو میں سلون جا سکتی ہوں؟ ایکچوئیلی مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہم لوگ Island پر Stay کرنے والے ہیں، مجھے مینی، پیڈی کیور کروانا ہے، میرے پیر بہت خراب ہو رہے ہیں، لگ بھگ تیس منٹ میں واپس آ جاؤں گی اور ہاں مجھے سالٹ سکرب بھی لینا ہے، آئس لینڈ پر بہت کام آنے والا ہے، پلیز۔" مسکان التجائیہ نگاہوں سے الحان کی جانب دیکھتی ریکوئسٹ پر ریکوئسٹ کرتی چلی جا رہی تھی، چند ثانیے کی خاموشی کے بعد الحان، مانہ کو اپنی نظروں کا محور بنائے متانت سے مخاطب ہوا۔

"تمہیں بھی کہیں جانا ہے مانو؟" الحان کے پوچھے جانے پر وہ ایک دم ٹپٹا سی گئی تھی۔

"آں...... مجھے کوسٹا کافی جانا ہے، مال میں ہی ہے، وہاں کی کافی اینڈ کیکس مجھے بہت پسند ہیں۔" تھوڑا ہچکچانے کے بعد وہ ریکوئسٹ کرتی لب بھینچ گئی۔

"اوکے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"ہمیں تھوڑی پرابلم ہو سکتی ہے، ایکچوئیلی ہمارے پاس زیادہ ٹائم نہیں کہ ہم سب لوگ ایک ساتھ، پہلے سلون، پھر کوسٹا کافی اور پھر شاپنگ پر ٹائم سپینڈ کریں۔"

"اوہ...... آپ لوگ مجھے سلون ڈراپ کر کے کوسٹا کافی چلے جانا، میں تیس منٹ بعد آپ لوگوں کو کافی شاپ پر جوائن کر لوں گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مسکان نے ایک لمحے میں الحان کی مشکل آسان کرڈالی تھی، وہ دھیمے سے مسکرادیا۔

''واؤ دیٹس گریٹ!'' مسکان مسرور کن انداز میں مانہ سے گلے جا لگی تھی، مسکان کے خود سے لپٹتے ہی مانہ نے ایک سرسری سی نگاہ اپنے سامنے کھڑے الحان پر دوڑائی، جو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کھلنڈری انداز میں اسے آنکھ مارتے ہی شریر سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کھڑا ہوا تھا، اچنبھے سے اس کی جانب دیکھتی اگلے ہی پل وہ جلدی سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل گئی۔

☆☆☆

یاٹ سے لے کر سٹراٹ فورڈ مال کے سفر تک کے الحان کے ہر ہر سوال کا جواب مسکان بڑی دلچسپی سے دیتی آئی تھی جبکہ مانہ نے صرف ہوں ہاں اور کندھے اچکانے میں ہی اکتفا کیا تھا، مال پہنچتے ہی مسکان کو سلیون کے قد آور دروازے پر الوداع کہتے وہ دونوں کاریڈور میں قدم بہ قدم آگے کی جانب بڑھنے لگے تھے۔

''اگر تم صرف ہوں، ہاں سر ہلا کر یا کندھے اچکانے کے بجائے اپنی زبان اور ہونٹوں کو تھوڑی زحمت دیتے ہوئے مجھے جواب دینا پسند کرو تو کیا میں تم سے ایک سوال پوچھنے کی کوتاہی کر سکتا ہوں؟'' الحان کے لہجے میں شکایت واضح طور پر محسوس کی جا سکتی تھی۔

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔'' مانہ برجستہ بولی۔

''شکر الحمدللہ۔'' دعائیہ انداز میں وہ اپنے دونوں ہاتھ اور سر اوپر کی جانب اٹھا کر بولا۔

''اگر یہ ہماری پہلی ملاقات ہوتی تو میں یقیناً تمہارے گونگی ہونے کا گماں کر بیٹھتا۔'' مانہ خاموشی سے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھاتی رہی۔

''خیر...... اتنی کٹھور کیوں ہو تم؟'' وہ خاموش رہی۔

''یار تم سے پوچھ رہا ہوں؟'' اس بار وہ چڑ کر بولا۔

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی ہے تو مطلب نہیں کرنی ہے۔'' جواباً وہ بھی چڑ چڑی ہو رہی تھی، اگلے ہی پل الحان نے اس کا نرم و ملائم، نازک نفیس ہاتھ، مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں قید کرتے ہی اسے کھینچ کر اپنی جانب گھما ڈالا۔

''کیا مسئلہ کیا ہے تمہارا؟''

''میرا ہاتھ چھوڑیں۔'' مانہ پوری قوت سے اپنا ہاتھ اس کی مضبوط قید سے آزاد کرانے کی تگ و دو میں لگی تھی، جبکہ الحان تحمل کا مظاہرہ کرتا، براہ راست اس کے خوبصورت چہرے کا طواف کرتا، دھیمے لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

''مسلسل میں تمہاری تمام بد تمیزیاں برداشت کیے چلا جا رہا ہوں اور تم ہو کہ......'' اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

''میرا ہاتھ چھوڑیں۔'' وہ نہایت غصے کے عالم میں چنگھاڑی۔

''اوکے چھوڑتا ہوں، لیکن اس شرط پر کہ تم میرے ہر سوال کا جواب دو گی۔''

''میں آپ کے کسی بھی سوال کا جواب دینا ہرگز ضروری نہیں سمجھتی۔'' بدستور وہی ہٹ دھرم انداز تھا، الحان چند ثانیے یونہی کھڑا اس کا چہرہ دیکھتا رہا، پھر اچانک اس کا ہاتھ آزاد کرتا ایک لمبی سانس کھینچتا متانت سے گویا ہوا۔

''کیوں کرتی ہو مجھ سے اتنی نفرت؟''

''مجھے آپ سے نفرت نہیں ہے۔'' وہ اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولی، لہجے میں خفگی پنہاں تھی۔

''میں...... بس...... آپ مجھے پسند نہیں۔''

''اور میں تمہیں صرف اس لئے پسند نہیں کہ میں نے تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی تھی؟'' لبوں اور نگاہوں، دونوں پر سوال تھا۔

''میں یہاں تمہیں صرف تمہاری وجہ سے لے کر آیا ہوں، کیونکہ تمہیں اس وقت یہاں پر موجود ہونے کی خواہش تھی، تمہیں تمہاری بیسٹ فرینڈ کھو دینے کا ڈر تھا، جو کہ اب یقیناً نہیں ہوگا، کیونکہ تم اس کی برتھ ڈے سیلبریٹ کرنے کے لئے اس وقت یہاں پر موجود ہو، پھر تم مجھے میرے ناکردہ گناہ کی معافی کیوں نہیں دے سکتی، انفیکٹ میں نے تو تم سے کوئی وعدہ کیا بھی نہ تھا کہ میں تمہیں ایلیمینیٹ کر دوں گا، لیکن پھر بھی مجھے لگا کہ تمہاری خفگی کی وجہ کہیں نہ کہیں میں ہی ہوں، اسی لئے تمہیں آج یہاں لے کر چلا آیا۔''

وہ لب بھینچے نظریں جھکائے کھڑی رہی، الحان بے چینی کے عالم میں لمبی سانس کھینچتا، انگلی سے اپنی ناک سہلاتا، اک لمحے کو لب بھینچتا ایک بار پھر سے مخاطب ہوا۔

''چلو ایک ڈیل کرتے ہیں؟'' اس بار وہ بنا کچھ بولے، سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

''میں نہیں چاہتا کہ تم یہ شو ابھی چھوڑ کر جاؤ۔'' مانہ نے کچھ کہنے کو لب کھولے ہی تھے کہ الحان نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھا۔

''نہیں...... پہلے میری پوری بات سنو، میرے پاس تمہارے لئے ایک تجویز ہے، تم آئس لینڈ پر رہو گی، تمہارا جو جی چاہے وہ تم کرو، میری طرف سے یا کسی کی بھی طرف سے تمہیں کوئی روک ٹوک نہیں ہو گی، تمہیں کہیں بھی جانا ہو، کسی بھی برتھ ڈے پر، کسی بھی پارٹی پر، مجھ سے بولو، میں یقیناً تمہیں ہر جگہ لے کر جانے کو تیار ہوں۔''

''لیکن آپ کیوں چاہتے ہیں کہ میں اس اسٹوپڈ شو میں رہوں؟ آپ کیوں مجھے ایلیمینیٹ نہیں کرنا چاہتے، میں یقیناً آپ کے ٹائپ کی بھی نہیں، پھر بھی؟''

''تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم میرے ٹائپ کی نہیں، اف کورس تم میرے ٹائپ کی ہو۔''

''نہیں ہوں آپ کے ٹائپ کی۔'' وہ زور دیتے ہوئے بولی۔

''ہاں...... شاید تم میرے ٹائپ کی نہیں تھیں، مگر اب ہو، مجھے نہیں معلوم کہ تم میں ایسا کیا ہے جو مجھے اٹریکٹ کرتا ہے، مگر کچھ ہے، کچھ ہے جو مجھے تمہاری طرف کھینچتا ہے۔''

''آپ صرف میرا مذاق بنانا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔''

''تم ایسا کیوں سوچتی ہو؟''

''کیونکہ ایسا ہی ہے۔'' الحان کا دل چاہا کہ وہ اپنا اور اس کا دونوں کا سر پیٹ ڈالے۔

''میں اب چلتی ہوں؟''

''کہاں؟'' وہ متعجب ہوا۔

''کوسٹا کافی۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

''میں بھی ساتھ چلوں گا۔''

''آپ کیوں؟'' وہ اچنبھے سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

''تو میں کہاں جاؤں پھر؟''

''کہیں بھی جائیں۔''

''کہیں بھی، تو ٹھیک ہے ناں، کوسٹا کافی ہی چلتا ہوں، میں ایک الگ ٹیبل پر بیٹھ جاؤں گا۔''

''آپ مجھ پر نظر رکھنا چاہتے ہیں؟''

''یار تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھو، میں تو کوسٹا کافی ہی جاؤں گا۔'' الحان نے کھلنڈری انداز

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں مڑتے ہی اپنے قدم کو کوسٹا کافی کی جانب بڑھا دیئے تھے جبکہ مانہ وہیں کھڑی پیچ و تاب کھاتی اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

الحان ایک الگ ٹیبل منتخب کیے بڑے اطمینان سے کرسی پر براجمان ہوا تھا، گاہے بگاہے وہ نظریں اٹھا کر چند قدم کے فاصلے پر بیٹھیں، مانہ اور زرین کی جانب نگاہ دوڑاتا۔

''مجھے معلوم تھا مانہ، چاہے کچھ ہو جائے پر تم مجھ سے وعدہ خلافی ہرگز نہیں کرو گی۔'' زرین از حد شاداں دکھائی دے رہی تھی، مانہ جواباً مسکرا کر رہ گئی۔

''اچھا سنو! یہ نواب صاحب ساتھ تشریف کیوں لائے ہیں؟'' زرین کا اشارہ الحان کی جانب تھا جواب کے سر جھکائے اپنے فون پر کسی مشغلے میں مصروف تھا، مانہ ایک اچٹتی سی نگاہ اس کی جانب دوڑاتی از حد متانت سے گویا ہوئی۔

''یہی لایا ہے مجھے یہاں، اگر یہ نہیں لاتا، تو شاید آج میں اس وقت تمہارے سامنے موجود نہ ہوتی۔''

''اوئے ہوئے، کیا بات ہے۔'' زرین ہنستے ہوئے بولی۔

''بکواس نہیں کرو، جلدی سے کیک کاٹو، صرف تیس منٹس ہیں میرے پاس۔''

''بڑی جلدی ہے تمہیں واپس جانے کی۔''

''معاملے کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو، عاشر زمان کو اگر کان و کان بھی خبر ہو گئی ناں تو میری جاب خطرے کی سولی پر لٹک جائے گی۔''

''اچھا ٹھیک ہے...... ڈرو نہیں...... سکون سے بیٹھو۔''

اگلے چند منٹوں میں ایک خوبصورت، ویل ڈیکوریٹیڈ ریڈ ویلوٹ کیک ان کی ٹیبل پر آن سجا تھا، مانہ از حد کیک کی دیوانی، کیک سامنے دیکھتے ہی رال ٹپکانے لگی تھی۔

''واہ زرین! میرا من پسند کیک، تم نے تو میرا دل جیت لیا لڑکی۔'' وہ سامنے رکھے خوبصورت دل للچانے والے ریڈ ویلوٹ کیک پر ٹوٹ پڑنے کو بیقرار تھی۔

''تبھی نے تو کھانا تھا سارا کیک، اسی لئے تمہاری پسند کا ہی بنوایا میں نے۔''

''Awww-----۔'' مانہ لاڈ بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگی، کیک کٹنے کے چند ہی لمحوں بعد زرین یاد آتے ہی بولی۔

''ارے ہاں، میری کچھ فرینڈز ہیں جو تمہارا ہر ہر ناول بہت شوق سے پڑھتی ہیں، ایکچوئیلی وہ لوگ تم سے تمہارے ناول کی کاپی پر تمہارا آٹو گراف لینے کی خواہش مند تھیں، میں نے سوچا نجانے تم کب تک اس رئیلٹی شو کا حصہ بنی رہو، اس لئے اپنی تمام فرینڈز کو میں نے یہیں آ کر تم سے آٹو گراف لینے کو کہہ دیا۔'' وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولی، مانہ اچنبھے سے اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب کے وہ لوگ پہنچ چکی ہیں، یہاں بس آتی ہی ہونگی۔''

''تم پاگل ہو گی ہو زرین!''

''آئی ایم سوری مانہ!''

''وٹ ڈو یو مین بائے سوری تمہیں ایٹ لیسٹ مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا۔''

''کیسے پوچھتی؟ تمہارے پاس فون ہی ہیں تھا۔''

''زرین!'' مانہ اسے گھور کر رہ گئی۔

''اچھا ناں، میں نے پرامس کیا ہے ان لوگوں سے، صرف بیس کا پیز ہی تو سائن کرنا ہیں

تمہیں بس۔'' اس نے ایک اور دھما کا کیا۔

''بیس کاپیز؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟'' مانہ شاک کے عالم میں اس کی جانب گھورنے لگی۔

''پلیز۔'' وہ معصوم صورت بنا بیٹھی تھی۔

''الحان سامنے بیٹھا ہے اور تم چاہتی ہو کہ میں اس کے سامنے اپنے ناولز کی کاپیز سائن کروں؟''

''تو اس میں کیا برا ہے لڑکی؟''

''تم اچھے سے جانتی ہو کہ میں کسی کو کان و کان خبر نہیں ہونے دینا چاہتی کہ میں......''

''کہ تم میمانہ انان ہو، رائیٹ؟'' زرین نے اگلے ہی پل اس کی ادھوری بات پوری کر ڈالی، مانہ لمبا سانس کھینچ کر رہ گئی۔

''جب تم دنیا کے سامنے آ ہی چکی ہو، تو بتانے میں کیا حرج کہ تم ہی ہر دل عزیز میمانہ انان ہو۔''

''ہرگز نہیں۔'' وہ قطعی انداز میں بولی۔

''چلو ٹھیک ہے، تم میری انسلٹ کروانا چاہتی ہو، وہ بھی میری برتھ ڈے والے دن، تو یہی سہی ہے، میں ان لوگوں کو منع کر دیتی ہوں۔'' اب کے وہ موبائل ہاتھ میں تھامے اسے اموشنلی بلیک میل کرنے لگی تھی، مانہ اپنے لب بھینچنے لگی، پھر کچھ سوچتے ہی بولی۔

''اچھا ٹھیک ہے...... آنے دو انہیں...... لیکن یہ پہلی اور آخری بار ہے زرین، آئندہ تم بنا مجھ سے پوچھے کسی سے کوئی پرامس نہیں کرو گی۔'' اس نے وارننگ دی۔

''پرامس!'' زرین کھلکھلا اٹھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے بیس سے بائیس لڑکوں اور لڑکیوں پر مشتمل گروپ مانہ اور زرین کی ٹیبل کو احاطے میں لئے کھڑا ہوا، الحان، مانہ کے اردگرد اس قدر رش دیکھتے ہی یکا یک چونک اٹھا، مانہ خود زرین کی اس حرکت پر پیچ و تاب کھاتی بظاہر تحمل کا مظاہرہ کیے عجلت کے عالم میں کاپیز سائن کیے چلی جا رہی تھی۔

''یہ کیا چکر ہے بھائی؟'' اس کی نظریں متواتر اس ہجوم کی جانب مرکوز تھیں۔

''آخر ہے کون یہ محترمہ!'' دھیرے دھیرے ہجوم خفیف ہوتا گیا، مگر الحان کی حیرانی اپنی جگہ برقرار رہی، ایک لڑکا اپنی کاپی سائن کرا کے کافی شاپ سے باہر نکلا ہی تھا کہ الحان آندھی کی تیزی سے اٹھا اور اس کے پیچھے لپکا۔

''ایکسکیوزمی۔''

''یس۔'' اس لڑکے نے پلٹ کر دیکھا۔

''اگر تم مائنڈ نہیں کرو میرے بھائی تو کیا میں یہ کتاب دیکھ سکتا ہوں؟''

''شیور۔''

اگلے ہی پل اس نے اپنے ہاتھ میں تھامے ناول کی کاپی الحان کی جانب بڑھا دی۔

''میمانہ انان!'' ناول پر لکھے رائٹر کا نام پڑھتے ہی وہ کاپی کھول کر اس کی جانچ پڑتال کرنے لگا تھا۔

''یہ جن کا آٹو گراف لے کر تم آئے ہو، وہ میمانہ انان ہیں؟'' غالباً وہ تفتیش کرنے لگا تھا۔

''جی وہ میمانہ انان ہیں، ہم پاکستانی مسلم اور انڈین سوسائٹی میں از حد دلچسپی سے پڑھی جانے والی ہر دل عزیز مصنفہ میمانہ انان...... آپ نے بھی یقیناً ان کی کوئی نہ کوئی کاوش ضرور پڑھی ہو گی۔''

''آں...... ہاں۔'' اس نے بڑی چالاکی سے ایک جھوٹ گاڑھ دیا۔

''میرا مطلب نہیں۔'' اگلے ہی پل اس نے اپنی بات کی تردید کر ڈالی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کہاں سے ملے گا یہ ناول؟''

''کسی بھی بک سٹور سے، میں نے تو آن لائن آرڈر کیا تھا اور آج اتنے عرصہ کی کوششوں کے بعد جا کر یہ خوش نصیب دن آیا میری زندگی میں کہ اپنی فیورٹ رائٹر کا دیدار بھی ہو گیا اور آٹو گراف بھی مل گیا۔'' وہ لڑکا یقیناً خوش دیکھائی دے رہا تھا۔

''گریٹ۔'' الحان نے مسکراتے ہی کاپی اس لڑکے کی جانب بڑھا دی۔

''تھینکس۔'' کاپی تھامتے ہی وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

''میمانہ انان!'' ایک بار پھر سے اس کا پورا نام دہراتا، شریر مسکراہٹ لبوں پر سجاتا وہ واپس کافی شاپ میں داخل ہو گیا، مانہ سب کا پیز سائن کر چکی تھی، کھا جانے والی نظروں سے زرین کو گھورتی وہ الحان کی جانب بڑھی تھی۔

''چلیں؟'' الحان نے نظریں ملتے ہی پوچھا، اثبات میں سر ہلاتی وہ زرین کو گھورتی الحان کے ساتھ دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

''بائے۔'' وہ جاتے جاتے بھرپور انداز میں اپنی خفگی کا اعلان کر گئی تھی، جواباً زرین خجل سی ہو کر رہ گئی۔

''ابھی کیمرہ مین کی کال آئی تھی، وہ ریکارڈنگ کے لئے پہنچ چکا ہے...... اور لو...... مسکان بھی آ گئی۔'' الحان نے سامنے سے آتی مسکان کی جانب اشارہ کیا۔

''آپ دونوں اپنے اپنے کام کر چکیں، اب وہ کام کر لیا جائے جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں؟''

''شیور، نیکی اور پوچھ پوچھ؟'' الحان کے پوچھنے پر مسکان نے شوخی جھاڑی، کیمرہ مین بھی آن پہنچا، وہ لوگ ایک کے بعد ایک تقریباً ہر دکان میں گھستے شاپنگ کر ڈالتے، مسکان اتاولی ہوئی چلی جا رہی تھی، فری میں اتنی ڈھیر ساری اور وہ بھی اتنی مہنگی شاپنگ اس نے شاید ہی اپنی زندگی میں کبھی کی تھی، مانہ کی عدم دلچسپی کے باعث الحان بڑھ بڑھ کر اس کے لئے شاپنگ کرتا دیکھائی دیا تھا، درجنوں شاپنگ بیگز سنبھالے کھڑی مسکان خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی، کیمرہ مین ان کی ریکارڈنگ کرنے میں مصروف تھا، شاپ سے باہر نکلتے ہی الحان نے چند شاپنگ بیگز مانہ کی جانب بڑھا ڈالے۔

''مجھے یہ نہیں چاہیے۔'' اس نے قطعی انکار کر ڈالا۔

''تمہارے پاس ڈھنگ کے کپڑے نہیں، ابھی مسکان نے مجھے بتایا کہ تم کپڑوں کے نام پر صرف ایک ڈریس لے کر اس شو میں آئی ہو۔''

''ہاں۔'' مسکان نے بھی اپنی زبان کو زحمت دی۔

''مگر مجھے یہ کپڑے نہیں چاہیے ہیں۔''

''تو کیا انہی دو ڈریسز میں شوٹنگ کراتی رہو گی؟''

''ہاں۔'' وہ اپنے ہٹ دھرم انداز میں بولی۔

''کوئی ضرورت نہیں، میں تمہیں میرا شو خواہ مخواہ برباد کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔'' وہ مانہ کو ہکا بکا چھوڑے، مسکان اور کیمرہ مین سمیت دوسری شاپ میں داخل ہو گیا تھا، مانہ اپنا سر تھام کر رہ گئی تھی، کافی شاپنگ کر لینے کے بعد وہ چاروں کاریڈور میں کھڑے ایک دوجے کی شکلیں تاڑنے لگے تھے، الحان کھوجتی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تھا۔

''کیا ڈھونڈ رہے ہو؟'' مسکان نے دلچسپی سے پوچھا۔

''بک سٹور۔''

''بک سٹور اس طرف ہے۔'' اشارہ کرتی وہ آگے بڑھ گئی، وہ تینوں ابھی اس کے تعاقب میں چلتے بک سٹور میں داخل ہو گئے، انگلش ناولز الٹ پلٹ کر دیکھتا وہ اردو ناولز کی قطار کے پاس جا کھڑا ہوا۔

''تم ناولز پڑھتے ہو الحان؟'' مسکان نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

''ہاں...... کیوں؟'' وہ مصروف سے انداز میں بولا، مانہ ان دونوں کو اگنور کیے قطار میں لگے مختلف رائٹرز کے ناولز دیکھنے میں مصروف تھی۔

''اردو ناولز؟'' اس نے پھر سے پوچھا۔

''ہاں...... کبھی کبھی۔''

''پھر تو یقیناً بہت رومانٹک ہو گے تم۔'' بھرپور دلچسپی سے پوچھا گیا، الحان مسکرا دیا۔

''ایسا ویسا۔''

''ہوں۔'' جواباً مسکان بھی مسکرا دی۔

کھوجتی نگاہیں آخر کار اس ناول پر جا ٹکیں، جس کی اسے تلاش تھی۔

''زبردست ناول ہے، میں نے تقریباً پانچ بار پڑھا ہے۔'' مسکان نے (باوری پیا کی) ناول الحان کے ہاتھ میں دیکھتے ہی دلچسپی کا اظہار کیا۔

''آہاں؟''

''یس، میمانہ انان۔'' مسکان کے لبوں سے پکارا گیا اپنا پورا نام سماعت سے ٹکراتے ہی وہ یکا یک چونک کر پلٹی۔

''زبردست رائٹر ہے، میمانہ انان کا کوئی بھی ناول میں مس نہیں کرتی، تم یہ ناول ضرور خریدو، ٹرسٹ می تمہیں بھی پسند آئے گا۔'' مانہ ہچکچاتے ہوئے اپنے لب بھینچے ایک بار پھر سے خود کو مصروف پوز کرنے لگی تھی، مگر اس کے کان اس کا سارا دھیان انہی دونو کی جانب مرکوز تھا۔

''ارے میمانہ انان، ابھی باہر تھی، اپنے فینز کو آٹو گراف دے رہی تھی، میں نے دیکھا۔'' مانہ شہادت کی انگلی سے اپنا چشمہ درست کرتی پیچ و تاب کھانے لگی، الحان کی شریر نگاہیں مانہ کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

''تم مذاق کر رہے ہو؟'' مسکان اچنبھے سے بولی۔

''ہرگز نہیں...... تم مانو سے پوچھ لو۔'' وہ ایکٹنگ کرنے لگا تھا، مسکان سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

''ہے ناں مانو؟'' الحان زور دے کر پوچھنے لگا، مانہ کھا جانے والی نظروں سے اس کی جانب گھورنے لگی۔

''مجھے نہیں معلوم؟''

''یہ محترمہ تو اپنے آپ سے بے زار ہیں، انہیں کیا معلوم۔'' الحان نے مذاق اڑایا۔

''اچھا مسکان تم فرض کرو، کہ ہماری مانو ہی تمہاری فیورٹ رائٹر میمانہ انان ہے، وہ تمہارے سامنے موجود ہے، تم اپنی فیورٹ رائٹر سے کیا کہنا چاہو گی؟'' شریر نگاہیں مانہ پر مرکوز کیے وہ مسکان سے مخاطب تھا۔

''یہ...... اور میمانہ انان؟...... امپوسبل۔'' اس نے قطعی طور پر فرض کرنے سے انکار کر ڈالا۔

''ارے فرض تو کرو ناں۔''

''یہ محترمہ جو کسی سے ڈھنگ سے بات تک نہیں کرتی، انفیکٹ جسے بات کرنا ہی نہیں آتی وہ اتنی دلچسپ کہانیاں کیسے لکھ سکتی ہے الحان؟ آئی ایم سوری، میں تو فرض بھی نہیں کر پا رہی، امپوسبل، فرض کرنا بیکار ہے۔'' مسکان نے صاف لفظوں میں اس کا مذاق بنا ڈالا۔

''میں نے کب کہا کہ یہی میمانہ انان ہے،

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صرف فرض کرنے کو بولا ہے بس۔"

"مانہ دیکھو کیسی باتیں کر رہا ہے، آئی مین تم خود بھی خود کو میمانہ انان فرض کرنے میں مشکل محسوس کرو گی، رائٹ؟" وہ جانے انجانے میں سامنے کھڑی اپنی فیورٹ رائٹر کا مذاق بنائے چلی جا رہی تھی۔

"زرین! تمہارا تو میں خون پی جاؤں گی۔" غصے میں پھنکارتی وہ من ہی من میں زرین کو نوچ کھانے کو تیار بیٹھی تھی۔

"چلو آئی ایم ڈن، شام ہونے سے پہلے ہی ہمیں واپسی کے لئے نکلنا ہے۔" الحان نے مہارت سے بات بدل ڈالی۔

واپسی کا پورا سفر مسکان الحان سے گپیں ہانکتی رہی جبکہ مانہ ان دونوں کو اگنور کیے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

آئس لینڈ پہنچتے ہی عاشر زمان نے ان تینوں کا استقبال کیا تھا، تمام لڑکیاں الگ الگ مشغلے میں مصروف تھیں۔

"کیا مجھے ان حسیناؤں کو بھی جوائن کرنا پڑے گا؟" الحان نے یاٹ سے اترتے ہی پوچھا، تھکن اس کے چہرے اور لہجے میں واضح طور پر عیاں تھی۔

"نہیں، تم تھوڑا ریسٹ کر لو، پھر تم انہیں جوائن کر سکتے ہو۔" عاشر متانت سے گویا ہوا۔

"گڈ۔" وہ دھیمے سے مسکراتا آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆

چاند نکل آیا تھا، اس کی روشنی نیلے آسمان کی فضا میں گھل رہی تھی، کمرے کے باہر ٹیرس پر چاندنی بکھیری تھی، مانہ کی نظریں باہر تاروں بھرے آسمان پر لگی تھیں، جیسے آسمان نے اس کی قوت گویائی چھین لی تھی، پھر اچانک دروازے کی چڑ چڑاہٹ نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

"مانہ! نیچے آ جاؤ، آشلے ایک مزے کی گیم پلان کر رہی ہے، بہت مزہ آنے والا ہے، موسم بھی بہت خوشگوار ہے۔" مسکان دروازہ کھولے اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوئی، مانہ پیشانی پر آئی بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑستی ہوئی بولی۔

"میرا موڈ نہیں ہے مسکان، آئی ایم سوری تم لوگ انجوائے کرو۔"

"ارے کس قدر بور لڑکی ہو تم۔"

"بس ایسی ہی ہوں۔" جواباً مانہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"آ جاؤ ناں، یہ دن لوٹ کر نہیں آئیں گے، پتا نہیں خوبصورت جزیرے پر ہمارا تمہارا ساتھ کب تک ہے۔"

"مسکان! سچ میں بہت تھکاوٹ ہو رہی ہے، اس وقت میں کوئی گیم ویم نہیں کھیلنا چاہتی، پلیز ٹرائے ٹو انڈر سٹینڈ۔" وہ تھکان بھرے لہجے میں بولی۔

"تھکان تو مجھے بھی بہت تھی، مگر موسم دیکھو کتنا خوشگوار ہے، ساری تھکان دور ہو گئی، چلو خیر تمہیں گیم نہیں کھیلنی تو مت کھیلو، مگر نیچے آ کر موسم کو انجوائے کر لو، چلو شاباش۔" وہ محبت سے بولی، جواباً مانہ مسکرا کر رہ گئی۔

"تم چلو، میں آتی ہوں۔"

"ہاں آ جاؤ جلدی سے۔" دروازہ بند ہوتے ہی مانہ ایک بار پھر سے چاند پر نظریں ٹکا بیٹھی تھی۔

چاند کی چاندنی کا ریلا آسمان سے زمین کی طرف لپکتا دیکھائی دیا تھا، سبزہ منور ہوا، اونچے اونچے درختوں کی شاخیں منور ہوئیں، آہستہ آہستہ درخت چاندنی کی اور بڑھنے لگے، چاندنی درختوں سے بلند ہونے لگی، دور تک ٹھاٹھیں

مارتے سمندر کا منظر بھی کھل اٹھا، مانہ چند ثانیے ساکت بیٹھی چاند اور چاندنی کے مناظر دیکھتی رہی، پھر اٹھی، بیڈ پر رکھے شاپنگ بیگ میں سے خوبصورت ویلوٹ کی بلیک شال نکالتی کچھ سوچنے لگی۔

"الحان کے پیسوں سے اسی ہی کی پسند کردہ شال پہن کر نیچے گئی، تو وہ اس کا غلط مطلب نہیں سمجھ بیٹھے۔"

من ہی من میں بولتی وہ لب بھینچنے لگی، نظریں شال پر ہی محیط تھیں، وہ شال واقعی بہت خوبصورت تھی، بے حد نرم، ملائم، گرم، وہ مہنگی برانڈڈ شال، اپنے آپ پر ہی اتراتی دیکھائی دے رہی تھی۔

"میرے پاس اور کوئی آپشن بھی تو نہیں۔"

من ہی من میں فیصلہ کرتی وہ جلدی سے شال لپیٹتی، سیڑھیاں پھلانگتی چوب محل سے باہر نکل آئی، سب لڑکیاں اپنے نائٹ ڈریسز میں ملبوس (Bottle Game) بوتل گیم کھیلنے میں مصروف تھیں، ہر بار بوتل گھمانے کے بعد اس کے رکتے ہی تمام لڑکیوں کی چہچہاتی آوازیں اس یخ فضا میں گونج اٹھتیں، مانہ دروازے کے باہر کھڑی سامنے بیٹھیں ہنستی، کھیلتی ان چودہ لڑکیوں کے گروپ کی جانب دیکھنے لگی، گروپ میں تین برٹش لڑکیاں ایسی تھیں، جو کہ از حد بے باک، آپا دھاپی اور انتہا پسند شخصیت کی مالکہ تھیں، وہ تینوں لڑکیاں یقیناً آشلے، سحر اور بریںڈا ہی تھیں جو پہلے دن سے مانہ کو نفرت بھری نگاہوں سے گھورتی رہی تھیں، گروپ میں تین لڑکیاں بہت اچھی تھیں، جو مانہ کو اپنے سے الگ تصور ہرگز نہ کرتی تھیں، سبھی کے ساتھ ایک جیسا ہی برتاؤ کرتی دیکھائی دیتیں، ان تین لڑکیوں میں ایک برٹش انگریز حانہ اور دو برٹش مسلم لڑکیاں، مسکان اور فارا تھیں، پانچ لڑکیاں لاپرواہ سی تھیں، ان پانچوں کی ہر حرکات میں بچکانہ پن واضح طور پر نمایاں دیکھائی دیتا اور خاص طور پر جب الحان ان لڑکیوں کے سامنے ہوتا تو ان کی شکلیں دیکھنی والی ہوتیں، الحان بھی اکثر ان پانچوں کا مذاق اڑاتا دیکھائی دیتا اور یہ پانچ لڑکیاں یقیناً الگ الگ ممالک سے تعلق رکھتی تھیں، ایک انڈین لڑکی پوجا، ایک برٹش مسلم تانیہ، ایک برٹش انگریز آماندہ اور دو کورین لڑکیاں غیوری اور میراں تھیں، باقی کی تین لڑکیاں از حد معصوم اور فیری ٹیل کی داستان دیکھائی دیتی تھیں، ایک برٹش مسلم صاحبہ، ایک انڈین، نیہا اور ایک برٹش انگریز جینی، ان تینوں کا محبت پر پختہ یقین تھا اور انہیں لگتا تھا کہ اس شو میں انہیں ان کا، وہ تینوں زیادہ تر افسانوی باتیں ہی کرتی دیکھائی دیتیں، الحان کو وہ تینوں یقیناً پسند تھیں اور آخری پندرھویں لڑکی وہ خود تھی، میمانہ انان از مانہ، جو نہ چاہتے ہوئے بھی زبردستی اس ریئلیٹی شو کا حصہ بنی ہوئی تھی، سامنے گیم میں مگن لڑکیوں پر نگاہ دوڑاتی وہ چوب محل کی دائیں جانب جہاں سمندر تھا، چلی آئی، اسی جانب الحان کا الگ کمرہ بھی موجود تھا۔

مگر وہ شاید سو رہا تھا، وہ اس وقت اسے فیس کرنا بھی نہیں چاہتی تھی، کمرے پر ایک اچٹتی سی نگاہ دوڑاتی وہ کمرے سے چند قدم کے فاصلے پر ایک بڑے سے درخت سے نیچے جا کھڑی ہوئی، چاندنی میں لہروں کا رقص ایک عجیب منظر پیش کر رہا تھا، آہستہ آہستہ لہروں کے درمیانی فاصلوں سے اندھیرے غائب ہونے لگے، چاند دمکتی نیلی سیڑھیاں پھلانگتا چلا گیا، ہر شے چاندنی بن گئی، لہریں ساحل کی طرف آتیں مگر ساحل کو چھوڑ کر پتھروں سے ٹکراتیں واپس مرکز کی طرف لوٹ جاتیں، مانہ درخت کے نیچے ساکت کھڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چاند اور لہروں کا منظر دیکھتی رہی، وہ سمندر کے قریب ہرگز نہ جانا چاہتی تھی، اسے اتنے ڈھیر سارے پانی سے ڈر لگتا تھا، بچپن سے ہی واٹر فوبیا کا شکار تھی، پھر بھی نجانے کیوں وہ کافی دیر تک سمندر کی لہروں کو دیکھتی رہی تھی، ہوا بہت ٹھنڈی چل رہی تھی، لمبی سانس کھینچ کر تازہ ٹھنڈی ہوا اپنے اندر اتارتی درخت کے سائے تلے بیٹھ گئی، ہر بار ہوا کی سائیں سائیں کے ساتھ دور کہیں سے لڑکیوں کے قہقہوں کی گونج سنائی دیتی اور پھر اچانک سے غائب ہو جاتی، اس نے اردگرد نظر دوڑائی، چاند کی نیلی دمکتی روشنی میں یہ طلسمی جزیرہ بے حد خوبصورت دیکھائی دے رہا تھا، جہاں رات کی تنہائی میں از حد سکون میسر تھا، لمبی سانس کھینچتے ہی ایک پرسکون خوبصورت مسکراہٹ اپنے آپ اس کے لبوں پر پھیلتی چلی گئی۔

بے حد پرسکون، کاش...... کہ زندگی بھی اس قدر پرسکون ہوتی، جزیرے کا چپا چپا نظروں میں قید کرتی وہ من ہی من میں جزیرے کو سراہنے لگی تھی۔

کوئی تو بات ہے دل میں اور اتنی گہری ہے
تیری مسکراہٹ تیری آنکھوں تک نہیں پہنچی

ہوا کی سنسناہٹ کے ساتھ ہی ایک بھاری مردانہ آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی، مانہ یکا یک چونک اٹھی، اچنبھے سے کچھ ہی فاصلے پر موجود الحان کے کیبن کی بالکونی کی جانب دیکھتی ہوئی شپٹا گئی، الحان شریر قاتلانہ مسکان لبوں پر سجائے، وائٹ شرٹ اور ریڈ شارٹس میں ملبوس بالکونی میں کھڑا اسی کی جانب دیکھ رہا تھا، شال مضبوطی سے لپیٹتی اب کے وہ اپنے آپ میں ہی سمٹ کر رہ گئی، اگلے ہی لمحے الحان عین اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

''تمہاری ہی شاعری تھی، پسند نہیں آئی؟''

قدموں کی چاپ قریب سے قریب تر آتی محسوس ہوئی، وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اتنی خاموشی صحت کے لئے اچھی نہیں ہوتی۔'' مانہ اب کے شعلہ بھڑکاتی نگاہوں سے اپنے سامنے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی اس چیکو شخصیت کی جانب دیکھنے لگی۔

''یہ بھی تمہارے ناول کا ڈائیلاگ ہے؟''

وہ بے حد متانت چہرے پر سجائے، بغور مانہ کی جانب دیکھ رہا تھا، غصے میں پھنکارتی وہ قدم اندر کی جانب بڑھانے ہی لگی تھی کہ الحان نے دیوار بن کر اس کا راستہ روک لیا۔

''میرا راستہ چھوڑیں۔''

''مانہ کم آن کیا ہم تھوڑی دیر بات نہیں کر سکتے؟ دیکھو کس قدر خوبصورت چاندنی رات ہے، بالکل تمہارے ناول کی لکھی سچوئیشن جیسی، تمہیں بہت پسند ہے ناں؟''

وہ ایک الگ انداز سے اس کی جانب دیکھتا بہت دھیمے لہجے میں گویا ہوا تھا، مانہ کا دل چاہا کہ وہ پلک جھپکتے ہی اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے، مگر ایسا ناممکن تھا، وہ الجھی سانسوں کو بحال کرتی نظروں کا زاویہ بدل کر بولی۔

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔''

''کیوں نہیں کرنی؟'' وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا، مانہ ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر دوڑاتی پھرتی سے آگے کی جانب بڑھی، اگلے ہی پل الحان کی مضبوط گرفت نے اسے مزید آگے بڑھنے سے روک دیا تھا، مانہ اچنبھے سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

''میں نے کہا میرا ہاتھ چھوڑیں۔'' اسے اس وقت الحان سے بے حد خوف محسوس ہونے لگا۔

''مانو پلیز، صرف پانچ منٹ۔'' وہ التجاء

کرنے لگا۔

''وہاں اس طرف بہت سی لڑکیاں موجود ہیں، آپ ان کے ساتھ ٹائم سپنڈ کر سکتے ہیں انہیں آپ کے ساتھ ٹائم سپنڈ کرنا اچھا بھی لگتا ہے۔''

''مگر مجھے یہ وقت تمہارے ساتھ سپنڈ کرنا ہے۔''

''آپ کیوں خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں؟''

''تمہیں جاننا چاہتا ہوں۔''

''لیکن مجھے آپ کو جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں۔'' وہ دوٹوک انداز میں بولی۔

''یعنی تمہیں مجھ پر یقین ہی نہیں کہ میں واقعی تمہیں پسند کرتا ہوں؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''یقیناً اور میں یہ بھی بہت اچھے سے جانتی ہوں کہ آپ یہ پسندیدگی کا ڈرامہ صرف اور صرف اس سو کالڈ شو کے لئے کر رہے ہیں اور میں اب تک کے سفر میں آپ کے لئے چیلنجنگ ثابت ہوئی ہوں، کہ جہاں تمام خوبصورت لڑکیاں آپ پر مرمٹنے کو تیار ہیں، وہاں میں آپ سے بات تک کرنا گوارہ نہیں سمجھتی اور یہی بات آپ کے دل کو کچوکے لگا رہی ہے، برداشت نہیں کر پا رہے آپ، آپ چاہتے ہیں کہ یہاں موجود ہر لڑکی پاگلوں کی طرح آپ کے پیچھے پیچھے پھرتی رہے، مگر آئی ایم ایکسٹریملی سوری مسٹر الحان ابراہیم، میں ان لڑکیوں میں سے ہرگز نہیں، جو آپ جیسے نوٹنکی لڑکوں کے لئے صرف ایک آپشن کا درجہ رکھتی ہیں۔''

نجانے اس میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی کہ وہ الحان کے سامنے کھڑے ہو کر بے عزتی کر رہی تھی اور وہ سراسیمہ حیران کھڑا ٹکر ٹکر اسی کی جانب دیکھے چلا جا رہا تھا۔

''ناؤ لسن ٹومی کیرفلی مسٹر الحان ابراہیم! میں یہاں نہیں رہنا چاہتی، بالکل بھی نہیں رہنا چاہتی، میں اپنی دنیا میں واپس لوٹنا چاہتی ہوں، اپنی وہ جاب کرنا چاہتی ہو، جس کا وعدہ عاشر زمان نے مجھ سے کیا ہے، آپ پلیز اس بات کو قبول کر لیں کہ دنیا میں ایک ایسی لڑکی بھی موجود ہے جو آپ کی پرسنالٹی آپ کی دولت آپ کی شان و شوکت کسی بھی چیز سے امپریس ہرگز نہیں ہے۔''

''یعنی تمہیں ایسا لگتا ہے کہ میں یہ سب اپنی انا کی خاطر کر رہا ہوں؟'' وہ برہم دیکھائی دے رہا تھا۔

''ہاں۔'' اسی ہٹ دھرم انداز میں جواب دیا گیا۔

''میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں تمہیں واقعی پسند کرتا ہوں؟''

''اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ یہاں گیم کھیلنے آئے ہیں، اینڈ آئی ایم رئیلی ویری سوری، میں آپ کی گیم کا حصہ ہرگز نہیں بن سکتی۔''

''نہ میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں، نہ مذاق کر رہا ہوں، نہ ہی کوئی گیم کھیل رہا ہوں، سمجھی تم؟'' وہ بے حد تحمل سے گویا ہوا، مانہ غصے میں سلگتی خاموشی سے اس کی جانب دیکھتی رہی، وہ پھر سے گویا ہوا۔

''ہاں یہ سچ ہے کہ تم جیسی لڑکی کبھی بھی میرا انتخاب نہیں رہی، نہ تمہیں کپڑے پہننے کا ڈھنگ ہے، نہ بات کرنے کی تمیز ہے اور اوپر سے یہ موٹے بھدے شیشے والے چشمے جو مجھے بے انتہا زہر لگتے ہیں۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک جھٹکے سے اس کی آنکھوں پر ٹکا چشمہ کھینچ اتارا۔

''ان سب کے باوجود مجھے تم اچھی لگتی ہو، بے حد اچھی لگتی ہو۔'' وہ براہ راست اس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسحور کن انداز میں بولا تھا، مانہ ششدر ہی رہ گئی، الحان کی نگاہوں کی تپش محسوس کرتے ہی وہ جلدی سے نظروں کا زاویہ بدل گئی۔

''میں جانتا ہوں کہ تم بھی مجھے پسند کرتی ہو، مگر اقرار نہیں کرنا چاہتی کیونکہ تم ایک انا پرست لڑکی ہو۔''

''خوش فہمی ہے آپ کی۔'' وہ مسلسل اپنی کلائی چھڑانے کی تگ ودو میں مصروف تھی۔

''خوش فہمی نہیں، یقین ہے۔'' وہ مانہ کے چہرے پر لہراتی بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بے حد دھیمے لہجے میں گویا ہوا، نظریں اس کے خوبصورت چہرے کا طواف کرنے میں مصروف تھیں۔

''مجھے تمہاری آنکھیں بے حد پسند ہیں، بہت گہرائی ہے ان آنکھوں میں، بہت سے راز پنہاں ہیں اور میں یہ تمام راز جاننے کا خواہش مند ہوں۔'' وہ بنا پلکیں جھپکائے ساکت نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتی رہی، دل بہت تیزی سے دھڑکتا محسوس ہوا تھا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھے ناامید ہرگز نہیں کرو گی۔'' اس کی باتیں، اس کا انداز، اس کا لہجہ اس قدر مسحور کن تھا کہ وہ پلک جھپکتے ہی اس کی اسیر ہوتی دیکھائی دی۔

''میں انتظار کروں گا تمہاری انا کے خول سے باہر نکل کر اپنی آنکھوں میں چھپے ان تمام رازوں کو مجھ سے شیئر کرنے کا انتظار۔'' اگلے ہی پل اسے اپنی کلائی آزاد ہوتی محسوس ہوئی تھی، وہ جو بے جان پتلے کی مانند ساکت کھڑی تھی یکا یک اپنی آزاد کلائی کی جانب دیکھنے لگی، الحان چشمہ واپس اس کی ناک پر ٹکاتا دونوں بازوں اپنے سینے پر باندے تپش بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

دھڑکنوں پر قابو پاتی وہ پھرتی سے پلٹی اور کاٹیج کی جانب دوڑتی چلی گئی، الحان کی نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا، الحان ابراہیم وہ شخص تھا، جس کے دامن سے ہر عام سے عام اور خاص سے خاص لڑکی، اپنے آپ لپٹتی ہی چلی جاتی، مگر وہ چند لمحے یا چند دن ان لڑکیوں کے ساتھ بیتا کر اپنی راہیں آرام سے علیحدہ لیا کرتا تھا، اس کی زندگی میں نجانے کتنی لڑکیاں آئیں تھیں، اور پھر چلی بھی گئیں، اس نے کبھی کسی کو روکنا بھی نہ چاہا تھا، مگر اب یہ پہلی بار تھا، کہ وہ اس بے تکی سی لڑکی کو اپنے اردگرد موجود دیکھنا چاہتا تھا، نجانے وہ اس کی ضد بنتی جارہی تھی یا چیلنج وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے بیڈ پر بے سدھ لیٹی، وحشت زدہ نگاہوں سے کمرے کی چھت پر کسی غیر مرئی نقطے کی جانب ٹکر ٹکر دیکھے چلی جارہی تھی۔

''بہت بڑی غلطی کر دی میں نے اس شو میں آ کر۔'' من ہی من میں وہ خود سے ہم کلام ہوئی، گھبراہٹ کے عالم میں لب بھینچتی وہ کروٹ بدل گئی، سامنے والا بیڈ خالی تھا، مسکان ابھی تک کمرے میں واپس نہیں آئی تھی، تین بجاتی گھڑی پر نظریں دوڑاتی وہ بے قراری کے عالم میں اٹھ بیٹھی، لب بھینچتی یخ ہوتے ہاتھوں کو آپس میں جکڑتی وہ لمبے لمبے سانس کھینچنے لگی۔

''یہ رئیس زادہ چاہے جتنی مرضی ڈرامے بازیاں کر لے، میں اسے خود کو بیوقوف بنائے جانے کے مقصد میں کامیاب ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔''

دل ہی دل میں فیصلہ کرتی، وہ پھر سے بیڈ پر لیٹ گئی، نیند تھی کہ آنے کا نام تک نہ لے رہی تھی، ساری رات کروٹ بدل بدل کر گزار دی، جب کروٹ بدلتے بدلتے تھک چکی تو اٹھ بیٹھی، کچھ دیر مسکان کے خالی بیڈ کو دیکھتے رہنے کے بعد وہ اٹھی اور واش روم میں گھس گئی، وضو کیے وہ باہر نکل آئی، نماز فجر ادا کرتے ہی وہ اپنا پین اور ڈائری سنبھال بیٹھی، لکھنے بیٹھی تو گزرتے وقت احساس تک نہ ہوا، وہ اپنے ناول کی دنیا میں پوری طرح سے گم تھی کہ یکا یک دروازے پر ہوتی دستک نے اسے چونکایا، پین مٹھی میں دبوچے وہ گھورتی نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھنے لگی۔

''کون؟''

''مانہ!۔'' مس فاطمہ ہینڈل گھماتے ہی اندر داخل ہوئیں۔

''مسکان اور جینی لاپتہ ہیں۔'' مس فاطمہ کے لہجے میں پریشانی واضح طور پر عیاں تھی۔

''کیا؟'' اک جھٹکے سے پین اور ڈائری سائیڈ پر پھینکتی وہ مضطرب اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیا؟'' خبر ہی ایسی تھی کہ وہ ششدر رہ گئی۔

''لاؤنج کے مین دروازے پر لگے کیمرہ سے ریکارڈ کی گئی وڈیو کے مطابق یہ پتا چلا ہے کہ مسکان اور جینی صبح کے چار بجے لاؤنج کے احاطے سے باہر نکلیں اور پھر واپس نہیں آئیں۔'' مس فاطمہ نے ڈیٹیل سنتے ہی وہ سر تھام کر رہ گئی۔

''آپ نے تمام رومز چیک کیے؟ ہوسکتا ہے وہ دونوں یہیں کہیں ہوں؟''

''ہم نے تمام رومز چیک کر لئے ہیں، آخری روم تمہارا تھا، مگر وہ دونوں یہاں بھی نہیں، میں نے سوچا شاید تم اس بارے میں کچھ جانتی ہو۔'' سوالیہ نگاہیں خود پر مرکوز دیکھتے ہی وہ سٹپٹا اٹھی۔

''مجھے کیسے معلوم ہوگا، میں تو کل رات سے بند ہوں اس روم میں اور...... اور مسکان تو پوری رات روم میں نہیں آئی؟''

''مسکان اور تمام لڑکیاں کچھ گیمز کھیل رہی تھیں رات بھر، مجھے لگا شاید مسکان نے ان لڑکیوں میں کسی کے ساتھ روم شیئر کر لیا ہوگا، مجھے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ معاملہ اس قدر گمبھیر ہوسکتا ہے۔'' وہ پھر سے لب بھینچنے لگی۔

''اس کاٹیج کی پچھلی جانب ایک گھنا جنگل ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ دونوں ٹہلنے کی غرض سے اس جنگل میں نہ چلی گئیں ہوں اور پھر واپسی کا راستہ بھول گئیں۔''

''اوہ مائی گاڈ!'' اسے اک اور دھچکا لگا۔

''اب کیا ہوگا؟'' وہ پوچھنے لگی۔

''عاشر زمان نے کچھ ٹیمز بنائی ہیں، ان دونوں کو ڈھونڈنے کے لئے، تمہیں بھی بلایا ہے۔''

''ہاں ضرور...... میں شوز پہن کر آتی ہوں۔''

''تمہیں اپنا بیگ بھی لینا ہوگا۔'' وہ جاتے جاتے پلٹی۔

''بیگ کیوں؟''

''پورا دن لگ سکتا ہے، یہ آئس لینڈ بہت بڑا ہے، عاشر زمان نے پانچ ٹیمز بنائی ہیں ان دونوں لڑکیوں کو ڈھونڈنے کے لئے، ہم لوگ بیرونی امداد حاصل نہیں کر سکتے، شو کی ابھی پہلی ہی قسط آن ائیر گئی ہے اور اگر کسی کو کان و کان خبر ہو گئی، تو مشکل ہو جائے گی، آئی ہوپ انڈر سٹینڈ!'' وہ سراسیمہ حیران کھڑی مس فاطمہ کی جانب دیکھنے لگی۔

''اوکے میں آتی ہوں۔'' کچھ سوچتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوئے اثبات میں سر ہلاتی وہ پلٹ گئی۔

مس فاطمہ جا چکی تھیں، جلدی سے بلیو جینز، وائٹ شرٹ اور بلیک لانگ بوٹ پہنتی، بالوں کو پونی ٹیل میں قید کرتی بیگ اٹھاتی وہ سیڑھیاں پھلانگتی وہ باہر نکل آئی، عاشر زمان از حد پریشانی کے عالم میں الحان سے محو گفتگو تھا، مانہ نے اردگرد نگاہ دوڑائی، عاشر اور الحان کے سوا اسے دور دور تک اور کوئی دیکھائی نہ دیا، نڈھال قدموں سے چلتی وہ ان دونوں کے قریب چلی آئی۔

''مانہ اتنی دیر لگا دی تم نے، معاملے کی نزاکت کا اندازہ بھی ہے تم کو؟'' مانہ پر نظر پڑتے ہی عاشر ایک دم بھڑک اٹھا تھا۔

''آئی ایم سوری، مس فاطمہ نے بولا کہ پورا دن لگ سکتا ہے، انہوں نے بیگ تیار کرنے کو بھی بولا، اسی لئے۔'' عاشر کے رویے پر وہ سہم گئی تھی۔

''آئی ایم سوری مانہ، ایکچوئیلی ان دونوں لڑکیوں نے میرا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔'' عاشر اب کے نادم دیکھائی دے رہا تھا۔

''اٹس اوکے، باقی سب لوگ کہاں ہیں؟'' وہ اردگرد نگاہ دوڑانے لگی تھی۔

''چار ٹیمز آل ریڈی روانہ ہو چکی ہیں اور مس فاطمہ باقی کی تمام لڑکیوں کے ساتھ اندر ہیں، وہ لڑکیاں تب تک باہر نہیں نکل سکتیں جب تک مسکان اور جینی مل نہیں جاتیں، پانچویں ٹیم میں تم اور الحان ہو۔''

''کیا؟'' عاشر کی اطلاع پر وہ بے یقینی کے عالم میں عاشر اور پھر سامنے خاموش کھڑے الحان کی جانب دیکھنے لگی۔

''اگر تمہیں میرے ساتھ چل کر اپنی فرینڈز کو ڈھونڈنے میں کوئی مسئلہ ہے تو اٹس اوکے، تم نہیں چلو میرے ساتھ، میں اکیلا چلا جاتا ہوں، اس آئس لینڈ کے چپے چپے سے واقف ہوں۔'' الحان سپاٹ لہجے میں گویا ہوا تھا، مانہ اک لمحے کو سوچ میں پڑ گئی۔

''مانہ! ہمارے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے، تم کو ہیلپ کرنی ہے تو بولو، نہیں تو واپس اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔'' عاشر کا دوٹوک انداز اسے فیصلہ کرنے پر مجبور کر گیا۔

''اوکے میں ساتھ چلتی ہوں۔'' مسکان وہ لڑکی تھی جس نے تمام لڑکیوں کی چبھتی نگاہوں کے باوجود اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا اور اب اس مشکل گھڑی میں وہ اس کا ساتھ کیسے چھوڑ سکتی تھی، وہ سچی تھی، دوستی پر جان نچھاور کر دینے والی، جلدی سے فیصلہ کرتی وہ الحان کی جانب دیکھنے لگی۔

''اوکے لیٹس گو۔'' گھمنڈی انداز میں بولتا وہ جنگل کی جانب چل نکلا، مانہ بھی لب بھینچتی جلدی سے اس کے تعاقب میں چل نکلی تھی۔

☆☆☆

وہ دونوں عمارت کو بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے، ان کے چاروں طرف اونچے اونچے درخت تھے، دونوں اپنے اپنے بیگز شولڈر پر لٹکائے جنگل کے سینے کو چیرتے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے، مانہ مسلسل الحان کے تعاقب میں تھی، کچے میٹالے انجانے راستے پر قدم رکھتی وہ بار بار مڑ مڑ کر پچھلے راستے کی جانب نظریں دوڑاتی، الحان خاموشی سے چپ چپ اپنے قدم آگے کی جانب رکھتا چلا جا رہا تھا، بادل اُمڈ اُمڈ کر آنے لگے، ہوا میں خنکی آنے لگی، مانہ نے ایک دم جھرجھری لی، درختوں کی بلندیوں اور گہرے کالے بادلوں پر نظر دوڑاتی وہ نڈھال قدموں سے چلتی لمبے لمبے سانس لیتی ایک درخت کے

قریب جاتے ہی درخت کا سہارا لیتی سوالیہ نگاہوں سے الحان کی جانب دیکھنے لگی، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، وہ خشک ہوتے لبوں کو زبان سے تر کرتی تھکان بھرے لہجے میں بولی۔

''کیا ہم تھوڑی دیر ریسٹ کر سکتے ہیں؟'' آگے کی جانب بڑھتے قدم ایک دم رکے، وہ پلٹا اور لمبا سانس کھینچتا نڈھال قدموں سے چلتا اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔

نظریں اردگرد کے راستوں پر دوڑنے لگی تھیں، مانہ دھپ سے زمین پر بیٹھ گئی، ہاتھ میں پکڑی پانی کی بوتل منہ سے لگاتی وہ غٹا غٹ آدھی بوتل خالی کر گئی۔

''سنا ہے دو سال پہلے اس جنگل میں ایک خوبصورت لڑکی کی لاش ملی تھی۔'' الحان گہری سنجیدگی سے گویا ہوا تھا، غٹا غٹ پانی پیتی مانہ ایک دم سے کھانسنے لگی تھی، الحان اپنی شریر مسکراہٹ چھپائے مسلسل اردگرد کے راستوں پر نظریں دوڑا رہا تھا۔

''آپ مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہیں؟'' اپنی کھانسی پر کنٹرول پاتی وہ از حد غصے سے پھنکاری۔

''ہرگز نہیں، مجھے تو بس مسکان اور جینی کی فکر ہو رہی ہے۔'' وہ برجستہ بولا، مانہ اسے گھورتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیا ہوا؟''

''یہاں بیٹھ کر ٹائم برباد کرنے کی ضرورت نہیں، مجھے بھی ان دونوں کی فکر ہے۔'' وہ ترش مزاجی سے گویا ہوئی۔

''تمہی نے بولا تھا تھوڑا ریسٹ کرنے کو، صرف ایک ہی گھنٹے کی واک پر پاکستانی فلموں کی ہیروئینز کی طرح لمبے لمبے سانس لے رہی تھیں تم، ورنہ اتنی سی واک سے میں ہرگز نہیں تھکتا۔'' وہ اپنے انداز میں گویا ہوا، جواباً مانہ کھا جانے والی نگاہوں سے اس کی جانب گھورنے لگی۔

''What?'' الحان تیوری چڑھائے سوالیہ نگاہوں سے اس کے تپتے چہرے کی جانب دیکھنے لگا تھا، مانہ دانت پیستی، پیر پٹختی جلدی سے آگے بڑھتے راستے کی جانب بڑھ گئی۔

مزید ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔

''الحان!''

دور کہیں سے ایک مردانہ آواز ابھری تھی، الحان کے ساتھ ساتھ مانہ نے بھی نظریں گھما کر آواز آتی راستے کی جانب دیکھا تھا، خرم اور آشلے نڈھال قدموں سے چلتے انہی کی جانب بڑھتے دیکھائی دیئے تھے۔

''کچھ پتا چلا؟'' خرم نے ایک بار پھر سے آواز لگائی۔

''نہیں۔'' الحان با آواز بلند بولا، خرم ہاتھ ہلاتا ایک بار پھر سے آشلے سمیت اپنے راستے کی جانب چل نکلا، مانہ اچھی خاصی مضطرب دیکھائی دینے لگی، چہرے پر ناچتا خوف بھی واضح طور پر عیاں ہونے لگا۔

''تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟'' الحان اس کے خوبصورت چہرے کا طواف کرنے لگا تھا۔

''نہیں...... شاید ہاں، مجھے ان دونوں کی بہت فکر ہو رہی ہے، نجانے وہ کہاں چلی گئیں۔''

''ہوں۔''

''وہ دونوں اس جنگل میں اتنا دور کیسے آ سکتی ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں...... ساحل سمندر پر گئی ہوں اور خدانخواستہ سمندر میں......'' وہ کچھ سوچتے ہوئے اپنی ہی سوچ پر جھرجھری لینے لگی۔

''ایسا ممکن ہی نہیں، چوب محل پر اردگرد سمندر کے راستے کی جانب کیمراز فکس ہیں، ہم

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے ساری فوٹیج دیکھی تھی مگر وہ دونوں سمندر کی جانب نہیں گئیں، یقیناً جنگل کی جانب ہی گئی ہیں۔'' وہ اپنی سوچوں پر منتشر ایک بار پھر سے پلٹ کر الحان کے ساتھ ساتھ ان دونوں کو ڈھونڈنے کی غرض سے آگے کی جانب بڑھنے لگی تھی۔

☆☆☆

الحان مسکان اور جینی کے لئے پریشان ضرور تھا لیکن وہ اس بات پر خوش بھی تھا کہ ان دونوں کی وجہ سے مانہ بنا کسی جھگڑے کے خاموشی سے اس کے ساتھ قدم سے قدم ملاتی انجانے راستوں کی جانب صرف اسی کے بھروسے آگے کی جانب بڑھتی چلی جا رہی تھی، وہ جو اسے چند لمحے دینے کی روادار نہ تھی، پچھلے گئی گھنٹوں سے اکیلی اس کے ساتھ تھی، الحان کو نجانے کیوں اس کی موجودگی کا احساس اس قدر بھانے لگا تھا، کہ پریشانی کے عالم میں بھی اس کے دل میں پھوٹتے لڈو واضح طور پر اسے محسوس ہونے لگے تھے، وہ ہرگز نہیں سوچتا تھا کہ یہ فیلنگز کیا ہیں، کیوں ہیں کس لئے ہیں، اسے اچھے سے معلوم تھا کہ وہ اس شو میں ایک شرط کے تحت آیا ہے اور اسے اپنی لگائی گئی شرط پر از حد یقین تھا، وہ اپنی بات سے پھر جانے والا انسان ہرگز نہ تھا، پھر یہ سب کیا تھا، شاید وقتی رجحان تھا، جہاں تمام خوبصورت لڑکیاں اس پر مر مٹنے کو تیار تھیں، وہاں مانہ جیسی عام سی لڑکی اسے گھاس تک نہ ڈال رہی تھی، شاید اس کی توجہ حاصل کرنے کی خاطر اسے یہ سب کرنا اچھا لگ رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ مانہ کے ساتھ اس کا ریلیشن کیسا بھی موڑ اختیار کر لے بہرحال شو کے اختتام پر سب کچھ ختم ہو جانے والا تھا، اسے بس اس شو میں گزارے گئے ہر پل کو اچھے سے بیتانا تھا اور پھر شو کے اختتام پر پیار نام کی چیز کو دھتکارتے ہوئے اسے اکیلے ہی گھر واپس جانا تھا، اپنے دوست کبیر کو ثابت کر کے دکھانا تھا کہ دیکھو محبت ٹائم پاس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اسے معلوم تھا کہ مانہ کے لئے وہ جو کچھ محسوس کرتا ہے، وہ پیار ہرگز نہیں، جب پیار پر یقین ہی نہ تھا تو پھر پیار کیسا، وہ بس اتنا جانتا تھا کہ جو کچھ بھی وہ محسوس کر رہا ہے، پہلی بار ہے اور بہت خوبصورت ہے وہ بس ان لمحات کو جی بھر کر جینا چاہتا تھا، مانہ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے صرف اپنے دل کی سن رہا تھا، اسے مانہ کو تنگ کرنا اچھا لگتا تھا، اسے ستانا اچھا لگتا تھا، اس کا مسکرانا، اس کا گھورنا سب کچھ اچھا لگتا تھا، اس کے دل میں مانہ کے ساتھ کسی بھی قسم کے ریلیشن کی چاہ ہرگز نہ تھی، وہ چلتے چلتے مانہ کی جانب دیکھتا اپنے ذہن میں ابھرتی سوچوں کو جھٹکنے لگا تھا۔

''کیا سوچے چلا جا رہا ہوں میں، مجھے صرف اس کی موجودگی پسند ہے اور کچھ نہیں، نہیں، یہ پیار نہیں ہو سکتا، وقتی دلچسپی ہے آئی نو دیٹ۔'' دل ہی دل میں ہم کلام ہوتا لمبی سانس کھینچتا وہ پرسکون انداز میں خوبصورت مسکراہٹ لبوں پر سجائے آسمان پر اُمڈ اُمڈ آتے کالے بادلوں کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

☆☆☆

''اندھیرا چھانے لگا ہے مجھے لگتا ہے ہمیں واپس جانا چاہیے، ہو سکتا ہے وہ واپس آ گئی ہوں یا دوسری کسی ٹیم کو مل گئی ہوں۔'' بڑھتے اندھیرے سے پریشان ہوتی وہ قدم روکتی الحان کی جانب دیکھنے لگی۔

''اگر وہ واپس آ چکی ہوتیں یا کسی بھی ٹیم کو مل چکی ہوتیں تو عاشر اس ریڈیو کے ذریعے مجھے اطلاع ضرور دے دیتا۔'' الحان نے اپنی جینز کی پوکٹ پر لگے ریڈیو کی جانب اشارہ کیا، مانہ کے چہرے پر تھکان واضح طور پر عیاں تھی، وہ خود بھی چلتے چلتے تھک چکا تھا، پورا دن گزر چکا تھا ان دونوں کو چلتے چلتے اور پھر بھوک کی شدت بھی ستانے لگی تھی۔

''ہم لوگ یہیں پر اپنا کیمپ سیٹ اپ کر لیتے ہیں، تمہارا کیا خیال ہے؟'' وہ پوچھنے لگا۔

''عاشر زمان نے ابھی تک اطلاع کیوں نہیں دی؟'' وہ بدستور پریشان کھڑی الحان کی جینز کی پوکٹ پر لگے ریڈیو کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

''وہ مل چکی ہوتیں تو اطلاع یقینی طور پر آ جاتی تھی مانو!''

''او کے کیمپ یہیں پر سیٹ اپ کر لیں، مجھ میں مزید چلنے کی گنجائش ہرگز نہیں۔'' وہ رونے والی تھی، الحان اپنی مچلتی شریر مسکراہٹ چھپاتا کیمپ سیٹ اپ کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

کیمپ سیٹ کے دوران مانہ بھی اس کی مدد کرنے لگی تھی۔

''میں کچھ لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتا ہوں، رات ہونے سے پہلے ہمیں روشنی کرنا ضروری ہے۔'' کیمپ سیٹ اپ کرتے ہی وہ متانت سے گویا ہوا، مانہ اثبات میں سر ہلاتی آسمان کی جانب دیکھنے لگی، الحان آگے بڑھ گیا، کچھ دور جاتے ہی وہ یکا یک لڑکھڑاتا پٹاخ سے زمین کا حال پوچھ بیٹھا۔

الحان کی چیخ سنتے ہی مانہ سٹپٹاتی ہوئی تیزی سے اس کی جانب لپکی۔

''میری ٹانگ میں بہت شدید تکلیف ہو رہی ہے۔'' وہ بڑی مہارت سے درد سہنے کی ایکٹنگ کرنے لگا تھا۔

''کیا ہوا؟ مجھے دکھائیں۔'' وہ تیزی سے پھلانگتی اس کے قریب چلی آئی۔

''آ آ آ آ......'' وہ ایک دم چلا اٹھا، خوف اور گھبراہٹ کے عالم میں مانہ کی حالت غیر ہونے لگی۔

''کیا ہوا؟'' وہ پھر سے رونے کو آئی تھی۔

''میرے شولڈرز میں بے حد تکلیف ہے۔'' اس نے جلدی سے ایک اور جھوٹ بولا۔

''آپ کھڑے ہو سکتے ہیں؟''

''خود سے کھڑا نہیں ہو سکتا۔'' وہ کراہتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں ہیلپ کرتی ہوں۔'' وہ تیزی سے جھکتی اپنی بانہوں کے سہارے سے اسے کھڑا ہونے میں ہیلپ کرنے لگی، الحان اپنی شریر مسکراہٹ چھپاتا کراہتا چلا گیا، مانہ کی مکمل توجہ حاصل کرنے کے لئے کیا احمقانہ چال چلی تھی اس نے مگر اس کی یہ چال یقیناً کام کرتی دکھائی دی تھی۔

''میں عاشر زمان سے ہیلپ کے لئے بولتی ہوں۔''

''نہیں نہیں نہیں۔'' وہ برجستہ بولا۔

''میں ٹھیک ہو جاؤں گا، میرے بیگ میں بینڈیج موجود ہے، ان لوگوں کو پریشان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' کیمپ کے نزدیک پہنچتے ہی اسے سہارا دیئے زمین پر بٹھاتی وہ جلدی سے اس کے بیگ کی جانب لپکی۔

''لکڑیاں میں لے آؤں گی آپ یہاں آرام سے بیٹھیں۔'' بیگ اس کے نزدیک پھینکتی وہ گویا ہوئی۔

(باقی آئندہ ماہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

متاعِ جاں لٹ رہی ہے

سونیا چوہدری

مکمل ناول

سنو اے چاند سی لڑکی!
ابھی تم تتلیاں پکڑو
کہ پھر گڑیوں سے کھیلو تم
یا پھر معصوم سی آنکھوں سے ڈھیروں خواب دیکھو تم
فراز و فیض و محسن کی
کتابیں مت ابھی پڑھنا
یہ سب لفظوں کے ساحر ہیں
تمہیں الجھا کر رکھ دیں گے
تمہیں معلوم ہی کب ہے
محبت کے لبادے میں ہوس و حرص ہوتی ہے
یہ انسانوں کی دنیا ہے
مگر ان سے کہیں بڑھ کر یہاں وحشی درندے ہیں
وہ وحشی جن کی آنکھوں میں چھلکتے پیار کے پیچھے
بدن کی بھوک ہوتی ہے
ابھی کچی کلی ہو تم
ابھی کانٹوں سے مت کھیلو
ابھی اپنی ہتھیلی پر کسی کا نام مت لکھو
ابھی اپنی کتابوں میں گلابی پھول مت رکھو
ابھی شعروں میں مت الجھو ابھی مت ڈائری لکھو
ابھی جگجیت کی غزلوں کی گہرائی میں مت جاؤ
ابھی گلزار کی نظموں سے افسردہ سے مصرعوں میں
الجھ کر ہونٹ مت کاٹو
ابھی تو عمر باقی ہے
ابھی خود کو سنبھالو تم
ابھی بس مسکراؤ تم
ابھی تم عشق مت سوچو
ابھی سب بھول جاؤ تم
سنو اے چاند سی لڑکی
سنو اے چاند سی لڑکی!!!

"سر! آپ کو ایک بات بتاؤں میں محض سولہ برس کی تھی جب پہلی بار میں نے یہ غزل ایف ایم پر سنی تھی اور اب میں بائیس برس کی ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

Downloaded From Paksociety.com

گئی ہوں لیکن اس غزل کے حصار سے نہیں نکل سکی۔'' اس نے نیوز پیپر پر لکھی ایک غزل کو پڑھتے ہوئے کہا۔

''شاعر نے کتنا انصاف کیا ہے نا اپنی شاعری سے؟'' اس نے سامنے بیٹھے شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کھوئے کھوئے سے انداز سے کہا۔

''اور ایک مزے کی بات بتاؤں آپ کو؟'' اس نے اپنی گہری نشیلی آنکھوں کو ایک ادا سے گھماتے ہوئے کہا تو سامنے بیٹھا شخص نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

''آپ یہاں کام کرنے آئی ہیں مجھے اپنے بچپن کے مشاغل بتانے نہیں۔'' حیاء کے کھلکھلاتے چہرے پہ اس کے ایسے صاف لہجے سے دفعتاً ناگواری کے آثار جھلکے۔

''ہونہہ صبح ناشتے میں پتہ نہیں کریلے کا جوس پیتے ہیں جو سارا دن یوں جلے کٹے رہتے ہیں۔'' حیاء نے مصطفیٰ کی جانب دیکھتے ہوئے زیر لب بڑبڑایا۔

''کچھ کہا آپ نے؟'' مصطفیٰ نے اس کو یوں خود کلامی کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

''نہ...... نہیں...... تو...... میں نے تو کچھ نہیں کہا۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''کیوں آپ کو کچھ سنائی دیا؟'' حیاء نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو مصطفیٰ نے اپنی نظر لیپ ٹاپ سے ہٹا کر سامنے بیٹھی حیاء کو دیکھا۔

''یہ فائل پکڑیں اور اس کو ایک بار اچھی طرح سے اسٹڈی کر کے کل والی میٹنگ کے لئے پریزنٹیشن تیار کریں، آج شام سے پہلے مجھے پریزنٹیشن ریڈی چاہیے Is that clear۔''

''Yes sir!۔''

''Good, now you can go۔'' مصطفیٰ کا سرد لہجہ اس کو اندر تک جلا دیتا تھا اس نے سامنے میز پر رکھی فائل اٹھائی اور اٹھ کر اپنے کیبن میں چلی آئی۔

اپنے کیبن میں آتے ہی اس نے فائل میز پر رکھی نہیں بلکہ پٹخی تھی اس کے کیبن کے بالکل سامنے ہی مصطفیٰ کا آفس تھا، اس کا یوں فائل پٹخنا وال گلاس کے اس جانب بیٹھے شخص نے دیکھ لیا تو اس نے بوکھلاہٹ کے مارے چہرہ دوسری جانب پھیر لیا۔

''بس حکم دینے کے علاوہ تو شائد زندگی میں کچھ سیکھا ہی نہیں انہوں نے۔'' وہ چہرہ دوسری جانب کئے فائل سامنے کھولے پھر سے بڑبڑانے لگی جب فون کی بیل نے اس کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

''سر ابھی بزی ہیں برائے مہربانی بعد میں کال کیجئے گا۔'' اس نے اکتاہٹ سے فون اٹھاتے ہوئے فوراً سے اپنے رٹے رٹائے الفاظ دہرائے یہ جانے بنا کہ فون پر کون ہے۔

''ایکسیوزمی مس حیاء آپ کا دھیان کہاں ہے؟ آپ اپنے فون پر مخاطب ہیں میرے نہیں جو آپ کو یوں بولنا پڑے۔'' مصطفیٰ نے سخت لہجے میں کہا تو حیاء کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

''سوری سر وہ میرے دھیان سے نکل گیا میں نے کچھ دن سے ان لائنز کی کافی پریکٹس کی تھی نا تو۔'' اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کر پاتی مصطفیٰ نے اسے ٹوک دیا۔

''میں اس وقت ایکسکیوزز سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''اوہ تو کس موڈ میں ہیں آپ سر؟'' وہ پھر سے شوخ ہو گئی۔

''یہ تو میں آپ کو آپ کے کیبن میں آ کر بتاتا ہوں تب تک آپ فائل پکڑ کر بیٹھئے جو چند

ثانیے پہلے آپ نے میز پر پٹخی ہے۔''

''سر! وہ میں نے فائل پٹخی تو......'' اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی لائن کٹ گئی اور اس نے سہمے سہمے سے انداز میں میز پر رکھی فائل اٹھائی اور اس کو اسٹڈی کرنے لگی۔

مصطفیٰ نے وال گلاس سے اس کو فائل پر جھکے دیکھا تو مطمئن سا ہو کر دوبارہ لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

آفس کے تمام ورکرز اپنا کام ختم کرنے کے بعد جا چکے تھے اور وہ ابھی تک صبح والی پریزنٹیشن کو لئے بیٹھی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا سارے کام یہیں چھوڑ کر مصطفیٰ کے پاس جائے اور اس سے صاف صاف کہہ ڈالے کہ یہ میرے بس کا کام نہیں، ابھی وہ اپنے خیالوں میں گم ایسا سوچنے کے ساتھ ساتھ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلا رہی تھی جب کیبن کے دروازے پہ دستک دیتا ہوا مصطفیٰ اندر داخل ہوا، حیاء نے ایک خفا سی نظر سامنے کھڑے مصطفیٰ پر ڈالی اور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

مصطفیٰ اس کو بنا مخاطب کئے اک خاموش نگاہ اس پر ڈال کر سامنے پڑی کرسی پر براجمان ہو گیا اور اپنے موبائل پر مصروف ہو گیا تھا، حیاء کی انگلیاں لیپ ٹاپ پہ حرکت کر رہی تھیں لیکن اس کی سوچ کا محور سامنے بیٹھا شخص تھا۔

''سر!'' حیاء نے نظریں لیپ ٹاپ پہ جمائے ہوئے ہی اسے مخاطب کیا۔

''ہوں؟'' مصطفیٰ نے مصروف کن انداز میں ہنکارا بھرا۔

''آپ مجھے اتنے اچھے کیوں لگتے ہیں؟'' حیاء کے سوال نے سامنے بیٹھے شخص کو حیران ہی تو کر دیا تھا۔

''حیاء اس وقت آپ آفس میں موجود ہیں اور آفس میں، میں صرف اور صرف آپ کا باس ہوں اس لئے ایسی باتوں پر کم اور اپنے کام پر زیادہ توجہ دیا کریں۔'' مصطفیٰ کے لہجے میں سختی تھی جو حیاء با آسانی محسوس کر چکی تھی، حیاء نے لیپ ٹاپ بند کر دیا اور خود کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

''پریزنٹیشن ریڈی ہے چیک کر لیجئے گا، اللہ حافظ۔'' اس نے ٹیبل سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔

مصطفیٰ نے اس کو جاتے دیکھا تو خود بھی ہاتھ پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتا ہوا کھڑا ہو گیا، وہ اپنی گاڑی میں بیٹھنے کے بعد کی ہول میں چابی ڈال کر گاڑی اسٹارٹ کرنے ہی والی تھی جب شیشے پر جھک کر مصطفیٰ نے اسے چونکا دیا۔

''کیا ہوا؟'' حیاء نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میرے خیال سے اب آپ کے لئے بھی ایک سیکرٹری رکھنی پڑے گی جو آپ کو آپ کی بھولی ہوئی چیزیں یاد دلوا سکے۔'' حیاء نے ناسمجھی سے اس کو گھورا تو اس نے اس کا کلچ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''نہ جانے آپ کب ذمہ دار ہوں گی؟'' حیاء نے اس کے ہاتھ سے کلچ تھاما تو شکریہ سننے کے بعد وہ سائیڈ پر ہو گیا اور اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا، حیاء چند ثانیے اس کی گاڑی کو دیکھتی رہی اور پھر خود بھی گاڑی اسٹارٹ کرتی ہوئی گھر کی جانب روانہ ہو گئی۔

☆☆☆

گھر پہنچی تو رضا صاحب لان میں بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے اور شمسہ بیگم پاس بیٹھیں کسی سے فون پر بات کر رہی تھیں، وہ سیدھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

انہی کی جانب چلی آئی۔

''السلام علیکم!'' حیاء نے اترے ہوئے چہرے سے سلام کیا تو رضا صاحب سلام کا جواب دیتے ہوئے مسکرا دیئے، حیاء نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگی۔

''لگتا ہے مصطفیٰ نے خوب کھینچ کر رکھا ہوا ہے۔'' اب وہ بولتے ہوئے باقاعدہ ہنس دیئے تو حیاء ان کی بات کو سمجھتے ہوئے ناراضگی سے انہیں دیکھتی ہوئی بولی۔

آخر بزنس کے معاملے میں آپ کے شاگرد رہ چکے ہیں کچھ تو اثر ہوگا ہی ان پر بھی، حیاء نے سر کرسی کی پشت سے ٹکاتے ہوئے جواب دیا تو وہ ایک بار پھر گہری مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے اس کو دیکھنے لگے۔

''کافی تھکی ہوئی لگ رہی ہو جاؤ جا کر فریش ہو جاؤ میں تمہارے لئے کافی بھجواتی ہوں۔'' شمسہ بیگم نے فون بند کرنے کے بعد اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

کمرے میں آ کر فریش ہونے کے بعد وہ واش روم سے نکلی تو ملازمہ میز پر کافی رکھ کر جا چکی تھی، حیاء نے کافی کا مگ تھاما اور بیڈ پر آن بیٹھی، گھونٹ گھونٹ کر کے کافی پیتے ہوئے اس کا دھیان مسلسل مصطفیٰ کی جانب تھا۔

آخر کیا تھا اس شخص میں جو حیاء کو اس کے سامنے بے بس کرتا تھا، جس کے ہاتھوں وہ اپنی اتنی بے عزتی کروانے کے بعد بھی اس کی جانب کھنچی چلی جاتی تھی، کیا تھا جو حیاء کو مصطفیٰ کے سامنے بار بار اپنی توہین کروانا بھی منظور تھا، اس کی جاذب شخصیت میں کچھ تو تھا جو سب سے الگ تھا، اس نے سوچتے سوچتے مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور خود آنکھیں موند لیں، آنکھیں بند کرتے ہی اس کے سامنے مصطفیٰ کا چہرہ آ گیا تو وہ بے اختیار مسکراتی ہوئی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

تنہائی کرتی ہے جب یادوں کے تذکرے
کچھ لفظ سسکیوں میں ہی دم توڑ دیتے ہیں

اس نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا اور آہ بھرتی ہوئی اٹھ کر کمرے سے باہر چلی آئی۔

''آپی باہر آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔'' وہ کمرے سے نکلی ہی تھی کہ اس کو اپنے پیچھے اپنی چھوٹی بہن وشمہ کی آواز سنائی دی، اس نے مڑ کر عقب میں کھڑی وشمہ کو دیکھا۔

''ابھی؟ ابھی تو میں نے کافی پی ہے میرا کوئی موڈ نہیں آئس کریم کھانے کا۔'' حیاء نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو وہ جلدی سے اس کے پیچھے لپکی۔

''آپی پلیز نا، آپ کا نہیں میرا تو موڈ ہے، پلیز پلیز پلیز۔'' اس نے معصوم سی شکل بناتے ہوئے التجائی لہجے میں کہا تو حیا اس کی شکل دیکھ کر مسکرا دی۔

''او کے چلتے ہیں تم چینج کر لو میں دادو سے مل لوں۔'' وہ کہتی ہوئی نفیسہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

وہ دروازے پر دستک دیتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو وہ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد بیڈ پر بیٹھیں تسبیح پڑھ رہی تھیں، اس نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا اور ان کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گئی، سفینہ بیگم نے تسبیح پڑھنے کے بعد اس کے منہ پر پھونک ماری تو اس نے سکون بھرا گہرا سانس لیتے ہوئے آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولیں اور ان کے کندھے پر سر ٹکاتی ہوئی محبت سے بولی۔

''دادو آپ کیوں مجھ پر پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہتی ہیں؟''

''کیونکہ میری بچی کو کسی کی نظر نہ لگے اس لئے۔'' وہ مسکراتی ہوئی کہنے لگیں۔

''اوہ مطلب میں بہت پیاری ہوں مجھے نظر لگ سکتی ہے۔'' وہ شرارت سے بولی۔

''بیٹا نظر صرف پیارے لوگوں کو نہیں لگتی اور معصوم لوگوں کو بھی لگ جاتی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولیں تو حیاء نے نظر بھر کر انہیں دیکھا اور پیار سے کہتی ہوئی دوبارہ ان سے لپٹ گئی۔

''آپ بہت اچھی ہیں دادو بہت زیادہ۔''

''آپی آ بھی جائیں میں ریڈی ہو چکی ہوں۔'' وشمہ کی آواز پر وہ چونکی۔

''اوہ سوری دادو میں وشمہ کو آئس کریم کھلانے لے جا رہی ہوں آپ چلیں گی؟''

''اس عمر میں میرے دانت مجھے آئس کریم کھانے کی اجازت نہیں دیتے۔'' وہ ہنستی ہوئی بولیں تو حیاء بھی کھلکھلاتے ہوئے ہنس دی۔

''او کے میں چلتی ہوں ورنہ وشمہ کا تو آپ کو پتہ ہے نا شور مچا کر پورا گھر سر پر اٹھا لے گی۔''

''ہاں ہاں جاؤ تم اور دھیان سے جانا گاڑی چلاتے وقت دھیان صرف ڈرائیونگ پر دیا کرو۔'' وہ محبت سے اس کو سمجھاتے ہوئے بولیں۔

''جب تک آپ کی دعائیں میرے ساتھ ہیں مجھے کبھی کچھ نہیں ہو سکتا۔'' وہ دروازے میں رک کر بولی اور پھر مسکراتی ہوئی پورچ میں چلی آئی جہاں وشمہ اس سے پہلے گاڑی میں بیٹھی اس کی منتظر تھی۔

☆☆☆

میری انکساریوں پر تیرا تند و تیز لہجہ
وہی میری جی حضوری وہی تیری حکمرانی

''میم سر آپ کو ان کے آفس میں بلا رہے ہیں۔'' وہ ابھی آفس پہنچی ہی تھی کہ اس کو آتا دیکھ مصطفیٰ نے اسے اپنے آفس میں بلا لیا، وہ جلدی سے اس کے آفس کی جانب بڑھی، اس نے ڈور ناک کیا۔

''کم آن۔'' اندر سے وہی دل کو چھو جانے والی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ دروازہ دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

''گڈ مارننگ سر!'' حیاء نے مسکراتے ہوئے سامنے بیٹھے شخص کو مخاطب کیا۔

''آپ کی گھڑی پہ کیا وقت ہوا ہے؟'' مصطفیٰ نے اس کے خوشگوار موڈ کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا تو حیاء نے ناسمجھی سے ہاتھ میں پہنی گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

''ساڑھے دس ہو گئے ہیں۔''

''ساڑھے دس ہو گئے ہیں اور آپ کی آفس آنے کی ٹائمنگ شاید نو بجے ہے۔'' مصطفیٰ نے اس کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تو حیاء نے نظریں جھکا لیں۔

''کیا ہوا؟'' حیاء کو یوں خاموش دیکھ کر مصطفیٰ نے پوچھا۔

''اگر میں آپ کو لیٹ آنے کی وجہ بتاؤں گی تو آپ نے یقین تو کرنا نہیں اس لئے سوچا خاموش ہی رہتی ہوں۔'' حیاء نے معصوم سی شکل بناتے ہوئے کہا تو مصطفیٰ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

''دیکھیے مس حیاء! اگر آپ کو زندگی میں کامیاب ہونا ہے تو وقت کی قدر کرنا سیکھیے کیونکہ وقت کسی کے لئے نہیں رکتا اور آج آپ کو میں معاف کر رہا ہوں لیکن اگر آئندہ آپ لیٹ ہوئیں تو اچھا نہیں ہوگا۔'' مصطفیٰ نے سنجیدگی سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہا۔

''کیا اچھا نہیں ہوگا؟ آپ مجھے آفس سے نکال دیں گے؟'' حیاء نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

کیونکہ وہ جانتی تھی وہ ایسا نہیں کر سکتا لیکن مصطفیٰ کے جواب نے اس کی سوچ کو غلط ثابت کرتے ہوئے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

''جی بالکل آپ نے ایک دم ٹھیک اندازہ لگایا ہے میں بالکل ایسا ہی کروں گا۔'' وہ مصطفیٰ کے جواب پر خاموش ہی تو ہوگئی تھی، بدلے میں پھر کچھ بول بھی نہ سکی۔

''میری ضروری میٹنگ ہے میں نکل رہا ہوں میرے پیچھے سے کام میں کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے اور آپ ہر گھنٹے بعد مجھے میسج کر کے آفس کے معاملات کے بارے میں اطلاع کرتی رہیں گی، ہر گھنٹے کے بعد مطلب پورے ایک گھنٹے کے بعد۔''

''یس سر!'' حیاء نے بے دلی سے جواب دیا تو مصطفیٰ نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور آفس سے نکل گیا، مصطفیٰ کے جاتے ہی حیاء نے ایک گہرا سانس لیا اور خود مصطفیٰ کی کرسی پر آ بیٹھی۔

''دیکھئے مس حیاء! اگر آپ کو زندگی میں کامیاب ہونا ہے تو وقت کی قدر کرنا سیکھئے کیونکہ وقت کسی کے لئے نہیں رکتا اور آج آپ کو میں معاف کر رہا ہوں لیکن اگر آئندہ آپ لیٹ ہوئیں تو اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ اسی کے انداز میں بیٹھی اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی تو دفعتاً آفس کا دروازہ کھلا۔

''س...... سر...... آپ...... آپ واپس کیوں آ گئے؟'' حیاء اس کی یوں اچانک آمد پر بوکھلا سی گئی۔

''وہ...... میں...... میں...... کوئی فائل ڈھونڈ رہی تھی اس لئے بیٹھ گئی۔'' حیاء نے اس کے بگڑے تیور دیکھتے ہوئے جلدی سے اپنی صفائی میں جھوٹ بولا۔

''اس کرسی پر بیٹھنے کا شوق ہے تو محنت کرنا بھی سیکھئے۔'' اس نے ٹیبل سے اپنی مطلوبہ فائل اٹھاتے ہوئے کہا جس کو وہ بھول گیا تھا اور واپس لینے آیا تھا، حیاء اس کی بات پر خاموش رہی، مصطفیٰ نے واپسی کے لئے قدم بڑھائے تو ایک بار پھر حیاء نے سکون کا سانس لینا ہی چاہا کہ وہ دروازے پر پہنچ کر واپس اس کی جانب مڑ کر بولا۔

''کسی کے پیچھے اس کی نقل اتارنا بری بات ہوتی ہے۔'' وہ کہہ کر رکا نہیں، حیاء کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے، اس کے آفس سے جاتے ہی وہ بھی اپنے کیبن میں چلی آئی اس سے پہلے کے وہ پھر سے کچھ بھولا ہوا واپس لینے آتا۔

اپنے کیبن میں آ کر اس نے اپنے لئے ایک کپ چائے منگوائی کل رات سے اس کے سر میں درد تھا جس کی وجہ سے وہ رات کو میڈیسن لینے کے بعد سوئی تو صبح اس کو اٹھنے میں دیر ہوگئی اور اسی وجہ سے آفس بھی وقت پر نہیں پہنچ سکی تھی۔

حیاء جانتی تھی اگر وہ مصطفیٰ سے یہ کہتی کہ صبح اٹھنے میں اسے دیر ہوگئی جس کی وجہ سے وہ وقت پر نہیں پہنچ سکی تو وہ لمبا چوڑا لیکچر دے کر بنا اسے اپنی جگہ سے ہلنے بھی نہ دیتا، اس لئے اس نے اس کے سامنے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

چند ہی لمحوں میں چائے آ گئی، چائے پینے کے بعد اس کو دفعتاً خیال آیا کہ آج شام اس کو اپنے بابا کے ساتھ ان کے دوست کی طرف دعوت پر بھی جانا ہے، جہاں تمام بڑے بڑے بزنس مین بھی مدعو ہوں گے، تمام میں مصطفیٰ کا

نام بھی شامل تھا، اس نے مسکراتے ہوئے بیٹھے بیٹھے شام کا منظر سوچا اور جلدی سے اپنا کام نمٹانے لگی، کیونکہ اب کچھ بھی کر کے اسے جلدی سے کام ختم کر کے گھر پہنچ کر شام کے فنکشن کی تیاری بھی کرنی تھی۔

☆☆☆

چچتا ہے سیاہ رنگ اسے اور مجھے بھی
وہ چاند کسی رات کا میں راکھ دیے کی

اس کی سرخ و سفید رنگت پر بلیک شلوار قمیض بہت بج رہی تھی، حیاء نے اک نظر گیٹ سے اندر داخل ہوتے مصطفیٰ پر ڈالی جو اپنے والد کے ہمراہ اندر داخل ہو چکا تھا اور اب کچھ لوگوں سے ملنے میں مصروف نظر آ رہا تھا، حیاء نے اس کی شخصیت کا جائزہ لینے کے بعد اک نگاہ خود پر ڈالی، وہ بلیک لانگ فراک کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ میں خاصی پیاری لگ رہی تھی، سلیقے سے سیٹ کیا گیا دوپٹہ اور جوڑے میں قید اس کے لمبے بال، گہری نشیلی آنکھوں میں لگا کاجل، ہونٹوں پر لگائی گئی نیچرل کلر کی لپ اسٹک، سب کچھ پرفیکٹ تھا، حیاء تو اس حسین اتفاق پر اتنا خوش ہو رہی تھی کہ اس کی اور مصطفیٰ کی ڈریسنگ کا کلر سیم تھا، حیاء نے آگے بڑھ کر اس کے والد سے سلام لی تو وہ اس کی آواز پہ بے اختیار پلٹ کر اس کی جانب متوجہ ہوگیا جو کسی اور سے باتوں میں مگن لگ رہا تھا۔

''السلام علیکم انکل! کیسے ہیں آپ؟'' حیاء نے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے مصطفیٰ کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے انہیں مخاطب کیا تو وہ خوشگوار لہجے میں اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ چلتے رضا صاحب کے پاس چلے آئے۔

حیاء چند ثانیے ان کے پاس کھڑی رہی اور پھر جب دیکھا کہ مصطفیٰ اب اکیلا کرسی پر بیٹھا موبائل میں مگن ہے تو فوراً اس کے پاس چلی آئی، مصطفیٰ نے نظر اٹھا کر سامنے کرسی پر بیٹھتی حیاء کو دیکھا اور پھر سے موبائل کی جانب متوجہ ہوگیا۔

حیاء نے اس کی بے نیازی کو محسوس کرتے ہوئے گلہ کھنکارتے ہوئے اسے ایک بار پھر اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا لیکن ناکام رہی جب مصطفیٰ نے اس کی جانب دوبارہ نہیں دیکھا تو خود ہی اس کو مخاطب کرتی ہوئی کہنے لگی۔

''سر! بھری محفل میں بیٹھنے کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک اہم اصول یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی آپ کے پاس آ کر بیٹھے تو آپ کو اسے کمپنی دینی چاہیے ناکہ اپنے موبائل پہ جھکے رہنا چاہیے۔'' اس کی بات پہ مصطفیٰ نے موبائل بند کرتے ہوئے اپنے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا کیونکہ وہ جانتا تھا اس نے بات تو ٹھیک کہی ہے۔

''سر! ایک بات پوچھوں؟'' حیاء نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پوچھیں؟''

''میں کیسی لگ رہی ہوں؟''

''جیسی ہر روز لگتی ہو۔''

''اور میں ہر روز کیسی لگتی ہوں؟''

''جیسی اب لگ رہی ہو۔''

''تو میں یہی تو پوچھ رہی ہوں سر! میں ابھی کیسی لگ رہی ہوں؟'' وہ مسکراتے ہوئے اسے زچ کرنے لگی۔

''پتہ نہیں؟'' مصطفیٰ نے جان چھڑانے کے سے انداز میں جواب دیا تو حیاء کے چہرے پہ اچانک سنجیدگی چھا گئی، مصطفیٰ نے اس کو دیکھا تو اس نے اپنا چہرہ دوسری جانب پھیر لیا۔

''کیا ہوا؟'' مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں اتری نمی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کچھ نہیں شاید آنکھ میں کچھ چلا گیا ہے۔'' حیاء نے آنکھوں میں آئی نمی کو آنکھوں کے اندر ہی جذب کرتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''لاؤ میں دیکھتا ہوں۔'' مصطفیٰ نے کھڑے ہو کر اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے کہا، اتنے بڑے لان میں صرف اب وہ دونوں بچے تھے باقی سب لوگ کھانے کے لئے اندر جا چکے تھے، حیاء نے اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا، مصطفیٰ اس کی آنکھ میں پھونک مار رہا تھا جب وہ دفعتاً سیدھی ہو کر اس کے اور قریب ہوگئی۔

''سر! آپ مجھے اتنے اچھے کیوں لگتے ہیں؟'' اس نے مدھم آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔

''حیاء! تمہیں ایک بار میں بات سمجھ کیوں نہیں آتی؟ کیوں بار بار ایسی باتیں کرتی ہو جن کا کوئی مقصد ہی نہیں ہوتا۔'' اس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

''مقصد ہے سر! لیکن آپ اس مقصد کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے؟ نہ جانے آپ ایسے کیوں ہیں؟''

''میں جیسا بھی ہوں اس سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔''

''فرق پڑتا ہے سر! مجھے بہت فرق پڑتا ہے، آپ سمجھتے کیوں نہیں؟ میں آپ سے......''

''مصطفیٰ، حیا بیٹا تم لوگ ابھی تک یہیں کھڑے ہو، اندر چلو۔'' رضا صاحب حیاء کی تلاش میں باہر آئے تو مصطفیٰ کو بھی وہاں کھڑا دیکھ کر اسے بھی اپنے ساتھ اندر لے آئے، حیا اور مصطفیٰ بنا کچھ کہے ان کے ساتھ ہی آگے پیچھے چلتے ہوئے اندر چلے آئے۔

حیاء کا موڈ کافی بگڑ چکا تھا جس کی وجہ سے وہ جلدی ہی سب سے معذرت کرتی ہوئی گھر چلی آئی، جبکہ رضا صاحب ابھی رکنا چاہتے تھے، اس نے رضا صاحب کو ساتھ چلنے کے لئے مجبور نہیں کیا اس لئے اکیلی ہی گھر کے لئے نکلنے لگی کہ مصطفیٰ نے اسے گیٹ پر ہی روک لیا۔

''کہاں جا رہی ہو؟''

''میں کہیں بھی جاؤں آپ سے مطلب؟'' اس نے غصے سے مصطفیٰ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے مطلب نہیں ہے، لیکن تمہارا باس ہونے کے ناطے تم سے پوچھ تو سکتا ہوں۔'' مصطفیٰ نے اس کا بگڑا موڈ دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ صرف آفس میں میرے باس ہیں، آفس سے باہر میں کیا کرتی ہوں کہاں جاتی ہوں یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔'' حیاء نے اس کی جانب دیکھے بنا کہا۔

''حیاء!'' مصطفیٰ نے نرم لہجے میں اس کا نام پکارا تو اس کی آواز حیاء کے دل کو چھو گئی، حیاء نے نظر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

''حیاء تم بات کو سمجھنے کی......'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہہ پاتا حیاء نے ہاتھ اٹھا کر اس کو ٹوک دیا۔

''پلیز سر! مجھے ابھی کچھ نہیں سننا۔'' اس کے اس انداز پر مصطفیٰ نے بغور اس کو گھورا اور وہاں سے پلٹ کر واپس اندر چلا گیا، حیاء نے نم آنکھوں سے اسے جاتا دیکھا اور چند ثانیے بعد خود بھی گاڑی میں آ بیٹھی اور گھر کی جانب روانہ ہوگئی۔

☆☆☆

گھر پہنچی تو شمسہ بیگم لاؤنج میں بیٹھیں ٹی وی دیکھ رہی تھیں، اس کو آتا دیکھ کر وہ اس کی

جانب دیکھتی ہوئیں بولیں۔

''اکیلی آ گئی؟ تمہارے بابا کہاں ہیں؟''

''انہیں ابھی رکنا تھا، میرے سر میں کافی درد تھا اسی لئے جلدی چلی آئی، اصغر انکل ان کو ڈراپ کر جائیں گے، نہیں تو ضرورت پڑنے پر وہ ڈرائیور کو کال کر لیں گے۔'' اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بتایا۔

''آج کل تمہارے سر میں اتنا درد کیوں رہنے لگا ہے؟ صبح میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چل کر اچھے سے چیک اپ کرواؤ۔'' انہوں نے فکرمندی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے ماما یہ ڈاکٹر والا سر درد نہیں ہے معمولی سا ہے آرام کرنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے، بس جب سے آفس جوائن کیا ہے تو اکثر تھکن کی وجہ سے ہونے لگتا ہے مگر آرام کرنے کے بعد خود بخود ٹھیک بھی ہو جاتا ہے۔'' حیاء نے قصداً مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا لیکن پھر بھی میڈیسن لے لینا اور جاؤ اب جا کر سو جاؤ، آنکھوں کے گرد دیکھو کیسے ڈارک سرکل بن رہے ہیں، دن بہ دن نہ جانے کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں، اپنی طرف سے اتنی لاپروائی مت برتو، ورنہ مجبوراً مجھے ہی پھر تمہارا خاص خیال رکھنا پڑے گا جس پر تم مجھے پھر کہتی ہی رہ جاؤ گی مما میں اب کوئی چھوٹی بچی نہیں ہوں آپ میری اتنی پرواہ مت کیا کریں۔'' وہ نرم لہجے میں ہلکی سی خفگی سے بولیں تو حیاء مسکرا دی۔

''اوکے مائی ڈیئر ماما! اب آپ کو شکایت کا کوئی بھی موقع نہیں ملے گا، میں اپنا بہت زیادہ خیال رکھوں گی۔'' وہ صوفے سے اٹھتی ہوئی بولی تو وہ شمسہ بھی مسکرا دیں۔

''دادو سو گئیں کیا؟'' حیا نے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے پلٹ کر پوچھا۔

''ہاں ان کو میڈیسن دے کر سلا دیا تھا، صبح مل لینا، ابھی ان کے روم میں جا کر ان کو ڈسٹرب کر دینا۔''

''نہیں کرتی۔'' وہ مختصراً جواب دیتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

کمرے میں آ کر اس نے کپڑے تبدیل کیے اور لائٹ آف کر کے بیڈ پر آن لیٹی، عجب سی بے سکونی تھی، جو اس کو کسی پل چین نہیں لینے دے رہی تھی، کمرے میں گہرا اندھیرا تھا، مگر اس کو اب اندھیروں سے ڈر ہی کب لگتا تھا، کروٹیں بدلتے بدلتے جب اس کا دل اکتا گیا تو اس نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے لیمپ کو آن کر دیا۔

موبائل پکڑ کر اس نے مصطفیٰ کا نمبر ڈائل کیا، پہلی بار میں جب کال ریسو نہیں کی گئی تو اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کیا، اس بار ایک دو بار بیل کے بعد کال ریسو کر لی گئی۔

''سر!'' حیاء نے کال ریسو ہوتے ہی اسے پکارا۔

''جی بولیں؟'' مصطفیٰ کی آواز میں سنجیدگی تھی۔

''سر! میں آپ کے معاملے میں بہت بے بس ہوں، آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں سر، پتہ نہیں آپ میں ایسا کیا ہے جو مجھے آپ کی طرف مائل کرتا ہے، میں اپنی وجہ سے آپ کو ہرگز پریشان نہیں کرنا چاہتی لیکن سر میں کیا کروں میرا اپنے آپ پر اور اپنی سوچوں پر قابو نہیں رہتا، میرا دل چاہتا ہے صرف آپ کو سوچتی رہوں ہر کسی سے صرف آپ کا ذکر کرتی رہو اور ایسا اب سے نہیں پچھلے چھ سالوں سے ہے، جب میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تھا، لیکن اس وقت میں آپ سے اپنے دل کی باتیں نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ آپ میری باتوں کو میرا بچپنا سمجھ کر اگنور کر دیتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہیں۔'' وہ مدھم آواز میں بولتی جارہی تھی۔

''سر! آج میں آپ سے اپنے دل کی بات کہنا چاہتی ہوں۔'' وہ چند ثانیے بعد بے بسی سے بولی۔

''میں آپ سے محبت کرتی ہوں، بے پناہ محبت، مجھے الفاظ ہی نہیں ملتے کہ میں آپ کو بتا سکوں آپ میرے لیے کیا ہیں؟'' حیاء کی آنکھوں سے آنسو کسی موتی کی صورت ٹوٹ کر بکھرتا ہوا اس کے رخسار پر ٹھہر گیا۔

''آپ سن رہے ہیں نا؟'' حیاء نے اس کی مسلسل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھا۔

''حیاء تم بہت اچھی لڑکی ہو اور اچھی لڑکیاں یوں نہیں کرتیں۔'' مصطفیٰ نے کھوئے کھوئے سے انداز میں کہا۔

''سر بات اچھائی برائی کی نہیں دل کی ہو رہی ہے، جو اچھے اور برے لوگوں کا ایک سا ہوتا ہے۔'' حیاء نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے کہا۔

''میں فون رکھ رہا ہوں صبح میری ضروری میٹنگ بھی ہے مجھے جلدی اٹھنا ہے، تم بھی سو جاؤ رات کافی ہوگئی ہے۔'' مصطفیٰ نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تو حیاء نے کچھ کہے بنا لائن کاٹ دی اور بیڈ کراؤن سے سر ٹکائے چھت کو گھورنے لگی، کیونکہ آج دور دور تک اسے نیند کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

☆☆☆

کس قدر خوش دکھائی دیتی ہوں
کیسی فنکار ہو گئی ہوں میں

وہ لان میں بیٹھی وشمہ کے سنائے جانے والے جوک پہ ہنس کر لوٹ پوٹ ہورہی تھی جب ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

''وشمہ اف تم نے تو مجھے آج ہنسا ہنسا کر مارنے کا ارادہ کیا ہے شاید۔'' وہ بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

''آپی اللہ نہ کرے آپ کو کبھی کچھ ہو۔'' وشمہ فوراً سے بولی۔

''اچھا یہ بتاؤ تم کالج میں کچھ پڑھتی بھی ہو کہ سارا دن دوستوں سے جوک سن کر وہی حفظ کرتی رہتی ہو۔''

''آپی اگر پڑھتی نہ تو ہر سال اے گریڈ تھوڑی نہ لیتی۔'' وشمہ نے فخر سے کہا تو حیاء نے بغور اس کو دیکھا اور دل ہی دل میں اس کے ہمیشہ خوش رہنے کی دعا کی۔

''وشمہ ایک بات کہوں؟'' حیاء نے کھوئے کھوئے سے انداز میں کہا۔

''جی کہیں نا اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے؟''

''کبھی محبت مت کرنا اور ایسے شخص سے تو ہرگز نہیں جو تم سے محبت نہ کرتا ہو، بہت تکلیف ہوتی ہے وشمہ جب آپ کی فیلنگز کو کوئی اگنور کرے جب کوئی آپ کے اظہار کرنے پر بدلے میں بات بدل جائے، جب کوئی ہر وقت آپ کے ساتھ ہو لیکن آپ کا نہ ہو تو دل بہت دکھتا ہے۔'' حیاء کی آواز میں سوز تھا جو وشمہ نہیں سمجھ سکی تھی۔

''آپی سب ٹھیک تو ہے نا؟'' حیاء کو یوں اپنی ہی دھن میں مگن بولتا دیکھ کر وشمہ نے فکر مندی سے پوچھا، وہ وشمہ کی آواز پر دفعتاً چونکی۔

''ارے ہاں سب خیریت ہے میں تو بس یونہی تمہیں سمجھا رہی تھی۔'' حیاء نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا، وہ دونوں محو گفتگو تھیں جب وشمہ اور حیاء دونوں عامر کی آمد پر چونکی۔

''ہائے ڈیئر کزنز؟'' عامر نے ان کے

قریب پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''تم اس وقت؟'' حیاء نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

''کیوں اس وقت میرے آنے پر کوئی پابندی ہے؟'' عامر نے بے نیازی سے کہا۔

''نہیں میں نے ایسا کب کہا؟ میں تو بس پوچھ رہی تھی۔''

''وشمہ ایک کپ کافی مل سکتی ہے؟ وہ بھی تمہارے ہاتھ کی بنی ہوئی۔'' عامر نے حیاء کو نظر انداز کرتے ہوئے وشمہ سے کہا۔

''کیوں نہیں عامر بھائی میں یوں گئی اور بس یوں آئی۔'' وشمہ نے چٹکی بجاتے ہوئے ہنس کر کہا تو عامر بھی مسکرا دیا۔

''تم سناؤ آفس کیسا جارہا ہے؟'' عامر نے اک نظر حیاء کے چہرے پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''ٹھیک۔'' حیاء نے مختصراً جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کچھ پریشان لگ رہی ہو؟'' عامر نے بغور اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

''نہیں تو ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' حیاء نے جبراً لبوں پہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے جواب دیا۔

''تو کیا بات ہے حیا؟'' عامر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''تم کوئی بھی بات نہیں، بس تمہیں وہم ہورہا ہے۔''

''مجھے وہم نہیں الہام ہوتے ہیں۔'' عامر نے گہری نگاہوں سے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے جواب دیا۔

''تمہارا دماغ گھوم گیا ہے۔'' حیاء نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

''اور تم شاید پوری کی پوری گھومی ہوئی لگ رہی ہو۔'' عامر نے اس کا بگڑا موڈ دیکھتے ہوئے ہنس کر جواب دیا تو حیاء بھی مسکرا دی۔

''ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہو؟'' عامر نے موبائل پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''اور تم چپ ہی اچھے لگتے ہو، زیادہ بولنے لگو تو لگتا ہے کسی جاسوسی ادارے کا کارکن ہو۔'' حیاء نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو وہ معصوم سی شکل بناتا ہوا بولا۔

''ہائے یہ ظالم دنیا والے نہ خاموش رہنے دیتے ہیں نہ بولنے، مجھ جیسا معصوم انسان جائے تو جائے کہاں۔'' حیاء اس کی بات پر بے ساختہ کھلکھلا اٹھی۔

''عامر بھائی آپ کی کافی۔'' وشمہ نے مگ عامر کو تھمایا اور واپس چلی گئی۔

''عامر!'' حیاء نے کافی پیتے عامر کو مدھم لہجے میں پکارا۔

''ہوں کہو؟'' عامر نے موبائل پر حرکت کرتی انگلیوں کو روک کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''عامر کیا تمہیں کبھی کوئی اچھا لگا ہے؟ اتنا اچھا کہ تمہیں اس کے علاوہ کہیں کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ تمہاری سوچ کی پروان اس سے آگے جاتی ہی نہ ہو؟ تمہارا دل چاہتا ہو کہ تم ہر گھڑی بس اسی کو سوچتے رہو اسی کو دیکھتے رہو اور......'' حیاء سانس لینے کو رکی۔

''اور......؟'' عامر نے دھیمی آواز میں کہا۔

''اور ساری عمر اسی کو چاہتے رہو۔'' حیاء نے بات مکمل کر کے عامر کی جانب دیکھا جیسے وہ اس کے جواب کی منتظر ہو۔

''ہاں ہے کوئی جو مجھے اتنی ہی اچھی لگتی ہے جسے میں اتنا ہی چاہنا چاہتا ہوں کہ میرے بعد عمر بھر اسے کسی اور کے چاہنے کا انداز پسند نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آئے۔'' عامر نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے جواب دیا تو حیاء اس کو بغور دیکھنے لگی۔

''میری دعا ہے وہ تمہیں ضرور ملے۔'' حیاء نے مسکرا کر کہا۔

''یہ نہیں پوچھو گی کہ وہ کون ہے؟'' عامر نے کافی کا مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں یہ تم مجھے تب بتانا جب تم اس کو عمر بھر چاہنے کا سرٹیفکیٹ دے دو۔'' حیاء نے مسکرا کر کہا تو عامر بے ساختہ قہقہہ لگاتا ہوا ہنس پڑا۔

''کیا ہوا ہے میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے؟'' حیاء نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں تو لطیفے سے کم بھی نہیں سناتی تم۔'' عامر نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''ویسے تم ایسے سوال کیوں پوچھ رہی ہو؟'' عامر نے حیا کی آنکھوں میں کچھ کھوجتے ہوئے پوچھا۔

''بس ایسے ہی کوئی خاص وجہ نہیں۔'' حیاء نے آنکھیں گھماتے ہوئے بے نیازی سے کہا۔

''کیا تمہیں کوئی اتنا اچھا لگتا ہے جتنا تم مجھ سے پوچھ رہی تھی؟''

''ارے میں نے ویسے ہی پوچھ لیا تو اس کا مطلب یہ ہو گیا کہ میں کسی کو چاہنے لگی ہوں یا مجھے کوئی اتنا اچھا لگنے لگا ہے؟''

''تم نے سنا تو ہو گا حیاء کہ دھواں وہاں اٹھتا ہے جہاں آگ لگتی ہے، پھر تمہارے ان سوالوں کا کچھ تو مقصد ہو گا ہی۔'' عامر نے توقف سے کہا۔

''اُف دیکھا اسی لئے کہتی ہوں تم خاموش ہی اچھے لگتے ہو زیادہ بولو تو میرے کزن میرے دوست نہیں بلکہ جاسوس لگتے ہو۔'' حیاء نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو عامر جواب میں صرف مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

''میں اندر دادو کے پاس جا رہی ہوں اب تم آئے ہو تو ان سے ملے بغیر مت باہر نکل جانا۔'' حیاء نے لاؤنج کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا تو عامر اثبات میں سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے ہی اندر چلا آیا۔

☆☆☆

ریڈ کلر کی ساڑھی میں ملبوس میچنگ جیولری کے ساتھ وہ قیامت ہی تو ڈھا رہی تھی، لیکن آج اس کا یہ قیامت ڈھاتا روپ بھی اس کو متوجہ نہیں کر پا رہا تھا، وہ گہری نگاہوں سے اس کو دیکھ رہی تھی اس نے گلاس میں ڈرنک کے چند گھونٹ ڈال کر گلاس اس کی جانب بڑھا دیا اور خود اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی، وہ گھونٹ گھونٹ کرتا مشروب کو حلق میں اتار رہا تھا۔

''اتنے خاموش کیوں ہو؟'' نینا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

''پتہ نہیں؟'' اس نے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے جواب دیا۔

''یہ کیا بات ہوئی کوئی پریشانی ہے تو مجھ سے شیئر کر سکتے ہو۔'' نینا نے خوشدلی سے پیشکش دی، اس نے جواب میں خاموشی کا دامن تھامے رکھا اور سامنے ٹیبل پر رکھی سگریٹ کی ڈبی میں سے سگریٹ نکال کر سگریٹ سلگانے لگا، نینا نے اس کے کندھے پر اپنا سر ٹکا دیا۔

''تم ہر وقت سگریٹ ہی کیوں پیتے رہتے ہو؟''

''سکون کے لئے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''جب سکون کے لئے سگریٹ ہی پینا ہوتا ہے تو میرے پاس کیوں آتے ہو؟'' نینا نے خفگی

سے پوچھا۔

''آرام کے لئے۔'' اس نے لمبا سا کش لیتے ہوئے جواب دیا۔

''سکون اور آرام میں کیا فرق ہے؟'' نینا مسکراتے ہوئے بولی۔

''سکون روح کے لئے حاصل کیا جاتا ہے اور آرام جسم کے لئے۔'' اس نے نینا کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے جواب دیا تو نینا نے گردن اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

''آج اتنی بہکی بہکی باتیں کیوں کر رہے ہو؟''

''کیونکہ آج تم بھی میرے آرام کا باعث نہیں بن پا رہی۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''میرے خیال میں آج تمہاری طبیعت کچھ ناساز ہے تمہیں گھر جانا چاہیے۔'' نینا نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مشورہ دیا۔

''ہوں شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''خود چلے جاؤ گے یا میں ڈراپ کر دوں؟''

''ابھی میں اتنا بھی نہیں بہکا کہ اکیلا گھر نہ جا سکوں۔'' اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو نینا بے اختیار ہنس دی۔

''اچھا میں چلتا ہوں۔'' وہ کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا تو نینا نے گہری نگاہوں سے اس کو جاتے دیکھا۔

''آج کچھ تو بات تھی جو اس جیسا لوگوں سے بے نیاز شخص یوں سنجیدہ لگ رہا تھا۔'' نینا نے دل ہی دل میں سوچا اور اٹھ کر کمرے کی کھڑکی میں چلی آئی جہاں سے وہ اس کو گاڑی میں بیٹھے دیکھ سکتی تھی، نینا نے اس کو وہیں کھڑے کھڑے ہاتھ ہلا کر الوداع کیا اور خود واپس آ کر صوفے پر براجمان ہو گئی۔

☆☆☆

آج دو دن بعد وہ آفس آئی تھی، اس نے اپنے کیبن کی جانب بڑھتے ہوئے ایک نظر مصطفیٰ کے آفس پر ڈالی، وہ ابھی تک نہیں آیا تھا، آج وہ جلدی آ گئی تھی یا مصطفیٰ لیٹ ہو گیا تھا اس نے اس بات کا اندازہ لگانا ضروری نہیں سمجھا اور کیبن میں آتے ہی کرسی پر بیٹھ گئی جیسے کتنے میلوں کا سفر پیدل طے کر کے آئی ہو، اس نے سر کرسی کی پشت سے ٹکاتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

مصطفیٰ کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے نمودار ہونے لگا۔

''آپ کیوں نہیں سمجھتے کہ میں آپ کو کتنا چاہتی ہوں۔'' اس نے بے بسی سے دل ہی دل میں خود کلامی کرتے ہوئے کہا جب دفعتاً اس کے موبائل پر آنے والی کال نے اس کی سوچ کے تسلسل میں خلل ڈالتے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کیا، اس نے کال ریسیو کرتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

''جی سر بولیں؟'' حیاء نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں آج آفس نہیں آؤں گا مجھے ضروری کام سے آج یونیورسٹی جانا ہے اور وہاں کافی دیر بھی ہو سکتی ہے اس لئے سب کام اچھے سے ہینڈل کر لینا اور کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر کے بتا دینا۔'' مصطفیٰ نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا تو اس کے حکم پر صرف یس سر کہنا ہی ضروری سمجھا۔

''اور ہاں ہمارے کمپنی کے جو وینڈر ہیں آج وہ آئیں گے تو ان سے بھی مل کر ان کو اچھی طرح ڈیل کر لینا۔'' مصطفیٰ نے یاد آنے پر فوراً کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اوکے سر!'' حیاء ٹیبل پر پڑے لیپ ٹاپ کو آن کرتے ہوئے مختصر سا جواب دیتے ہوئے بولی تو دوسری جانب سے کال ڈسکنیکٹ کر دی گئی، حیاء نے بغور اپنے موبائل کو گھورا اور پھر سر جھٹکتی ہوئی لیپ ٹاپ پر جھک گئی۔

☆☆☆

وہ ایک کامیاب بزنس مین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاست دان بھی تھا، اپنے باپ کی پارٹی کے یوتھ ونگ کا صدر تھا، ستائیس سال کا نوجوان مرد بے حد شاندار شخصیت کا مالک بے شمار نوجوانوں کا آئیڈیل بن چکا تھا، اس نے ایم بی اے مکمل کرنے کے بعد جہاں اپنے باپ کا بزنس سنبھالا وہیں اس نے اپنے باپ کی پارٹی بھی جوائن کر لی تھی، باپ کا حکم نہ اس نے پہلے کبھی ٹالا تھا نہ آئندہ کبھی ان کے کسی فیصلے کو رد کر سکتا تھا، کیونکہ مصطفیٰ اصغر کا شمار والدین کی فرمانبردار اولاد میں ہوتا تھا۔

ان گنت لڑکیوں کی دل کی دھڑکن بے شمار نوجوان لڑکوں کی آئیڈیل پرسنلٹی ہر انسان کو جواب دے سکتی تھی سوائے اپنے باپ کے، اس کا بزنس میں آنا اس کے بعد پارٹی جوائن کرنا یہ سب بھی تو اصغر صاحب کی خواہش کے مطابق ہوا تھا، وہ خوب بہتر طریقے سے یہ بات جانتا تھا کہ اس کی وجیہہ شخصیت کسی کو بھی متاثر کر سکتی ہے، بے شمار ایسی لڑکیاں تھیں جو اس کی ایک نظر کی منتظر نظر آتی تھیں لیکن مصطفیٰ کی نظریں اتنی عام کب تھیں کہ ان میں ہر کوئی سما سکتا، اس کی آنکھوں میں صرف وہی لڑکی آ کر ٹھہرتی تھی جو اس کے معیار پر پورا اترتی، اس کی آنکھوں میں جھلکتی مغروریت اس کا روعب دار لہجہ اکثر حیاء کے سامنے ماند پڑنے لگتا تھا۔

حیاء کی آنکھوں میں نظر آنے والی اپنی خاطر بے پناہ محبت دیکھ کر اکثر وہ اس سے چڑ بھی جاتا تھا اور یونہی اس پر بنا بات کے برسنے لگتا، جس پر بعد میں وہ اکثر پچھتاتا بھی تھا۔

اسے حیاء سے محبت نہیں تھی لیکن نفرت بھی تو نہیں تھی اور جہاں نفرت نہ ہو وہاں محبت کے امکانات تو ہو ہی سکتے ہیں اور اسے انہی امکانات سے وحشت ہوتی تھی جس کی بناء پر وہ اس سے گریز کرتا تھا۔

اس کی زندگی میں محبت کرنے کے لئے وقت تھا اور نہ ہی محبت کے لئے کوئی جگہ، وہ ان سب باتوں سے بہت دور تھا، لیکن جب سے حیاء نے اس سے اپنے دل کی باتیں کہنا شروع کی تھیں ایک عجب بے قراری تھی جو اس کے دل میں جنم لے چکی تھی، وہ جتنا اس سے دور رہتا وہ اتنا اس کے قریب چلی آتی وہ جتنا اس پر غصہ کرتا وہ اتنا اس پر جان نچھاور کرنے کی باتیں کرتی وہ جتنا اس کو ذلیل کرتا وہ اتنی اس کو عزت دینے لگتی، عجب پاگل لڑکی تھی حیاء بھی، یا پھر محبت میں مبتلا ہر شخص ہی اس پاگل پن کے دور سے گزرتا ہے، کیونکہ محبت میں جب کوئی آپ کو پاگل نہ بنا دے آپ کو خود سے اس دنیا سے بیگانہ نہ کر دے تو آپ کو محبت تو نہیں محبت نام کا وہم ضرور ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

''دادو میں تو پہلے ہی آفس سے دو چھٹیاں کر چکی ہوں اور اب پھر سے چھٹی کروں گی تو بابا اور سر دونوں ہی بہت غصہ کریں گے۔'' حیاء نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

''تمہارے سر اور تمہارے باپ دونوں کو میں دیکھ لوں گی ان کی تم فکر مت کرو تم بس ہمارے ساتھ گاؤں چلنے کی تیاری کرو۔'' سفینہ بیگم نے حتمی فیصلہ سنایا تو وہ منہ بنا کر سامنے بیٹھے

عامر کو دیکھنے لگی جو اس کی اتری ہوئی شکل دیکھ کر کافی انجوائے کر رہا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ میرے منہ پر کوئی ہیرے موتی لگے ہیں کیا؟'' حیاء نے چڑ کر کہا تو عامر بے ساختہ قہقہہ لگاتا ہوا ہنس دیا۔

''تمہارے منہ پر سلور لگ جائے تو بڑی بات ہے تم ہیرے موتی کی بات کر رہی ہو۔'' وہ بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے اس کو تنگ کرنے کی خاطر بولا۔

''جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے، چلو اٹھو نکلو باہر۔'' حیاء نے اس کو بازو سے پکڑتے ہوئے زبردستی دروازے کی جانب دھکیلا۔

''دیکھا دادو یہی وجہ ہے میرے نہ آنے کی اس گھر کے لوگ مجھے ہاتھ پکڑ کر باہر کا راستہ دکھاتے ہیں۔'' عامر نے معصوم سی شکل بناتے ہوئے کہا تو سفینہ بیگم نے حیاء کو گھورا۔

''دادو آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں اس کو کچھ کیوں نہیں کہتیں، یہ ہر وقت مجھے تنگ کرتا رہتا ہے۔'' حیاء نے سفینہ بیگم کی خفگی بھری نگاہوں سے بچنے کے لئے عامر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو اسی کو گھور رہا تھا۔

''حیاء جو بھی ہے یہ گھر جتنا تمہارا ہے اتنا ہی عامر کا بھی، تم اس کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی۔'' دادو نے پوتے کو لاڈ سے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''دادو اب آپ اس کو زیادہ سر پر مت چڑھائیں۔'' حیاء نے غصے سے عامر کو دیکھ کر کہا۔

''دادو مجھے کچھ جلنے کی بو آ رہی ہے۔'' عامر نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

''دادو!'' حیاء نے بے بسی سے انہیں پکارا تو وہ بھی مسکرا دیں۔

''اب آپ اپنے لاڈلے پوتے سے کرتی رہیں لاڈ پیار میں جا رہی ہوں۔'' وہ پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے چلی آئی تو عامر بے ساختہ ہنس دیا۔

''نہ اتنا تنگ کیا کرا سے، کہیں کسی دن غصے میں تمہارا ستر ہی نہ کر دے۔'' سفینہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

''اٹس او کے دادو آپ کے پوتے میں اتنی طاقت ہے کہ آپ کی چڑیا جتنی جان رکھنے والی پوتی سے اپنی جان بچا کر بھاگ سکے۔'' وہ شرارت سے مسکراتا ہوا بولا۔

''اچھا ابھی میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ باہر جا رہا ہوں اپنا خیال رکھیئے گا۔'' وہ ان سے اجازت طلب کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم بھی اپنا خیال رکھا کرو۔'' سفینہ بیگم نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے محبت سے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

باہر آیا تو حیاء ٹی وی لاؤنج میں کھڑی گھر کے کسی ملازم سے کوئی بات کر رہی تھی، عامر نے اس کے عقب میں کھڑے ہو کر اس کو پکار، حیاء نے اس کی جانب مڑ کر دیکھا۔

''حیاء یہ تمہارے چہرے کو کیا ہو گیا؟ ابھی تو ٹھیک تھا؟'' عامر نے فکر مندی سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا؟'' حیاء بھی ڈر گئی۔

''پتہ نہیں دیکھو تو کتنے زیادہ ریڈ اور بلیک کلر کے سپاٹ بن گئے ہیں۔'' عامر نے آنکھوں میں حیرت لئے اسے دیکھ کر کہا۔

''عامر کیا ہو گیا میرے چہرے کو؟'' حیاء رونے کو تھی۔

''اب مجھے کیا پتہ تم کون کون سی کریمیں لگا کر اپنے منہ پر تجربے کرتی رہتی ہو۔'' عامر نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بے نیازی سے نظریں پھیرتے ہوئے کہا۔
"قسم سے میں کوئی کریم نہیں لگائی۔" حیاء نے بھرآئی ہوئی آواز میں جواب دیا۔
"عامر اب کیا ہوگا؟ میرا چہرہ......" اس سے آگے وہ بول ہی نہ پائی۔
"جاؤ جاکر شیشہ دیکھو تمہیں بھی معلوم ہو کہ کیا لگ رہی ہو تم اس وقت۔" عامر نے سنجیدگی سے کہا۔
"کیا لگ رہی ہوں عامر تم بتاؤ نا؟"
"ظاہر سی بات ہے اس طرح کے چہرے کے ساتھ تم کوئی ڈائن ہی لگ سکتی ہو۔"
"عامر!" حیا نے بھرائی ہوئی آواز میں بے بسی سے اس کا نام پکارا۔
"سوری حیا مجھے دیر ہو رہی ہے ورنہ میں تمہیں ابھی خود ڈاکٹر کے پاس لے چلتا، لیکن تم ایسا کرو تم وشمہ کو ساتھ لے جاؤ اور ہاں زیادہ لاپروائی مت کرنا ابھی چلی جانا۔" عامر نے باہر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے اسے تاکید کی جس پر عمل کرنے کا ارادہ اس نے وہیں کھڑے کھڑے کرلیا تھا۔
وہ جلدی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی اس نے پہلے بے یقینی سے اپنے چہرے کو بغور دیکھا اور پھر اسی بے یقینی سے اپنے چہرے کو چھو کر یقین کرنے لگی کہ یہ اسی کا چہرہ ہے۔
"بالکل شفاف بے داغ چہرہ، عامر کے بچے۔" وہ دانت پیستی ہوئی باہر اس کی جانب بھاگی جب تک وہ پورچ میں پہنچی عامر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔
حیاء کو یوں اپنی جانب آتا دیکھ کر اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے آنکھ دبا کر اسے دیکھا تو وہ مزید بھڑک گئی۔
"تم آج مجھ سے بچ کر نہیں جاسکتے۔" وہ غصے میں بلند آواز میں کہتی ہوئی اس کی جانب بڑھی تو عامر نے جلدی سے گاڑی باہر نکالی اور بچ نکلا، حیاء اس کے فرار ہونے پر جل کر رہ گئی اور بڑبڑاتی ہوئی اندر چلی آئی۔
"کیا ہوگیا کیوں پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی؟" شمسہ بیگم نے اس کو یوں غصے میں ہانپتے دیکھ کر پوچھا۔
"مما آپ کو نہیں پتہ کیا وہ مجھے کتنا تنگ کرتا ہے۔" حیاء نے تنک کر کہا۔
"تو تم کون سا کم کرتی ہو اس کے ساتھ۔" شمسہ بیگم نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا۔
"آپ سب نے کبھی اس کی غلطی مانی بھی ہے جو اب مانیں گے۔" حیاء خفگی سے کہتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تو شمسہ اس کی بات پر مسکرا کر اس کو جاتا دیکھتی رہیں۔

☆☆☆

تجھ کو دیکھوں تو بھوک مٹ جائے
آنکھ کا رزق جناب کا چہرہ

پورے چاند کی رات میں دیر تلک جاگ کر اپنے کمرے کی بالکونی میں پڑے جھولے پر بیٹھے چاند کو دیکھنا اور اس سے اپنے دل کی باتیں کہنا اسے بے حد پسند تھا۔
ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے اور اس کے بالوں سے شرارت کرتے ہوئے اسے چھو کر گزر جاتے، بالکونی میں پڑے گلاب اور موتیے کے پھولوں کے گملوں سے اٹھی ان کی مہک ماحول کو عجب تسکین بخشتی تھی، ایک ہوا کا جھونکا آیا جس نے دروازے پر لٹکتے ونڈ چائم سے کچھ سرگوشی کی کہ وہ خوشی سے جھومتا ہوا اپنے آس پاس آہٹیں بکھیرنے لگا، حیاء نے چاند سے نظر ہٹا

کر ونڈ چائم پر ٹکا دی، ٹھنڈی نرم فضا میں چاند کی روشنی میں جھولا جھولتے ونڈ چائم کے رنگ برنگے ہولے سے سرگوشیاں کرتے ساز دل کو چھونے والے تھے۔
اس نے ہولے سے آنکھیں موند لیں اور پھر سے جھولا جھولنے لگی، آنکھیں بند کرتے ہی ہمیشہ کی طرح مصطفیٰ کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا، حیاء نے فوراً سے آنکھیں کھول لیں۔
"سر! آپ کیا چیز ہیں؟ آپ نے تو میرے دل کے ساتھ ساتھ میری نیندیں بھی چرالی ہیں، چور کہیں کے۔" حیاء نے بے بسی سے خود کلامی کی اور جھولے سے اٹھ کر بالکونی کی ریلنگ پر آ جھکی، اس کے بال اس کے شانوں پر بکھر گئے، نیچے لان میں سبز گھاس پر بکھرتی چاند کی سفید روشنی کسی ہیرے موتیوں کی مانند بکھری تھی۔
"کاش آپ کو میرے جذبوں کی قدر ہو جائے کاش آپ میرے ہو جائیں کاش......" حیاء نے نظر اٹھا کر چاند کی جانب دیکھتے ہوئے سوچا۔
"تم بھی اچھے دوست ہو میرے کسی کام نہیں آتے۔" حیاء نے چاند سے شکوہ کیا۔
"محبت کی جنگ اکیلے ہی جیتی جاتی ہے اس میں کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا، چاہ کر بھی نہیں۔" چاند نے جیسے اس کو لاجواب کردیا ہو۔
"ہوں مطلب مجھے یہ جنگ اکیلے ہی لڑنی پڑے گی لیکن اگر میں ہار گئی تو؟" حیاء نے اس کے سامنے اپنا ایک اور مسئلہ رکھا تو حیا کو لگا چاند اس کی بات پر مسکرا رہا ہو۔
"پیاری حیاء میری پیاری اور اچھی دوست محبت کی جنگ میں ہار جیت نہیں ہوتی اور ایک راز کی بات بتاؤں؟" چاند نے جیسے حیاء سے اجازت طلب کی ہو تو حیاء نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"اصل میں محبت کی جنگ وہ ہی جیتتا ہے جو ہار جائے، کیونکہ ہار وہی مانتے ہیں جن کا ظرف بلند ہوتا ہے اور ظرف انہی کا بلند ہوتا ہے جن کو سچ میں محبت ہوتی ہے اور محبت عاجزی کا دوسرا نام ہے۔" حیاء کو لگا چاند نے جو بھی کہا وہ بالکل صحیح ہے حیا نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کمرے کی جانب قدم بڑھا دیئے، کمرے میں جلتی لیمپ کی مدہم زرد رنگ کی روشنی چار سو بکھری تھی، حیاء نے ایک نظر سامنے والی کلاک پر ڈالی، رات کے دو بج چکے تھے اور وہ ابھی تک جاگ رہی تھی، حیاء بیڈ پر آ کر لیٹ گئی، کئی لمحے وہ یونہی چھت کو گھورتی رہی اور پھر کب اسے نیند نے اپنی آغوش میں لیا وہ خود بھی بے خبر تھی۔

☆☆☆

آج ستمبر کی سولہ تاریخ تھی، حیاء کو یاد تھا آج مصطفیٰ کی سالگرہ ہے، لیکن اس نے اس کو کسی میسج یا کال کے ذریعے وش نہیں کیا بلکہ وہ وقت سے پہلے آفس چلی آئی، رات اس کو ویسے نیند نہیں آ رہی تھی اور صبح اٹھتے ہی وہ تیار ہو کر سیدھا آفس چلی آئی ابھی آفس کے کافی ورکرز بھی نہیں آئے تھے۔
حیاء نے آفس میں بیٹھے بیٹھے بے شمار گلاب کے گلدستوں کا آرڈر دیا اور انٹرکام بجا کر ملازم کو بلایا جو چند ہی ثانیے میں حاضر ہوگیا۔
"میں نے کیک کا آرڈر دے رکھا ہے آپ جائیں اور جلدی سے کیک لے آئیں۔" حیاء نے ایک کارڈ ملازم کو تھماتے ہوئے کہا۔
"اور ذرا احتیاط سے لایئے گا۔" اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جاتے جاتے ملازم کو تاکید کی۔
حیاء اٹھ کر مصطفیٰ کے آفس میں چلی آئی اس نے اس کے ٹیبل پر پڑے لیپ ٹاپ کے پاس برتھ ڈے وش کا کارڈ رکھ دیا اور وال گلاس کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی، اس نے دیکھا کہ پھولوں کے گلدستے لئے دو تین لوگ انھی کے آفس میں آ رہے ہیں حیاء جلدی سے باہر کی جانب بڑھی اور ان کو آتا دیکھ کر اپنی جانب اشارہ کیا وہ لوگ بکے تھامے اس کے پیچھے مصطفیٰ کے آفس میں چلے آئے، حیاء نے گلاب کے بکے چاروں کونوں میں رکھوا دیئے اور کچھ ٹیبل پر اور ان لوگوں کو قیمت ادا کر کے رخصت کر دیا۔
اس نے ہاتھ میں بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھا نو بجنے ہی والے تھے مطلب مصطفیٰ بھی آنے والا تھا، حیاء نے جلدی سے اپنے کیبن میں آ کر ملازم کو کال ملائی جس کو اس نے کیک لینے بھیجا تھا، ابھی بیل جا رہی تھی کہ وہ کیک لے کر اس کے کیبن میں چلا آیا حیاء اس کی جانب بڑھی اور کیک لے کر مصطفیٰ کے آفس میں چلی آئی۔
اس نے ٹیبل سے فائلز ہٹا کر کیک کے لئے جگہ بنائی، ساری تیاری مکمل تھی، آفس کے تمام ورکرز بھی آ چکے تھے، انہیں بھی آفس پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہوا تھا کہ آج ان کے باس کی سالگرہ ہے، حیاء نے ایک نظر پورے آفس میں گھمائی اور اطمینان کرتی ہوئی اپنے کیبن میں آ کر بیٹھ گئی اور سکون سے سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں، یہ اس کی مخصوص عادت تھی وہ جب بھی اداس ہوتی یا پھر کچھ گہری سوچوں میں ڈوبتی تو آنکھیں موند لیتی، لینڈ لائن پر آنے والی کال نے حیا کی سوچ کا تسلسل توڑا۔
''میم سر آ گئے ہیں۔'' کریڈل کان سے لگاتے ہی اسے Receptionist کی آواز میں ملی جانے والی اطلاع نے عجیب سی کیفیت میں مبتلا کر دیا، اس کا دل معمول سے ہٹ کر دھڑکنے لگا جیسے مصطفیٰ پہلی بار آفس آیا ہو، حیاء نے کریڈل رکھتے ہوئے سامنے مصطفیٰ کے آفس کی جانب دیکھا، وہ ابھی یہاں نہیں پہنچا تھا۔
''گڈ مارننگ سر! ہیپی برتھ ڈے۔''
''ہیلو سر! ہیپی برتھ ڈے، مے یو ہیو مینی مینی مور۔''
''ہائے سر ہیپی برتھ ڈے، مے یو لیو لانگ۔'' ایسے بکتے جلتے برتھ ڈے وشنگ کے بہت سے جملے آفس میں داخل ہوتے ہی اس کی سماعتوں سے ٹکرانے لگے تھے جنھیں وہ حیرت سے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وصول کرتا شکریہ کہہ کر آگے بڑھتا گیا۔
اس نے آفس کا دروازہ کھولا تو مزید حیران ہو گیا، آج سے پہلے آفس میں اس کی برتھ ڈے کا یوں اہتمام نہیں کیا گیا تھا کیونکہ آفس میں کسی کی اتنی جرأت ہی نہیں تھی کہ کام کے علاوہ بھی کچھ سوچا جاتا۔
''جنم دن مبارک ہو سر؟'' مصطفیٰ نے عقب میں کھڑی حیاء کی جانب مڑ کر دیکھا۔
''یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔
''ہر کام ضرورت دیکھ کر نہیں کیا جاتا، کچھ کام کسی کی چاہت میں بھی کیے جاتے ہیں۔'' حیاء نے کہا۔
مصطفیٰ خاموشی سے ٹیبل کی جانب بڑھ گیا، اس نے لیپ ٹاپ کے پاس پڑے کارڈ کو اٹھا کر دیکھا اور ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے واپس رکھ دیا، حیاء کو اس کی اس لاپروائی پہ دکھ ہوا تھا لیکن اس نے مصطفیٰ کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور خوشدلی سے آگے بڑھتی ہوئی اس کے قریب آ کر

کھڑی ہوگئی۔
''سر! کیک کاٹ لیں پہلے ہی بیچارہ آپ کے انتظار میں دیکھیں کیسا ہو رہا تھا۔'' حیاء نے کیک کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔
''رکیں میں سب ورکرز کو بھی بلا لیتی ہوں پھر کاٹتے ہیں۔'' وہ خود ہی بولتی ہوئی انٹر کام کی جانب بڑھی، ملازم دستک دیتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔
''جاؤ جا کر سب سے کہو سر کے آفس میں آ جائیں۔'' حیاء نے سامنے کھڑے ملازم سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔
مصطفیٰ کے چہرے پر وہی ہمیشہ والی سنجیدگی تھی، حیاء کا دل چاہا آج تو وہ اس اڑیل انسان کی کلاس لے ہی ڈالے لیکن اس نے صبر کا دامن تھامے رکھا۔
سب ورکرز کے آتے ہی مصطفیٰ نے کیک کاٹا اور ایک بار پھر سب سے سالگرہ کی مبارک باد قبول کرتا ہوا ہلکا سا مسکرا دیا، وہ مسکرایا تو حیاء کو لگا اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی، سب ورکرز چلے گئے تو حیاء نے کیک پکڑ کر مصطفیٰ کی جانب بڑھایا، مصطفیٰ نے اس کی اس حرکت پر محتاط ہو کر اس کے ہاتھ سے کیک لے کر خود ہی منہ میں ڈال لیا۔
''شکریہ، اتنا سب کچھ کرنے کے لئے۔'' مصطفیٰ نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے بولا تو حیاء کو لگا وہ شکریہ بول کر بھی احسان کر رہا ہے۔
''اٹس او کے۔'' وہ ہولے سے کہتی ہوئی واپس مڑ گئی۔
جس جوش و خروش سے اس نے اس کو سرپرائز دینا چاہا تھا مصطفیٰ کی سرد مہری نے اسے اتنا ہی مایوس کر دیا تھا، وہ اداس سی اپنے آفس میں آ کر بیٹھ گئی، حیاء نے دیکھا کہ مصطفیٰ نے آفس سے سب گلاب کے بکے نکلوا کر باہر رکھوا دیئے تھے، حیاء کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی، کتنا کٹھور دل کا مالک تھا یہ مصطفیٰ بھی، کسی کا دل رکھنا بھی نہیں جانتا تھا، حیاء بے دلی سے اپنے کام میں جت گئی کیونکہ وہ جانتی تھی مصطفیٰ کی اس حرکت کے بعد اب اتنی جلدی اس کا موڈ ٹھیک ہونے والا نہیں تھا۔

☆☆☆

شام کو اترے ہوئے چہرے سے جب وہ گھر پہنچی تو شمسہ بیگم اور وشمہ شاپنگ پر گئی تھیں، وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلی آئی، چینج کرنے کے بعد وہ اوپر ٹیرس پر چلی آئی، سورج کی نارنجی کرنوں کی لکیریں آسمان پر بہت مہارت سے کھینچی ہوئی تھیں، کبھی کبھار ڈوبتے سورج کا منظر بھی بہت دلکش اور اداس سا لگتا ہے، حیاء نے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ کر پاؤں ٹیبل پر رکھ دیئے اور ایزی ہو کر بیٹھ گئی، اس نے اپنی نگاہیں آسمان پر جما رکھیں تھیں جہاں بہت سے پرندوں کے غول اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔
''کاش میں بھی کوئی چڑیا کوئی بلبل یا پھر تتلی ہوتی۔'' حیاء نے شدت سے خواہش کی۔
''اگر تم کوئی چڑیا، بلبل یا تتلی ہوتی تو مصطفیٰ سے محبت کیسے کرتی۔'' دوسرے ہی لمحے اسے یہ خیال بھی آیا۔
''اچھا ہی تھا اگر میں کوئی تتلی چڑیا یا بلبل ہوتی تو مجھے ایسے انسان سے محبت تو نہ ہوتی جس کو نہ محبت کی فکر ہے نہ محبت کرنے والی کی۔'' حیاء نے افسردگی سے سوچا۔
''اللہ نے اشرف المخلوقات کو ہی سب سے افضل قرار دیا ہے، اس لئے تم جو ہو بہت بہتر ہو۔'' اس کے دل نے کہا۔
''ہوں اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے جو بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بنایا ہے بہت بہتر بنایا ہے۔'' وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی جب نیچے پورچ سے گاڑی کے ہارن کی آواز نے اسے شمسہ بیگم اور وشمہ کے آنے کی اطلاع دے دی۔

اس نے کھڑے ہو کر ٹیرس سے ہی نیچے دیکھا تو وہ دونوں بہت سے شاپنگ بیگز تھامے اندر داخل ہو رہی تھیں، حیاء نے بھی قدم نیچے کی جانب بڑھائے اور لاؤنج میں چلی آئی جہاں وشمہ نے شاپنگ بیگز صوفے پر پھینکیں اور خود نڈھال سی دوسرے صوفے پر لیٹ گئی۔

''تم کون سی جنگ جیت کر آ رہی ہو جو یوں تھکی ہاری گر گئی ہو۔'' حیاء نے اس کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''ارے آپی مصطفیٰ بھائی کے لئے کسی گفٹ کا انتخاب کرنا کوئی جنگ جیتنے سے کم تو نہیں، ان کو تو آپ کو پتہ ہے کم ہی کسی کی چیزیں پسند آتی ہیں۔'' وشمہ کی بات پر حیاء جواب میں خاموش ہی رہی۔

''دیکھو تو حیاء یہ واچ کیسی ہے؟ مصطفیٰ کو پسند تو آئے گی نا؟'' شمسہ بیگم نے ایک برانڈڈ گھڑی اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا، حیاء نے خاموشی سے ان کے ہاتھ سے گھڑی تھام لی اور اسے بغور دیکھنے لگی۔

''کیسی ہے بتاؤ بھی؟'' شمسہ بیگم نے پوچھا تو وہ چونکی۔

''ج......جی......اچھی ہے مما۔'' وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔

''اور یہ پرفیوم بھی ہے۔'' وشمہ نے حیاء کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''دونوں اچھے ہیں۔'' حیاء نے مختصر سا جواب دیا۔

''لیکن یہ سب کیوں؟'' حیاء جانتی تھی کہ آج اس کی برتھ ڈے ہے لیکن جان بوجھ کر انجان بنتی ہوئی بولی۔

''لو کیوں کیا آج اس کی سالگرہ ہے، شام کو ان کے گھر پارٹی ہے تو کیا خالی ہاتھ جانا ہے۔'' شمسہ نے گفٹ واپس شاپنگ بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا تو حیاء نے حیرت سے وشمہ کی جانب دیکھا جو اس کو ہی دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

''آفس سے بابا کی کال آئی تھی انکل اصغر نے شام میں ہم سب کو مصطفیٰ بھائی کی برتھ ڈے پارٹی کے لئے انوائٹ کیا ہے، میرا چونکہ کل ضروری ٹیسٹ ہے جس کی وجہ سے میں نہیں جاؤں گی اور مما کو بھی شام میں اپنی فرینڈ کی بیٹی کی منگنی کی تقریب میں جانا ہے اس لئے آپ اور بابا جائیں گے مصطفیٰ بھائی کے گھر اور میں دادو کے ساتھ گھر میں انجوائے کروں گی۔'' وشمہ نے پوری تفصیل اسے بیان کر کے بتا دی تو حیاء نے گہرا سانس لیتے ہوئے خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی کیونکہ مصطفیٰ کا نام سنتے ہی اس پر عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

''اب جائیں اور جا کر شام کی پارٹی کی تیاری کریں، بابا آتے ہی ہوں گے، انہی کے ساتھ چلی جائیے گا۔'' وشمہ نے اس کو یوں چپ کا روزہ رکھے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی اپنے روم میں چلی آئی۔

اس نے وارڈ روب کھول کر شام کے لئے ڈریس سلیکٹ کرنا چاہا لیکن بے دلی سے وارڈ روب بند کر کے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

اسے مصطفیٰ کا سرد لہجہ اس کی بے پروائی بہت دکھ دیتی تھی بھلے وہ اس کو کچھ ظاہر نہیں کرتی تھی لیکن محسوس تو سب کچھ ہی کرتی تھی، وہ جانتی تھی وہ پارٹی میں جائے گی تو بھی اس کو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اگر نہیں جائے گی تو بھی اس کو

کوئی پرواہ نہیں تھی اس لئے اس نے نہ جانے کا فیصلہ کیا۔

''آپی آپ آ کر آرام سے بیٹھ گئی ہیں اٹھیں اور تیار ہوں۔''

''میرا جانے کا موڈ نہیں وشمہ۔'' حیاء نے مدھم لہجے میں کہا۔

''لیں موڈ کیوں نہیں ہے جی؟ نہ آپ جا رہی ہیں نہ مما جا پائیں گی اور نہ میں تو اکیلے بابا جا کر سب سے کس کس کی طرف سے ایکسیوز کریں گے؟ آپ جانتی ہیں نا اصغر انکل بابا کے کتنے لاڈلے اور بچپن کے فرینڈ ہیں، بابا کو تو برا لگے گا ہی لیکن انکل اصغر کو زیادہ فیل ہوگا۔'' وشمہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔'' حیاء نے اس کی جانب دیکھ کر سر ہلایا۔

''چلیں آج آپ میری پسند کا ڈریس پہن کر جائیں دیکھئے گا پوری محفل کی جان بن جائیں گی آپ اگر میری پسند سے ریڈی ہو کر گئیں تو۔'' وشمہ نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا اور وارڈ روب کی جانب بڑھ گئی، وشمہ اس کے لئے ڈریس کا انتخاب کر رہی تھی اور وہ گم صم سی بیٹھی اس کو دیکھ رہی تھی۔

''لیں جی آج آپ یہ پہن کر جائیں گی۔'' وشمہ نے سی گرین کلر کی لانگ فراک جس پر نفاست سے ہلکا ہلکا سا سلور کلر کا کام ہوا تھا اس کے سامنے بیڈ پر رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''چلیں آپ جلدی سے شاور لیں میں تب تک آپ کے لئے میچنگ جیولری دیکھتی ہوں۔'' وشمہ ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھتی ہوئی بولی، کچھ ہی لمحوں میں حیاء واش روم سے نکلی تو وشمہ اپنے سامنے جیولری باکس کھولے بیٹھی تھی۔

''آپی یہ جھمکے کیسے رہیں گے؟'' وشمہ نے سلور کلر کے جھمکے اس کے سامنے لہراتے ہوئے پوچھا۔

''اچھے ہیں لیکن کوئی ہلکی پھلکی جیولری دیکھو جو پہن کر مجھے فیل بھی نہ ہو۔'' حیاء نے بالوں میں برش کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو پھر یہ کیسے ہیں؟'' وشمہ نے دوسرے جھمکے اس کی جانب بڑھا کر پوچھا۔

''ہوں یہ ٹھیک ہیں۔'' حیاء نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

بال بنانے کے بعد اس نے ہمیشہ کی طرح پہلے آنکھوں میں کاجل لگایا اور پھر لائٹ نیچرل کلر کی لپ اسٹک لگا کر ایئر رنگز پہن کر تیار بھی ہو گئی۔

''آپی یہ بریسلیٹ بھی پہنیں۔'' وشمہ نے زبردستی اس کے ہاتھ میں بریسلیٹ پہناتے ہوئے کہا۔

''او کے اب ادھر میری طرف دیکھیں۔'' وشمہ دونوں ہاتھ باندھے سیدھی کھڑی ہو کر اس کی شخصیت کا جائزہ لیتی ہوئی شرارت سے بولی۔

''آج تو آپ محفل لوٹ کر ہی آئیں گیں۔'' حیاء اس کے اس انداز پر بے اختیار کھلکھلا دی۔

''آپ جلدی سے باہر آ جائیں میں دیکھتی ہوں بابا تیار ہوئے کہ نہیں۔'' وشمہ کہتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی تو حیاء نے شیشے میں دیکھتے ہوئے اپنی شخصیت پر ایک تنقیدی نظر ڈالی۔

''کیا کمی تھی اس میں؟ کچھ بھی تو نہیں۔'' لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں مصطفیٰ سے اتنا گریز کرتا تھا۔

''میں اچھی لگوں یا بری کون سا کسی کو پرواہ ہے۔'' حیاء نے شیشے میں دیکھتے ہوئے سوچا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"آپی آجائیں بابا باہر گاڑی میں آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔" حیاء نے دروازے پر کھڑے کھڑے ہی اسے مخاطب کیا تو وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھاتی ہوئی باہر کی جانب بڑھ گئی، پورچ میں پہنچی تو رضا صاحب گاڑی میں بیٹھے حیاء کے ہی منتظر تھے۔

"بابا میری گاڑی میں چلتے ہیں آپ کی گاڑی مما لے جائیں گئیں۔" حیاء شیشے پر جھکتے ہوئے بولی۔

"تو تم اپنی گاڑی انہیں دے دو۔" رضا صاحب نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ جانتے ہیں نا مجھے اپنی گاڑی سے کتنی محبت ہے میں کسی کو نہیں دیتی کیونکہ میری طرح کوئی اس کی کیئر نہیں کر سکتا۔" حیاء نے شرارت سے ہنستے ہوئے کہا تو رضا صاحب بے اختیار قہقہہ لگاتے ہوئے ہنس دیئے۔

"سیدھی طرح کیوں نہیں کہتی کہ تمہیں اپنی گاڑی کے علاوہ کسی کی گاڑی میں سکون نہیں آتا، چلو جا کر اسٹارٹ کرو میں آتا ہوں۔" ان کی بات پر وہ ہنستی ہوئی اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی، گاڑی اسٹارٹ ہوتے ہی رضا صاحب بھی پسینجر سیٹ پر آبیٹھے، ان کے بیٹھتے ہی حیاء نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔

"بابا دادو چاہ رہی ہیں میں ان کے ساتھ گاؤں چلوں۔" حیاء نے کچھ لمحے بعد گاڑی میں چھائی خاموشی کو ختم کرتے ہوئے کہا۔

"تو آپ سر سے کہیں مجھے ایک ہفتے کی چھٹی دے دیں۔" رضا صاحب نے ڈرائیو کرتی حیاء کی جانب دیکھا۔

"تو تم خود مانگ لو چھٹی میری سفارش کروانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"آپ جانتے ہیں وہ مجھے چھٹی نہیں بلکہ ایک لمبا چوڑا لیکچر ضرور دے دیں گے لیکن مجھے پتہ ہے آپ کی بات کو وہ رد نہیں کر سکتے۔" حیاء نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"تم نے پہلے بھی تو دو چھٹیاں کی ہیں روز روز چھٹیاں کرو گی تو کام کب سمجھو گی؟" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"بابا پلیز اب آپ بھی مجھے سر کی طرح شروع مت ہو جائیے گا۔" حیاء نظریں سامنے سڑک پر جمائے ہوئے بولی۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے میں بات کروں گا۔" انہوں نے اس کا موڈ دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

"تھینکس۔" حیاء نے مسکرا کر جواب دیا تو وہ بھی ہنس دیئے۔

☆☆☆

آہ میں کتنا اثر ہوتا ہے
یہ تماشا بھی دکھائیں گے تمہیں

اس نے مصطفیٰ کے عالی شان بنگلے میں قدم رکھا ہی تھا کہ اسے محسوس ہوا اس کا دل کسی نے اپنی مٹھی میں قید کرلیا ہو، رضا صاحب گاڑی سے اتر چکے تھے اور اب حیاء کے لئے کھڑے تھے۔

"بابا آپ چلیں میں آتی ہوں۔" حیاء نے گاڑی میں بیٹھے ہی کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئے۔

ان کے جانے کے بعد حیاء نے گاڑی کے شیشے چڑھا کر سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کر ایک گہرا سانس لیتے ہوئے آنکھیں موند لیں جیسے وہ خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش میں تھی۔

نہ چاہتے ہوئے بھی چند آنسوؤں کے موتی ٹوٹ کر اس کی رخسار پر بکھر گئے جنہیں سمیٹنے والا کوئی نہیں تھا۔

"اللہ جی پلیز مجھے معاف کردیں اگر میں

نے بھی کوئی ایسا گناہ کیا ہے جس سے میں خود بھی بے خبر ہوں تو میں آپ سے معافی مانگتی ہوں، پلیز مجھے معاف کردیں لیکن مجھے یوں اس بھری دنیا میں اکیلا مت چھوڑیئے گا، ایک آپ ہی تو ہیں جو میرے دل کے ہر راز سے واقف ہیں، میرے دکھ سے باخبر ہیں پلیز مجھ پر رحم کریئے اور مجھے ہمت دیجئے کہ میں ان لوگوں کو اپنا تماشا نہ دکھا سکوں ان میں ہنستی کھلکھلاتی رہ سکوں، کیونکہ آپ جانتے ہیں نا سب صرف ہنسنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں، رونے والوں کو تو دنیا صرف تماشا دیکھتی ہے۔" اس نے روتے روتے سر اسٹیئرنگ پر ٹکا دیا۔

اسے گاڑی میں یوں بیٹھے پندرہ سے بیس منٹ بیت چکے تھے جس کا اسے اندازہ بھی نہیں تھا، اس کے موبائل کی رنگ ٹون نے گاڑی میں چھائی گہری خاموشی کو توڑا۔

رضا صاحب کا نمبر اس کی موبائل اسکرین پر چمک رہا تھا، اس نے جلدی سے گاڑی کی لائٹ آن کی بیک ویو مرر میں دیکھ کر اپنے چہرے کو ٹشو سے صاف کر کے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی اور دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکل آئی۔

وہ گاڑی لاک کر رہی تھی جب مصطفیٰ اپنے کسی گیسٹ کو ڈور پر خود ریسیو کرنے کے لئے کھڑا تھا تو اس کی نظر حیاء پر پڑی، وہ اس کو گاڑی سے نکلتا دیکھ حیران ہوا تھا، کیونکہ وہ کافی دیر سے یہاں کھڑا تھا اور آنے والے مہمانوں کو ڈیل بھی کر رہا تھا، اس کی نظر حیاء کی گاڑی پر بھی پڑی تھی لیکن اس نے سمجھا تھا رضا صاحب اس گاڑی میں آئیں ہوں گے، وہ حیاء کی آمد سے بالکل بے خبر تھا اور رضا صاحب نے بھی تو اسے حیاء کی آمد کا نہیں بتایا تھا۔

وہ گاڑی لاک کرنے کے بعد اندر کی جانب بڑھ رہی تھی، جب دفعتاً مصطفیٰ نے نظریں پھیر لیں جیسے وہ اس کو محسوس کروانا چاہتا ہو کہ اس نے اسے آتا نہیں دیکھا۔

حیاء اسے رخ پھیرتے دیکھ چکی تھی، وہ مصطفیٰ کے قریب پہنچی تو خاموشی سے اس کے پاس سے گزر گئی۔

مصطفیٰ کو اس کے اس انداز نے حیران ہی تو کر دیا تھا، نہ اس نے مصطفیٰ سے سلام کیا نہ وش کیا اور نہ ہی اسے کسی بھی بات کے لئے مخاطب کیا اور خاموشی سے گزر گئی، وہ خاموش رہنے والوں میں سے تو نہیں تھی۔

"ہیلو ڈیئر مصطفیٰ!" مصطفیٰ نے مڑ کر دیکھا تو بلیک کلر کی ساڑھی میں ملبوس نینا ہاتھوں میں گلاب کے بکے تھامے اسی کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی، مصطفیٰ نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ سے بکے لیا اور نینا کے ساتھ ہی اندر چل آیا۔

حیاء نے اسے یوں نینا کے ساتھ ہنستے مسکراتے آتے دیکھا تو اس کی نظر مصطفیٰ کے ہاتھ میں پکڑے گلاب کے بکے پر تھم گئی، حیاء کو لگا اس کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہے اور اگر وہ مزید یہاں اس جھرمٹ کی کھڑی رہی تو مر جائے گی۔

وہ تیز تیز قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی باہر لان میں چلی آئی، ان میں قدم رکھتے ہی اسے لگا اس کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوگئی ہیں، وہ قدم قدم چلتی لان میں پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔

"میرے بکے تو سر نے اپنے آفس میں سے باہر نکلوا دیئے تھے اور اس لڑکی کا گلدستہ کیسے ہاتھوں میں تھامے اس کے ساتھ خوش گپیاں کرتے آرہے تھے۔" حیاء نے بے بسی سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سوچا۔

''نہ جانے وہ مجھے اتنا نا پسند کیوں کرتے ہیں، پتا نہیں میں نے ایسی کون سی خطا کر دی ہے کہ وہ میری طرف ایک نگاہ مسکرا کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔''

''کیا میں اتنی فضول ہوں کیا میری محبت کی کوئی حیثیت ہی نہیں؟'' اس نے دکھ بھرے انداز میں مصطفیٰ کے رویے کے بارے میں سوچتے ہوئے خود کلامی کی۔

''ارے آپ یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہیں اندر کیک کاٹنے لگے ہیں چلیں اندر چلتے ہیں۔'' مصطفیٰ کی بہن خدیجہ نے حیاء کو یوں تنہا بیٹھے دیکھتے ہوئے کہا تو حیاء کچھ کہے بنا خاموشی سے اندر چلی آئی۔

مصطفیٰ ہاتھ میں چھری پکڑے کیک پر جھکا تھا جب اس نے سامنے سے آتی حیاء کو دیکھا، حیاء کو لگا وہ اب تو ضرور ایک محبت بھری نگاہ اس پر ڈال کر اس کو دیکھ کر مسکرائے گا لیکن ہائے اس کی یہ لاحاصل تمنا۔

مصطفیٰ نے اسے دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیا اور کیک کاٹنے کے بعد اس نے سب سے پہلے اپنے والدین کو کھلایا پھر پاس ہی کھڑے رضا صاحب کو اور پھر خدیجہ کو، لیکن ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھوڑا سا کیک باقی تھا وہ حیاء کی جانب ہی بڑھ رہا تھا، حیاء کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں اسے لگا آج تو سچ میں کچھ ہو کر رہے گا، وہ حیاء سے ایک دو قدم کے فاصلے پر تھا کہ حیاء نے مضبوطی سے آنکھیں بھینچ لیں، اس نے جب آنکھیں کھولیں تو اس کا دل چاہا وہ ہر چیز کو تہس نہس کر کے یہاں سے کہیں دور بھاگ جائے جہاں کوئی اس کو ڈھونڈ نہ سکے، مصطفیٰ نے حیاء کے ہمراہ کھڑی نینا کو کیک کھلایا اور واپس مڑ گیا، اس کی آنکھوں میں پھر سے نمی اترنے لگی جس کو اس نے بمشکل آنکھیں میں ہی چھپا دیا۔

''کچھ لوگوں کو کسی کو تکلیف دے کر شاید سکون ملتا ہے۔'' حیاء نے مصطفیٰ کی جانب دیکھتے ہوئے سوچا۔

''ہیلو۔'' حیاء کسی آواز پر چونکی۔

''آئی ایم شعبان، آپ مجھے نہیں جانتی لیکن میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں، رضا صاحب کی بیٹی ہیں نا آپ؟'' شعبان نے مسکرا کر کہا۔

''جی۔'' حیاء نے جبراً لبوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا۔

''میں حفیظ صاحب کا بیٹا ہوں، میرے ڈیڈ آپ کی کمپنی کے بزنس ایجنٹ تھے، میں لاسٹ ائیر ہی لندن سے اپنی اسٹڈیز مکمل کر کے لوٹا ہوں۔'' شعبان نے مزید بتایا۔

مصطفیٰ نے حیاء کو شعبان کے ساتھ یوں باتیں کرتے دیکھا تو اس کے چہرے سے ناگواری کے آثار واضح جھلکنے لگے، وہ حیاء اور شعبان کی جانب بڑھا۔

''حیاء آپ کو آپ کے بابا بلا رہے ہیں۔'' مصطفیٰ نے شعبان کو نظر انداز کرتے ہوئے حیاء کو مخاطب کر کے کہا تو وہ شعبان کو ایکسیوزمی کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''تو...... تو ہمیشہ میرے سنورتے کام بگاڑنے ہی آیا کر۔'' شعبان نے مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

''شعبان اس لڑکی سے دور ہی رہنا۔'' مصطفیٰ نے جیسے اسے پہلی اور آخری وارننگ دی، شعبان نے بغور مصطفیٰ کو دیکھا۔

''خیر تو ہے بھائی؟'' وہ شرارت سے بولا۔

''ہاں سب خیر ہی ہے وہ میرے ساتھ کام

کرتی ہے اور میرے ساتھ منسلک لوگوں کو کوئی بھی کسی قسم کی مشکل در پیش آئے میں یہ بالکل برداشت نہیں کرتا اور اگر ان کو کوئی تکلیف دینے والے میرے اپنے ہی ہوں تو پھر تو کوئی رعایت بھی نہیں ہو گی کوئی چاہے کچھ بھی کر لے۔'' مصطفیٰ نے اپنے چچا زاد شعبان کو دیکھ کر عجیب سے لہجے میں کہا۔

''اچھا بھائی اتنا گرم مت ہو آج تیرا دن ہے جو تو کہے گا بالکل ویسا ہی ہو گا۔'' شعبان نے اس کو گلے سے لگاتے ہوئے خوشدلی سے کہا تو مصطفیٰ مطمئن سا ہو کر اس کے ساتھ ہی مہمانوں کی جانب چل دیا، حیاء نے دیکھا رضا صاحب کافی لوگوں میں کھڑے باتوں میں مصروف ہیں۔

''بھلا بابا مجھے اتنے لوگوں میں بیٹھ کر کیوں بلائیں گے۔'' حیاء کھڑی سوچ ہی رہی تھی کہ پاس سے گزرتی لڑکی نے ہاتھ میں پکڑا سافٹ ڈرنک کا گلاس ٹھوکر لگنے سے حیاء کے کپڑوں پر گرا دیا۔

''اوہ۔'' حیاء بے ساختہ بولی۔

''آئی ایم ریئلی سوری وہ میں نے جان بوجھ کر......'' وہ انجان لڑکی مزید اپنی صفائی میں کچھ کہہ پاتی کہ حیاء بول پڑی۔

''اٹس اوکے۔'' وہ حیاء کے اچھے اخلاق سے متاثر ہوئی تھی۔

''آئیں میں آپ کو واش روم میں لے چلتی ہوں۔'' اس انجان پیاری سی لڑکی نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''کوئی بات نہیں میں خود چلی جاؤں گی، آپ پارٹی انجوائے کریں۔'' حیاء اس انجان لڑکی سے کہتی ہوئی کچھ ہی فاصلے پر کھڑی خدیجہ کی جانب بڑھی۔

''خدیجہ مجھے واش روم جانا ہے پلیز تم میرے ساتھ چل سکتی ہو؟''

''جی چلیں، آپی اوپر ہی چلتے ہیں نیچے کافی گیسٹ ہیں اوپر آپ ایزی ہو کر فریش ہو جائیے گا۔'' خدیجہ نے زینے چڑھتے ہوئے کہا تو حیاء بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چلنے لگی، سیڑھیوں کے دائیں جانب بنے ایک کمرے کے سامنے وہ دونوں رک گئیں۔

''آپ بھائی کے روم کا واش روم ہی یوز کر لیں یہاں کوئی نہیں آئے گا۔'' حیاء کا دل چاہا وہ خدیجہ سے کہے اتنے بڑے بنگلے میں اسے یہی کمرہ ملا تھا اس کے لئے لیکن وہ خاموش ہی رہی۔

''خدیجہ تمہیں انکل بلا رہے ہیں۔'' سیڑھیوں پر کھڑی لڑکی نے خدیجہ کو کہا اور وہیں سے پلٹ گئی۔

''آپی آپ اندر چلیں میں آتی ہوں۔'' خدیجہ کہتی ہوئی نیچے کی جانب بڑھ گئی تو حیاء نے ہمت کرتے ہوئے ڈور ناب گھمایا تو دروازہ کھلتا ہی چلا گیا۔

کمرے میں اندھیرا تھا، حیاء نے موبائل کی روشنی سے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے لیمپ کو آن کیا تو پورے کمرے کا منظر نمایاں ہونے لگا، وہ آج سے پہلے بھی کئی بار اس گھر میں آ چکی تھی لیکن اس نے کبھی بھی اس کمرے میں آنے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی یہ کمرہ کس شخص کا ہے، حیاء نے سامنے بیڈ کی پچھلی دیوار پر لگی مصطفیٰ کی بڑی سی تصویر پر نظریں ٹکا دیں۔

جس میں وہ وائٹ پینٹ پر بلیو شرٹ پہنے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا، حیاء کو لگا تصویر میں نظر آنے والے اور حقیقت میں دکھنے والے مصطفیٰ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تصویر میں پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے گہری مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ کتنا نرم مزاج لگ رہا تھا، حیاء کا دل چاہا اس تصویر سے جا کر پوچھے کہ تم حقیقت میں اتنے ظالم کیوں ہو؟

وہ تصویر سے ہٹ کر مصطفیٰ کی وارڈ روب کے سامنے چلی آئی اس نے اس کی وارڈ روب کھول دی، جس میں اس کے بہت سے سوٹ ہینگ ہوئے تھے، حیاء پر عجیب سی کیفیت طاری ہو چکی تھی وہ اس کے کپڑوں کو چھو کر اس کے لمس کو محسوس کرنے لگی۔

آہ کتنی دل کو چھو جانے والی مہک تھی ایسی مہک جو اس نے برانڈڈ سے برانڈڈ پرفیومز میں بھی محسوس نہ کی ہو جو اس کو اس لمس سے محسوس ہو رہی تھی، یہ بھی پیار کا ایک پاگل پن ہی تو تھا، وہ وارڈ روب بند کرتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل پر ان گنت پرفیومز موجود تھے، حیاء نے ایک پرفیوم اٹھانا چاہا کہ اس کا ہاتھ دوسرے پرفیوم سے ٹکرایا اور وہ زمین پر گر کر ٹوٹ گیا، پورے کمرے میں پرفیوم کی مہک بکھر گئی۔

حیاء نے گھبراہٹ سے جلدی جلدی اس پرفیوم کی کرچیاں سمیٹنا شروع کی اور جلدی کے چکر میں اپنا ہاتھ بھی زخمی کر بیٹھی، اس کے ہاتھ سے خون کے ننھے ننھے قطرے زمین پر گرنے لگے اور وہ زمین پر بیٹھ کر ہی اپنی بے بسی پر آنسو بہانے لگی، اس نے نظر اٹھا کر سامنے لگی تصویر کو دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولنے لگی۔

''آپ کی تصویر کو بھی میرا یہاں آنا پسند نہیں آیا شاید اسی لئے مجھے سزا دے دی۔'' اس نے اپنے خون میں رنگے ہاتھ کو دیکھ کر کہا۔

وہ ابھی اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آتے مصطفیٰ کو دیکھ کر اس کے آنسو اور سانسیں دونوں تھم گئے، مصطفیٰ کی نظر زمین پر بیٹھی حیاء پر پڑی تو اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران ہوا اور پھر قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب چلا آیا، حیاء فوراً اسے کھڑی ہو گئی۔

''وہ یہ...... یہ...... پرفیوم۔'' حیاء کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کہے۔

''آپ میرے کمرے میں کیا کر رہی ہیں؟'' مصطفیٰ نے اس کی بوکھلاہٹ کو بھانپ کر بھی نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں یہاں خود نہیں آئی بلکہ خدیجہ مجھے یہاں لے کر آئی تھی، میرے ڈریس پر ڈرنک گر گئی تھی تو مجھے واش روم جانا تھا خدیجہ نے بولا میں آپ کے روم کا واش روم یوز کر لوں۔'' وہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔

''اور یہ پرفیوم؟'' مصطفیٰ نے ٹوٹے ہوئے پرفیوم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا، مصطفیٰ نے پرفیوم کے ساتھ زمین پر گرے خون کے قطرے بھی دیکھ لئے تھے جبھی حیاء سے بولا۔

''اپنا ہاتھ سامنے کریں۔'' حیاء نے اپنے پیچھے چھپایا ہاتھ نم آنکھوں سے اس کی جانب بڑھا دیا، اس کے ہاتھ سے ابھی بھی خون بہہ رہا تھا۔

''میں نے زندگی میں کبھی آپ جیسی لاپرواہ لڑکی نہیں دیکھی حیاء۔'' مصطفیٰ نے غصے سے ڈریسنگ ٹیبل کا دراز کھولتے ہوئے کہا تو حیاء کو اور زیادہ رونا آ گیا، ابھی بھی وہ اس کو ڈانٹ ہی رہا تھا۔

اس نے دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا اور حیاء کو بنا کچھ کہے اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔

حیاء کے دل کی دھڑکنیں پھر سے بے ترتیب ہونے لگیں، اسے محسوس ہوا آسماں سے سونے چاندی کے پتنگے گرنے لگے ہیں، اسے لگا

وہ اس لمس کی حدت کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر پائے گی، مصطفیٰ نے اسے اپنے سامنے بیڈ پر بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر بینڈ یج کرنے لگا، حیاء نے اپنی آنکھیں بند کر لیں وہ چاہتی تھی یہ وقت یہیں تھم جائے، مصطفیٰ ہمیشہ یونہی اس کے اتنے ہی پاس رہے، اس کی اتنی ہی پرواہ کرے، ہمیشہ یونہی جب بھی اسے کبھی کوئی چوٹ لگے تو وہ اس پر مرہم لگایا کرے، حیاء کی تکلیف پر وہ بھی تڑپا کرے، حیاء کے رونے سے پہلے ہی وہ اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اپنی پوروں سے چن لیا کرے، چند ہی لمحوں میں اس کے دل نے نہ جانے کتنی ہی خواہشات کر ڈالیں تھیں۔

مصطفیٰ بینڈ یج کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو بغور دیکھ رہا تھا حیاء کی آنکھیں بند تھیں لیکن اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو اس کے شفاف چہرے کو بھگو رہے تھے۔

''آج تو، اب تو اس بے حس انسان کو اس معصوم لڑکی پر رحم آ جانا چاہیے تھا لیکن محبت رحم کب مانگتی ہے محبت تو محبت کے بدلے میں صرف محبت ہی تو چاہتی ہے رحم اور بھیگ میں مانگی گئی محبت بھی بھلا کوئی محبت ہوئی۔''

''کچھ ہی دیر میں درد ٹھیک ہو جائے گا یہ پین کلر کھا لو۔'' مصطفیٰ نے میڈیسن اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول کر سامنے بیٹھے شخص کو بے بسی سے دیکھا اور سوز بھری آواز میں مخاطب ہوئی۔

''میرے دل میں بہت درد رہتا ہے کیا آپ کے پاس اس درد کے لئے کوئی پین کلر ہے؟ میرا دل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو چکا ہے کیا آپ اس پر بھی کوئی مرہم لگا کر بینڈ یج کر سکتے ہیں؟ میری آنکھوں سے پانی کی صورت خون بہتا ہے کیا آپ اس کو بہنے سے روکنے کے لئے کچھ کر سکتے ہیں؟'' مصطفیٰ کے پاس اس کے کسی سوال کا جواب نہیں تھا اس لئے وہ خاموش ہی رہا۔

''سر! آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں؟ میں زبردستی اس دنیا کے ساتھ ہنستے ہنستے تھک چکی ہوں، اب میں رونا چاہتی ہوں، خاموش آنسوؤں کے ساتھ نہیں بلکہ زار و زار، آپ کے سینے سے لگ کر اپنے سارے آنسو آپ کے دل میں جذب کر دینا چاہتی ہوں تا کہ آپ بھی میرے اس درد دل کو محسوس کر سکیں، آپ جان سکیں کہ دل کا درد کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے، جو سہنا بھی مشکل ہوتا ہے اور کسی کو کہنا بھی، آپ چاہے میرے دل کا درد اپنے نام مت کریں مگر سنیں، مجھ پر رحم کر کے مجھے اپنے نام کروالیں، مجھے اپنے نام کروالیں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی، مصطفیٰ کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے کیا کہے، وہ ساکت بیٹھا اس پاگل دیوانی کو دیکھتا جا رہا تھا جب دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی تو حیاء جلدی سے اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی بیڈ سے کھڑی ہو گئی، خدیجہ کمرے میں داخل ہوئی تو مصطفیٰ اور حیاء کو یوں خاموش کھڑا دیکھتے ہوئے سیدھا حیاء کی جانب ہی بڑھ گئی۔

''آپی یہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہو گیا؟'' خدیجہ نے اس کے ہاتھ کی جانب دیکھتے فکر مندی سے پوچھا۔

''وہ غلطی سے مجھ سے پرفیوم کی شیشی ٹوٹ گئی تھی تو کرچیاں سمیٹتے ہوئے ہاتھ زخمی ہو گیا۔'' حیاء نے نظریں جھکا کر کہا۔

''اوہ تو آپ سے کس نے کہا تھا کرچیاں اٹھانے کو کسی ملازم سے بول دیتیں ایسے ہی اپنے ہاتھ کو بھی چوٹ لگوا لی۔'' خدیجہ نے اس کا ہاتھ دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

''اٹس او کے خدیجہ اتنی زیادہ چوٹ نہیں لگی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تم پریشان مت ہو۔'' حیاء نے اس کو یوں فکر مند ہوتا دیکھتے کہا۔

''چلو نیچے چلتے ہیں۔'' مصطفیٰ کی جانب دیکھے بنا آگے بڑھ گئی۔

''لیکن آپ نے تو اپنا ڈریس بھی نہیں صاف کیا ابھی۔'' خدیجہ بولی۔

''اب گھر جا کر ہی کروں گی۔'' وہ کہتی ہوئی رکی نہیں اور کمرے سے باہر نکل گئی، خدیجہ نے اک نظر سامنے خاموش کھڑے مصطفیٰ کو دیکھا اور حیاء کے پیچھے چلی آئی۔

☆☆☆

غم دوراں، غم ہجراں پہ غم یار کا دکھ
ہے مسیحائی سے آگے تیرے بیمار کا دکھ
تیرا کیا دوش کہ تو نے تو سمیٹی الفت
کیسے سمجھے تو محبت کے طلبگار کا دکھ
مات کھا جاؤں یہ ممکن تو نہیں تھا لیکن
ہے میرے مدمقابل میرے معیار کا دکھ
خواب نگری کہ مسافر تجھے تعبیر ملی
عشق والوں کی سزا دیدۂ بیدار کا دکھ
زخم اپنوں نے لگائے تھے کئی بار سہے
کھا گیا مجھ کو میرے یار تیرے وار کا دکھ
غم دوراں، غم ہجراں پہ غم یار کا دکھ
ہے مسیحائی سے آگے تیرے بیمار کا دکھ

عطیہ چشتی

عامر اپنے کمرے میں بیٹھا نہ جانے کن سوچوں میں گم تھا جب حیاء کسی آندھی کی طرح کمرے میں داخل ہوئی وہ اس کی یوں افراتفری میں ہوئی آمد سے چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

''کیا ہوا؟'' عامر نے پوچھا۔

''میں نے سنا ہے تم نے دس دن بعد واپسی کی ٹکٹ بک کروالی ہے۔'' حیاء نے ایک ہاتھ کمر پر ٹکاتے ہوئے ابرو اچکا کر پوچھا۔

''ہاں ٹھیک ہی سنا ہے۔'' عامر نے ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟''

''کیوں کا کیا مطلب ہے بس جانا تو ہے ہی واپس، دس دن بعد جاؤں یا پھر ایک ماہ بعد۔'' عامر نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن تم ہر بار جب بھی آتے ہو تو تین ماہ کے لئے آتے ہو اور اس بار تو آئے ہوئے ابھی تمہیں ایک ماہ بھی نہیں ہوا۔'' حیاء توقف سے بولی۔

''تم چاہتی ہو میں رک جاؤں؟'' عامر نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

''ہاں بالکل کیونکہ جب بھی تم آتے ہو تو بابا بہت خوش ہوتے ہیں اور ان کی خوشی ان کے چہرے پر صاف نظر آتی ہے۔''

''اوہ تو تم مجھے چاچو کے لئے روکنا چاہتی ہو؟'' عامر نے حیرت سے پوچھا۔

''ظاہر ہے اور اپنے لئے تھوڑی روکوں گی۔'' حیاء بے نیازی سے بولی تو عامر بے ساختہ مسکرا دیا۔

''لیکن میں تو چاچو کو بھی بتا چکا ہوں کہ کچھ دن میں واپس دوبئی جا رہا ہوں اور ڈیڈ اور مما کو بھی اپنے واپس آنے کی اطلاع دے چکا ہوں۔'' عامر نے مزید بتایا۔

''جو بھی ہے تم تین ماہ کے لئے آئے تھے اور تین ماہ بعد ہی جاؤ گے، اس سے آگے میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔'' حیاء نے حتمی فیصلہ سنایا تو وہ مسکراتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔

''اگر کوئی وہاں میرا منتظر ہو تو کیا تم پھر بھی مجھے جانے سے روکو گی؟'' عامر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

''اوہ تو تمہاری وہ بھی دوبئی میں ہی ہے۔'' حیاء ہنستی ہوئی بولی۔

''نہیں ہے تو پاکستان کی ہی۔'' عامر کمرے کی کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہو گیا۔

''تو؟''

''تو کیا وہ دوبئی بھی تو جا سکتی ہے۔'' عامر مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہوں تو مطلب تمہیں تمہاری وہ اپنی کزن سے بھی زیادہ عزیز ہو گئی ہے۔'' حیاء نے ایکٹنگ کرتے ہوئے منہ بنا کر بولا تو عامر نے اپنے ہمراہ کھڑی حیاء کو دیکھا۔

''تو کیا نہیں ہونی چاہیے؟'' عامر نے پوچھا۔

''ہونی تو چاہیے۔'' حیاء فوراً سے بولی۔

''تو بس ہے نا، اسی لئے تو جا رہا ہوں۔''

''لیکن عامر ابھی مت جاؤ نا پلیز دادو اور میں ابھی تمہارے ساتھ گاؤں جانے کا بھی پلان بنا رہے تھے اور تم ہو کہ گاؤں کیا سیدھا دوبئی ہی جا رہے ہو وہ بھی اکیلے۔'' حیاء نے اداس سا چہرہ بنا کر کہا تو عامر مسکراتا ہوا بولا۔

''تو تم بھی چلو میرے ساتھ روکا کس نے ہے؟''

''میں کیسے چل سکتی ہوں؟''

''جیسے سب چلتے ہیں۔''

''نہیں مجھے کہیں نہیں جانا اور نہ میں تمہیں جانے دوں گی۔'' حیاء نے صاف لہجے میں کہا۔

''اچھا چلو سوچتے ہیں فی الحال تو تم گاؤں چلنے کی تیاری کرو۔'' عامر نے ہامی بھرتے ہوئے کہا تو حیاء کو تسلی ہو گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کی بات رد نہیں کر سکتا۔

''اچھا میں دادو کے پاس جا رہی ہوں ان سے بھی کہہ دیتی ہوں، ہم کل ہی چلتے ہیں۔'' حیاء نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''او کے۔'' عامر نے باہر کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

''اب تم کہاں جا رہے ہو؟'' حیاء نے اسے گاڑی کی چابی تھامے باہر کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''موسم سہانا ہے لانگ ڈرائیو پر جا رہا ہوں چلو گی؟'' عامر نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

''جی نہیں شکریہ آپ اکیلے ہی جائیں۔'' حیاء کے اس انداز پر وہ بے ساختہ قہقہہ لگاتا ہوا ہنس دیا اور اک نظر اس پر ڈال کر باہر نکل گیا، اس کے جاتے ہی حیاء بھی سفینہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔

☆☆☆

''وہاں جا کر اپنی موج مستیوں میں گم مت رہنا امی کا بھی خاص خیال رکھنا، تم جانتی ہو ان کو میڈیسن وقت پر دینی ہوتی ہے اور ہاں ان کی خوراک کا بھی خاص خیال رکھنا اور تم جانتی ہو وہ اکثر اپنی شوگر کے معاملے میں لاپروائی کر کے میٹھا کھا لیتی ہیں اس کا بھی خیال کرنا ان کو زیادہ میٹھا مت کھانے دینا۔'' حیاء خاموشی سے اپنی ماں کی باتیں سن رہی تھی جو اپنی ساس کا خیال رکھنے کے لئے اسے اتنی تاکید کر رہی تھیں۔

''ماشاءاللہ ہر کسی کو آپ جتنی اچھی بہو دے جو اپنی ساس کا اتنا خیال رکھے۔'' پاس بیٹھی وشمہ مسکراتے ہوئے بولی تو شمسہ اور حیاء دونوں مسکرا دیں۔

''اچھا اب زیادہ باتیں مت کرو جا کر دیکھو دادو ریڈی ہیں تو نکلیں۔'' حیاء نے وشمہ کو کہا۔

''عامر بھائی کو تو آ لینے دیں جانا تو انہی کے ساتھ ہے نا۔'' وشمہ نے ٹی وی کا چینل بدلتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''وہ آچکا ہے اور اپنے کمرے میں تیار ہو رہا ہے بلکہ تیار ہو چکا ہوگا۔'' شمسہ بیگم نے اس کی آمد کی اطلاع دی تو حیاء اور وشمہ دونوں نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا اور پھر حیاء بولی۔

''ایک تو اس شخص کی نہ آنے کی خبر ہوتی ہے نہ جانے کی۔''

''تم دونوں بس یہاں بیٹھ کر باتیں کرتی رہنا جانے کی تیاری مت کرنا۔'' شمسہ نے دونوں کو آرام سے بیٹھے دیکھتے ہوئے کہا تو دونوں کھڑی ہوگئیں۔

''مما ہم دونوں تیار ہیں بس اب عامر اور دادو ہی نہیں نکل رہے۔''

''ہم بھی بالکل ریڈی ہیں بھئی۔'' سفینہ بیگم کے ہمراہ آتے عامر نے کہا تو تینوں نے ان کی جانب مڑ کر دیکھا۔

''چلو تو پھر دیر کس بات کی ہے۔'' حیاء نے مسکرا کر کہا۔

''مما آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں نا۔'' وشمہ نے لاڈ سے ماں کے گلے لگتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیں۔

''میں بھی چلی گئی تو تمہارے بابا اکیلے رہ جائیں گے، پھر ان کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔'' انہوں نے شرارت سے کہا۔

''تو ہم نے تو کہا تھا بابا سے بھی کہ وہ بھی چلیں لیکن بابا کو تو اپنے بزنس کے علاوہ کچھ اور خیال ہی نہیں آتا وہ تو نہ جانے کیسے آپ کو انہوں نے چھٹیاں کرنے کی اجازت دے دی ہے۔'' وشمہ نے منہ بناتے ہوئے کہا تو سب مسکرا دیئے۔

''او کے مما اپنا اور بابا کا خیال رکھیئے گا ہم اگلے ہفتے واپس آجائیں گے، اگر آپ پھر بھی اداس ہوگئیں تو بابا کو لے کر آجایئے گا۔'' وشمہ نے کہا۔

''ارے وشمہ! اگر تمہارا چچی کو چھوڑ کر جانے کا دل نہیں کر رہا تو مت جاؤ نا۔'' عامر نے اس کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''عامر بھائی مجھے جانا ہے او کے میں تو بس یونہی مما سے بول رہی تھی۔'' وشمہ جلدی سے بولی۔

''امی اپنا خیال رکھیئے گا۔'' شمسہ نے سفینہ بیگم کے گلے لگتے ہوئے کہا۔

''اور تم بھی اپنا اور رضا کا خیال رکھنا۔'' وہ محبت سے بولیں۔

''اف آپ خواتین تو ایک دوسرے کو یوں مل رہی ہیں جیسے اپنے گاؤں نہیں امریکہ جا رہی ہیں۔'' عامر نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو سب ہنس دیئے۔

''او کے اللہ حافظ۔'' وہ سب گاڑی میں بیٹھے تو عامر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے سامنے کھڑی شمسہ چچی سے کہا تو انہوں نے ہاتھ ہلا کر ان سب کو خدا حافظ کہا اور خود لاؤنج کی جانب بڑھ گئیں۔

☆☆☆

نینا ان کی سیاسی پارٹی کے ہی ممبر کی بیٹی تھی، جو مصطفیٰ کو دیکھتے ہی اس کی دیوانی ہوگئی تھی، مصطفیٰ نینا کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد نہیں تھا، لیکن مصطفیٰ ایسا پہلا شخص ضرور تھا جس کی وہ کوئی بات رد نہیں کرتی جس کو وہ اپنی عزت اپنی جان اپنی زندگی کی قیمتی سے قیمتی شے دینے کو بھی راضی تھی، ایسا بھی نہیں تھا کہ اسے مصطفیٰ سے محبت تھی لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ جو اتنا کچھ اس کی خاطر کرتی ہے اسے محبت کا نام نہ دیا جا سکے، مصطفیٰ اور نینا کا رشتہ بے نام تھا اور کچھ بے نام رشتے ہی زندگی سنوار بھی جاتے ہیں اور بگاڑ بھی۔

مصطفیٰ نینا کے قریب ضرور تھا لیکن اتنا قریب بھی نہیں کہ ان میں سے کبھی ہوا کو گزرنے کا راستہ نہ مل سکا ہو، یہ اک بے نام سا رشتہ تھا جس میں نہ کسی کو منانے کی فکر تھی نہ کسی کو روٹھنے کی، نہ کسی کو ساتھ رہنے کا خیال تھا نہ کسی کو بچھڑنے کے وسوسے ستاتے تھے لیکن جو بھی تھا مصطفیٰ نینا سے اپنے دل کی ہر بات کہہ دیتا تھا اور نینا کی سب سے بڑی خوبی تھی کے وہ اس کے ہر راز کو اپنے دل کے قبرستان میں دفن کر دیتی تھی۔

آج بھی وہ کافی پریشان تھا اور آفس کے بعد نینا کے پاس ہی چلا آیا تھا، نینا نے اپنے اور اس کے لئے کافی بنائی اور قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

''میں کافی دنوں سے دیکھ رہی ہوں تم کچھ پریشان سے لگ رہے ہو؟'' نینا نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

''ہوں شاید میں پریشان ہی ہوں۔'' مصطفیٰ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''کیا کچھ پرسنل ہے جو تم مجھ سے شیئر نہیں کر سکتے؟'' نینا گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نینا میں خود بھی اپنی اس کیفیت کو سمجھنے سے قاصر ہوں میں نہیں جانتا مجھے کیا پریشانی ہے لیکن میں پریشان بھی ہوں، میں سونا بھی چاہتا ہوں لیکن سو بھی نہیں پاتا جبکہ مجھے بھوک پیاس تو سب ٹائم لگتی ہے، بس نیند ہی نہیں آتی، میں کچھ سوچتا بھی نہیں ہوں لیکن میں بیٹھے بٹھائے نہ جانے کن خیالوں میں گم بھی ہو جاتا ہوں، کچھ تو ہے نینا جو مجھے سمجھ میں نہیں آرہا یا میں سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہ رہا ہوں۔'' مصطفیٰ نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے چھت کو گھورتے ہوئے جواب دیا تو نینا چند ثانیے خاموشی سے اس دیکھتی رہی اور پھر ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے بولی۔

''آئی تھنک تمہیں لو یریہ کی بیماری لاحق ہو گئی ہے۔'' مصطفیٰ نے اس کی جانب دیکھا اور کئی لمحے اس کی بات پر خاموشی سے اس کو دیکھتا ہی رہا۔

''تم اچھی طرح جانتی ہو میں کبھی ایسے کسی مرض میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔'' وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولا۔

''ایسا صرف تم سوچتے ہو لیکن ضروری تو نہیں ایسا ہو بھی، اس لئے تم آخر کب تک یہی کہتے رہو گے کہ تم کبھی محبت نہیں کر سکتے یا تمہیں کبھی محبت نہیں ہو سکتی۔''

''یہ تو ایک ایسا فطری جذبہ ہے جو کسی سے پوچھ کر جنم نہیں لیتا۔'' نینا نے مسکرا کر نرم لہجے میں کہا۔

''لیکن نینا تم تو جانتی ہو میری زندگی میں ایک ہی لڑکی آئے گی جس کا میں تمہیں بتا چکا ہوں پھر مجھے محبت کیسے ہو سکتی ہے۔'' مصطفیٰ نے الجھتے ہوئے کہا۔

''دیکھو مصطفیٰ اس جذبے میں کیسے اور ایسے کی گنجائش نہیں ہوتی، یہ ہو جاتا ہے بس کبھی بھی کہیں بھی، کسی کو بھی کسی سے بھی۔'' نینا نے کافی کا مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا تو مصطفیٰ کے ماتھے پر پڑیں شکنیں بتا رہی تھیں کہ وہ دل اور دماغ کی جنگ میں پھنس چکا ہے اب صرف دیکھنا باقی تھا جیت کس کی ہوگی دل کی یا پھر دماغ کی۔

(باقی آئندہ ماہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

نایاب جیلانی

چھبسویں قسط خلاصہ

ہیام،نشرہ سے نکاح کے بعد اسے اپنے گاؤں لے آتا ہے جہاں عشیہ کے ساتھ تلخی پیدا ہوتی ہے، عشیہ اپنی والدہ کی وجہ سے انتہائی خوفزدہ دیکھائی دیتی ہے کہ اگر مورے کو پتا چل گیا تو کیا ہو گا، ہیام بہن کو ساری صورت حال بتاتا ہے جس کی وجہ سے اسے یہ قدم اٹھانا پڑا، عشیہ اپنے بھائی کی قربانیوں کو یاد کرتے ہوئے عہد کرتی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اس کا کھویا ہوا مقام ضرور لے کر دے گی۔

امام کا زندہ بچ جانا ایک معجزہ ہی ہوتا ہے، امام کی خالہ اسے فوری طور پر نوکری سے ریزائن کرنے کو کہتی ہیں۔

امام کو حمت کی یاد آتی ہے جس کی شکل اس کی بہن کو مے سے ملتی ہے، وہ اپنی الجھن کا ذکر اپنی خالہ سے کرتا تو وہ پریشان ہو جاتی ہے۔

نیل برا کیلی رہ کر گھبرا جاتی ہے اور وہ جہاندار سے کہتی تو جواباً وہ گھر کے کام کرنے کے لئے اسے کہتا ہے۔

پری گل کسی نہ کسی طرح امام کا نمبر حاصل کر لیتی ہے اور لا کر حمت کو دیتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

صندیر خان کے لئے یہ منظر دیکھ کر چپ رہنا محال تھا۔

وہ جلدی ہی ہسپتال سے نکل کر حویلی آ گیا تھا، اسے بی جاناں سے فوری طور پر بات کرنی تھیں، اس وقت وہ شدید الجھن کا شکار تھا۔

پری گل صندیر خان کو عجلت میں دیکھ کر دانتوں تلے دوپٹہ دبائے بھاگ نکلی، خاناں سے ڈانٹ کھانے کا کوئی موڈ نہیں تھا، ویسے بھی اسے حمت کو خاناں کی آمد کا بتانا تھا۔

صندیر خان تیزی سے بڑے کمرے کی طرف بڑھ گیا، خلاف توقع اسے بی جاناں بہت خاموش اور افسردہ دکھائی دی تھیں۔

صندیر خان کو دیکھ کر ٹھٹک گئیں، وہ ان کے قریب ہی پلنگ پر بیٹھ گیا تھا۔

''وہ معاملہ کہاں تک پہنچا؟'' اس کا انداز بہت سنجیدہ تھا، کچھ سوچتا ہوا، بی جاناں چونک گئی تھیں، پھر انہوں نے ایک سرد آہ بھری۔

''وہ معاملہ ختم ہی سمجھو۔'' ان کے چہرے پہ تاریک سا سایہ لہرایا تھا۔

''ہوں۔'' صندیر خان نے ہنکارا بھرا، اسے شاہوار سے ایسی ہی توقع تھی، کچھ دیر کے لئے وہ سوچتا رہا، اگلا لائحہ عمل، کیسے اور کس طرح شاہوار کا پتہ کاٹ کر الگ کرنا تھا، یہ ساری سیاستیں اس نے کبیر بنو سے سیکھی تھیں، وہی ان کا حقیقی جانشین تھا۔

''تو اب کیا کرنا ہے؟'' وہ جان بوجھ کر بی جاناں کی رائے لے رہا تھا۔

''اس کے لئے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں خاناں۔'' بی جاناں نے ٹوٹ پڑتی رنجیدگی سے کہا تھا۔

''میں آپ کے جذبات سمجھتا ہوں۔'' صندیر خان نے نرمی سے ان کو تسلی دی تھی، وہ جذباتی طور پر خاصی ٹوٹی بکھری تھیں، صندیر خان کو اسی موقع سے فائدہ اٹھانا تھا۔

''اس نے ہمارا مان ہمارا دل توڑ دیا ہے۔'' بی جاناں پھپھک پھپھک کر رو دیں، صندیر خان سوچتا رہا، دیکھتا رہا۔

''ہوں...... اس کی سزا تو وہ پائے گا، خیر آپ دل تھوڑا نہ کریں، وہ کسی اور لڑکی کے چکر میں ہے۔''

''تم اس لڑکی کا پتا نہیں لگا سکتے، کچھ دے دلا کر اس کا منہ بند کروا دو۔'' بی جاناں کے اس آئیڈیے پہ نظر ثانی کرنے کا صندیر خان نے قطعی کوئی ارادہ نہیں بنایا تھا، وہ اس لڑکی کی کھوج میں ہرگز نہ پڑتا، اس کا مقصد شاہوار کو بنو محل سے بے دخل کرنا تھا، یہاں سے نکل کر وہ جو بھی کرتا، اس کی بلا سے، وہ خاصا مطمئن ہو کر بی جاناں کو جھوٹی تسلی دیتا اٹھا تو اس کا موبائل فون بج اٹھا۔

کوریڈور میں چلتے ہوئے وہ کسی کی بات سن رہا تھا، پری گل جلدی سے ستون کی اوٹ میں ہو گئی تھی۔

''اسلام آباد سے آنے والا ایک کالج ٹرپ ویگن کھائی میں گر گیا اور آگ لگنے سے بہت ساری لڑکیاں جل کر ہلاک ہو گئی ہیں، ان میں سے ایک دو لا پتہ ہیں، شاید اغوا کر لی گئی ہیں یا ان کی لاشیں دریا میں گر گئیں، ابھی تک ان کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔'' دوسری طرف سے ملنے والی اس

اطلاع پہ صندیر خان نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔

''تو مجھے کیوں بتا رہے ہو؟'' صندیر خان نے تیوری چڑھا کر پوچھا تھا، پری گل کے کان کھڑے ہو گئے۔

''اللہ! بے چاری لڑکیاں۔'' اس نے دل پہ ہاتھ رکھ لیا تھا اور کان خان کی باتوں پہ لگا دیئے۔

''یہ حادثہ ہمارے علاقے میں پیش آیا ہے۔'' جواباً عاجزی سے بتایا گیا۔

''اوں ہوں، ٹھیک ہے، تم ایک پریس کانفرس کا انتظام کرو، میں زخمیوں اور جان بحق لڑکیوں کے لواحقین کی امداد کا اعلان کرتا ہوں، ہونہہ...... ایک نیا تماشا، شتر بے مہار لڑکیوں کو اکیلا بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟'' صندیر خان نے برے موڈ کے ساتھ کہا تھا۔

''خاناں! ایک اور بات ہے۔'' کچھ دیر بعد بتانے والے نے کچھ جھجک کر بتایا۔

''اب بول بھی چکو، مجھے ایک ہزار ایک بکھیڑے ہیں۔'' صندیر خان نے اسے بری طرح سے جھڑک دیا، پری گل نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''توبہ توبہ...... سنگ دل خان۔''

''خان! ایک شدید زخمی لڑکی پل کے قریب بے ہوش حالت میں پڑی ملی ہے، اس نے کالج یونیفارم پہن رکھا ہے۔''

''ہوں۔'' صندیر خان نے ہنکارا بھرا۔

''اسے سرکاری ہسپتال پہنچا دینا تھا اور اس کا اتا پتہ پوچھ کر لواحقین کے حوالے کر دو۔''

''ابھی تو وہ بے ہوش ہے، کچھ بہتر ہو گی تو بتا پائے گی، جائے وقوعہ سے ساری جلی لاشیں لواحقین کے حوالے کر دی گئی ہیں، جو لاپتہ ہیں، ان کی رپورٹ بھی ہو چکی، لڑکیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہے، ٹی وی پہ بار بار کلپس دکھائے۔''

''اب میرا وقت ضائع نہ کرو، پورا نیوز بلیٹن سن لیا میں نے، اس لڑکی کو بھی انتظامیہ کے حوالے کر دینا تھا، نری دردسری، اب اسے زندہ یا مردہ واپس بھجوانے کے انتظامات پہ بھی الگ سے اخراجات آئیں گے، الو کی دم۔'' صندیر خان کا موڈ بری طرح سے خراب ہوا۔

''ہوش میں آتی ہے تو نام پتہ پوچھو، بلکہ کوئی اسٹوڈنٹ کارڈ وغیرہ تو ملا ہو گا اس کے پاس سے؟'' صندیر خان اب بنو محل سے باہر آ گیا تھا۔

''جی خاناں! گلے سے لٹک رہا تھا، جلنے سے بچ گیا، بلکہ لڑکی بھی جلنے سے بچ گئی ہے، پر زخمی بہت ہے۔'' دوسری طرف سے ہکلاتی ہوئی آواز آئی تھی، مبادا اس تفصیل پہ ڈانٹ ہی نہ پڑ جائے۔

''ٹھیک ہے، میں پہنچتا ہوں ہسپتال، اب اس مصیبت کو بھی ٹھکانے لگانا ہے، ورنہ میڈیا تو بخشنے والا نہیں۔'' صندیر خان نے بھناتے ہوئے کہا تھا، اگلے سال الیکشن لڑنے کا موڈ نہ ہوتا تو اسے ایسی سوشل ورکنگ پہ لعنت بھیجنے میں لمحہ نہ لگتا۔

جیپ میں بیٹھ کر پہلے تو جائے وقوعہ کا جائزہ لینا پڑا، وہاں موجود لوگوں سے اطلاعات ملی تھیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہ ویگن ڈکیتی واردات سے بچنے کے چکر میں کھائی کی طرف پلٹا کھا کر گری، شاید چند راہزن ویگن لوٹنے کے لئے کھڑے تھے، خاصا جانی نقصان ہوا تھا۔

سب ڈیڈ باڈیز بھجوا دی گئی تھیں، لاشیں بہت خستہ حالت میں تھیں، ان کی پہچان کا مرحلہ بھی بہت لمبا چوڑا تھا، صندیر خان جلدی ہی پلٹ گیا، دو تین کیمرے کے سامنے کھڑے ہو کر بیان دیئے اور یہ جا وہ جا۔

ہسپتال بھی خانہ پری کرنے آیا تھا، ڈاکٹر سے ملا اور دو تین فرضی ہدایات دے کر باہر نکل آیا، وہیں اس کے خادم غریب خان نے اسے مریضہ کا کارڈ لا کر دکھایا۔

''خاناں! بے چاری کے سر پہ شدید چوٹ آئی ہے، ابھی تک ہوش نہیں آیا۔''

''تو میں کیا کروں؟'' صندیر خان نے تلخ لہجے میں کہتے ہوئے کارڈ غریب خان سے جھپٹ کر ہتھیلی میں مسلتے ہوئے نیچے گرانا چاہا اور ٹھٹھک گیا، مڑا تڑا سا اسٹوڈنٹ کارڈ اور اوپر لکھے مٹے مٹے الفاظ، جگہ جگہ خون کے دھبے بھی نظر آتے تھے۔

صندیر خان چونک گیا اور بار بار الفاظ پڑھتا رہا، شاید اس کی نظر کا دھوکا ہو، یا اسے پڑھنے میں مغالطہ لگا ہو۔

''کومے فریدے شاہ، فون نمبر، کلاس، سیکشن، کالج کا نام۔'' صندیر خان کا دماغ چکرا گیا تھا۔

''کومے فریدے شاہ؟ امام کی بہن، او مائی گاڈ، کیا یہ وہی ہے۔'' اس کے دماغ سے دھواں نکلنے لگا تھا اور ایک دم اس کے تاثرات بدل گئے تھے اور شاید جذبات بھی اور موڈ بھی۔

''غریب گل! مجھے فوری طور پر مریضہ سے ملنا ہے، ڈاکٹر سے بات کرو اور ہاں ہم مریضہ کو شہر کسی پرائیویٹ ہسپتال لے جا رہے ہیں، یہاں ناکافی سہولیات ہیں۔'' وہ تیزی سے حکم دیتا ہسپتال کی عمارت کے ایمرجنسی وارڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اور غریب گل حیران پریشان اپنے سردار کو دیکھتا رہ گیا، آخر لمحوں میں ہوا کیا تھا؟ خاناں کی ایسی کایا پلٹ؟ خاناں بھی کیا مشرق تھا کیا مغرب؟ کبھی دھوپ کبھی چھاؤں، جیسے دیا مر کا سورج نخریلا، موڈی اور مرضی والا۔

غریب گل سر ہلاتا احکامات پہ عمل کرنے کے لئے تیزی سے اندر کی طرف بھاگا تھا۔

☆☆☆

نیل بر کسی کے جھنجھوڑنے پہ بری طرح سے ہکلاتی ہوئی اٹھی تھی۔

''کیا ہوا؟ زلزلہ آ گیا کیا؟'' وہ ہڑبڑا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی، گھومتا دماغ ٹھکانے آ گیا تھا، سامنے دیکھا تو جہاندار نظر آیا، اس سے بڑا کوئی اور زلزلہ ہو سکتا تھا، نیل بر سمجھ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔

''میں نے تمہیں کہا تھا، کھانے کے برتن اٹھا کر دھو ڈالو، فردوسی بابا نہیں آئے گا، چھوٹی موٹی صفائی کر لو، ہر چیز الٹ اور بے ترتیب ہے، لیکن تم پر اثر نہیں، مزے سے میرے ساتھ چپک کر سو گئی۔'' جہاندار کے گھر کنے پہ منہ بنائی نیل بر اچھل ہی تو پڑی تھی۔

''چپک کر......؟ کب...... کہاں؟'' وہ بوکھلا کر اس الزام پہ تڑپ اٹھی۔

''بدقسمتی سے میں ویڈیو نہیں بنا سکا، یعنی کہ ثبوت نہیں دکھانے کے لئے۔'' جہاندار نے

گھرے انداز میں طنزاً جواب دیا۔

''ایسے ہی، مجھے کوئی شوق نہیں، صاحب بہادر سے چپکنے کا۔'' نیل بر نے خفیف انداز میں تردید کی تھی۔

کچھ دیر پہلے وہ جہاندار کے برابر تو سو رہی تھی، لیکن اتنا اندازہ نہیں تھا، کہ گہری نیند کے سبب وہ اس کے کتنا قریب تھی؟ اسے لگا، جہاندار جان بوجھ کر چڑا رہا ہے۔

''اچھا، تبھی اپنا ''فرشی بستر'' چھوڑ کر میرے برابر آ پڑی تھی۔'' اس نے معنی خیزی سے سر ہلایا۔

نیل بر کو یوں لگا جیسے وہ طنز نہیں کر رہا بلکہ بہت ہلکے پھلکے لہجے میں گفتگو بڑھا رہا ہے، یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا، جہاندار اور سادہ انداز میں بات کر؟ نیل بر الجھ سی گئی تھی۔

''ہوگا پھر کوئی ڈرامہ۔'' اس نے سر جھٹک دیا تھا۔

''وہ تو ٹھنڈ کی وجہ سے، تم کیا ایک اکڑی لاش سے اپنا انتقام پورا کر سکتے ہو؟ یقینی طور پر تم چاہتے ہو کہ میں زندہ ہوں، تمہارا انتقام تو تب ہی پورا ہوگا۔'' نیل بر نے الجھے بال سمیٹ کر ایک لمبی سی جماہی لیتے ہوئے کہا تھا، جہاندار اسے دیکھتا رہا، بہت دیر تک دیکھتا رہا، نیل بر اس کا جواب سننے کے لئے منتظر بیٹھی تھی، اب الجھنے لگی تھی۔

''اب یہ بولتا کیوں نہیں؟ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے، ایک تو اس کی آنکھیں، تو بہ کیسی قاتل ہیں۔'' نیل بر کا دل پہلی مرتبہ کسی اور انداز میں دھڑکا تھا، وہ کچھ دیر کے لئے یہ بھول گئی تھی کہ جہاندار اس کے سامنے موجود ہے اور اس کے تاثرات بھی پڑھ رہا ہے، اس احساس کے ہوتے ہی نیل بر چوکنا ہو گئی تھی، معاً جہاندار نے گلا کھنکھار کر جواب دیا تھا۔

''اور اپنا انتقام پورا کرنے کے لئے یقینی طور پہ تمہیں زندہ رکھنا ضروری ہے، ہے نا؟ تو پھر مجھے چاہیے کہ تمہارا فرشی بستر اٹھوا دوں؟''

''ایگزیکٹلی۔'' نیل بر نے خوش ہو کر ہاتھ اٹھایا، وہ فرش پہ سو سو کر تنگ آ چکی تھی، مزید ٹھنڈ میں اکڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، ویسے بھی جہاندار کے سامنے اپنی انا کا پرچم بلند کرنے کا مطلب تھا، موت کو ماسی کہنا، تو بہتر تھا، وہ تھوڑا سا جھک کر اپنا مطلب نکال لیتی۔

''اس خوشی میں اپنا بستر اٹھا کر اس کمرے کی جھاڑ پونچھ کر دو، اس سے تمہاری نفاست کا بھی پتا چلے گا اور تم مصروف بھی ہو جاؤ گی۔'' جہاندار نے اگلا حکم نامہ جاری کیا تو نیل بر کے حلق میں تھوک پھنس گیا۔

''مگر میں تو بیمار ہوں، ابھی بھی ٹمپریچر ہے۔'' اس نے فوری طور پر آواز میں نقاہت بھر لی تھی، جہاندار اس کی چالاکی پہ غصہ کرنے کی بجائے مسکرا دیا اور یہ پہلی سادہ سی مسکراہٹ تھی، جس پہ حیران حیران نیل بر کو غش آنے لگا تھا۔

''دکھاؤ ہاتھ ذرا۔'' جہاندار نے خود ہی آگے بڑھ کر اس کا ملائم ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، اس کے ہاتھ کی ملائمت نے جہاندار کے جذبات کو کچھ اور ملائم کر دیا، وہ اس کا ٹھنڈا ہاتھ اپنے گرم ہاتھ میں لے کر معنی خیزی سے مسکرایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یہ تو ٹھنڈا ہے، کہو تو گرم کر دوں؟'' اس نے آنکھ سے اشارہ کیا تو نیل بر بے تحاشا جھینپ گئی اور ہاتھ چھڑاتے ہوئے اپنا رخ موڑنا چاہا، لیکن اس کی یہ کوشش ناکام تھی، وہ تھوڑا سا جھنجھلائی، کیونکہ نیل بر کا ہاتھ ہی نہیں بلکہ وہ خود بھی جہاندار کی گرفت میں آ چکی تھی۔

''کیا ہے جہاندار، مجھ بیمار کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟'' اس نے ہلکی آواز میں جھنجھلا کر کہا تھا۔

''میں تو تمہاری بیماری اور بخار کو چیک کر رہا ہوں۔'' جہاندار اس کی گردن اور گالوں کو چھوتا ہوا خمار آلود لہجے میں بولا تھا، نیل بر قدرے بے بس سی ہو گئی تھی۔

''ایسے ہی تم ڈاکٹر ہو کیا؟'' اس نے تنک کر بولنا چاہا مگر ناکام سی ہو گئی۔

''آزمالو، ڈاکٹروں سے اونچی چیز نہ ہوا تو کہنا، ایسی مسیحائی کروں گا کہ دوبارہ بخار تمہارے قریب بھی نہ پھٹکے گا۔'' وہ اس کے بالوں کو جھٹکتا بے خود سا ہوا، نیل بر کو رہائی کا کوئی سبب نظر نہیں آ رہا تھا، جب ہر طرف سے ناکام ہو گئی تو اس کی مضبوط پناہوں میں چھپ گئی، ہاں کچھ دیر کے لئے بہتر تھا، اس حویلی کے لمبے چوڑے کاموں اور رات کے کھانے سے بچنے کے لئے، نازک اندام نیل بر جہاندار کی شدتوں کے سامنے بے بس ہو گئی تھی۔

☆☆☆

پری گل کے ہلکے پیٹ میں کوئی بات ٹک جاتی یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

وہ تیزی سے حمت کو ڈھونڈتی انار کے باغ میں آ گئی، حمت جو کسی خوبصورت خیال کے زیر اثر تھی، پری گل کو افتاں خیزاں آتے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔

''خدا خیر، قیامت تو نہیں آ گئی؟'' حمت نے دہل کر کہا۔

''او بی بی قیامت سے کچھ کم نہیں، بڑے شہر سے سیر کو آیا لڑکیوں کا گاڑی کھائی میں گر کر جل بھن گیا، ماڑا ساری کی ساری جل کر راکھ ہو گئیں، ام کو بڑے خان سے پتا چلا، ایک لڑکی کا بچنے کی اطلاع ہے، ادھر سرکاری ہسپتال میں، بی بی اس کو دیکھنے چلیں۔'' پری گل مارے صدمے اور اشتیاق و تجسس سے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی، ادھر حمت بھی گھبرا اٹھی۔

''او خدا، اتنا بڑا حادثہ؟'' حمت نے دہل کر کہا۔

''لالا تو ہسپتال ہوں گے، خدا خیر کرے۔'' وہ تفکر سے بولی تھی، پری گل بھی افسردہ سی تفصیل بتاتی رہی۔

''اچھا بتاؤ، سبا خانہ کدھر ہے؟ اس کی طبیعت سنبھلی؟'' حمت نے فکر مندی سے پوچھا تھا، سبا خانہ ایک ہفتے سے بخار میں مبتلا تھی، اس نے اپنے ٹھکرائے جانے کے غم کو دل سے ہی لگا لیا تھا، نہ بولتی تھی، نہ ہی کچھ کھاتی پیتی تھی، بی جاناں اس کی پٹی سے لگی بیٹھی تھیں اور جھولی اٹھا اٹھا کر شاہوار کو کوستی تھیں، جس نے ان کی پھولوں سی نواسی کو بستر سے لگا دیا تھا۔

''پتا نہیں، ابھی تو وہ ویسی کی ویسی ہے، بی جاناں، ہر وقت چھوٹے خان کو گالیاں دیتا ہے۔'' پری گل نے منہ بنا کر بتایا تھا۔

''اب چھوٹے خان کا کیا قصور؟ ان کو کسی اور سے محبت ہو گیا۔''

''ہاں، محبت کب دیکھتی ہے، بس ہو جاتی ہے اور پھر کھو جاتی ہے۔'' حمت کی آنکھوں میں

اداسی پھیل گئی تھی، امام سے دوبارہ رابطہ نہیں ہوا تھا، لیکن اس کا دل مطمئن تھا کہ وہ ٹھیک ہے، کسی نہ کسی دن مکمل صحت یاب بھی ہو جائے گا اور پھر دور دیس سے اچانک لوٹ آئے گا، اس کا دل کہتا تھا، وہ پتھروں کی اس بستی میں لوٹ کر ضرور آئے گا۔

''او بی بی! تم کہاں کھو گیا؟'' پری گل نے جھنجھلا کر کہا۔

''جہاں امام کھو گیا۔'' وہ کھوئے کھوئے لہجے میں افسردگی سے بولی تھی، پری گل نے اس کا بازو ہلایا۔

''بی بی! تم کیا بول رہا؟'' وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن نہیں پائی تھی، حمت چونک اٹھی اور پھر گہرا سانس بھرتی اٹھنے لگی، معا بی جاناں کی اونچی آواز نے ان دونوں پر گھبراہٹ طاری کر دی تھی۔

''ہڈ حرام ہو ساری کی ساری، کم چور، بے غیرتو! سبا خانہ کو ہسپتال لے جاؤ، اس کا بخار اترنے والا نہیں۔'' وہ اونچی آواز میں دہاڑی تھی، حمت اور گل پری سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگی تھیں۔

کچھ دیر بعد سبا خانہ کو جانے کن جتنوں سے ہسپتال جانے پہ تیار کیا تھا، وہ ہسپتال جانے پہ راضی ہی نہ تھی۔

''ٹھیک ہوں میں، کچھ نہیں ہوتا مجھے، میرے حال پہ چھوڑ دو بس۔'' وہ گاڑی میں بیٹھنے تک لاچاری سے کراہتی رہی تھی، حمت اور گلاب دین اسے بمشکل گاڑی میں بٹھا پائے تھے، پری گل بھی ساتھ تھی، بی جاناں آنسو بھری آنکھوں سے انہیں جاتا دیکھتی رہیں، ان کے دل پر گھونسے پڑ رہے تھے۔

''اللہ سمجھے تجھے شاہوار، چین نہ پائے تو، میری بچی کو کن حالوں میں پہنچا دیا۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی پلٹ آئیں، اس حال میں کہ انہیں بھول گیا تھا، دوسروں کے دل کا چین چھیننے والوں کی بد دعائیں قبول نہیں ہوتیں، کبھی انہوں نے بھی کسی کے دل کا چین چھینا تھا، اس کی ممتا کو لہولہان کیا تھا۔

اب دینے کی باری تھی اور یہی کٹھن بازی تھی، جس میں شہ مات کا مزہ چکھنا بہت مشکل تھا، نہایت مشکل۔

☆☆☆

سرکاری مرکز صحت میں سبا خانہ کو داخل کر لیا گیا تھا، اس کا بخار بگڑ گیا تھا، حمت پریشان تھی اور پری گل پر جوش، وہ بار بار ایمرجنسی وارڈ کی طرف دیکھتی تھی اور حمت کے کان میں سرگوشی کرتی۔

''بی بی! اس لڑکی کا پتہ کرے ام۔''

''چپ کر پری گل، مار کھائے گی کیا؟ لالا نے دیکھ لیا تو بوٹی بوٹی کر دیں گے۔'' حمت چادر سنبھالتی اندر بڑھ گئی تھی اور پری گل کمرے سے باہر رکھے بینچ پر بیٹھ گئی۔

شہری زخمی لڑکیوں کو دیکھنے کا اسے بڑا تجسس تھا، پر وہ حمت کے ڈر سے دبکی بیٹھی رہی، کچھ دیر بعد ایک نرس وہاں سے گزری تو پری گل نے اس کا بازو پکڑ کر زخمی لڑکیوں کے وارڈ اور باقی تفصیلات معلوم کرنی چاہی۔

''ہاں برا حادثہ تھا، کوئی بھی نہیں بچا، لاشیں بھی مسخ ہو گئیں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہائے ایک بھی لڑکی نہیں بچا؟'' پری گل کو سخت صدمہ ہوا۔

''تو پھر وہ بھی مر گیا جسے صندیر لالا دیکھنے ہسپتال آیا تھا؟'' پری گل کا منہ اتر گیا۔

''ام کو بھی دیکھنا تھا۔'' اس نے منہ لٹکا کر کہا۔

''آج تین دن ہو چکے، لاشیں تو کب کی لواحقین کے سپرد کر دی گئی ہیں بی بی۔'' نرس کرختگی سے بولتی کسی کمرے میں گم ہو گئی تھی، پری گل دل مسوس کر رہ گئی، ادھر کمرے میں سباخانہ نے الگ شور ڈالا ہوا تھا۔

''مجھے گھر لے چلو، کیوں یہاں لائی ہو، نہیں مرتی میں ابھی۔''

''ڈاکٹر اجازت دیں گے تو لے جاؤں گی، تم چپ کرو سباخانہ، گھر میں پڑے پڑے بخار نہیں اترنے والا تھا۔'' حمت نے نرمی سے اسے سمجھایا تھا۔

''میرا دل گھبرا رہا ہے، بس لے چلو مجھے۔'' وہ بچوں کی طرح ضد کر رہی تھی، لمبے بخار نے اسے ضدی بنا دیا تھا، حمت زچ ہو اٹھی تھی۔

''تھوڑا صبر کرو، ابھی ڈاکٹر سے بات کرتی ہوں۔'' وہ اسے بہلا پھسلا کر سمجھا رہی تھی اور کسی ڈاکٹر کو بھی بلانے کو کہا تھا۔

''یہ کیا بچپنا ہے سباخانہ! تم اتنے کمزور اعصاب کی مالک تو نہ تھی، کیا سمجھے گا شاہوار لالا، اس کے عشق میں بیمار پڑ گئی ہو۔'' کچھ دیر بعد حمت نے جان بوجھ کر شاہوار کا ذکر چھیڑا تھا اور سباخانہ لب کاٹ کر اپنا واویلا بند کر چکی تھی۔

''مجھے شاہوار کی کوئی پرواہ نہیں۔'' وہ غصے اور نفرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولی تھی۔

''تو پھر یہ بیماری، یہ اذیت، یہ کیا کہانی سناتی ہے۔'' حمت خفگی سے سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

''آہ۔'' سباخانہ کا دل کرچی کرچی ہو گیا تھا۔

''تم نے ٹھکرائے جانے کی اذیت محسوس نہیں کی نا، تمہیں کسی نے ٹھکرایا نہیں نا۔'' وہ رو دینے کو تھی۔

''لالا نے تمہیں ٹھکرایا نہیں، بس اپنی پسند بتائی ہے، بی جاناں نے بات کو غلط رنگ دے لیا۔'' وہ اس کا دکھ کم کرنا چاہتی تھی، اسے اس اذیت سے نکالنا چاہتی تھی۔

''سب جانتی ہوں میں، قسمت خراب ہے میری، تم دیکھتی نہیں تھی، جب جہاندار تھا ادھر، تو وہ بھی مجھ سے خار کھاتا تھا، میں اسے پسند کرتی تھی اور وہ مجھے ناپسند کرتا تھا، اس وقت بھی نیل بر کا ستارہ چمک گیا، مجھے تو لگتا ہے، نیل بر کی اپنی نیت جہاندار پہ خراب تھی، تبھی بہانہ بنا کر گھر سے بھاگی تھی، تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے جہاندار مل جائے اور دیکھو اس کا منصوبہ کامیاب ہو گیا۔'' بخار نے اس کی دماغی حالت پہ خاصا اثر ڈالا تھا، عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی، حمت نے اپنا سر پکڑ لیا۔

''وہ سب اتفاقیہ تھا سباخانہ! نیل بر کوئی منصوبہ بنا کر نہیں گئی، قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا، وہ بے چاری نجانے کس حال میں ہو گی۔'' حمت کا دل بھر آیا۔

''اچھے حال میں ہو گی، دیکھ لینا، ایک ہمارے نصیب ہی برے ہیں۔'' وہ بہت مایوس تھی۔

''ایسے نہیں کہتے، ہر سیاہی کے بعد ایک سپیدی ضرور ہوتی ہے، دیکھ لینا تم، تمہارے حصے کا سویرا تمہارا منتظر ہو گا۔'' اس کا انداز حوصلہ دینے والا تھا، سباخانہ خاموش ہو گئی تھی یا شاید اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا، حمت اس کا زرد ویران چہرہ دیکھتی رہی، وہ دنوں میں کملا کر رہ گئی تھی، حمت نے گہرا سانس بھرا۔

''ہمارے نصیب میں شاید ہی کوئی سویرا ہو، لیکن دل بہلانے کے لئے خوش گمانی کا دیا روشن کر لینے میں کیا ہی حرج ہے؟'' وہ سوچتی رہی اور نم ہوتی رہی، سباخانہ سکون آور ادویات کی وجہ سے سو چکی تھی، معاً دروازے پہ کھٹکا ہوا اور پری گل نے اپنا سر اندر کیا۔

''بی بی! سخاوت خان تم کو لینے آیا ہے، بڑے خان کا پیغام ہے، وہ اپنے بنگلے پہ تمہیں بلا رہے ہیں۔''

''مجھے؟'' حمت اچھل کر بینچ سے اٹھی۔

''صندیر لالا نے مجھے بنگلے پہ بلایا ہے؟ خدا خیر کرے، تمہیں سننے میں مغالطہ تو نہیں ہوا۔'' وہ ہولا کر بولی تھی۔

''ہرگز نہیں۔'' پری گل نے سر نفی میں ہلایا۔

''خان نے تم کو بنگلے پر ہی بلایا ہے، ام تو خود پریشان ہے بی بی! خان نے بولا ہے، پری گل ہسپتال میں رہے اور حمت بی بی بنگلے پہ آئے۔''

''بی جاناں کو خبر ہے؟'' حمت چادر ٹھیک کرتے ہوئے بولی تھی۔

''خبر تو ہو گا، سخاوت خان پہلے بٹو محل گیا تھا اور پھر ادھر کو آیا ہے۔'' پری گل نے سر ہلا ہلا کر بتایا۔

''ام تمہارے بغیر کیسے رہے گا بی بی؟'' حمت جانے کے لئے باہر نکلی تو پری گل بسور کر بولی تھی، حمت کے وہ بہت قریب تھی، حمت بھی افسردہ ہوئی۔

''میں واپس نہیں آؤں گی، تم فکر نہ کرو، لالا کو شاید کوئی کام ہو گا۔'' اس نے پری گل کو تسلی دی اور دل میں ہزار وہم اور خدشے لے کر سخاوت خان کے پیچھے بنگلے پر آ گئی۔

یہ بنگلہ گاؤں کے اختتام اور شہر کی شروعات میں تھا، جیسے شاہوار کا ہٹ تھا، اسی طرز کا بنا ہوا، یہ صندیر خان کی الگ سے رہائش گاہ تھی، شہر میں دیر سویر ہوتی تو وہ ادھر ہی قیام کر لیتا تھا، جانے حمت کو کیوں بلوایا تھا؟

وہ ڈر رہی تھی اور بہت خوفزدہ تھی، اسے اپنا نیا پرانا کوئی قصور یاد نہیں آ رہا تھا۔

''جانے لالا نے کیوں بلایا ہے، خدا خیر کرے۔'' وہ لرزتی کانپتی سٹنگ روم میں بیٹھ گئی، ایک ملازم اندر کی طرف بھاگا تھا، شاید اطلاع دینے، وہ بنگلے کی خوبصورتی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی لالا کو اندر آتا دیکھ کر گھبراتی ہوئی کھڑی ہو گئی، اس وقت لالا سیاہ کرتے شلوار میں اپنی بے پناہ وجاہت کے ساتھ پورے ماحول پہ چھا گیا تھا، بڑی بڑی سحر انگیز آنکھیں، گورا رنگ، براؤن بال، واہ......وہ دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم ہسپتال میں تھی؟'' لالا نے بیٹھتے ہوئے نارمل انداز میں گفتگو کا آغاز کیا تو حمت کی ٹنگی ہوئی جان اور اٹکی ہوئی سانس ایک دم بحال ہوئی تھی، اس نے نم ہتھیلیوں کو دباتے ہوئے جی کہا تھا۔

''سبا خانہ کا بخار کچھ زیادہ نہیں بگڑ گیا؟'' صندیر خان کا انداز سوچتا ہوا تھا، حمت نے سر ہلایا۔

''جی لالا۔''

''اسے شہر لے جاتے ہیں، کیا خیال ہے؟'' صندیر خان نے سوچتے ہوئے اس سے رائے لی تو حمت کو غش آنے لگا تھا، حمت اور اس کی اتنی اوقات؟ اسے ہول اٹھنے لگے تھے۔

''اللہ! لالا کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

''جی لالا۔'' وہ ہکلا کر رہ گئی تھی، صندیر خان نے اب کے ذرا غور سے حمت کو دیکھا تو وہ اسے خاصی گھبرائی گھبرائی لگی تھی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کچھ ٹھٹک گیا تھا، اپنے گھر میں سالوں سے رہتی اس لڑکی سے وہ اتنا ہی غافل تھا جس قدر غافل رہا جا سکتا تھا، اس نے کبھی حمت کو غور سے دیکھا ہی نہیں تھا۔

حالانکہ وہ اس کے سامنے ہی پلی بڑھی تھی، سادی سی، خاموش طبع، بڑی سی چادر اور گھیر دار فراک میں چھپی چھپائی حمت کے چہرے پر نظر ڈالنے کا صندیر خان کو کبھی وقت ہی نہیں ملا تھا اور اس وقت وہ حمت کا چہرہ دیکھ کر بے پناہ حیران ہو رہا تھا۔

''ارے...... یہ تو۔'' وہ بولتے بولتے لمحہ بھر کے لئے بھونچکا ہو گیا۔

''کیا کبھی دو اجنبیوں کے فیس کٹ ایک دوسرے سے اس حد تک مماثلت رکھتے ہیں؟'' صندیر خان کی سوچتی نگاہیں حمت کو اور بھی گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھیں۔

''ہائے خدا! لالا ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' اس کی جان پہ بن آئی تھی، صندیر خان کو بھی اس کی گھبراہٹ کا احساس ہو گیا تھا، اسی لئے اپنی حیرت پہ قابو پا کر بولا۔

''میں نے تمہیں یہاں ایک کام سے بلوایا ہے، چند دن تک تم یہیں رہو گی۔''

''جی...... لالا۔'' وہ پھنسی پھنسی آواز میں بمشکل بولی تھی، اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ لالا اسے یہاں رہنے کے لئے بلوا رہے تھے۔

''تمہیں یہاں کسی کی تیمارداری کرنی ہے، سبا خانہ کے پاس پری گل اور بی جاناں ہیں، سن رہی ہو تم۔'' وہ بولتے بولتے اچانک رکا تھا، اسے لگا، وہ خاصی کنفیوز اور سہمی ہوئی ہے، تبھی اسے اپنا لہجہ قدرے نرم رکھنا پڑا، وہ اپنے بارعب اور تحکمانہ لب و لہجے کی وجہ سے خاصا غصیلا مشہور تھا اور حمت کی اس سے جان جاتی تھی، وہ بہت کم اس کے سامنے آتی تھی، اب بھی مجبوری نہ ہوتی تو صندیر خان کی حمت نام کی لڑکی یاد بھی نہیں تھی۔

''تم گھبراؤ نہیں، چند دن کی بات ہے صرف، پری گل کو اس لئے نہیں بلایا، وہ پیٹ کی ہلکی ہے، ابھی بستی میں اعلان کر دے گی۔'' صندیر خان کے اگلے الفاظ نے اس کا ہراس کچھ کم کیا تھا، اس کا مطلب تھا بات صیغہ راز میں رکھنے والی تھی، حمت نے سمجھ کر سر ہلا دیا تھا۔

''آؤ میں تمہیں مریضہ سے ملواتا ہوں۔'' وہ اسے لئے ایک راہداری میں گم ہو گیا تھا، جس

کے آخری سرے پہ ایک پر تعیش بیڈ روم تھا، ناب گھمانے سے پہلے صندیر خان نے مریضہ کا حدود اربعہ اسے سمجھا دیا تھا، لیکن مریضہ کو دیکھ کر حمت ٹھٹک گئی تھی، جیسے حمت کو دیکھ کر صندیر خان ٹھٹکا تھا، اس نے بے ساختہ اپنے چہرے کو چھوا اور نیند میں گم پڑی مریضہ کو دیکھتی حیرت زدہ سی رہ گئی۔

''لالا! یہ تو میرے جیسی ہے۔'' حمت کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ پھسلے تھے، صندیر خان نے گہرا سانس بھرا، یہ کوئی فلم یا ڈرامہ نہیں تھا، حقیقی زندگی تھی اور اس میں ایسی مماثلت اور اتفاق حمت کے لئے تعجب انگیز تھا، وہ ہکلا کر رہ گئی تھی۔

''لالا! اس کی ناک اور ٹھوڑی اور یہ گال کے بیچ کا تل، ہائے میں مر جاؤں، یہ کون ہے لالا؟'' حمت نے بوکھلاتے ہوئے مریضہ کے چہرے کا کئی دفعہ پوسٹ مارٹم کیا تھا، پھر بھی تسلی نہ ہوئی تو شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر بچکانہ انداز میں کبھی خود کو دیکھتی کبھی مریضہ کا چہرہ۔

چھوٹے سے قصبے میں ایک گھر کے اندر بند رہنے والی حمت کے لئے یہ حیران کن واقعہ تھا، اس کا دل بری طرح سے دھڑکتا رہا، وہ متعجب، حیران اور عجیب سی گھبراہٹ میں مبتلا تھی، بھلا ایسے بھی ہوتا تھا، دو اجنبی انسان ایک دوسرے سے کیسے مماثلت رکھتے ہیں؟ وہ بھی اتنی مماثلت؟

''اب تم حیران ہونا ترک کرو اور میری بات غور سے سنو، یہ کوئی تمہاری پچھلے جنم میں بچھڑی بہن نہیں ہے، میری مہمان ہے، سمجھو میرے دوست کی زخمی بہن، اس دنیا کی بھیڑ میں اکیلی رہ چکی ہے، ایک حادثے میں زخمی ہونے کے بعد مجھ تک پہنچی ہے، میرا دوست یہاں نہیں، اب یہ میری ذمہ داری ہے تم اس کا خیال رکھو، جب تک یہ تندرست نہیں ہوتی۔'' صندیر خان نے قدرے کوفت کے عالم میں اس کی حیرانگی اور تعجب کو ملاحظہ کرتے ہوئے سمجھایا تو وہ قدرے سنبھل کر سیدھی ہوئی تھی۔

''جی! لالا...... میں اس کا خیال رکھوں گی، آپ فکر نہ کریں۔''

''گڈ، اور جس چیز کی ضرورت ہوئی مجھے بتانا، ابھی کچھ دیر تک ڈاکٹر اس کا چیک اپ کرنے آئیں گے، تم اس کے پاس رہنا اور خیال رکھنا، میں کچھ دیر میں آؤں گا۔'' وہ اسے ہدایات دے کر چلا گیا تو حمت سر ہلا کر جلدی سے مریضہ کے سرہانے بیٹھ گئی اور چھوٹا شیشہ لے کر کبھی اپنا منہ دیکھتی اور کبھی مریضہ کا منہ دیکھتی تھی۔

''یہ تو ہو بہو میری کاپی ہے، خدا خیر کرے۔'' اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا اور مریضہ کو کسمساتا دیکھ کر اس کے چہرے پہ جھک آئی تھی۔

''اس کا نام تو پوچھا ہی نہیں۔'' حمت نے سر پہ ہاتھ مار کر بے اختیار سوچا تھا۔

''اب تو لالا بھی چلے گئے۔''

☆☆☆

''اب یہ پاؤں کہاں سے تڑوا آئی ہو۔'' مورے کا دل دھک سے رہ گیا، عشیہ کراہتی ہوئی تخت پہ لیٹی تھی، کچھ دیر پہلے شاہوار سے گیٹ پہ چھوڑ گیا تھا، وہ تو اندر تک چھوڑنا چاہتا تھا مگر عشیہ نے منع کر دیا، وہ کوئی نیا سین کری ایٹ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اسے لنگڑا کر آتا دیکھ کے نشرہ کی چیخ نکل گئی، وہ اسی کھڑکی میں کھڑی تھی جس سے کود کر ہیام اس سے ملنے آیا تھا، عشیہ کو لنگڑاتا دیکھ کر وہ فوراً باہر بھاگی تھی، اسے سہارا لے کر اندر لائی تو مورے چیخ پڑی تھیں۔

''ہائے ہائے...... یہ کیا ہو گیا؟'' مورے کا دل دہل گیا، عشیہ کی بیماری کا مطلب تھا، ساری کاموں کا ٹھپ ہو جانا، ایک عشیہ ہی تو تھی جس کے دم سے اس گھر کا نظام چل رہا تھا اور اس کی بیماری کے دورانیے میں پورا گھر اودھم ہو جاتا تھا، نہ گھر کے کام ہو سکتے تھے نہ باہر کے۔

مورے مارے تفکر کے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھیں، عشیہ نے مختصر الفاظ میں اپنے گرنے کا واقعہ بیان کیا تھا، مورے کا واویلا سن کر عروفہ بھی اپنی کچھار سے باہر آ گئی تھی، اور اب کچھ فاصلے پہ کھڑی نشرہ کو بھاگ دوڑ کرتے دیکھ رہی تھی، جو ایک بڑی سلفچی میں نیم گرم پانی میں جانے کون سی دوا ڈال کر لے آئی تھی، مورے نے عشیہ کی پٹی کھلوا کر پاؤں نیم گرم پانی میں ڈبو دیا، صد شکر کے کوئی زخم نہیں تھا، تاہم پاؤں سوج کر کپا بن چکا تھا۔

اب جب تک مورے اپنے ٹوٹکے نہ آزما لیتیں انہیں چین نہیں پڑنا تھا، حالانکہ عشیہ ہسپتال سے ٹریٹمنٹ لے کر آئی تھی، ہسپتال کے تصور میں شاہوار کا سراپا بھی اچانک ابھر آیا تھا، عشیہ کا دم لمحہ بھر کے لئے اٹک سا گیا۔

''کوئی نہ کوئی حادثہ مجھے تم سے ملواتا ہی رہے گا، وہ دن دور نہیں جب بڑو محل کے بند دروازے ہم پر کھل جائیں گے، ایک دن ہیام اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لے گا اور اس سب کے لئے عشیہ کو قربان ہونا پڑے گا۔'' اس کے دل میں بہت دور ایک ننھی سی کسک مچل کر معدوم ہو گئی تھی، اسامہ نام کی اس ٹیس کو عشیہ نے از خود دبا دیا تھا۔

ضروری نہیں کہ ہر محبت اپنے وصل کی ساعتوں کو پا سکے، کچھ محبتوں کے انجام ادھورے رہ جاتے ہیں، اس آرکیالوجسٹ کی آنکھوں میں لو دیتے جذبوں کی شمعیں تو اسی وقت بجھ گئی تھیں جب میلوں دور بیٹھے اس نے عشیہ کے لب و لہجے میں واضح بدلاؤ محسوس کر لیا تھا، اس فون کال کے بعد جانے کیوں اسامہ کا دل بجھ گیا تھا اور شاید عشیہ کا بھی اور اس پل عشیہ کے چہرے پہ پھیلی بے قراری دیکھتے ہوئے عروفہ نے خاصے چبھتے لہجے میں اونچی آواز میں کہا تھا۔

''بروقت طبی امداد سے اس کا پاؤں محفوظ رہا ہے، عشیہ بھی کیسی بختوں والی ہے، ہمیشہ شاہوار ہی اس کی مدد کو پہنچتا ہے، ہمارے تو ایسے نصیب نہیں۔'' عروفہ کے چبھتے لہجے میں اس کے پاؤں کا مساج کرتی نشرہ حیران رہ گئی، کیا کوئی بہن ایسی بھی ہوتی ہے؟ بجائے اس کی تکلیف کو کم کرنے کے وہ طنزیہ گفتگو کے ساتھ عشیہ کو غصہ دلانے کی کوشش میں مصروف عمل تھی۔

نشرہ نے اس کے پاؤں کا مساج کرنے کے بعد کاٹن سے ٹکور کی اور گرم پٹی سے پاؤں کو باندھ دیا، تبھی مورے نے اونچی آواز میں عروفہ کو جھڑکا تھا۔

''کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو، کبھی زبان سے نیلا تھوتھا اگلنا چھوڑ بھی دیا کر، دیکھتی نہیں مہمان بچی کام سے لگی ہے، جا جلدی سے دودھ میں شہد ڈال کر لے آ۔''

''مہمان دو دن کا ہوتا ہے، اب یہ مہمان نہیں، یاد نہیں جاتے ہوئے ہیام کیا بول کر گیا تھا،

اس کو مہمان نہیں گھر کا فرد سمجھیئے گا تاکہ یہ اجنبیت محسوس نہ کرے۔'' عروفہ ہیام کے لہجے کی نقل اتارتی عشیہ کو ہمیشہ سے زیادہ بری لگی تھی، اس نے ہاتھ اٹھا کر مورے کو روک دیا تھا۔

''ان بجھے دیوں میں تیل نہیں مورے، آپ بھی اسے کام بول کر اپنی بات گنوا دیتی ہیں، دفع کریں میں خود کر لوں گی۔''

''کیسے کرے گی بچہ! اتنی تکلیف میں۔'' مورے کا انداز بدل گیا، یا وہ اس حقیقت کو تسلیم کر چکی تھیں کہ ان کا گھر عشیہ کے کندھے پہ چل رہا ہے، اگر عشیہ تندرست نہ رہے تو نوبت فاقوں تک آ پہنچے، یا یہ لوگ بھوک کی شدت سے مر جائیں۔

''میں دودھ لے آتی ہوں۔'' نشرہ بحث طویل ہوتی دیکھ کر چپکے سے اٹھی تھی اور کچن میں آ گئی، اسے ہر چیز با آسانی مل گئی تھی، دودھ بھی گرم کر لیا اور شہد بھی گھول لیا، جب وہ باہر آئی تو عشیہ، عروفہ کو کسی بات کا جواب دیتے ہوئے چپ سی کر گئی تھی، شاید نشرہ کے سامنے خفت محسوس کر رہی تھی۔

''کیا سوچتی ہو گی؟ ہیام کے گھر والے تہذیب سے کتنا دور ہیں؟ اور جاہلوں کی طرح لڑتے ہیں۔'' اس نے آگے بڑھ کر دودھ کا گلاس عشیہ کو تھمایا اور تخت پر رکھی دوائیوں کا شاپر کھول کر خود ہی دوائی نکال کر عشیہ کو کھلائی، مورے اس کے اپنائیت بھرے انداز کو دیکھ کر چپ سی رہ گئی تھیں، جو کام سگی بہن نے کرنا تھا، وہ ایک اجنبی مہمان لڑکی کر رہی تھی، ان کے دل میں احساس تشکر کی ہلکی سی لہر اٹھی تھی، تاہم وہ اظہار کے معاملے میں خاصی کوری تھیں، تبھی شکریہ بھی ادا نہ کر سکیں۔

''اب آپ کو آرام کرنا چاہیے۔'' نشرہ نے نرمی سے عشیہ کا ہاتھ دبایا تو وہ وہیں تخت پہ نیم دراز ہو گئی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے عشیہ اونگھنے لگی، منہ پہ گرم مفلر ڈال رکھا تھا۔

نشرہ نے خود بخود سردی کی شدت محسوس کرتے ہوئے انگیٹھی میں کوئلے دہکا دیئے تھے، مورے اسے ذمہ داری سے کام کرتے دیکھ کر ٹھٹک سی گئیں، کیسی اپنائیت تھی اس بچی کے ہر انداز میں اور کیسی بدنصیب تھی جس کا کوئی آسرا ہی نہ تھا، غیروں کے در پہ پڑی تھی، بے چاری بچی، ان کے تاسف کا انداز ہی اپنا تھا، وہ خود کو غیر کہتے کہتے ٹھٹک گئیں۔

کیا صرف خونی رشتے ہی اپنائیت کے معیار کی اونچی سطح پہ آتے ہیں؟ اگر ایسی بات ہوتی تو عروفہ بیمار بہن کے سوجے پاؤں کو نفرت سے بیزاری سے دیکھتی ہوئی پاؤں پٹخ کر اپنے کمرے میں بند نہ ہو جاتی؟ اپنائیت تو یہ تھی جو نظر آ رہی تھی، اس نے کوئلے دہکائے اور اٹھ کر مورے کے پاس آ رکی۔

''خالہ جان! رات کے کھانے میں کیا بناؤں؟ ترکاری یا گوشت؟'' اس نے ایک روٹین کی طرح ایسے سوال کیا جیسے اپنی تائی سے ہمیشہ کھانا بنانے کے وقت پوچھا کرتی تھی، مورے کو سمجھ آ گئی کہ وہ کیا سوال کر رہی ہے، انہوں نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں اسے بتایا تھا۔

''گوشت کا شوربہ بنا لو اور نشاستے کا دیسی گھی میں حلوہ، عشیہ کو افاقہ ملے گا، اگر بنا سکتی ہو، کہو تو تمہاری مدد کرواؤں؟ عروفہ سے کوئی امید نہ رکھنا، وہ مرتے ہوئے کو پانی تک پلانے کی روادار نہیں، الٹا پانی کی صراحی کو ٹھوکر ضرور مارنے والوں میں سے ہے۔'' انہوں نے تاسف سے دھیمی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آواز میں بتایا تھا، وہ عشیہ کی نیند ٹوٹنے کے خیال سے آہستہ بول رہی تھیں۔

عمکیہ کے بعد وہ از خود عشیہ کے زیر دست خود کو سمجھنے لگی تھیں، ان کے مزاج کی گرمی اب عشیہ کے اوپر کم ہی نکلتی تھی، اب ان کے غصے کا شکار ان کی لاڈلی عروفہ تھی اور عروفہ، عشیہ کو ماں کی نگاہ میں اور باعزت درجے پہ بلند دکھائی دیتے ہوئے زہر سے بھی بری لگنے لگی تھی۔

اب وہ مورے کو عشیہ کے خلاف بھڑکانے سے بھی قاصر تھی، کیونکہ مورے اسے حقیقت کو جی ہی جی میں تسلیم کر چکی تھی کہ اگر عشیہ نہ ہوتی تو ان کا بوڑھا وجود اسی مکان میں گل سڑ جانا تھا، عروفہ سے کسی بھی قسم کی توقع عبث تھی۔

سو انہوں نے از خود ہی عمکیہ اور ہیام کے سمجھانے پر عشیہ کے لئے اپنا مزاج دھیما کر لیا تھا اور اس وقت وہ نشرہ کو کھانے کے حوالے سے چیزوں کی جگہ سمجھاتے ہوئے بار بار عشیہ کا چہرہ بھی دیکھ رہی تھیں، کم عمری میں ذمہ داریاں نباہنے والا متفکر اور اداس چہرہ۔

صبح ہوتے ہی اس کی مشقت کا آغاز ہو جاتا تھا، عمکیہ کی شادی کے بعد گھر کی ذمہ داری بھی وہی نباہتی تھی، ناشتہ بنانا، گھر کی صفائی ستھرائی، دھلائی، پھر باہر کے لامحدود کام، کبھی آرے سے لکڑی اٹھوانی تو کبھی بجلی کے بل جمع کروانے، کبھی سودا سلف لانا، ان کی بیماری کے دنوں میں ہسپتال کے چکر الگ۔

اس نے ہیام کی کمی کبھی محسوس بھی نہیں ہونے دی تھی، نہ ہیام پہ کبھی بوجھ ڈالا نہ اسے دوسرے شہر میں کبھی پریشان کیا، خود بخود سارے بوجھ اٹھا لئے، اس کا صرف ایک ہی خواب تھا، ہیام کو بلند مقام پہ دیکھنا اور یہ خواب پورا بھی ہو رہا تھا۔

دیکھا جاتا تو ہیام سے حقیقی محبت بس عشیہ کو تھی، ہیام کی فکر، ہیام کا غم، ہیام کے لئے بھاگ دوڑ اور مشقت، ہیام اگر اسی مکان کی ذمہ داریاں نباہنے میں بندھ جاتا تو کبھی آگے نہ بڑھ پاتا۔

عشیہ نے خود کو آگے بڑھنے سے روک لیا تھا، اس گھر کی ذمہ داریوں میں خود کو باندھ لیا اور ہیام کو آزاد کر دیا، وہ اسے ہمیشہ کہتی تھی۔

''خود کو اتنا مضبوط کر لو کہ اپنے حق کے لئے آواز اٹھا سکو، میں تمہیں اس مقام تک دیکھنا چاہتی ہوں، جہاں پہ کسی کی نگاہ بھی نہ اٹھ سکے، میں تمہیں اس زمین پر قدم جما کر کھڑا دیکھنا چاہتی ہوں، جس زمین پر بیال کے سورج کی سنہری کرنیں اترتی ہیں۔'' عشیہ کے اونچے آدرش مورے کو ہلا کر رکھ دیتے تھے، تب وہ عشیہ پہ چلاتی تھیں۔

''اس خونی زمین پہ میرا ہیام کبھی نہ کھڑا ہو، ظالم اپنے اکلوتے بھائی کی دشمن ہے تو۔''

''اس کی دشمن نہیں، ہمدرد ہوں، اس کا احساس کرتی ہوں، تبھی تو چاہتی ہوں، اپنی چھینی ہوئی وراثت کو یہ چھین کر حاصل کر لے، تبھی تو اسے اتنا مضبوط کرنا چاہتی ہوں۔'' عشیہ کے ارادے چٹانوں جیسے تھے، جن سے آج بھی مورے ٹکرانے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھیں، تاہم وہ اپنے بچوں کے لئے دعا ضرور کرتی تھیں، اپنے بچوں کے جو غم ان کے ماں باپ نے دیکھے تھے، وہ ان کو بھی تو دیکھنے پڑتے۔

اور جانے کیونکہ عشیہ کے ارادے کیا تھے؟ وہ تو پہلے بھی کسی کو نہیں سنتی تھی، اب مورے کے

مزید پسپائی کے بعد کہاں سننے والی تھی؟

لیکن مورے کے حسیات انہیں آنے والے حالات کی خبر ضرور دے رہی تھیں جو کہ ان کے حق میں اتنے اچھے بھی نہیں تھے، انہوں نے گہرا سانس بھرا اور نشرہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں جو ان سے نشائستے کا حلوہ بنانے کی ترکیب پوچھ رہی تھی۔

☆☆☆

رات پھیل گئی تھی، پوری وادی پہ کالی شام کا سایہ تھا، جب وہ کسمساتے ہوئے اٹھی، ایسے ہی خود پہ جھکے سائے کو قدرے حیرانی سے دیکھتی چونک گئی تھی۔

''عشیہ! آپ اٹھ جائیں، کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' نشرہ کی ملائم آواز نے اس کے حواس یکجا کر دیئے تھے۔

وہ تخت پہ آڑھی ترچھی جانے کتنے گھنٹے بے خبر سوتی رہی تھی اور اب بھی تو بمشکل حواس ٹھکانے آئے تھے، نشرہ نے اسے سہارا دے کر اٹھایا تھا، وہ باتھ روم میں منہ ہاتھ دھونے جانا چاہتی تھی، نشرہ نے اس کی پوری مدد کی تھی، جب وہ تولیے سے منہ پونچھتی تخت پر کراہتے ہوئے بیٹھی تو نشرہ نے سہولت سے کہا۔

''آپ آرام سے بیٹھیں، میں دستر خوان بچھاتی ہوں۔'' وہ تیزی سے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی اور عشیہ مورے کی طرف متوجہ ہوئی، جو سلام پھیر کر جائے نماز دعا کے بعد سمیٹ رہی تھیں۔

''آپ نے ہیام سے پوچھا، وہ خیریت سے پہنچ گیا ہے کیا؟'' نیند سے اٹھتے ہی وہ متفکر لب و لہجے میں مورے سے پوچھ رہی تھی، گھڑی کے وقت اور پھیلتی رات کے مطابق اب تک ہیام کو لاہور پہنچ جانا چاہیے تھا۔

''کیسے پوچھتی؟ مجھے نمبر ملانا آتا ہے کیا؟'' انہوں نے خفگی سے کہا تھا۔

''اور دیکھو، ابھی تک اس نے بھی اطلاع نہیں دی، ماں کی جان سولی پہ اٹک رہی ہے۔'' وہ بھی بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہی تھیں، آنکھوں میں تفکر ہی تفکر تھا، عشیہ نے تکیے کے نیچے سے موبائل نکالا، یہ جاتے سمے ہیام نے عشیہ کو پکڑایا تھا۔

''مجھ سے رابطے میں آسانی ہو گی، رکھ لو۔'' عشیہ کے تذبذب پہ ہیام نے کہا تھا، انداز میں لاپرواہی تھی، عشیہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

''پہلے تو کبھی تمہیں خیال نہیں آیا۔'' اس کے گھورنے پہ ہیام قدرے خفیف سا ہوا تھا، بلا ارادہ ہی کان کھجانے لگا۔

''پہلے میں شادی شدہ بھی تو نہیں تھا نا۔'' اس نے ڈھٹائی سے دانت نکالے تو عشیہ نے اس کے کندھے پہ دھپ لگائی تھی۔

''تو یوں کہو، یہ موبائل نشرہ کے لئے دے رہے ہو۔''

''نہیں، تم بھی بات کر لینا کبھی کبھی۔'' ہیام نے جان بوجھ کر اسے چھیڑا تھا، وہ مصنوعی خفگی سے اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

''یہ موبائل اب میرے قبضے میں رہے گا۔'' عشیہ نے کمال اطمینان سے اسے بے اطمینان کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھا۔

''ایں۔'' ہیام کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

''تم نے کیا کرنا ہے۔'' اب وہ باچھیں کھلا کر پوچھ رہا تھا۔

''جونشرہ نے کرنا ہے۔''

''وہ تو مجھے میسج کرے گی نا۔'' ہیام نے ہکلا کر کہا تھا۔

''تو میں بھی تمہیں میسج کرلیا کروں گی۔'' عشیہ اسے بہت دیر تک ستاتی رہی تھی، ہیام بھنا کر رہ گیا تھا اور اب وہی موبائل عشیہ کے ہاتھ میں تھا، جس پہ بار بار ٹرائی کرنے کے باوجود بھی ہیام کال پک نہیں کر رہا تھا، اس نے گہرا سانس بھرا۔

''شاید موبائل کی بیٹری ڈیڈ ہو۔'' معاً نشرہ نے دستر خوان پہ کھانا چن کر انہیں آواز دی تھی، تب تک عروفہ بھی پہنچ گئی، عشیہ نے ستائش بھری نگاہوں سے دستر خوان کو دیکھا تھا، خوش رنگ سالن، نرم نرم پھلکے، سلاد، چٹنی، نشاستے کا حلوہ۔

مورے بھی مرغوب انداز میں کھاتے ہوئے سر ہلا رہی تھیں، نشرہ نے ڈرتے ڈرتے مورے کی طرف دیکھا تھا، پتا نہیں انہیں کھانا پسند آرہا تھا یا نہیں؟ عشیہ نے اس کا ہاتھ دبا کر نرمی سے کہا۔

''بہت اچھا کھانا بنایا ہے نشرہ تم نے، مورے کو بھی کھانا پسند آیا ہے۔'' اتنی سی تعریف نے ہی نشرہ کا چہرہ پھول کی طرح کھلا دیا تھا، جبکہ عروفہ ٹھس انداز میں بیٹھی پیٹ بھرتی رہی۔

''اس کا مطلب ہے، کچن میں میری ریٹائرمنٹ۔'' عشیہ نے خوش دلی سے کہا تھا، مورے کو بھی بات کی سمجھ آگئی تھی، انہوں نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

''بچہ! لڑکی مہمان ہے ادھر۔''

''مہمان نہیں بلائے جان۔'' عروفہ منہ ہی منہ میں بدبدا کر اٹھ گئی تھی، عشیہ نے کھا جانے والی نظروں سے عروفہ کو دیکھا تھا مگر کہا کچھ نہیں، وہ نشرہ کے سامنے تلخ کلامی سے گریز کر رہی تھی۔

''آپ نے سنا نہیں تھا مورے ہیام نے کیا بولا تھا، نشرہ کو گھر کا فرد ہی سمجھیں، اگر وہ عشیہ کا ہاتھ بٹالے گی تو کیا گناہ ہے اس میں۔'' عروفہ کو معنی خیز انداز پہ مورے کی تیوری چڑھ گئی تھی۔

''تمہارے تو ہاتھ پیدائشی ٹوٹے ہوئے ہیں۔''

''چھوڑیں مورے! جانے دیں۔'' عشیہ نے بات ختم کر دی تھی، پھر نشرہ کو برتن اٹھانے سے منع کرتے ہوئے کہا تھا۔

''تم جاؤ نشرہ، اب آرام کرو، کب سے لگی ہو کام میں، یہ موبائل لے جاؤ، اپنی خیریت کی اطلاع دے دو اپنے بھائی کو، یہ برتن عروفہ سمیٹ لے گی۔'' عشیہ کے تحکمانہ انداز میں عروفہ بل کھا کر دستر خوان سمیٹنے لگی تھی جبکہ اس کا اشارہ پا کر نشرہ نے موبائل ہاتھ میں لیا اور متذبذب سی اپنے کمرے میں آگئی۔

''عشیہ نے مجھے اسامہ بھائی سے بات کرنے کے لئے فون دیا ہے؟'' اس نے متفکر انداز میں سوچا تھا، پھر فون بک سے نمبر ڈھونڈنا چاہا اور ناکام رہ گئی، فون بک میں تو صرف ایک ہی نمبر سیو تھا اور وہ نمبر ہیام کا تھا، نشرہ سوچنے لگی۔

''اس کا مطلب ہے کہ عشیہ نے مجھے ہیام سے بات کرنے کو کہا ہے۔'' نشرہ کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ نمبر ڈائل کیا اور دوسری طرف سے آنے والی آواز سننے کے لئے انتظار کرنے لگی تھی، کچھ ہی دیر بعد ہیام کی زندگی سے بھرپور چہکتی آواز سنائی دی تھی۔

''زہے نصیب، مجھے کس کافر نے کفر توڑ کر یاد کرلیا۔'' وہ کھلکھلاتا ہوا نشرہ کو ہمیشہ سے زیادہ خود سے قریب محسوس ہوا تھا، اس کے لبوں پہ بے ساختہ شکوہ در آیا۔

''لوگ پہنچ کر اطلاع دینے سے بھی گئے، یہ نہیں کہ پیچھے کتنے لوگ پریشان بیٹھے ہیں۔''

''میں مر نہ جاؤں اس انداز محبوبانہ پہ، لوگ میرے لئے پریشان بیٹھے ہیں، تمہارے لہجے کی تڑپ نے مجھے تڑپا دیا ہے نشرہ، تمہیں اپنی یاد میں تڑپتا دیکھنے کی بڑی حسرت تھی میری۔'' ہیام نے جیسے مارے خوشی کے لوٹ پھوٹ ہو گیا تھا۔

''پر میں اتنا بھی تڑپ نہیں رہی، ذرا پریشان تھی، جانے حضور منزل پہ پہنچے ہیں یا بیچ رستے میں ہی سوشل ورکنگ میں اِدھر اُدھر لڑھک نہیں گے۔'' نشرہ کے بااعتماد برجستہ لب و لہجے پہ ہیام دم بخود رہ گیا تھا۔

''اللہ اللہ یہ ماجرا کیا ہے؟ چند گھنٹوں میں ایسی کایا پلٹ؟ کیا تم نے عشیہ کی زبان ادھار لی ہے؟'' وہ مارے تفکر کے بیڈ پہ لڑھک گیا تھا، اسامہ اس کی ڈرامے بازیوں پہ کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا، ہیام ابھی ابھی پہنچا تھا اور سیدھا اسامہ کے گھر احسان منزل اپنا سامان اٹھانے آیا، اب اسے یہاں رہنا کچھ مناسب نہیں لگ رہا تھا، مگر اسامہ نے اس کی ایک نہ چلنے دی تھی۔

''بے شرم تو تم پہلے بھی بے پناہ ہو کچھ اور بے شرم ہو جانا، البتہ یہاں سے جانے کی بات نہ کرنا، میں تمہیں ابھی بہنوئیوں والی عزت دینے کے موڈ میں نہیں ہوں، پے انگ گیسٹ ہی رہو۔'' اسامہ کی جھاڑ پہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا، پھر چائے وغیرہ پینے کے بعد موبائل نکال کر چارجنگ پہ لگایا ہی تھا جب گھر سے کال آگئی تھی، غیر متوقع نشرہ کی آواز سن کر ہیام کے دماغ کی بتی گل ہو گئی تھی، اسامہ اسے نشرہ کے ساتھ گفتگو میں مصروف دیکھ کر چپکے سے باہر آگیا تھا، ادھر ہیام پلنگ پہ لوٹنیاں لگا تا رہا۔

''میری جدائی آخر رنگ دکھا گئی ہے، اب مجھے لمبے لمبے ٹیکسٹ نہ لکھنا نشرہ، ورنہ میں پندرہ دن والا وعدہ بھلا کر کل ہی کوچ کا ڈنڈا پکڑ لوں گا۔'' ہیام نے لاڈ سے آخر میں دھمکی دی تھی، نشرہ نے مسکراہٹ کا گلا گھونٹ کر جتایا۔

''اب تو مریضوں کو لوٹ کر ساری کمائی بسوں اور کوچوں کے کرائے پہ اڑے گی؟ عشیہ کا ڈنڈا یاد آیا تو کوچ کا ڈنڈا ہمیشہ کے لئے بھول جائیں گے۔'' نشرہ کے دھمکانے پہ ہیام نے ٹھنڈی آہ بھری۔

''میری بہن ایسی جلاد بھی نہیں۔'' اس نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

”اچھا تو پھر کل آ کر دکھائیں۔“ نشرہ نے جیسے چیلنج کیا تھا، ہیام ڈھیر سارا مسکرایا تھا، نشرہ کی برجستہ گفتگو اس کے اطمینان کے لئے بہت تھی، اس کا مطلب تھا، وہ ہیام کے گھر میں ایڈجسٹ کر رہی تھی، ہیام جیسے اندر تک سرشار ہو گیا تھا۔

”تم مان جاؤ نشرہ، مجھ سے اداس ہو کر بلا رہی ہو، یہ بلاوا کیا دوسری نوعیت کا ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں سر کے بل اڑتا ہوا آؤں گا۔“ وہ مچل کر بولا تھا، نشرہ مسکراتے ہوئے حواس باختہ ہوئی۔

”توبہ یہ ہیام بھی نا۔“ اسے شرم سی آئی تھی، تاہم ظاہر نہ ہونے دیا۔

”کیا سلیمانی ٹوپی پہن کر آنا ہے؟“ اس کا انداز چڑانے والا تھا۔

”تم بلاؤ تو سہی، میرے پاس ایک ہزار ایک بہانہ ہے۔“ ہیام نے اس کے چڑانے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جتلایا تھا۔

”اچھا میں بھی تو سنوں، کون کون سا؟“ نشرہ نے اسے اکسایا۔

”بس تم ایک سو تین بخار چڑھا لینا، باقی میں جانوں اور میرا کام، بستی کے کسی بھی ڈاکٹر کی دوائی تمہیں موافق نہیں آئے گی، پھر آخر کار مجھے ہی آنا پڑے گا۔“ ہیام نے کھلکھلا کر وضاحت کی تھی، نشرہ نے بسور کر کہا۔

”اچھا تو جناب کو واپس بلانے کے لئے بیمار ہونا پڑے گا۔“

”کیا میری خاطر ناٹک نہیں کر سکتی۔“ وہ مچل کر بولا تھا۔

”ناٹک تو کر لوں، مگر اپنی بہن کا پتہ ہے نا، میرا بخار اتارتے اتارتے وہ آپ کو ایک سو چار بخار چڑھا کر بھیجے گی، پھر آئندہ میری مسیحائی سے بھی توبہ کر لیں گے۔“ نشرہ نے مسکرا کر اندر آتی عشیہ کی طرف موبائل بڑھا دیا تھا، عشیہ اب پلنگ پر بیٹھ کر ہیام کی کلاس لے رہی تھی، نشرہ نے مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا تھا۔

☆☆☆

ہیام نے فون بند کیا اور دل میں اترتے ڈھیروں سکون کے ساتھ خوش باش سا نیچے آ گیا۔

آج اس کی نائٹ ڈیوٹی تھی، سفر کی تھکان تو نشرہ کی مسکراتی آواز کے ساتھ ہی زائل ہو گئی تھی، اب دل میں بڑا سکون تھا، کیا یہ اطمینان کم تھا کہ نشرہ اس کے گھر میں خوش تھی، اگر نہیں بھی خوش تھی تب بھی خوش رہنے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ وقت دور نہیں تھا جب وہ اسے ایک مکمل اور پرسکون زندگی دینے والے وعدے پہ عمل درآمد کر لیتا۔

جیسے ہی وہ نیچے آیا، اسے لاؤنج کا ماحول سوگوار دکھائی دیا تھا، ہیام اپنی چونچالی بھلائے ذرا سنجیدہ ہوا تھا، اس نے سب نفوسوں کے چہروں پہ پریشانی دیکھی تھی، صدا کا ہنسوڑ نومی بھی اداس نظر آ رہا تھا، ہیام کو پوچھنا ہی پڑا۔

”نومی! کیا نشرہ کے جانے کا زیادہ ہی غم دل کو لگا لیا ہے۔“ ہیام اس کے قریب بیٹھتے ہوئے راز داری سے بولا تھا، تب نومی نے ایک لمبی آہ بھری۔

”اس درد کو نہ یہ چھیڑ دو تو بہتر ہے، سوکھے رس، گوند جیسا دلیہ اور پیٹرول جیسی چائے پینے کے بعد تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ نشرہ کو اپنے ساتھ نہ لا کر تم نے کس کس کے معدے سے دشمنی نبھائی

ہے۔“ نومی نے تپ کر جواب دیا تھا، ہیام کان کھجاتا رہ گیا۔

”یہ عینی چائے بھی نہیں بنا سکتی؟“

”عینی بس الو بنا سکتی ہے اور کچھ بھی نہیں۔“ نومی تپ کر منہ بگاڑتا رہ گیا تھا، تب ہی اسامہ کی صورت نظر آئی۔

”ڈائیو میں سیٹیس ریزور کروالی ہیں، اب جلدی اٹھیں۔“ وہ اندر آتے ہی تائی سے مخاطب ہوا تھا۔

”تم کہاں اڑنے کی تیاری میں ہو۔“ ہیام نے نومی کی داستان کچن کو کچھ دیر کے لئے ٹھپ کروا کر اسامہ کی طرف رخ کیا تھا، اسام کی بجائے سوں سوں کرتی تائی نے بتایا۔

”میری چچیری بہن کی بیٹی کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا ہے، ہم اسلام آباد جا رہے ہیں۔“ اگلی تفصیل نومی نے بغیر پوچھے ہیام کو بتا دی تھی۔

”دیا مر جانے والی ٹرپ ویگن میں کومے بھی دوسری لڑکیوں کے ساتھ جھلس گئی تھی۔“ تائی نے لمبی سسکاری کے ساتھ آہ بھری تو نومی ماں کے اس ڈرامے پہ تاؤ کھا کر رہ گیا تھا۔

”ساری عمر امی کی اپنی چچیری بہنوں سے ایک دن نہیں بنی، بقول امی کے وہ امیر زادیاں کسی کو گھاس نہ ڈالتی تھیں، یوں نانی اور امی نے عمر بھر چچا کی فیملی سے منہ موڑے رکھا، اب گڑھے مردے اکھاڑنے جا رہی ہیں، بلکہ یہ دیکھنے کہ ان کے عالیشان بنگلوں میں کیسی کیسی تبدیلیاں آ چکی ہیں، اس لڑکی کی موت پہ پرسے کا تو محض بہانہ ہے۔“ نومی نے ہیام کے کان میں گھس کر ساری تفصیل بتا دی تھی، ساتھ امی کے جوتے سے تواضع بھی ہو گئی تھی۔

☆☆☆

”جانے وہ کون سے شوہر ہوتے ہیں، جو بیویوں کو کام کرتے دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہیں اور ان کے ہاتھ سے یہ لمبے جھاڑو پکڑ کر بھاڑ میں جھونک دیتے ہیں۔“ نیل بر نے لمبا سا جھاڑو ہاتھ میں اٹھا کر جمائی کو بمشکل روکتے ہوئے کسل کر کہا تھا۔

”مجھے بھی پوری زندگی میں اتفاقی طور پر نمونے ہی ملے ہیں، عجائب گھر میں رکھنے والے نمونے۔“ اس نے ناک دبا کر فرش پہ جھاڑو رگڑا تو دھول کا ایک خوفناک سا غبار اٹھنے لگا، نازک اندام نیل بر کو لمبی سی چھینک آئی تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے اپنے ساتھ اتفاقی طور پر چپکی نیل بر کو زبردستی جگا کر جہاندار نے یہ جھاڑو لا کر پکڑایا تھا۔

”میں نے تمہیں سونے کے لئے نہیں کہا تھا، برتن دھونے اور صفائی کے لئے درخواست کی تھی، تم گھوڑے گدھے بیچ کر سو گئی۔“ یہ چپکنے والی تو سراسر الزام تھا، جہاندار کو بس اسے شرمندہ کرنے کا بہانہ مل گیا۔

اگر سوتے ہوئے اس کا بازو رینگتا ہوا جہاندار کے سینے پہ گرا تھا تو اس میں نیل بر کا کیا قصور؟ بس اسے تو بھگو بھگو کر مارنے کا جواز مل گیا۔

”مانا کہ تم ایک مغربی دوشیزہ ہو اور شوہر سے رومینس میں پہل کو برا بھی نہیں سمجھتی، لیکن اتنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دھیان ضرور رکھا کرو، میں ایک مشرقی مرد ہوں، شرم وحیاء کا پیکر۔'' جہاندار کا انداز جتانے والا تھا، نیل بر پہ گھڑوں پانی پڑ گیا، اس نے کھا جانے والی نظروں سے جہاندار کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

''ہاں مجھے شرمندہ دیکھ کر ساری بتیسی باہر کو آنکلتی ہے، کمینہ نہ ہو تو۔'' وہ جھلس کر رہ گئی تھی۔

''جب بیوی از خود لاڈیوں کے موڈ میں ہو تو شوہر بے چارہ کیا کرے؟ اس نے تو توقع سے فائدہ اٹھانا ہی ہوتا ہے نا۔'' جہاندار نے اسے ایک آنکھ ماری تو نیل بر لالو لال ہو گئی، اب اسے شر پھونکنے سے جہاندار بھی روک نہیں سکتا تھا۔

''اور رومانس میں تو تمہیں انتقام بھی بھول جاتا ہے نا؟'' نیل بر نے کسل کر جواب دیا تھا۔

''اجی کیا کریں، آپ کو دیکھ کر تو اپنا آپ بھی بھول جاتا ہے۔'' جہاندار کی خوش دلی کا عالم ہی کچھ اور تھا۔

نیل بر کو چڑا کر اسے لطف آ رہا تھا، نیل بر اگر جان جاتی تو اس کے لطف کو کبھی دوبالا نہ کرتی۔

''ڈرامے باز۔'' نیل بر تلملائی تھی۔

''اس غصے کو جانے دیں سرکار، ذرا جھاڑو پکڑ کر اپنی خواب گاہ کی صفائی کر لیں، اس گندگی میں کھڑا ہونا محال ہے۔'' جہاندار نے مسکرا کر نرمی سے جھاڑو کی طرف اشارہ کیا تو نیل بر کی سانس بند ہونے لگی، ان کاموں کی اب عادت کہاں رہی تھی، مرتا کیا نہ کرتا؟

''ایک ملازمہ افورڈ نہیں کر سکتے، اگر ایک چھٹی پر ہے تو دوسری نہیں آ سکتی۔'' نیل بر نے تلملا کر جھاڑو اٹھایا۔

''کیا ہے نا کہ میں ایک ہی خوبصورت ملازمہ کا عادی ہوں، اپنے آس پاس اسی ملازمہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' جہاندار اسے جھاڑو پکڑتے دیکھ کر اطمینان سے بولا تھا، نیل بر دانت کچکچا کر رہ گئی تھی۔

''خود بڑے نواب ہونا، جیسے جھاڑو لگاتے ہوئے تمہاری توہین ہو جائے گی، وہاں امریکہ میں سارے مرد اپنا سارا کام کرتے ہیں۔'' نیل بر نے جیسے یہ ضروری اطلاع دے کر اس کی ناقص معلومات میں اضافہ کرنا چاہا تھا۔

''وہاں امریکہ میں بیوی نما عورتیں بھی گھر بیٹھ کر پلنگ نہیں توڑتیں بلکہ اپنا بوجھ خود اٹھاتی ہیں، ویسے تمہاری اطلاع کے لئے عرض کر دوں، ذرا نیند سے جاگ کر حواسوں میں آ جاؤ، یہ امریکہ نہیں ہے، ادھر امریکی قانون لاگو نہیں ہوتے۔'' وہ جانے کس اچھے موڈ میں تھا، جو اس کی کسی بھی بات پہ ناگواری محسوس کرنے کی بجائے خوش دلی سے جواب دے رہا تھا۔

''میں نے یہ کام کبھی نہیں کیے۔'' نیل بر ناک چڑا کر بولی تھی۔

''کھاؤ قسم، تم تو ایک ادارے میں کافی عرصے تک سوئپر بھی رہی ہو۔'' جہاندار کے اگلے الفاظ نے نیل بر کا دماغ بھک سے اڑا دیا تھا، جہاندار کو بھلا کیسے پتا چلا نیل بر کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

''صرف ایک ہفتے کے لئے۔'' اس نے مری مری آواز میں وضاحت کی تھی، اس کا سر خود بخود جھک گیا تھا، امریکہ میں اس کی شرمناک زندگی ہمیشہ اس کا سر شرم سے جھکائے رکھنے والی

تھی۔

جب کریشان گردوں کی تکلیف میں ہسپتال ایڈمٹ تھی اور نیل بر کے پاس نہ ملازمت تھی اور نہ ہاتھ میں روپیہ، اس نے اپنے مالک مکان سے ادھار لیا تھا، جسے چکانے کی اس میں طاقت نہیں تھی، یوں ایک ہفتے تک لگاتار وہ اپنے مالک مکان کے ریسٹ ہاؤس میں سوئپر بنی رہی، کریشان کی خاطر اس نے ہر غلیظ کام کیا تھا، وہ اس کی ماں نہیں تھی، اس کا ہر غلیظ حوالہ تھی۔

جہاندار نے بخوبی اس کے چہرے پہ پھیلی شرمندگی کو نوٹ کیا تھا اور مزید اسے شرمندہ کرنے کا ارادہ ترک کرتا باہر نکل گیا، جاتے جاتے اس نے لاڈ سے نیل بر کو جتلایا۔

''اب دوبارہ میرے خوابوں میں ڈوب کر سو نہ جانا، رات کا کھانا بنا لو اور اس سے پہلے برتن اور صفائی تو تم کر ہی لو گی، مجھے گندگی سے الرجی ہے نیل بر شہزادی۔'' وہ نرمی سے جتاتا ہوا باہر نکل گیا تھا اور نیل بر باتھ روم دھوتی ہوئی کسل کسل کر کہہ رہی تھی۔

''جانے وہ کون سے شوہر ہوتے ہیں جو کہتے ہیں، ہمیں ایک حسین اور محبت کرنے والی بیوی کی ضرورت ہے، کاموں کے لئے تو ہم ملازمہ بھی رکھ سکتے ہیں۔'' اس نے ناک بھوں چڑھا کر بیسن رگڑنا شروع کیا تھا۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

دعا مانگی نہیں جاتی

شبانہ شوکت

''اُف تھک گیا۔'' مغیث نے انگڑائی لی۔

''امرش! چائے تو بنا دو یار۔'' مسکرا کر امرش کو کہا تو اس کی تیوری چڑھ گئی۔

''کس سے بناؤں چائے، نہ پتی ہے نہ دودھ، خالی پانی ابال لاؤں؟''

''کچھ ہوتا ہے بھی اس گھر میں؟'' وہ طنزیہ کہتا ہوا سامنے تخت پر ڈھے گیا تھا۔

''ہاں بالکل، ہمارے ناکارہ وجود ہیں یہاں، جن کا کوئی مصرف نہیں۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''جب بات کرو، کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو، ایک چائے ہی کہی تھی نا، کوئی شاہی ڈش تو طلب نہیں کر لی تھی۔'' مغیث کو غصہ آ گیا۔

''وہ تو تب طلب کرتے جب اتنا پیسہ اس گھر میں لاتے، ورنہ صورتحال تو یہ ہے کہ لگا بندھا سودا لانے کے بعد ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرمائشیں یوں جھاڑتے ہیں کہ کیا کہیں کے نواب جھاڑتے ہوں گے۔'' اس بار تو وہ بھڑک کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''ایک چائے کا کپ ہی مانگا تھا نا، منع کر دیتیں، اتنی بکواس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''کوئی بکواس نہیں کی میں نے، یہی کہا ہے کہ گھر میں دودھ پتی نہیں ہیں تو کس سے چائے بنا دوں۔'' وہ بھی جواباً اتنی ہی تلخی سے بولی تھی، وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا گھر سے باہر نکل گیا، گیٹ زور سے بند کیا تو استغیث نے کچھ سہم کر ماں کی طرف دیکھا، وہ ''ہونہہ'' کہہ کر سر جھٹکتی کچن میں چلی گئی، اسے ابھی روٹی بھی بنانی تھی، صبح اس نے مشین لگائی تو لائٹ چلی گئی، کہیں ایک بجے لائٹ آئی تو جب تک وہ آلو کی بھجیا اور روٹیاں بنا کر فارغ ہو چکی تھی، کپڑے نکال نکال کر بالٹی میں رکھتی رہی، بچوں کو کھانا دے کر کچن صاف کر کے پھر اس نے کپڑے دھوئے، تھکی ہاری ایک کپ چائے کے لئے کچن میں آئی تو یاد آیا کہ دونوں چیزیں ناپید تھیں، اس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے ورنہ استغیث سے ہی منگوا لیتی، یہ ابھی اس مہینے کی بائیس تاریخ کو حالت ہو رہی تھی تو مزید آٹھ نو دن جو باقی تھے، وہ جانے کیسے کٹنے تھے، اس کے تو سر میں درد شروع ہو گیا تھا تو وہ آ کر خاموشی سے بچوں کے پاس لیٹ گئی تھی، شام کو تھکا ہوا مغیث آیا تو اس نے چائے طلب کی اور وہ جو کب سے اپنی طلب دبائے پھر رہی تھی، ایکدم اس پر الٹ پڑی تھی۔

روٹیاں بنا کر بچوں کو کھانا کھلا کر سلا بھی دیا، مغیث نہیں لوٹا، غصے میں کسی دوست کے پاس بیٹھ گیا ہو گا، وہ سر جھٹک کر خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتی مگر دل کو بے چینی سی تھی، فون اٹھا کر باہر آ گئی۔

''کہاں ہو؟'' آہستہ سے پوچھا، لہجہ ہموار رکھنے کی کوشش تو بہت کی مگر اس میں پریشانی کی جھلک نمایاں تھی۔

''آ رہا ہوں۔'' مختصر جواب دے کر مغیث نے فون بند کر دیا اور سچ مچ دس منٹس کے بعد وہ آ بھی گیا۔

چینی، پتی، دودھ، آئل، چاول اور دالیں، تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً سارا ہی سودا لے آیا تھا، امرش نے ایک نظر اسے دیکھا، سنجیدہ سا ناراض سا، وہ خاموشی سے شاپر اس کے ہاتھ سے لے کر کچن میں چلی گئی، ٹرے میں کھانا لگا کر لائی تو وہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے لیٹا ہوا تھا۔

''کھانا۔'' وہ آہستہ سے بولی، وہ اٹھ بیٹھا، بہت خاموشی سے دونوں نے کھانا کھایا تھا۔

''چائے بناؤں؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں پھر نیند نہیں آئے گی۔'' وہ اٹھ کر اندر چلا گیا، وہ بد دلی سے برتن کچن میں رکھنے چلی گئی، کم آمدنی والے گھروں کے یہ معمول کے جھگڑے، سارا دن کے کام کاج سے تھکے ہارے میاں بیوی رات کو ایک دوسرے سے رخ پھیر کر سوگئے، محبت مڈل کلاس طبقے کا علامتی نشان۔

اب شاید اس طبقے میں سے بھی چپکے سے کھسک رہی تھی، یا شاید محبت کے لئے بھی بھرا پیٹ اور آسودگی لازمی ٹھہرے تھے، نہ چاہتے ہوئے بھی مغیث اور امرش کی اکثر تکرار ہو جاتی تھی، مغیث تلخ ہو جاتا۔

''میرے پاس کوئی خزانہ تو نہیں ہے کہ جب تم کہو گی نکال کر روپیہ تمہارے ہاتھ پر رکھ دوں گا، جو حساب کتاب ہے اسی میں گزارہ کرو۔''

''تو اور کیا کر رہی ہوں، کون سی میں تم سے اپنے لئے کوئی ڈیمانڈ کر رہی ہوں، اب ماہ روش کے شوز پھٹ گئے ہیں، تمہارے سامنے ہی ہے سب کچھ، تین دن سے وہ چپل پہن کر جا رہی ہے اور ڈانٹ کھا کر آتی ہے، آج تو اس کی ٹیچر نے ڈائری میں لکھ کر دیا ہے کہ کل سے ماہ روش کو شوز پہنا کر بھیجا کریں۔''

''دیکھتا ہوں کرتا ہوں کچھ انتظام، یہاں تو نئے سے نئے خرچے ہی نکلے رہتے ہیں، ایک پورا نہ کرو تو دوسرا سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔''

''نئے سے نئے تو ایسے بولا ہے جیسے پتا نہیں کیا کیا کر دیا ہے ہمارے لئے، میں نے اپنا کوئی خرچہ نہیں بتایا، نہ کپڑے نہ جوتے نہ ہی کوئی جیولری وغیرہ، اب بچوں کی انتہائی ضروریات کی چیزیں بھی تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں۔''

''یہ اپنے احسان مجھ پر نہ جتایا کرو، جیسے ہی تنخواہ ملتی ہے تمہارے ہاتھ پر لا کر رکھ دیتا ہوں، لے آیا کرو اپنے لئے کپڑے، جوتے، میں نے منع تو نہیں کیا نا؟''

''ہاں لے آیا کروں، جس رقم سے گھر کا سودا ہی پورا نہیں آتا، ان میں سے کپڑے جوتے لے آؤں تا کہ گھر میں فاقے ہی ہونے لگیں۔''

اس کے طنز پر مغیث آگ بگولہ ہو گیا۔

''تمہاری اس کل کل سے وہ بھی ہونے لگیں گے، بڑے یونہی تو نہیں کہہ گئے کہ ہر وقت کی ٹر ٹر سے گھڑوں کا پانی بھی سوکھ جاتا ہے۔''

''تو نہ کرواؤ ٹر ٹر، ایک تو آمدنی نہ ہونے کے برابر اس پر ہر وقت لڑنے کے لئے تیار کھڑے ہوتے ہو۔''

''تو کیوں بلواتی ہو، میں ہر طرح سے تمہارے ساتھ تعاون کرتا ہوں، جو آمدنی ہے تمہارے ہاتھ میں رکھتا ہوں کوئی اور تو ہے نہیں جسے دے آتا ہوں۔''

''ہونہہ کوئی اور تم جیسے کنگلے کے ساتھ میری ہی قسمت پھوٹی ہے وہی کافی ہے، کوئی اور کیوں پھوڑے گی۔''

''تو سوچ سمجھ کر ہاں کرتی نا، پتا تو تھا ہی کہ میں کوئی سترہویں گریڈ کا آفیسر نہیں ہوں۔''

''بس دماغ خراب ہو گیا تھا اس لئے ہاں کی تھی۔'' وہ مڑ کر باہر جانے کے لئے مڑی تو مغیث نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔

''تو اب دماغ ٹھیک ہو گیا ہے، اسی لئے میں بھی برا لگنے لگ گیا ہوں۔'' اس کے آزردگی سے کہنے پر امرش کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، وہ کبھی بھی اتنی بدتمیز اور جھگڑالو نہیں تھی، مگر حالات کی تلخیوں نے اسے ذہنی مریض بنا کر رکھ دیا تھا، مغیث اس کا سیکنڈ کزن تھا، اکثر ان لوگوں کی خاندانی تقریبات میں ملاقات ہو جاتی تھی، رفتہ رفتہ امرش کو محسوس ہوا کہ مغیث کی آنکھیں اسے

دیکھتے ہی لو دینے لگتی ہیں، اس کا دل بھی کسی اور لے پر دھڑکنے لگا، مغیث بہت خوبصورت تھا، خصوصاً اس کی شہد رنگ آنکھیں، جب وہ اس کی طرف دیکھتا تو اس کی آنکھیں سنہرے پن کی آمیزش لئے اتنی سحر انگیز ہو جاتیں کہ نظر ملانا ایک مرحلہ ہو جاتا، خود امرش بھی اپنے خاندان کی حسین ترین لڑکی تھی، جس کے لئے خاندان سے اور باہر کی فیملیز سے بہت رشتے آتے تھے، مگر اس نے مغیث کے رشتے کے لئے ہامی بھری تھی، شادی ہو گئی، شروع کا عرصہ بہت خوشگوار گزرا تھا، پھر پہلے ماہ روش اور اس کے بعد دو سال بعد استغیث کی پیدائش کے بعد حالات کا رخ بدلنے لگا، مسائل پیدا ہونے لگے، امرش کے لئے کام کی زیادتی ہو گئی تھی، پیمپرز اور سیریلیک اور دودھ کا خرچہ بڑھ گیا تھا، ان خرچوں سے نکلے تو بچوں کے ایڈمیشن کا مسئلہ اور ایڈمشن ہو گیا تو ان کے یونیفارم ان کے بیگ، کتابیں اور کاپیاں، اف امرش کے لئے اخراجات کو کنٹرول کرنا مشکل سے مشکل ترین ہوتا جا رہا تھا، اسے کوئی ہنر بھی تو نہیں آتا تھا کہ وہ گھر بیٹھے اپنا ہنر استعمال کر کے کچھ اضافی آمدنی کا بندوبست کر پاتی، تعلیم جو سمپل گریجویشن کسی اچھی نوکری کی امید بھی نہیں، لے دے کر محلے کے اسکول میں ٹیچر لگ جاتی، دو تین ہزار روپے کی تنخواہ مل جاتی، وہ یہ بھی کر لیتی مگر مغیث اجازت نہیں دے رہا تھا، یہ تو اس کی امی اس کے گرمی، سردی اور عیدین کے سوٹ بنا کر بھجوایا کرتیں تو گزارہ ہو رہا تھا ورنہ وہ تو بچوں کے کپڑے بنانے میں ہی ہلکان ہو جاتی تھی تو اپنے کیا بناتی، زندگی کی ان تلخ حقیقتوں نے محبت کی مٹھاس کو ختم کر کے رکھ دیا تھا۔

☆☆☆

''مما مجھے ڈیری ملک چاکلیٹ بہت اچھی لگتی ہے۔'' ماہ روش نے امرش سے للچائے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

''کتنے کی ملے گی؟'' وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''سب سے چھوٹی بیس روپے کی ہے۔''

امرش چپ سی ہو گئی۔

''آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں؟'' اس نے ماں کی چپ کو محسوس کر لیا تھا۔

''ہوں نہیں، ہیں تو، میں سوچ رہی تھی استغیث کا بھی دل چاہ رہا ہو گا، اس کے لئے بھی تو ہونی چاہیے۔'' پھر اس نے پیسے لا کر استغیث کو دیئے تو وہ باہر چلا گیا، واپس آیا تو صرف ایک چاکلیٹ تھی اس کے ہاتھ میں، جو اس نے ماہ روش کو پکڑا دی، امرش نے اس کے دونوں ہاتھوں کی جانب دیکھا، وہ خالی تھے۔

''اپنے لئے نہیں لائے؟''

''نہیں مجھے اتنی اچھی نہیں لگتی، میں اپنی ٹیسٹ کاپی لوں گا ان پیسوں سے۔'' وہ دوبارہ ٹی وی کی سمت چلا گیا تھا اور امرش گنگ اسے دیکھتی رہ گئی تھی، وہ ابھی دس سال کا تھا اور اتنا سمجھدار کہ اپنی خواہشوں کو مار کر ضروریات پوری کرنی سیکھ چکا تھا۔

''استغیث یہاں آؤ۔'' کچھ سوچ کر اس نے پکارا۔

''جی مما۔'' وہ قریب آ گیا۔

''یہ تو میں نے چاکلیٹ کے لئے پیسے دیئے تھے نا، آپ کو ٹیسٹ کاپی چاہیے تھی تو مجھے بتاتے میں اور پیسے دے دیتی۔''

''نہیں مما، پہلے تو میں سوچ رہا تھا، مڈٹرم کی کاپیوں میں کچھ پیج بچے ہیں، انہیں نکال کر جوڑ کر ان پر ٹیسٹ لکھ لوں گا، لیکن اب پیسے ہیں تو نئی لے لوں گا۔'' اس نے لاپرواہی سے کہا، امرش

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

نے بے ساختہ اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کا سر چوم لیا، ماہ روش ٹی وی دیکھتی ہوئی چاکلیٹ کھانے میں مگن تھی۔

☆☆☆

''سدرہ کی شادی قریب آ رہی ہے تو کچھ پیسوں کا انتظام کر دیتے، بچوں کے کپڑے لینے پڑیں گے اور ایک ایک سوٹ ہم دونوں کا بھی تو ہونا چاہیے نا۔''

''ہونا تو بہت کچھ چاہیے مگر پلے بھی کچھ ہو تب نا۔''

''اسی لئے کہا ہے، کہ کچھ انتظام کرو۔'' وہ تحمل سے بولی۔

''کہاں سے کروں، کون ہے میرا ایسا سگا، جس سے جا کر لے آؤں، تم بلاوجہ کیوں مجھے تنگ کرتی ہو۔''

''یا اللہ اسے تنگ کرنا کہتے ہیں۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''تمہیں نہ کہوں تو کسے کہوں، اب گھر کی شادی چھوڑی بھی نہیں جا سکتی اور شریک ہونے کے لئے کچھ لوازمات تو بہت ہی ضروری ہیں، جن میں سرفہرست اچھا لباس ہے، میں کوئی بہت مہنگے کپڑے لینے کا کہہ بھی نہیں رہی، اب اتنا تو کرنا ہی پڑے گا۔''

''کہاں سے کروں، خود کو بیچ دوں۔'' وہ چیخ اٹھا۔

''بیچ دو اگر کوئی خریدتا ہے تو، کچھ تو ہماری زندگی بھی آسان ہو۔'' وہ بھی بھڑک اٹھی تھی، مغیث ساکت رہ گیا تھا، اتنی تلخی، اتنی نفرت، امرش کے لہجے میں وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا، جیسے یقین نہ کر پا رہا ہو کہ یہ امرش نے کہا ہے پھر ایکدم مڑا اور جا کر بیڈ پر اوندھے منہ لیٹ گیا تھا۔

☆☆☆

کہنے کو تو اتنی بڑی بات کہہ گئی مگر اب پچھتا رہی تھی کیونکہ مغیث نے بالکل ہی چپ سادھ لی تھی، نہ کوئی بحث نہ تکرار اور نہ ہی پیار، کچھ بھی نہیں، حالانکہ ان دونوں کا کتنا ہی جھگڑا ہو جاتا، وہ کچھ ہی دیر میں ایسا ہو جاتا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، مگر یہ پہلی بار تھا کہ وہ ہفتہ بھر ہونے کو آیا، اس سے کوئی بات کرنے کا روادار نہیں تھا، دیر سے گھر آتا اور منہ پھیر کر لیٹ جاتا اور سوتا تھا یا نہیں مگر امرش کو کوئی موقع نہ ملتا کہ وہ اپنی پشیمانی کا اظہار کر سکتی، وہ دن بہ دن خاموش ہوتا چلا جا رہا تھا، بچوں کے ساتھ بھی بیٹھا ہوتا تو اپنی ہی سوچوں میں گم، اتوار کے دن تو وہ ایسا غائب ہوا کہ رات کو نو بجے گھر آیا، وہ ساری ناراضگی بھول بھال کر لپک کر اس کے پاس آئی۔

''اتنی دیر مغیث، کہاں تھے تم آج سارا دن؟'' اس نے بغیر کوئی جواب دیئے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا، امرش نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''یہ کیا ہے؟''

''پیسے ہیں، جو لینا ہو، لے لینا، میں اب چلتا ہوں۔''

''کہاں؟'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا، وہ جو جانے کے لئے مڑ چکا تھا، اس کی طرف پلٹا۔

''وہاں، جہاں سے یہ پیسے لایا ہوں۔''

''کہاں سے لائے ہو یہ پیسے، کیا تم نے اوور ٹائم کر لیا ہے؟''

''چلو تم یہی سمجھ لو۔'' وہ پھیکا سا مسکرایا۔

''میں سمجھ لوں؟ میرے سمجھنے کی کیا بات ہے؟ کیا پہیلی ہے، تم خود بتاؤ نا کہاں جا رہے ہو اس وقت؟'' اس نے گہری سانس لی۔

''میں نے حل ڈھونڈ لیا ہے، اس روز روز کی چخ چخ سے جان چھڑوا لی ہے۔'' امرش نے الجھ کر اسے دیکھا۔

''کیا مطلب؟'' وہ اسے دیکھتا رہا کتنی ہی دیر، یہاں تک کہ اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔

''مغیث کیا بات ہے، تم بتاتے کیوں نہیں ہو؟''

''کیا بتاؤں؟'' اس نے گہری سانس لی۔

''کوئی بات ہی نہیں ہے۔''

''تو تم اس وقت کہاں جا رہے ہو، صحیح بتاؤ۔''

''میں نے اس روز روز کی چخ چخ سے جان چھڑوانے کے لئے ایک پکا کام کر لیا ہے، صحیح حل نکال لیا ہے اس معاشی مسئلے کا۔''

''حل، کیسا حل۔''

''میں نے آج اپنی باس سے نکاح کر لیا ہے۔'' اس نے بات کی تھی یا آتش فشاں کا رخ امرش کی طرف کر دیا تھا، ہر طرف آگ، دھواں اور شور پھیل گیا تھا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی پیچھے ہٹ رہی تھی، لفافہ اس کے ہاتھ سے گر چکا تھا اور لفافے میں موجود کرنسی نوٹ ادھر ادھر پھیل گئے تھے، وہ نفی میں سر ہلاتی کتنی ہی پیچھے چلی گئی تھی۔

مغیث اسی طرح اسے دیکھ رہا تھا بغیر پلک جھپکائے سانس روکے، آنکھوں کی اس پر سے ہٹانا بھول گیا تھا۔

''تم ایسا نہیں کر سکتے، کبھی نہیں، میں نہیں مانتی، تم ایسا کر ہی کیسے سکتے ہو؟'' وہ چیخی تھی۔

''جیسے کرنا چاہیے تھا، جیسے تم نے کہا تھا کہ میں خود کو بیچ سکتا ہوں تو بیچ دوں، جہاں قیمت اچھی لگی، وہاں خود کو بیچنے میں دیر نہیں لگائی اور یہ کوئی برا سودا بھی نہیں ہے، نادیہ مجھ سے بہت کرتی ہے، کیا ہوا اگر وہ مجھ سے پندرہ سال بڑی ہے تو؟ وہ مجھے کسی مشکل میں ڈالنا تو کجا مجھے کسی مشکل میں بھی نہیں دیکھ سکتی اور یہ سب میرے لئے کافی ہے، تمہیں پیسہ چاہیے تھا، میں نہیں سو اب تمہیں پیسے مل جایا کریں گے لیکن......'' وہ رکا۔

''اب میں تمہیں نہیں مل سکتا، نادیہ کی یہی شرط ہے۔'' وہ مڑ کر باہر چلا گیا، وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

وہ رات کو واقعی نہیں آیا اور امرش کے لئے یہ بہت بھاری رات تھی، یہ پہلی رات تھی جب وہ گھر نہیں تھا اور کہاں تھا یہ سوچ امرش کے وجود پر کوڑا برسا دیتی، پوری رات وہ تڑپتی رہی روتی رہی، سارا دن پریشانی میں گزرا تھا اور رات اس سے زیادہ مشکل اور اذیت ناک ہوگئی تھی، فجر کی اذان نے اسے بتایا کہ اللہ کے نام سے صبح کا آغاز ہوا چاہتا ہے، وہ جو نمازوں کو کب کا بھلا چکی تھی، اپنے مسائل میں گھری تھکی ہاری رات کو یوں سوتی کہ سدھ بدھ بھلا دیتی تھی، تو نماز اور اللہ کو کیا یاد کرتی پر اس نے کیسا یاد کروایا تھا، وہ پھٹتے سر کے ساتھ اٹھی اور وضو کر کے جائے نماز پر کھڑی ہوگئی۔

''بے شک دلوں کا سکون اللہ کے ذکر میں ہے۔'' اس کے دل کو ٹھہراؤ آیا جا رہا تھا، وہ کتنی ہی دیر قرآن پاک پڑھتی رہی پھر کچن میں آگئی، ناشتہ بنانے تک بچے بھی اٹھ کر آ گئے۔

''مما، پاپا کہاں ہیں؟''

''وہ کہیں کام سے رک گئے ہیں، آ جائیں گے۔'' ماہ روش اور استغیث نے ایک دوسرے کو دیکھا مگر جب اپنے ناشتے کے بعد استغیث دوڑتا ہوا آیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں آئے چلی جا رہیں تھیں، یہ گاڑی گھر کی Renovation جدید موبائل ٹی وی فریج، واشنگ مشین اور یہ آئے دن کے فاسٹ فوڈز اور Restaurants کے کھانے جو ہر ویک اینڈ پر وہ بچوں کو کھلانے لے جاتا تھا، ان سب کے لئے نادیہ کا پیسہ استعمال ہو رہا تھا، یہ چیز امرش کو کیسے خوش ہونے دے سکتی تھی، وہ اس کے لئے بھی ہر چیز پیک کروا کر لاتے تھے مگر وہ اگلے دن بچوں کو لنچ کے لئے دے دیتی تھی، خود نہیں کھاتی تھی، اس کا بس چلتا تو گھر کا سامان اور اس کے لائے ہوئے کپڑے، کچھ بھی استعمال نہ کرتی مگر مجبوری تھی، سدرہ کی شادی اس کی شرکت کے بغیر ہی ہو گئی تھی وہ اس کی سگی خالہ زاد تھی مگر مغیث کی دوسری شادی نے اسے جس Mental Crisis میں مبتلا کیا تھا وہ کسی کا سامنا کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھی، میکے بہت کم جاتی، وہ بھی کم ہی آتے تھے، مغیث کی دوسری شادی چھپ تو نہیں سکتی تھی، سب جتنا افسوس کر سکتے تھے کر چکے تھے اور اس کی استقامت کو داد بھی دے چکے تھے، کہ وہ بچوں کی خاطر ہی سہی اپنا گھر بسائے ہوئے تھی۔

☆☆☆

میرے چہرے پر ستارے وہ چنا کرتا تھا
میری آنکھوں کو کنول پھول کہاں کرتا تھا
اس کو معلوم نہیں یاد ہو بھی کہ نہیں
وہ جو پیمان محبت میں کیا کرتا تھا
اک سکہ تھا محبت کا مگر کھوٹا تھا
کاسہ دل میں برابر جو گرا کرتا تھا

اس دن وہ آیا تو بہت خوش تھا، بہت سی چیزوں کے ساتھ مٹھائی بھی لایا تھا، وہ اس کے لئے چائے بنا کر لائی تو اس کے قدم رک گئے، وہ کہہ رہا تھا۔

''میں آپ کو ملواؤں گا نا، بس وہ تھوڑا سا بڑا ہو جائے تو یہیں لے آؤں گا، آپ مل لینا۔''

''اس کا نام کیا ہے پاپا؟'' ماہ روش نے اشتیاق سے پوچھا۔

''نام تو ابھی نہیں رکھا، آپ دونوں بتاؤ، کیا نام ہونا چاہیے؟'' امرش نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور الجھی الجھی سی وہیں بیٹھ گئی، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس کے متعلق بات ہو رہی ہے۔

''پاپا ایسا کریں، ہوں...... آپ اس کا نام عبیث رکھ دیں، میرا بھائی ہے تو نام بھی تو میرے جیسا ہونا چاہیے۔''

''ہاں ویری گڈ، یہ تو زبردست نام بتایا آپ نے، بس اب یہی ڈن ہے۔'' اس نے ہنستے ہوئے استغیث کو تھپکی دی، امرش سناٹے میں رہ گئی تھی، وہ ایک بار پھر باپ بن چکا تھا مگر اس بار اس کے بچے کی ماں امرش نہیں تھی، ایک یہی تو افتخار تھا اس کے پاس کہ وہ اس کے بچوں کی ماں تھی، جن کی کشش اسے یہاں آتے رہنے پر مجبور رکھتی تھی، ورنہ امرش سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں تھا، وہ اسے مخاطب بھی بچوں کے سامنے کرتا تھا، وہ بھی یہ پوچھنے کی حد تک کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، تنہائی تو وہ اپنے اور اس کے درمیان آنے ہی نہیں دیتا تھا، جیسے وہ بیوی نہ ہو، نامحرم ہو، تو اب جس کے ساتھ وقت گزار رہا تھا، وہ اپنے دل میں اٹھتی درد کی تیز لہر کو دباتی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی، تکیے پر سر رکھ کر ان سارے آنسوؤں کو بہہ جانے دیا جو دل پر بوجھ بن رہے تھے، کتنے مہینے ہو گئے تھے وہ راتوں کو سو نہیں پاتی تھی، مغیث اسے یوں تنہا چھوڑ کر کسی اور عورت کے ساتھ، اس کے بعد کا تصور اتنا خوفناک تھا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ جاتی، بستر پر جیسے کوئی انگارے بچھا دیتا تھا، اپنی عافیت نا

اندیشی کے ہاتھوں اسے کھو دینے کے بعد وہ تو کسی احتجاج کے قابل بھی نہیں رہ گئی تھی، اتنی اونچی ہائی فائی بیوی کی موجودگی میں اسے امرش کی کوئی طلب نہیں ہوتی تھی، ہاں امرش کی جو طلب تھی، پیسہ وہ بہت سارا اس کے منہ پر مار جاتا تھا، بچوں کو اس نے خود ہی اپنی دوسری شادی کا بتا دیا تھا، اب بس ان کے لئے یہ لمحات بہت اہم ہوتے تھے جب وہ یہاں ان کے پاس آتا تھا، وہ چہکتے رہتے، اپنی فرمائشیں ضرور تیں، بیان کرتے، بس ایک وہ بہت خاموش اور کمزور ہوتی چلی جا رہی تھی۔

☆☆☆

ہم سے کرتا ہے گفتگو اب بھی
درد ہے دل کے روبرو اب بھی
ہم تو تھک ہار بھی چکے لیکن
عشق پھرتا ہے کو بہ کو اب بھی

نادیہ کا پہلا بچہ بمشکل ایک سال کا بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک اور بیٹے کی خوشخبری لئے وہ چلا آیا، وہ واقعی بہت خوش تھا، کیونکہ وہ امرش سے بھی اکثر کہتا تھا کہ یار میرے استغیث اور ماہ روش اکیلے اکیلے ہیں، ان کا کوئی اور بھائی بہن ہونا چاہیے۔

''نہ بابا، میری توبہ، یہ دو ہی پل جائیں کافی ہیں، بہت خرچہ ہے بچوں کا۔''

''رزق تو اللہ دیتا ہے یار، ایسا تو سوچنا بھی گناہ ہے؟''

''بس مغیث اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہئیں، یہیں دونوں اچھی طرح پڑھ لکھ کر کچھ بن جائیں تو ہم شکر ادا کریں گے۔''

پھر بعد کے حالات دیکھے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی کہ اس نے کم بچوں پر اکتفا کیا تھا، اب مغیث کی خواہش کہیں اور سے پوری ہو رہی تھی تو اسے صبر سے کام لینا چاہیے، نہ کہ وہ یوں مغلین اور سوگوار دکھائی دے، آخر مغیث کی دوسری بیوی نادیہ بھی تو ان تینوں کو برداشت کرتے ہوئے صبر سے، خوشی سے اس کے ساتھ رہ رہی تھی، عورت تو وہ بھی تھی، سوکن برداشت کرنا اس کے لئے بھی مشکل تھا پر وہ کر رہی تھی، تنہائی میں، شب کی خاموشی میں وہ اپنا اور اس ان دیکھی عورت کا موازنہ کرتی اور شاید اذیت میں کچھ کمی بھی آتی تھی، مغیث چلا گیا، استغیث اور ماہ روش اپنا ہوم ورک کرنے میں مصروف ہو گئے تھے، امرش نے اٹھ کر الماری سے نوٹوں کا بنڈل نکالا اور بیڈ پر رکھ کر اسے دیکھتی رہی۔

''کتنا مشکل تمہیں پانا تم ملے تو سب کچھ چھن جانے کے بعد، تمہاری وجہ سے میں نے مغیث کو کھو دیا، تمہاری وجہ سے میں آج اتنی تنہا ہوں، جب تم میری کسی خوشی کی وجہ نہیں بن سکتے تو میرے پاس کیوں موجود ہو، تمہیں جل ہی جانا چاہیے۔'' وہ روپے لے کر کچن میں آ گئی، برنر کھول کر ایک ایک کر کے وہ روپے اس پر رکھنے لگی، نوٹ دھڑا دھڑ جلنے لگے، کچھ ادھ جلے نوٹ ادھر ادھر اڑ جاتے، وہ اٹھا کر انہیں دوبارہ چولہے پر رکھ دیتی۔

''تمہاری وجہ سے آج میرے ساتھ یہ سب ہوا ہے، میں نے مغیث کو کھو دیا، تمہاری وجہ سے آج میں اتنی تنہا ہوں، اتنی تنہا کہ میری چیخیں سننے والا بھی کوئی نہیں رہا، میرے درد کا درماں، میرے دکھ کا ساتھی تو مجھے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا، اتنی اسے مجھ سے نفرت ہو گئی ہے تو اس سب کا سبب تم ہی تو ہو، تمہیں جل ہی جانا چاہیے۔'' وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی، دھڑا دھڑ جلتے نوٹوں میں سے ایک نوٹ اس کے سلیب پر پڑے دوپٹے کے پلو پر گرا اور شیفون کے دوپٹے نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پل بھر میں آگ پکڑ لی اور اتنی تیزی سے پھیل کر اس کی گردن اور اس کے نیچے موجود لباس کو اپنی گرفت میں لے چکی تھی کہ اس کی تپش سے اس کا جسم جل اٹھا تھا، اس نے تڑپ کر سنک ٹونٹی کھول کر خود پر پانی ڈالنا چاہا مگر آگ پھیل گئی تھی، ماہ روش نجانے کیوں کچن میں آئی اور ماں کو آگ کے لپیٹے میں دیکھ کر بری طرح چیخنے لگی۔

''مما...... مما۔''

استغیث اس کی چیخیں سن کر دوڑتا ہوا آیا تھا جہاں وہ جگ بھر بھر کر پانی ماں پر ڈال رہی تھی اور ساتھ ساتھ بلک بلک کر رو بھی رہی تھی، امرش نیچے گر چکی تھی، وہ اب نیم جان ہو رہی تھی، وہ اڑتا ہوا اندر گیا اور کمبل لے کر آیا اور ماں کو اچھی طرح لپیٹ دیا، ساتھ ہی سیل پر مغیث کا نمبر ملایا تھا۔

''پاپا! مما آگ سے جل گئی ہیں، آپ جلدی آ جائیں۔'' ماہ روش امرش کے ماتھے پر سر ٹکائے اتنی بری طرح رو رہی تھی کہ استغیث بھی رو پڑا تھا۔

حواس باختہ مغیث گاڑی لئے پندرہ منٹس میں پہنچ گیا تھا، اسے ہاسپٹل لے جا کر اسے ایڈمٹ کروایا، اس کا فوری ٹریٹمنٹ شروع کر دیا گیا، وہ جب ہوش میں آئی تو بری طرح کراہ رہی تھی، جلن اور تپش کسی طور چین نہیں لینے دے رہی تھی۔

''امرش!'' مغیث نے اس کا دایاں ہاتھ تھاما، بائیں پر ڈرپ لگی ہوئی تھی، اس نے بوجھل پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا، ٹوٹا ہوا، ہارا ہوا مغیث اسے دیکھتے ہوئے بڑی مشکل سے مسکرایا تھا۔

''کیسا محسوس کر رہی ہو اب؟'' وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی، کراہنا بھی بند کر دیا تھا۔

''تم نے اپنے آپ کو خود جلایا ہے؟'' امرش نے نفی میں سر ہلایا۔

''پھر یہ کیسے ہوا؟'' اسے یقین نہیں آیا۔

''میں تو اپنی خواہشوں، اپنے نفس کو جلا رہی تھی مگر خود جل گئی، ظاہر ہے خواہش اور نفس میرے اندر ہی تھے نا، انہیں جلانے کے لئے خود بھی جل جانا پڑا۔''

''ایسی کون سی خواہش تھی تمہاری، جس کے لئے تم نے خود کو جلا دیا؟'' مغیث نے غصے سے اس کا ہاتھ جو ابھی تک پکڑ رکھا تھا، جھنجھوڑ دیا، وہ تلخی سے مسکرائی۔

''روپیہ پیسہ اور بہت سی آسائشات میری خواہش ہی تو تھی، میں چاہتی تھی میرے پاس بہت سے روپے ہوں تو میں اپنے بچوں کی ہر ہر خواہش پوری کروں، وہ جس چیز کی طرف حسرت سے دیکھیں وہ میں ان کے آگے پیش کر دوں، وہ مجھے بہت سی ایسی فرمائشیں بتاتے جو میں پوری نہ کر پاتی تو دل بجھا رہتا، اب ان کی خواہشات ضروریات سب ان کا باپ پوری کر رہا ہے تو میں نے سوچا، اب یہ روپے میری ضرورت نہیں رہے تو انہیں جلا ہی دوں لیکن میں تو خود جل گئی۔'' اس کی آواز میں نا تمام حسرتوں کے نوحے تھے، کراہیں تھیں اور دکھی دل کی آہیں تھیں۔

''تمہیں کیوں ضرورت نہیں رہی تھی اور اگر نہیں رہی تھی تو کسی غریب کی مدد کر دیتیں، جہاں کوئی اور مغیث اور امرش لڑ رہے ہوں گے، شاید کسی کے کام ہی آ جاتے تم نے جان بوجھ کر یہ کیا ہے، خود کو جلایا ہے، تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ آگے جا کر کیا جواب دوں گی، خودکشی حرام موت ہے، جس کی کوئی معافی نہیں اور اپنے بچوں کا اتنا کچھ تو سوچتی رہیں پر یہ نہیں سوچا کہ وہ تمہارے بغیر کیسے رہیں گے؟''

''بڑے آرام سے رہ لیں گے، جیسے ان کا

باپ رہ رہا ہے۔'' وہ طنزیہ مسکرائی۔

''بہرحال میں نے کوئی خودکشی نہیں کی، مجھے بھی پتا ہے یہ حرام فعل ہے اور اس کی کیا سزا ہے؟'' وہ کچھ اور کہتا مگر استغیث اور ماہ روش اندر آ گئے، مغیث نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور پیچھے رکھے صوفے پر جا بیٹھا، دونوں اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے، وہ اپنی اذیت پر قابو پاتی ان سے باتیں کرنے لگی، مغیث نے اس کی طبیعت میں بہتری دیکھی تو اٹھ گیا۔

''مجھے کچھ ضروری کام ہیں میں وہ نمٹا کر آتا ہوں، تم میرے ساتھ آؤ استغیث۔'' باہر آ کر مغیث نے اسے روپے دیئے۔

''یہ رکھ لو اور کوئی بھی بات ہو مجھے فون کر دینا، میں فوراً آ جاؤں گا۔'' خود اس ہاسپٹل آ گیا جہاں نادیہ ایڈمٹ تھی، اسے آج ڈسچارج ہونا تھا اور اس کے کئی فون آ چکے تھے۔

''تم کہاں تھے مغیث، میں نے کتنے فون کیے۔''

''بس کہیں مصروف تھا۔'' وہ آہستگی سے کہتا ہوا بچے پر جھک گیا، وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتی رہی مگر کہا کچھ نہیں، وہ جان بوجھ کر اسے نہیں چھیڑتی تھی ورنہ وہ یوں چپ چپ اور ڈسٹرب تب ہی ہوتا تھا جب اس کی پہلی بیوی یا بچوں کے ساتھ کوئی مسئلہ ہو جاتا تھا، وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ایک دفعہ اس کے ساتھ کھل کر بات کر لی تو آئے روز اسے ان کے متعلق باتیں سننی پڑیں گی اور وہ اسے ایسا کوئی موقع دینے کے لئے تیار نہیں تھی، وہ بہت عرصے سے اسے پسند کرتی تھی مگر وہ بہت لئے دیئے رہتا تھا، پھر پتا نہیں کیا ہوا وہ خود اس کے پاس چل کر آیا تھا، نادیہ بہت خوش تھی، اس نے اسے کھلی اجازت دی تھی کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے اخراجات کے

لیتے ۔ ں رم چاہیے ے سما ہے، ر وہ نہ ہو
بیوی سے کوئی تعلق رکھے گا نہ ہی اپنے بیوی
کو اس کے سامنے لائے گا، اتنی کڑی شرائط پر
نے مغیث کے چہرے پر اترتے سائے
دیکھے تھے اور نظر انداز کر گئی تھی، اس نے اس
لئے ہر سہولت ارینج کروائی، اسے گاڑی ڈرا
سمیت دی گئی، بعد ازاں وہ خود سیکھ گیا تھا
سب سہولتیں جو وہ خواب میں بھی نہیں دیکھ
تھا، وہ نادیہ کی بدولت اس کی دسترس میں آ
تھیں، ان سب کے لئے صرف امرش سے د
ہی برداشت کرنی تھی نا تو کیا بڑی بات تھی
چند کہ دل کا خون کر دینے والی بات تھی مگر د
کیا ہے، ٹھوس، مادی ضروریات کے پیش نظر
دل کو مارنا کیا مشکل کام تھا، امرش کو کون سی
کی محبت کی قدر تھی، وہ جب جب ہاتھ اس
طرف بڑھاتا تھا وہ جھٹلا دیا کرتی تھی۔
''تمہیں بس یہی آتا ہے اس کے بجا
پیسہ کمانے کی سوچا کرو۔'' وہ بیچ بیچ جھلا جات
اب جب پیسہ ہی پیسہ آ رہا تھا تو امرش کو بھ
خوش ہونا چاہیے تھا مگر وہ پھر بھی خوش نہیں
چپ چپ، الجھی ہوئی، دونوں بچوں کی پیدائش
خبر پر اس کا رنگ دھواں دھواں ہوتا مغیث
دیکھ لیا تھا اور جان بوجھ کر اس نے بہت ز
خوشی کا مظاہرہ کیا تھا، اسے تکلیف میں دیکھ
ایک کمینی سی خوشی اس کے اندر جاگی تھی جبک
جانتا بھی تھا کہ وہ اس کی دوسری شادی کے
سے مسلسل تکلیف میں ہے، ایک مسلسل اذ
کے حصار میں، وہ اس کے پاس ایک پل
لئے بھی تنہائی میں نہیں بیٹھتا تھا کہ کسی آز
میں نہ پڑ جائے، لیکن اس نے یہ نہیں سوچا
امرش کا ذہن بھی کہیں اور مڑ سکتا ہے، وہ تو
نے اس دن اچانک نادیہ اور اس کی ماں کی با

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سن لیں۔

''مغیث کی بیوی تو سنا ہے بہت ہی خوبصورت ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو۔''

''نو مام، ایسا کچھ نہیں ہے، مجھے یقین ہے۔'' نادیہ نے قطعیت سے جواب دیا۔

''اگر ایسا نہیں ہے تو زیادہ غلط بات ہے، پھر تو اس لڑکی کے بھٹکنے کے بہت چانسز ہیں، ایسے ہی تو یہ حکم نہیں جاری ہوا تھا نا کہ شادی شدہ عورت یا مرد کی اگر طلاق ہو جائے یا انتقال ہو جائے، اس کی دوسری شادی فوری طور پر کروادی جائے۔''

''نہیں آئی تھنک وہ ٹھیک ہے، روز ہی مغیث وہاں جاتا ہے، ایسی کوئی بات ہوتی تو اتنا مطمئن نظر نہ آتا۔''

مغیث کے اندر تک سناٹے اتر آئے تھے، اس پہلو پر تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا، ایک بے کلی اس کے اندر اتر آئی تھی، وہ گیا تو بغور امرش کو دیکھا جو اسی طرح تھی، گم صم، اپنی ہی سوچوں میں کھوئی ہوئی، دو دن بعد وہ گیا تو وہ نہانے گئی ہوئی تھی اور ماہ روش اپنا کوئی ضروری ٹیسٹ یاد کر رہی تھی، استغیث کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا، وہ چپکے سے اس کا فون لے آیا، کال لاگ چیک کیا اور ٹیکسٹ میسجز دیکھتے ہی اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

''آپ اتنی حسین اور سیکسی ہیں کہ جب سے آپ کو دیکھا ہے، میرا چین و سکون درہم برہم ہوگیا ہے۔''

''آپ کی آنکھیں، اف ان کی تعریف کیسے کی جاسکتی ہے، یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ جسے غور سے دیکھ لیں اور وہ اس کے بعد حواسوں میں رہ پائے۔''

اسی طرح کے کافی سارے ٹیکسٹ تھے، ایک تو آگ لگا دینے والا تھا۔

''تمہارا فگر بہت ہاٹ ہے۔'' مغیث نے میسج سینڈ میں جا کر دیکھا تو صرف دو ہی ٹیکسٹ تھے جس میں امرش نے اسے لعنت ملامت کی تھی۔

''آپ بہت ہی گھٹیا انسان ہیں، آئندہ آپ کا کوئی میسج آیا تو میں اپنے ہسبینڈ سے آپ کو ٹھیک کرواؤں گی۔'' اور جواب میں اس نے بہت سے سمائلی آئی کون کے ساتھ لکھا تھا۔

''ہاہاہا تمہارا شوہر بھی ہے، میں نے تو کبھی نہیں دیکھا۔'' مغیث کو کافی دیر لگی تھی خود پر قابو پانے میں، اس نے وہ نمبر نوٹ کرلیا تھا مگر ابھی اس پر دھیان بھی نہ دے پایا تھا کہ یہ حادثہ ہوگیا، بچے ہاسپٹل میں امرش کے پاس ہی تھے اور وہ خود ٹینس کی بال کی طرح کبھی نادیہ کے پاس تو کبھی امرش کے پاس اور ان سے بھی بڑھ کر بزنس، جو فی الحال سارے کا سارا مغیث کو سنبھالنا پڑ رہا تھا، ماہ روش اور استغیث کے اسکول کی چھٹیاں ہو رہی تھیں، وہ فکر علیحدہ تھی، امرش بہت آہستہ آہستہ امپروو کر رہی تھی، نادیہ کا آپریشن ہوا تھا، وہ بھی بیڈ پر تھی، وہ بے چارا بیچ میں چکرا گیا تھا، اس وقت شام کے سات بجے اسے ٹائم ملا تو وہ فوراً امرش کے پاس آیا تھا۔

''کیسی ہو؟'' وہ مسکرایا۔

''ٹھیک ہوں۔'' وہ بہت دھیمی آواز میں بولی، اس نے استغیث سے دواؤں وغیرہ کا پوچھا اور ڈاکٹرز سے بھی ملاقات کی، انہوں نے بتایا کہ اب بہتری آنا شروع ہوگئی ہے، وہ تقریباً تیس فیصد جل گئی تھی، تپش اندرونی اعضاء تک بھی پہنچی تھی مگر زیادہ نقصان نہیں پہنچا پائی تھی، گردے، دوسرے اعضاء کے مقابل زیادہ متاثر

ہوئے تھے مگر وہ بھی قابل علاج تھے، سو علاج چل رہا تھا، بالآخر پندرہ دن بعد اسے ڈسچارج کر دیا گیا، وہاں نادیہ بھی آفس جانا شروع کر چکی تھی، سو اب مغیث کو کچھ سکون ملا تھا، اس نے پہلے تو کھانا بنانے والی کا بندوبست کیا، صفائی اور کپڑوں کے لئے تو پہلے ہی ایک ملازمہ رکھی ہوئی تھی، سو اب امرش کو بھرپور آرام مل رہا تھا، اس وقت مغیث آیا تو وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز کوئی ناول پڑھ رہی تھی، وہ سیدھا وہیں چلا آیا۔

''السلام علیکم! کیسی ہو امرش؟'' وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی، وہ کب اس کمرے میں آیا کرتا تھا، پچھلے ڈھائی سالوں سے وہ لاؤنج میں ہی بیٹھ کر چلا جاتا تو اب، آج کیسے؟ وہ آگے بڑھ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''ہوں تو ناولز پڑھے جا رہے ہیں۔'' وہ اس کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے، کتاب اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے مسکرایا، کتاب اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

''دکھاؤ۔'' اس نے اس کا بازو پکڑ کر سامنے کیا، نئی کھال آ رہی تھی، گلابی گلابی سی، کچی کچی سی۔

''درد تو نہیں ہے نا؟''

''نہیں۔'' اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا تھا، وہ بغور اسے دیکھتا رہا، وہ بہت کمزور ہوگئی تھی، مگر اس کے حسن کی تابانی میں کہیں کوئی فرق نہیں آیا تھا، مغیث نے بازو اس کے کندھوں کے گرد پھیلا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا، دو سال کے بعد وہ اس کے اتنا قریب ہوا تھا، امرش تو ساکت رہ گئی تھی۔

''ناراض ہو مجھ سے؟'' اس نے سرگوشی میں پوچھا، وہ یونہی ساکت و منجمد بیٹھی رہی، مغیث نے اس کے سر پر اپنی ٹھوڑی ٹکائی۔

''امرش میری جان کوئی بات کرو، کچھ کہو، کچھ بھی کہہ دو، جو تمہارا دل چاہے، اچھی یا بری، بس کہہ دو۔'' اس نے دوسرا بازو بھی اس کے گرد پھیلا دیا تھا، امرش کے وجود میں لرزش اتر آئی تھی، اس کے آنسوؤں سے مغیث کا گریبان تر ہو رہا تھا، مغیث نے اسے رونے دیا۔

''کافی ہے امرش، اب بس کرو۔'' وہ الگ ہو کر چہرہ صاف کر کے تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

''نہیں بات کرو گی مجھ سے؟''

''کیا بات کروں؟'' وہ اتنی دھیمی آواز میں بولی کہ وہ بمشکل سن سکا تھا۔

''جو بات تمہارے دل میں ہے وہ کر ڈالو، شکوہ، ناراضی غصہ، سب کا اظہار کر ڈالو۔'' اس نے بڑی بڑی پلکیں اٹھا کر مغیث کی طرف دیکھا، بھیگی جڑی ہوئی پلکیں، ساحر آنکھیں، ناک اور گال دہکتے ہوئے گلابی ہو رہے تھے، مغیث مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا۔

''تمہاری بیوی نے اجازت دے دی، یہاں تک آنے کی؟'' اس کا اشارہ اپنے بیڈ روم کی طرف تھا، وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا تھا۔

''بیوی تو تم بھی ہو۔''

''اچھا، بڑی جلدی یاد آگیا؟''

''یاد تو خیر بہت اچھی طرح تھا مگر کچھ تو پابندیاں بھی تھیں اور کچھ تلخ یادیں بھی تھیں۔''

''تو یہ جتانے کے لئے یہاں آئے ہو۔'' وہ خفا ہوگئی۔

''تو تم بھی اس کا نام نہ لو، مجھے اس راہ پر تم نے چلایا تھا، تم نے مجھے طعنے دے دے کر میرا جینا حرام کر دیا تھا، اسی لئے جب میں نے اس سے شادی کی تو اس کی لگائی ہوئی پابندی بھی قبول

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

کر لی مگر اب جب آہستہ آہستہ غصہ اترا اور میں پھر سے تمہاری طرف لوٹنے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا کہ یہ حادثہ ہو گیا، میں سوچ کر کانپ جاتا ہوں کہ خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جاتا تو، میں اب وقت گنوانے کے موڈ میں ہرگز نہیں ہوں اور اب مجھے نادیہ کی پرواہ بھی نہیں ہے۔"

"لیکن مجھے ہے، تم نے اس کے ساتھ جو کمٹمنٹ کی ہے اسے پورا کرو، مجھے اب تمہارے بغیر رہنے کی عادت ہو گئی ہے مگر اسے نہیں ہوئی۔" وہ دوٹوک لہجے میں کہتی بیڈ سے اٹھ گئی تھی۔

"تو پھر میرے یہاں آنے کی بھی کیا ضرورت ہے پیسے بھجوا دیا کروں گا، تمہیں تو ویسے بھی پیسے ہی چاہئیں۔" مغیث نے اسے سلگانے کی جو کوشش کی وہ پوری طرح کامیاب رہی۔

"ہاں یہ زیادہ بہتر رہے گا، بچوں سے ملنے کا دل چاہے تو انہیں بھی وہیں بلوالینا۔"

"اور ان کی ماں سے ملنے کا دل چاہا تو کیا کروں؟" وہ اٹھ کر اس کے پاس آ گیا تھا، امرش کی آنکھیں بھر آئی تھیں، وہ رخ موڑ کر آنسو چھپانا چاہتی تھی کہ مغیث نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا ارادہ ناکام بنا دیا۔

"تمہیں تو میرے بغیر رہنے کی عادت ہو گئی ہے نا مگر مجھے نہیں ہوئی، بہت یاد آتی ہو، بہت زیادہ، دوغلی زندگی کے یہ دو سال مجھ پر بہت بھاری گزرے ہیں تم بھی اذیت میں رہی ہو اور میں بھی، اب بس کر دو، تم بھی اپنی ناراضگی ختم کر دو، میں تو کب کا کر چکا۔" امرش نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا تو وہ ہنس پڑا۔

"ہاں میں تھا ناراض تم سے، بہت زیادہ ناراض، مگر یہ ناراضگی اس وقت تک ہی تھی جب تک تمہارے پاس نہیں آیا تھا، اسی لئے پاس آتا بھی نہیں تھا کیونکہ مجھے پتا تھا کہ تمہارے قرب میں یہ مصنوعی ناراضگی قائم رہ ہی نہیں سکتی جنہیں دل کی گہرائیوں سے چاہا جائے، ان سے دور رہنا ہی ایک سزا ہے اور یہ سزا بہت کاٹ لی ہے اب اور نہیں۔" اس نے امرش کو نرمی سے اپنے ساتھ لگا لیا، امرش کو یوں لگ رہا تھا جیسے صحرا کی تپتی ریت پر ننگے سر، ننگے پاؤں چلتے چلتے ایکدم نخلستان میں آ گئی ہو، روم روم میں سکون اتر رہا تھا۔

"تمہیں نادیہ کچھ کہے گی تو نہیں......" کچھ دیر بعد وہ جھجک کر پوچھ رہی تھی۔

"نہیں، میں بات کر چکا ہوں اس سے، میں اس سے ڈرتا نہیں ہوں، بس مجھے خود بھی غصہ تھا۔" وہ شرارت سے مسکرایا، وہ بھی ہلکا سا مسکرا دی تھی۔

"میں تو یہاں آتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ تم مجھ سے اب تک ناراض ہو۔"

"کس بات پر؟"

"دوسری شادی کرنے پر۔" وہ چپ ہو گئی۔

"نہیں، اچھا کیا تم نے دوسری شادی کر لی، زندگی میں خوشحالی تو آ گئی نا، ہر وقت کی چخ چخ سے تو جان چھوٹی۔" مغیث اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

اتنا ظرف، اتنا حوصلہ، اس نازک سی جذباتی سی امرش کے اندر آیا تو کہاں سے آیا؟ اس نے اس لڑکے کو تو ٹریس کروالیا تھا، نادیہ کے کزن ایس پی دانش کے تھانے بلوا کر، اس کی تو بہ تلا کے بعد ہی اس کی بخشش ہوئی تھی اور اب وہ سب بھلا کر امرش کے پاس آیا تھا اس یقین کے ساتھ کہ اب ان کی زندگی میں کوئی اور بحران نہیں آئے گا۔

☆☆☆

نئے موسموں کی خوشبو

فرح طاہر

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

Downloaded From Paksociety.com

وہ معمول سے ذرا لیٹ گھر میں داخل ہوا، تو شدید تھکاوٹ کے باوجود آج بھی اس نے اپنے کمرے میں جانے کی بجائے پہلے امی جان کے کمرے کا رخ کیا تھا، جبکہ اس کے کمرے میں موجود اس کی بیوی فرزانہ جلے پیر کی بلی کی مانند یہاں وہاں گھوم کر وقت گزاری کے ساتھ ساتھ بڑی بے چینی سے اس کی آمد کی منتظر تھی، زوہیب بیوی کی اس حالت سے خوب باخبر تھا، مگر اس کے باوجود بھی وہ اپنے معمول میں ردو بدل نہیں کر سکا تھا، وہ پہلے ماں سے ملنے ان کے کمرے میں آیا تھا، جو پریشان سی بیٹھی اس کی راہ تک رہی تھیں، جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا، انہوں نے اطمینان بھرا لمبا سانس ہوا کے سپرد کر اس سے گویا ہو کر کہا۔

''سب خیریت تھی ناں بیٹا، آج اتنی دیر کیوں ہو گئی۔'' سوال کے بعد جواب سے پہلے ہی انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے مزید کہا۔

''اتنی سی دیر میں ہی پریشانی نے ادھ موا کر کے رکھ دیا مجھے، نجانے کس کس طرح کے وسوسے وہمے دہلائے دے رہے تھے مجھے۔'' انہوں نے اپنی پریشانی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ذرا سا جھک کر اس کے کندھے پر بے انتہا شفقت سے ہاتھ پھیرا، تو وہ ان کے انداز کو دیکھ کر سر جھکا گیا۔

''یہ مائیں کس قدر عظیم ہوتی ہیں، بے غرض، بے ریا، اور سچی محبتوں کی امین۔'' نجانے کون سی سوچ نے اس کے ذہن کے دروازے پر دستک دی تھی کہ وہ ایک دم امی جان اور ان کی شفقت سے نظر چرا کر رہ گیا، جبکہ امی جان اس کی بلائے لیتی مسلسل دعاؤں سے نواز رہی تھی اور وہ تھا کہ لبوں کو سیے بالکل چپ بیٹھا تھا، اس کی اس درجہ خاموشی کو محسوس کرنے کے بعد امی جان نے اس سے پوچھا تھا۔

''اتنے چپ کیوں ہوں؟ کیا بہت تھک گئے ہو آج؟'' استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں ایک دم خیال آیا تو چارپائی سے اٹھتی بولیں۔

''پریشانی میں بھول ہی گئی میں، حالانکہ آج میں نے تمہاری پسند کا فالسے کا شربت بنایا ہے، تم رکو میں ابھی لے کر آتی ہوں۔'' چارپائی کے نیچے پڑی چپل کو پاؤں میں اڑس کر وہ آگے بڑھنے کو تھی جب زوہیب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے انہیں روکتے ہوئے کہا۔

''ابھی کسی چیز کی طلب نہیں ہے امی، جب ہو گی میں خود مانگ لوں گا، ابھی آپ بس یہاں میرے پاس بیٹھیں۔'' ہاتھ پکڑ کر اس نے انہیں دوبارہ اپنے برابر میں بٹھایا تو امی جان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا بات ہے زوہیب، تم پریشان دکھائی دے رہے ہو؟'' وہ ماں تھی اسی لئے فوراً اس کی خاموشی کی وجہ کو جان گئی تھیں، مگر وہ ان کے اس طرح ایک دم پوچھ لینے پر گڑبڑا سا گیا۔

''نہیں...... نہیں تو امی جان۔'' انکار میں بھی اقرار کی آمیزش بڑی نمایاں تھی امی جان ہولے سے مسکرا دی۔

جانتی تھیں جب تک وہ خود نہیں پوچھیں گی وہ انہیں بتائے گا، اس لئے انہوں نے خود ہی دوبارہ سوال کیا۔

''کاروبار میں کوئی گڑبڑ چل رہی ہے کیا؟'' انہوں نے اپنی طرف سے یونہی سا اندازہ لگایا تھا۔

''نہیں تو۔'' اس نے فوراً انکار میں سر ہلایا، تو انہوں نے دوبارہ پوچھا۔

''تو پھر؟'' وہ متوجہ سی اس کے بولنے کی منتظر تھیں اور وہ خود کہہ دینے اور نہ کہنے کی کیفیت میں مبتلا بے حد بے چین دکھائی دے رہا تھا، اس کی اس حالت نے امی جان کو ایک بار پھر چونکا دیا تھا۔

آج سے پہلے ایسا کبھی بھی نہیں ہوا تھا کہ زوہیب نے ان سے کوئی بات کرنے سے پہلے اس قدر سوچ وبچار سے کام لیا ہو، وہ تو ہمیشہ فٹ سے سب کچھ کہہ دیا کرتا تھا، تو پھر آج شاید کچھ خاص تھا، عام دنوں سے کچھ الگ تھا، انہوں نے پرسوچ نگاہوں سے اس کی سمت دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر گویا اسے اس کے دل کی بات کہہ دینے کا حوصلہ بخشا تھا۔

''کیوں بات کو دل میں رکھ کر خود کو ہلکان کر رہے ہو زوہیب، میں تمہاری ماں ہوں تم بے فکر ہو کر کہو جو بھی کہنا چاہتے ہو۔'' ان کے دیئے حوصلے کی دین تھی کہ زوہیب کے لبوں نے ہولے سے جنبش کی تھی۔

''جی امی جان۔'' اس کے لب ہلے تو امی جان پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''ہاں کہو۔''

''امی جان، آپ جانتی ہیں بچے اب بڑے ہو رہے ہیں؟'' کچھ کہنے کی کوشش میں وہ کچھ اور ہی کہہ بیٹھا تھا، جبکہ امی جان حیرت سے اسے اس طرح بات کے آغاز پر تمہید باندھتے دیکھ کر بولیں تھیں۔

''بات کو الجھا کیوں رہے ہو بیٹا؟ میں کیا یہ سب تو سبھی جانتے ہیں ماشاء اللہ سے اب بچے بڑے ہو رہے ہیں، ان کا یہاں کیا ذکر؟ تم وہ بات کرو جو کرنا چاہتے ہو۔'' امی جان نے کہا تو زوہیب نے گہرا سانس بھر کر کہا۔

''بچوں ہی کا ذکر ہے امی جان، انہی کی وجہ سے پرابلم کری ایٹ ہو رہی ہیں۔'' اتنا کہہ کر ذرا چپ ہوا، پھر ذرا توقف کے بعد دوبارہ بو[illegible]

''بچوں کے بڑے ہو جانے کی وجہ [illegible] اب ایک کمرے میں گزر بسر مشکل ہوتی جا[illegible] ہے، اپنی طرف سے ہم نے اڈجسٹ ہونے [illegible] ہر ممکن کوشش کی ہے مگر ایسا ناممکن ہوتا دیکھ کر [illegible] نے فیصلہ کیا ہے کہ اب ہم الگ گھر میں شفٹ [illegible] جائیں۔'' غور تے اس کی بات سنتی امی جان [illegible] کے بات کے اختتام پہ ایک دم شاک میں [illegible] گئیں، وہ ایسا کچھ کہے گا، یہ بات تو ان کے و[illegible] وگمان میں بھی نہیں تھیں، جبھی حیرت میں گھر[illegible] بولیں تھیں۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو زوہیب؟''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں امی جان! ایک کم[illegible] اور سیات افراد پہل بچے چھوٹے تھے گزر بسر [illegible] رہی تھی، مگر اب جوں جوں بچے بڑے ہو رہے [illegible] ہیں، گزارا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے او[illegible] ابھی تو صرف ہم ہیں، تو یہ حالت ہے کل کو جب [illegible] میں بچوں کی شادیاں کر دوں گا تو بیٹوں کی [illegible] بیویوں کے لئے الگ جگہ کہاں سے دونگا؟ او[illegible] بیاہنے کے بعد جب بیٹیاں اپنے شوہروں کے [illegible] ساتھ رہنے آئیں گی تو ان کو کہاں ٹھہراؤں گا؟'' اس نے بڑی تفصیل سے بڑے آگے تک کے حالات کو سامنے رکھ کر انہیں اپنا نقطہ نظر سمجھانے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا۔

''تم اپنی جگہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو بیٹا، مجھے تمہاری کسی بات سے کوئی اختلاف نہیں ہے، مگر تم نے جب اتنے آگے تک کا سوچ لیا ہے تو یہ بھی تو سوچتے بوڑھی ماں نے کون سا ساری زندگی زندہ رہنا ہے، ابھی نہیں تو کبھی مر ہی جانا ہے، تو میرے بیٹے اب جب تک میں زندہ ہوں کم از کم تب تو تم مجھ سے الگ مت ہو، پھر بے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شک بعد میں جو تمہارا دل کرے تم کرتے رہنا۔'' پیار سے اس کے بکھرے بالوں کو سمیٹتے ہوئے انہوں نے مزید کہا تھا۔

''تم خود بتاؤ تمہارے بناء میں کیا کروں گی؟ تم تین ہی تو میری جینے کی وجہ ہو اور تم ہی مجھ سے الگ ہونے کی باتیں کررہے ہو، تمہیں جگہ کی تنگی ہو رہی ہے تو میں گیسٹ روم میں شفٹ ہو جاتی ہوں، تم میرا کمرہ بھی اپنے استعمال میں لے لو۔'' انہوں نے اپنی طرف سے معاملہ حل کرنے کی پورش کوشش کی تھی۔

مگر اس سے پہلے جواب میں زوہیب مزید کچھ بولتا، باہر کھڑی ہو کر ان کی باتیں سنتی فرزانہ نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔

''ایک آپ کا کمرہ مل جانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا امی جان، میرے چار بیٹے ہیں جن کے لئے مجھے ایک نہیں چار کمرے درکار ہونگے، آپ خود بتائیں اس گھر میں چار کمروں کی گنجائش ہی کہاں ہے؟ اس گھر کا پہلے ہی ایک حصہ آپ مرحوم بشیر بھائی کی فیملی کو دے چکی ہیں، پھر منیر ہے جس کی شادی کو ابھی عرصہ ہی کتنا ہوا ہے آج وہ دو میاں بیوی ہیں، کل کو ان کی فیملی بڑھے گی تو انہیں بھی اپنا ایک کمرہ چھوٹا پڑتا محسوس ہونے لگے گا اور اگر اس وقت تک ہم بھی یہاں ہوئے تو خود سوچیں ہم سب کو کس قدر مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا؟'' مسلسل بولنے کے بعد استفہامیہ نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

''ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر ہم نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں ابھی سے الگ ہو جانا چاہیے۔'' اس کی ساری باتیں سولہ آنے درست تھی، مگر امی جان ماں تھی وہ کیسے اپنے جگر کے ٹکڑے کو الگ ہو جانے کی اجازت دے دیتی ان کا دل کسی صورت اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔

''جو بھی ہے، بس میں تم لوگوں کو الگ ہونے کی اجازت نہیں دوں گی۔'' انہوں نے انکار کیا تو فرزانہ نے فوراً کہا۔

''پلیز امی جان، آپ خواہ مخواہ کی ضدمت کریں، حالات کو سامنے رکھ کر ہم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے پلیز آپ ضد کرنے کی بجائے ٹھنڈے دماغ سے ہماری باتوں پر غور کریں۔'' فرزانہ تو جیسے مکمل تیاری کے ساتھ آئی تھی اس لئے ان کے انکار کو چٹکیوں میں اڑا کے رکھ دیا تھا، مگر امی جان بھی اپنے انکار پر جمی دوبارہ بولیں تھیں۔

''یہ خواہ مخواہ کی ضد نہیں ہے بہو، میں ماں ہوں، ایسی ماں جو پہلے ہی ایک حادثے میں اپنا ایک بیٹا کھو چکی ہوں، اب جیتے جی کیسے دوسرے بیٹے کو خود سے دور ہونے کی اجازت دے دوں؟'' اپنی جگہ کہہ تو وہ بھی ٹھیک رہی تھی مگر غلط تو فرزانہ بھی نہیں تھی شاید، اس لئے وہ ان کو ہر صورت منالینا چاہتی تھی۔

''آپ کی بات درست ہے امی جان، مگر خوانخواستہ ہم آپ سے ہمیشہ کے لئے دور تھوڑی نہ ہو رہے ہیں، ہم آتے رہے گے آپ سے ملنے اور پھر جس طرح آپ اپنی اولاد کو لے کر فکرمندہ رہی ہیں، اسی طرح مجھے بھی اپنی اولاد کی فکر ہے امی جان، ہم ان کے مستقبل کے لئے کچھ اچھا کرنا چاہتے ہیں، پلیز آپ انکار کرکے ہمارے ارادوں کو کمزور مت کریں۔''

جب سے فرزانہ کمرے میں آئی تھی مسلسل وہی بولے جا رہی تھی، زوہیب تب سے مسلسل چپ تھا، امی جان نے مسلسل بولتی بہو کو نظرانداز کرکے بیٹے کے چہرے پر نظر جمائی۔

فرزانہ غیر تھی ان کی بہو تھی، وہ اپنے بچوں

کی ماں تھی، اپنے بچوں کے متعلق سوچ رہی تھی مگر زوہیب تو ان کی اولاد تھا، انہیں یقین تھا وہ ان کا ساتھ ضرور دے گا، ان کے متعلق ضرور سوچے گا، اسی مان کے سہارے انہوں نے کہا۔

''اچھا چلو تم لوگ ایسا کرو، انیکسی کرایے داروں سے خالی کرا کر اسے اپنے پورشن کے ساتھ ملا لو، پھر چار کی بجائے تم چھ کمرے بھی آسانی سے بنا سکو گے۔'' بروقت اتنا اچھا آئیڈیا سوجھ جانے پر امی جان نے بڑخوشی خوشی ان کے مسئلے کا حل پیش کیا تو زوہیب اور فرزانہ نے بیک وقت بے بس نگاہوں سے ان کے بوڑھے خوشی سے چمکتے چہرے کو دیکھا تھا، مگر اس سے پہلے کہ فرزانہ مزید کچھ کہتی زوہیب نے اس کو آنکھ کے اشارے بولنے سے منع کرتے ہوئے خود بات کا آغاز کیا۔

''آپ کا آئیڈیا بے حد اچھا ہے امی جان، کاش کہ یہ خیال ہمیں پہلے آگیا ہوتا، مگر اب تو ہم اپنا الگ گھر لے چکے ہیں، اس پر سارا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے، اب بس وہاں ہمارے شفٹ ہونے کی دیر ہے۔'' ان کی سماعتوں پر دھماکہ کرنے کے بعد اس نے پیار سے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

''اور اگر یہ خیال ہمیں پہلے آ بھی جاتا تب بھی میں اس پر عمل نہ کرتا، کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں انیکسی کے کرایے کو آپ اپنے اور بشیر بھائی کی فیملی کے اخراجات پر خرچ کرتی ہیں۔''

وہ کیا کہہ رہا تھا امی جان سن نہیں رہی تھیں ان کی سماعتیں تو اسی ایک جملے پر اٹک کر رہ گئی تھیں جس میں زوہیب نے اپنا الگ گھر لینے کی خبر سنائی تھی، انہوں نے صدمے کی کیفیت میں اپنے کلیجے پر ہاتھ دھرا تھا۔

ان کا کہا کیا معنی رکھتا تھا، وہ تو اپنی طرف سے سب تیاریاں مکمل کرنے کے بعد اب رسمی طور پر انہیں مطلع کرنے آئے تھے، ایسی صورت میں وہ جو بھی آئیڈیا دے لیتی، جیسے بھی انکار کر لیتی، سب بے معنی تھا، تو پھر اب وہ مزید بول کر کیا کرتی؟ اس لئے ایک دم چپکی ہو کر بہو بیٹے کو دیکھنے لگی، اس پل ان کی نظروں میں حد درجہ دکھ نمایاں تھا، ایسا دکھ جس میں اپنی اولاد کو کھو دینے کا خوف سب سے زیادہ نمایاں تھا۔

اپنی سبھی اولادوں سے انہیں بے حد پیار تھا مگر نجانے زوہیب میں ان کی جان ہر وقت کیوں اٹکی رہتی تھی اور خود وہ ہی کیا زوہیب بھی تو ان سے بے حد محبت کرتا تھا، تو پھر اب اس کی وہ محبت کہاں چلی گئی تھی، اسے ماں کا خیال کیوں نہیں آ رہا تھا، وہ اگر ان کے پاس رہنا نہیں چاہتا تھا تو ان کو تو اپنے پاس رکھ سکتا تھا مگر، نجانے کیوں بیوی کے آ جانے کے بعد ماں کی قدر کم کیوں ہونے لگ جاتی ہے؟ بیوی کے آنے کے بعد پھر بیوی ہی کیوں اہم ہو کر رہ جاتی ہے، رشتوں میں توازن کیوں نہیں باقی رہتا ہے؟

☆☆☆

امی جان کا رونا، ان کی منتیں، التجائیں سب دھری کی دھری رہ گئیں، ان کو مطلع کرنے کے ٹھیک پانچ روز بعد زوہیب اپنے بیوی بچوں سمیت اپنے نئے گھر میں شفٹ ہو گیا، اس وعدے کے ساتھ وہ روز ان سے ملنے آیا کرے گا، بہت سے وعدوں اور دلاسوں کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہوتا، امی جان کو بہت سی بے سکونیوں کی نذر کر گیا، اب جب رات ہوتی تو وہ دن کے نکل آنے کا انتظار کرنے لگتی کیونکہ زوہیب نے ملنے آنا ہوتا تھا، پھر جب زوہیب مل کر چلا جاتا تو وہ اگلے دن کے انتظار میں گھنٹے گننا شروع کر دیتی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بشیر کی وفات کے بعد سے اس کی بیوی بچوں کی اپنی ہی الگ دنیا بس گئی تھی جس میں چاہنے کے باوجود بھی امی جان کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلتی تھی، کیونکہ بچے بڑے ہونے کے ساتھ اب نئے ماحول کے پرواہ ہوتے جا رہے تھے جس میں پرانے زمانے کی دادی کی روک ٹوک ان کے اچھے بھلے موڈ کو خراب کر دیا کرتی تھی، اس لئے امی جان خود بھی ان کی طرف جانے سے پرہیز کیا کرتی تھیں، رہ گیا منیر اس کی شادی کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اس لئے وہ ابھی نئی نویلی دلہن کے چاؤ چونچلوں میں مصروف رہتا، ایسے میں لے دے کر ان کی ساری امیدوں کا مرکز زوہیب سے جڑ کر رہ گیا تھا۔

شروع شروع میں زوہیب نے ماں سے کیے وعدوں کو نبھانے کی پوری کوشش کی وہ اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ان کے ملنے آ جایا کرتا تھا، مگر جوں جوں وقت گزرنے لگا اس کی مصروفیت نے بھی بڑھاوا لے لیا اور پھر جب اس نے ایک کے ساتھ دوسرے کام کا بھی آغاز کیا تو بے پناہ مصروفیت کی بدولت اس کے وعدوں کی پختگی میں دڑاریں پڑنے لگی، پھر یوں ہوا کہ ملاقاتیں روز سے سمٹ کر ہفتوں، پھر ہفتوں سے سمٹ کر مہینوں پر آ کر ٹھہر گئی، امی جان نے شروع میں شکوے تو بہتیرے کیے مگر جب بیٹے کی توجہ اس جانب سے ہٹتے دیکھی تو انہوں نے لبوں کو سی کر صبر کے دامن کو تھام لیا، گو کہ ان کے لئے صبر کرنا مشکل امر تھا، مگر کسی بھی طرح بالآخر انہوں نے خود کو سمجھا ہی لیا۔

وقت نے مزید آگے کے سفر کی جانب اڑان بھری تو ان کے بے چین دل نے اپنی جگہ ٹھہر کر ان کو زیادہ نہیں مگر پرسکون کر ہی دیا، تب وہ اپنی اکلوتی بیٹی سے ملنے کی خاطر لاہور اس کے گھر آئیں، تب وہاں ایک دن وہ اچانک ہی بیٹھے سے گری اور بے ہوش ہو گئی، فرخندہ نے فوری طور پر ڈاکٹر کو بلایا جس نے امی جان کو آنے والے ہارٹ اٹیک کی نشاندہی کی تو اور انہیں فوراً ہسپتال شفٹ کرنے کو کہا۔

امی جان کو ہسپتال شفٹ کرنے کے بعد فرخندہ نے اپنے بھائیوں کو اطلاع دی، جسے سن کر وہ پریشان ہو گئے، منیر پہلی فلائٹ سے اپنی بیوی کے ہمراہ ہسپتال پہنچ چکا تھا، زوہیب ابھی تک نہیں پہنچا تھا، امی جان کو جب ہوش آیا تو اپنے سامنے سبھی بچوں کو دیکھ کر ان کے دل کو ذرا سکون نصیب ہوا، مگر ان کے دل کا سکون اس وقت ادھورا رہ گیا جب سب سے ملنے کے بعد انہوں نے زوہیب کو غیر حاضر پایا، اس لئے سب سے ملنے کے بعد انہوں نے زوہیب سے ملنے کی آرزو ظاہر کی، امی جان کی کنڈیشن ابھی زیادہ بہتر نہیں ہوئی تھی، اس لئے ان کا ٹریٹمنٹ مسلسل چل رہا تھا، البتہ ان کی آرزو کے اظہار کے بعد فرخندہ نے ایک بار پھر زوہیب کے نمبر پر کال کی تھی، مگر نجانے کیا وجہ تھی زوہیب کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا، فرخندہ کی کوشش ناکام جاتی دیکھ کر منیر نے اپنے نمبر سے زوہیب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، مسلسل ٹرائی کے بعد بالآخر اس کا رابطہ زوہیب سے ہو ہی گیا، جیسے ہی زوہیب کی طرف سے کال پک کی گئی اس نے فوراً کہا۔

''ہیلو زوہیب یار کہاں ہوں تم اور نمبر کیوں بند تھا تمہارا، حالانکہ تمہیں بتایا بھی تھا امی جان کی طبیعت خراب ہے وہ تم سے ملنا چاہتی ہیں تم فوراً یہاں آ جاؤ۔'' سانس لئے بنا اس نے جلدی سے بات مکمل کی تھی، جب دوسری طرف سے زوہیب

کی بجائے فرزانہ کی آواز ابھری تو وہ ٹھٹک گیا۔

''ہاں منیر، یہ میں بات کر رہی ہوں فرزانہ، پہلے بھی فرخندہ سے میری بات ہوئی اس نے بھی بتایا کہ امی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور تم بھی یہی کہہ رہے ہو، بتاؤ کیا ہوا ہے امی جان کو؟'' بڑے ریلیکس انداز میں اس نے استفسار کیا تو منیر کی پیشانی پر ہلکے سے بل نمودار ہوئے۔

''امی جان کو ہارٹ اٹیک آیا ہے، وہ آئی سی یو میں ہیں بھابھی۔'' اتنا کہنے کے بعد اس نے لب بھینچ کر اس سے سوال کیا۔

''آپ نے بھائی کو بتایا بھی ہے امی جان کی طبیعت کا؟''

''اوہ ویری سیڈ امی جان کو ہارٹ اٹیک آیا، فرخندہ نے یہ بات تو مجھے بتائی ہی نہیں، میں تو سمجھی یونہی نارمل سی طبیعت خراب ہو گئی ہو، اس لئے میں نے زوہیب کو بھی نہیں بتایا۔'' اتنا کہنے کے بعد وہ ذرا سا رکی پھر ایک دم تیزی سے بولی۔

''زوہیب کو اس لئے بھی نہیں بتایا میں نے کیونکہ وہ بہت ضروری کام سے باہر جا رہے تھے، باہر سے کچھ ڈیلی گیشن ان سے ملنے آئے ہوئے تھے اس لئے میں نے سوچا جب وہ آ جائے گے تب بتا دوں گی اور ویسے بھی ان ڈیلی گیشن سے ملاقات کے لئے خود زوہیب بہت کانشین ہو رہے تھے، اتنی جلدی میں تھے اپنا موبائل تک یہیں بھول گئے ہیں۔'' اس نے اس قدر تفصیل سے وضاحت دی تاکہ منیر کے سبھی سوال دم توڑ جائیں، مگر اس کی اتنی تفصیل کے باوجود منیر ایک دم تپ گیا تھا، جبھی شدید ناگواری سے بولا۔

''آپ کے لئے یہ اطلاع بھی کافی ہونی چاہیے تھی کہ امی جان کی طبیعت خراب ہے، اس لئے جیسے ہی یہ اطلاع آپ کو ملی تھی آپ کو اسی وقت بھائی کو بتانا چاہیے تھا، وہ ہمارے بھائی ہیں، ان کے لئے اپنے ہر ضروری کام سے اہم امی جان ہیں، اس اطلاع کے ملنے کے بعد وہ فوراً یہاں آ جاتے، مگر آپ......'' کوئی بھی سخت بھائی منہ سے نکالنے سے پہلے اس نے بات کو ادھورا چھوڑ کر لب بھینچ لئے۔

''تم پریشان مت ہو منیر، زوہیب جیسے ہی آتے ہیں تو ہم دونوں امی جان سے ملنے آ جائیں گے۔'' اس نے اسے تسلی سے نوازنا چاہا تھا۔

''بہت مہربانی۔'' منیر نے بے حد طنز سے کہنے کے بعد کال ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔

امی جان کی طبیعت ایک بار پھر بگڑ چکی تھی، ڈاکٹرز کی پوری ٹیم ان کے گرد جمع تھی، شام سے رات اور رات سے دن نکل آیا تھا مگر زوہیب اور فرزانہ ابھی تک نہیں پہنچ سکے تھے اور پھر......

موت نے زندگی کو مات دے کر ڈاکٹرز کی تمام تر کوششوں کو ناکام کر دیا اور...... امی جان بے ہوشی کی حالت میں ہی انہیں بلکتا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملیں، ماحول پر ہر سو سوگواریت طاری ہو چکی تھی وہ غم زدہ سے امی جان کی ڈیڈ باڈی لے کر فرخندہ کے گھر آ گئے، یہاں آنے کے بعد منیر نے بڑے سرد سے لہجے میں زوہیب کے نمبر پر امی جان کے انتقال کی خبر دی تھی، لاہور میں موجود ان کے تمام رشتے دار فرخندہ کے گھر جمع ہونا شروع ہو چکے تھے اور خود امی جان کی آنکھیں ادھ کھلی دروازے کی سمت جمی تھیں شاید مرنے کے بعد بھی وہ زوہیب کی آمد کی منتظر تھیں، مگر انتظار تھا کہ طویل سے طویل تک ہوتا جا رہا تھا اور جب انتظار حد سے سوا ہونے لگا تو منیر نے تھک کر ہار مانتے ہوئے امی جان کی ڈیڈ باڈی کو لے کر کراچی کی طرف روانہ ہو گیا، اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

باراس نے زوہیب کو مطلع کرنے کی ذرا سی بھی کوشش نہیں کی تھی وہ دل میں بری طرح زوہیب سے خفا ہو چکا تھا اور پھر جب وہ ڈیڈ باڈی کے ہمراہ کراچی پہنچے تو زوہیب فرزانہ کے ہمراہ لاہور پہنچا تھا، مگر جب اسے ان کے کراچی جانے کی خبر ملی تو وہ الٹے پیروں کراچی کے لئے روانہ ہو گئے، بہت طویل اور جان لیوا انتظار کے بعد بالآخر زوہیب وہاں پہنچ ہی گیا، دیوانوں کی سی حالت لئے ہوا زوہیب، بکھرے بال، سوجی ہوئی لال انگارہ آنکھیں، ضبط کی تصویر بنا جب وہ اندر داخل ہوا تو امی جان کے بے جان لاشے کو دیکھ کر اس کے ضبط کی حدیں ٹوٹی اور وہ امی جان سے لپٹ کر دھاڑے مار مار کر رو دیا، اپنی ہر کوتاہی اسے آج خون کے آنسو رلا رہی تھی، وہ امی جان کے لئے رو رہا تھا بلک رہا تھا اور امی جان، جیسے ہی زوہیب سامنے آیا ان کا انتظار اختتام کو پہنچا تھا۔

آہوں، سسکیوں اور آنسوؤں کے درمیان امی جان کو ان کی آخری آرام گاہ تک پہنچا دیا گیا، تدفین کے بعد منیر نے سب سے پہلا شکوہ زوہیب سے یہی کیا تھا۔

''زوہیب تم امی جان کو چھوڑ کر گئے ہم میں سے کسی نے تمہیں کچھ نہیں کہا، کیونکہ اس وقت تم مجبور تھے، مگر اب اس بات میں تمہاری کون سی مجبوری تھی کہ تم نے امی جان کی خیر خبر ہی لینا چھوڑ دی؟ اس قدر مصروف ہو گئے کہ باہر جانے سے پہلے اپنا موبائل تک گھر چھوڑ جانے لگے ہو، ہم نے کتنی کوشش کی تم سے رابطے کی امی جان کی طبیعت کی اطلاع تمہیں دینے کی، مگر تم؟''

گزرے وقت پر افسوس کرتے ہوئے اس نے غمی سے نڈھال حالت میں لب بھینچ لئے تو زوہیب نے کہا۔

''میں موبائل جان بوجھ کر تو گھر نہیں چھوڑ گیا تھا، وہ تو فرزانہ کا سیل خراب ہو گیا تھا تو اس نے مجھ سے میرا موبائل لے لیا۔''

''ہاں جبھی تو اس دن ہر بار رابطہ کرنے پر فرزانہ بھابھی ہی سے بات ہوتی رہی تھی، مگر وہ تو کہہ رہی تھی کہ تم کسی سے ملنے کی جلدی میں موبائل گھر بھول گئے ہو؟'' اس نے کہا تو زوہیب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر ایک دم اس سے پوچھنے لگا۔

''کس وقت خبر کی تھی تم نے امی جان کی طبیعت کی؟''

''شام میں، جیسے ہی امی جان کی طبیعت خراب، فرخندہ نے ہم دونوں سے رابطہ کیا تھا۔''

''مگر اس وقت تو......'' اتنا کہنے کے بعد زوہیب نے ایک دم لبوں کو بھینچ لیا، ذہن پر زور دینے پر اس دن کی ساری باتیں ذہن میں دوڑاتے ہوئے بالآخر ساری بات اس کی سمجھ میں آ گئی، وہ جان گیا تھا کہ اس دن اس کے گھر میں موجودگی کے وقت ہی فرزانہ امی جان کی خراب طبیعت باخبر ہو گئی تھی، مگر اس نے اسے اس بات سے لاعلم رکھا، کیونکہ اس روز اسے کاروبار کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے ضروری ملنے جانا تھا، اگر وہ امی جان کا بتا دیتی تو وہ ان لوگوں سے ملنا کینسل کر کے لاہور روانہ ہو جاتا اور یہ سب کرنے کے بعد فرزانہ نے اپنے موبائل کی خرابی کا بتا کر اس کا سیل فون تک اس سے لے لیا تھا تاکہ نہ اس کے پاس موبائل ہو نہ اسے اطلاع ملے اور نہ ہی وہ اپنے ضروری کام کو چھوڑ کر لاہور روانہ ہو، ساری باتیں سمجھ میں آنے کے بعد وہ دکھ کے گہرے سمندر میں ڈوب گیا، فرزانہ خود غرض عورت تھی وہ جانتا تھا، مگر وہ اس قدر بے حس اور کٹھور تھی اس کا علم اسے آج ہوا تھا، مگر اپنی

اس خود غرضی بے حسی اور کٹھور پن کی بدولت اس نے جس قدر اس کا نقصان کیا تھا اس کے لئے وہ اسے کسی صورت معاف کرنے والا نہیں تھا۔

☆☆☆

جانے والا کبھی بھی اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو اپنے سوگ کا پابند کر کے نہیں جاتا، بس یہ ہوتا ہے کہ وقت کی پرواز اپنی اڑان کے بعد گزرے وقت کو یاد کی صورت دلوں میں قید کر دیتی ہے، امی جان بھی ہمیشہ کے لئے یاد کی صورت میں ان کے دلوں میں آباد ہو گئی اور پھر زندگی نارمل ہوتی دوبارہ سے روانی کی طرف بہنا شروع ہو گئی، مگر ان سب میں ایک اکیلا زوہیب تھا جو پھر سے دوبارہ نارمل ہو ہی نہ سکا۔

وہ بالکل ہی گم صم ہو کر رہ گیا تھا، شروع میں سب نے اس کی اس حالت کی وجہ امی جان سے جدائی کو سمجھا، تب سب نے اس کی دلجوئی کی بہت کوشش کی، مگر جب وہ کسی طرح بھی پہلے جیسی حالت میں واپس نہ لوٹ سکا تو سبھی نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا، ایسا نہیں تھا کہ اب زوہیب گم صم ہو کر سب کی طرف سے لاپرواہ ہو گیا تھا، بلکہ اب وہ پہلے سے زیادہ اپنوں کی پرواہ کرنے لگا تھا، وہ اپنوں سے جڑے ہر کام کو ذمہ داری کی صورت اچھی طرح سرانجام دینے لگا تھا۔

ان میں بس ایک فرزانہ تھی جو گزرتے وقت کے ساتھ مزید لاپرواہ ہوتی جا رہی تھی، پہلے سے کہیں زیادہ بے حس، کٹھور اور خود غرض، جس کے کسی بھی رویے سے کہیں بھی اس کی کسی کوتاہی کی جھلک تک محسوس نہ ہوتی تھی۔

خود کو صحیح اور عقل کل سمجھنے والی فرزانہ شاید بھول گئی تھی کہ اوپر ایک ذات خدا کی بھی ہے جو بندوں سے زیادہ اپنے بندوں کی پرواہ کرنے والا ہے، مہربان اور رحیم، مگر جب وہ مہربان اور رحیم خدا حساب کرنے پر آتا ہے تو ڈھیل چھوڑی رسی کو کھینچ کر پل بھر میں نافرمانوں کو منہ کے بل گرا دیتا ہے۔

☆☆☆

رات ہونے کے باوجود زوہیب آج ابھی تک گھر نہیں لوٹا تھا، بچے پریشان سے اس کی آمد کے منتظر تھے، فرزانہ ابھی اپنی کسی سہیلی کے گھر سے لوٹی تھی، بچوں کی زبانی جب اسے زوہیب کی غیر حاضری کی خبر ملی تو اس نے بنا پریشان ہوئے بچوں کو دلاسہ دینے کے سے انداز میں کہا۔

''وہ اپنے بھائی سے ملنے گئے ہونگے، ابھی آ جائیں گے۔'' ان کے گال تھپتھپا کر اس نے لاپرواہی سے کہا۔

''تم لوگ خواہ مخواہ خود کو پریشان مت کرو جاؤ جا کر کوئی مووی دیکھ کر اپنے موڈ کو فریش کرو۔''

''وہ تو ٹھیک ہے ممی، مگر پاپا کا نمبر بھی بند جا رہا ہے اور یہی بات ہمیں زیادہ پریشان کر رہی ہے۔'' نازنین نے اپنی پریشانی کی وجہ بیان کی۔

''ہاں تو ان کے موبائل میں چارجنگ ختم ہو گئی ہو گی اور ہمیشہ کی طرح وہ اس بات سے بے خبر ہونگے۔'' اس نے قدرے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے مزید کہا۔

''جانتے تو ہو اپنے پاپا کو، وہ کس قدر لاپرواہ ہو گئے ہیں، پھر بھی اس قدر پریشان ہو رہے ہو تم لوگ، جاؤ جا کر چل کرو، آ جائیں گے کچھ دیر تک تمہارے پاپا بھی۔'' اسی لاپرواہ انداز میں کہتے ہوئے وہ انہیں وہیں بیٹھا چھوڑ کر خود فریش ہونے کے لئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی، تو وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مغرب سے کافی دیر بعد زوہیب کی گھر واپسی ہوئی تو وہ سب لپک کر اس کی طرف بڑھے تھے۔

''پاپا آج آپ کہاں رہ گئے تھے؟''

''ہاں آج اتنی دیر لگا دی پاپا؟''

''اور آپ کا نمبر کیوں بند جا رہا تھا؟''

سب کے لبوں سے الگ الگ سوال بلند ہوئے تھے، جن کا جواب دینے کی بجائے وہ تھکا ماندہ سا صوفے پر گر سا گیا، اسی پل فرزانہ اندر داخل ہوئی اور اسے بیٹھا دیکھ کر قریب آتی ہوئی طنزیہ سی بولی۔

''گھر یاد آ گیا آپ کو؟'' اس کے سوال کے جواب میں زوہیب اسی طرح خاموش بیٹھا رہا تو اسے غصہ آنے لگا۔

''زوہیب میں آپ سے مخاطب ہوں۔''

''جانتا ہوں۔'' اب کی بار زوہیب نے اپنی وقتی خاموشی کو توڑا تھا۔

''ا...... چھا...... جاننے کے باوجود بھی میرے سوال کا جواب دینے میں آپ اپنی توہین سمجھتے ہیں؟'' تیز لہجے میں طنز کی گہری کاٹ تھی، زوہیب سیدھا ہوتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''کیا جواب دوں تمہارے اس بے تکے سوال کا؟''

''کیا؟ میرا سوال بے تکا ہے؟'' اسے تو جیسے سو والٹ کے کرنٹ نے چھوا تھا۔

''ہاں، بالکل بے تکا ہے، مجھے بتاؤ کوئی اپنا گھر بھولتا ہے کیا جو میں اپنا گھر بھول جاتا؟''

''اوروں کا تو مجھے نہیں معلوم، مگر آپ سے کوئی امید بھی نہیں ہے کیا معلوم کب، کس وقت اس گھر کو اور ہمیں بھول ہی جائیں آپ؟'' جانے وہ اس قدر بھڑک کیوں جا رہی تھی اور اب اس طرح کے الفاظ استعمال کر کے زوہیب کو بھی غصہ دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''واٹ ربش فرزانہ، تم ہمیشہ اپنی بدگمانی کی عینک ہی سے دیکھنا سب کو۔'' غصیلی نظر سے اسے گھورتے ہوئے وہ مزید بولا تھا۔

''نہیں بھولا تھا میں اپنے گھر کو، سب یاد تھا مجھے اور یہ بھی یاد تھا کہ آج میری ماں کی برسی کا دن ہے، جس کا اہتمام یقیناً اس گھر میں ہونا چاہیے تھا، مگر تم...... تمہیں اپنی دوستیوں، اپنے تعلقات سے فرصت ملے تو اور کچھ یاد رہے تمہیں جانتا تھا میں تمہیں یہ دن یاد تک نہیں ہوگا، اس لئے یہاں آنے کی بجائے میں قبرستان چلا گیا، تاکہ کچھ سکون کے سمے گزار سکوں۔'' بے انتہا تلخی سے کہتے ہوئے وہ اس سمیت جیسے خود سے بھی خفا تھا، اس کے انداز پر فرزانہ مزید تپ گئی۔

''دیکھا، میں تو پہلے ہی کہتی ہوں آپ شکی ہوتے جا رہے ہیں، جبھی اتنی چھوٹی سی بات سیدھے طریقے سے کہنے کی بجائے اس قدر گھما پھرا کر بتا رہے ہیں۔'' نجانے اپنے کون سے بیان کی تصدیق ہوتے دیکھ کر اس کا انداز تیکھا ہوا تھا۔

''اور یہ آپ مجھے کس بات کا دوش دے رہے ہیں، اگر میں بھول گئی تھی امی جان کی برسی کا دن تو آپ کو تو یاد تھا ناں؟ آپ مجھے بتا دیتے، آپ کروا لیتے کوئی اہتمام۔'' وہ دو بدو جواب پر اترتے ہوئے مکمل لڑنے کے موڈ میں تھی۔

''میں تمہیں بتاتا اور تم اہتمام کرتی امی جان کی برسی کا؟'' بے انتہا طنزیہ لہجے میں زوہیب نے اس کی طرف دیکھا تھا، دونوں طرف غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا، ماحول میں مسلسل تلخی گھلتی دیکھ کر کب سے خاموش تماشائی بنے بچوں میں سے ظفر نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔

''فور گاڈ سیک، ممی پاپا، یہ کیا آپ دونوں بچوں کی طرح لڑے جا رہے ہیں؟'' اس کا انداز خاصا زچ ہوتا محسوس ہو رہا تھا، آج سے پہلے انہوں نے ان دونوں کی لڑائی جھگڑا، ہر چھوٹی بات پر تکرار ان کے کمرے میں بند دروازے کے پیچھے سنی تھی، اس لئے کبھی درمیان میں مداخلت کا موقع نہیں آیا تھا، مگر آج جب وہ سارے لحاظ بھلائے ایک دوسرے پر الزامات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے ان سب کے سامنے جھگڑنا شروع ہوئے تو اسے نہ چاہتے ہوئے بھی درمیان بھی مداخلت کرنا پڑی۔

''ممی! ایک تو پاپا دیر سے گھر آئیں ہیں، بجائے ان سے آرام سے بات کرنے کے آپ نے اس طرح جھگڑا شروع کر دیا، اٹس سو بیڈ ممی۔'' افسوس سے کہتے ہوئے اس نے ذرا دیر اپنی ماں کی طرف دیکھا، جو اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کو لب کھول رہی تھی مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے منع کرتے ہوئے زوہیب کی طرف رخ کرتے ہوئے اس سے کہا۔

''اور پاپا، جب آپ کو معلوم ہے ممی کا، تو بجائے ان کو دوش دینے کے آپ کو خود دادی جان کے لئے کچھ کرنا چاہیے تھا، آپ نے اتنے اہم دن کو یونہی گزار دیا اور اب یونہی......'' اس کی بات مکمل نہیں ہوئی مگر فرزانہ نے اسے درمیان میں ٹوکتے ہوئے غصے سے کہا۔

''ظفر! یہ تم کس انداز میں بات کر رہے ہو، اور کیا معلوم ہے میرا، اپنے باپ کی طرح تمہیں بھی میں غلط لگ رہی ہوں کیا؟'' ظفر کی بات نے اس کو شدید صدمہ پہنچایا تھا۔

''سوری ٹو سے ممی لیکن مجھے کیا ہم سب ہی کو معلوم ہے آپ کس قدر لاپرواہ ہیں اور......''

نجانے وہ مزید آگے کیا کہنے والا تھا مگر فرزانہ نے ہاتھ اٹھا کر روکتے ہوئے سختی سے کہا۔

''شٹ اپ ظفر! میں تمہاری ماں ہوں اور ماں کبھی اپنے بچوں کی طرف سے لاپرواہ نہیں ہو سکتی، پھر بھلے وہ سارے زمانے سے لاپرواہ ہو جائے مگر اپنے بچوں سے کبھی لاپرواہ ہی نہیں دکھائی وہ، میں نے بھی ہمیشہ پرواہی کی ہے تم لوگوں کی، پھر تم کس بنیاد پر مجھے لاپرواہ کہہ سکتے ہو؟ آخر تم لوگوں کی خاطر کیا کچھ نہیں کیا میں نے، یہ آج میری ہی وجہ سے اس مقام تک پہنچے ہو تم لوگ، یہ اچھا گھر، اچھی تعلیم، سب میری وجہ سے ہے سمجھے تم، اگر میں سٹینڈ نہ لیتی تو پڑے ہوتے اس ایک کمرے کے چھوٹے سے گھر میں اور پڑھ رہے ہوتے پیلی دیواروں والے چھوٹے سے سکول میں؟'' ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے وہ ساری تمیز سارا لحاظ بھلائے جاہلوں کی طرح نچلی سطح پر اتری تھی، آج تک اس نے سب سے اپنے لئے برا ہی سنا تھا، مگر اب جب اپنی سگی اولاد نے اس کے لئے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے تو وہ تڑپ اٹھی، آخر جن کے لئے اس نے سب کچھ کیا وہ بھی اسے ہی غلط کہے تو

مشہور مزاح نگار ابن انشاء کی تازہ ترین کتاب
نگری نگری پھرا مسافر
شائع ہو گئی ہے
قیمت
قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں
لاہور اکیڈمی

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

آخر کیوں؟

"ممی! ہمیں نہیں چاہیے تھا، یہ بڑا گھر اور اچھا سکول، ہم اسی ایک کمرے کے گھر میں خوش تھے جہاں کم از کم آپ اور پاپا کو ہماری فکر تو ہوتی تھی ناں، ہماری ہر چھوٹی بات آپ دونوں کے علم میں تو ہوتی تھی، یہاں آ کر ہمیں کیا ملا؟ اپنوں سے دوری اور آپ دونوں کی لاپرواہی، اپنی طرف سے آپ نے ہمیں اچھے اور مہنگے سکولوں میں ڈال کر سمجھا کہ آپ نے سب کچھ اچھا کر لیا؟ نہیں ممی ایسا نہیں تھا، اچھا سکول ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا، ہمیں آپ کی ضرورت تھی مگر آپ نے ہمیں اپنے بجائے ہماری ٹیچرز کے حوالے کر دیا اور ہم سب کی طرف سے بے فکر ہو گئی، ہمیں آپ کی ضرورت تھی مگر آپ۔" رندھی ہوئی آواز میں بولتے ہوئے نازنین کے آنسو بے اختیار رخسار پر اتر آئے تھے جنہیں اس نے صاف کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

"اور پاپا آپ دادی جان کے بعد تو جیسے آپ ہمارے پاپا رہے ہی نہیں، آپ نے خود کو بس کمانے والی مشین بنا لیا، ہمیں پیسہ نہیں چاہیے تھا، آپ کی توجہ چاہیے تھی، ہمیں آپ دونوں نے سنبھالنا تھا، مگر سنبھالنے کے اس دور میں ہم نے خود اپنے آپ کو سنبھالا، ایک دوسرے کا سہارا بن کر ہم نے آپ دونوں کی کمی پوری کرنے کی کوشش کی، مگر ہم ناکام رہے ممی پاپا، ہمیں تو آج بھی آپ دونوں کی توجہ کی ضرورت ہے، مگر ممی نے ہمارے لئے ہمیں اچھے گھر اور اچھے سکول تک پہنچا کر خود کو مطمئن کر لیا کہ انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا، پھر اس حق کے لئے انہوں نے جتنی بھی حق تلفیاں کی ہوں ان کی بلا سے۔" آخر میں نا چاہتے ہوئے بھی وہ تلخ ہو گئی، تو فرزانہ بری طرح چونکی۔

"صحیح کہہ رہی ہے نازنین، نجانے آپ دونوں کو ہو کیا گیا ہے، ہر وقت لڑائی جھگڑا، ایک دوسرے کی شدید مخالفت، بس اگر یہی وہ اچھا سٹینڈ تھا جس کے لئے آپ ہمیں یہاں تک لائے تو نہیں چاہیے ہمیں یہ سٹینڈرڈ، لوٹا سکتے ہیں ہمیں ہمارا وہ گھر اور وہ ممی پاپا لوٹا دیجئے جن کو ہماری پرواہ تھی، جن کو خود ایک دوسرے کی پرواہ تھی، ہم نہیں رہنا چاہتے ہیں اس گھر میں، اس ماحول میں۔" ظفر نے نازنین کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں بات کا اختتام کرتے ہوئے بڑے بھائی کی طرح، ہاتھ بڑھا کر اپنے بہن بھائیوں کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گیا، پیچھے فرزانہ اور زوہیب اپنے اپنے خساروں کے متعلق سوچتے اکیلے رہ گئے، ان کے اپنے بچے ان کو ان کی ناکام زندگی کا آئینہ دکھا گئے تھے، آج ان کو معلوم ہوا کہ وہ سب اچھا اچھا کرنے کی کوشش میں کس قدر غلط کرتے رہے تھے۔

ایک طرف فرزانہ تھی جس نے اپنی فیملی کو دقیانوسی اور پرانے ماحول سے نکال کر جدید اور ترقی یافتہ ماڈرن ماحول دینے کے لئے خود غرضی کی ہر حد کو پار کرنے پر مجبور کیا، تو دوسری طرف زوہیب تھا جس نے فرزانہ کے فیصلوں میں اس کا ساتھ تو دیا، مگر پھر اس کے بعد وہ خود اپنے ساتھ بھی نہیں رہا۔

اپنے اپنے دائروں میں مقید شاید وہ دونوں ہی قصوروار تھے، کیونکہ بہرحال ان کے غلط طرز عمل نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ان کی سوچ نہ صحیح، مگر سوچنے کا انداز بالکل غلط تھا اور جب سوچ غلط ہو تو پھر وہ خود ٹھیک کیسے ہو سکتے تھے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

اتباع حق کا ماسٹرز مکمل ہوا تو اس نے اپنی ایک اور خواہش کا اظہار کر دیا۔

''بابا میں جاب کرنا چاہتی ہوں؟''

''یہ مشکل ہے۔'' انہوں نے ٹکا سا جواب دیا تو اس کا منہ بن گیا۔

''مشکل ہے ناممکن تو نہیں۔'' بھلا وہ کیسے ہار مانتی۔

''لیکن کیوں؟'' بابا نے اس بار سوال کر دیا۔

''ٹھیک ہے میرے جیون میں راوی چین ہی چین لکھتا ہے لیکن میں نے برسوں اس خواہش کو بڑے پیار سے پالا ہے۔''

''اتباع بیٹے آپ جانتی ہو، ہمارے معاشرے میں ورکنگ وومن کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔'' وہ اپنے تجربے کی بناء پر بولے۔

''معاشرہ کون ہے بابا ہم خود ہیں، اگر ہم اپنی منفی سوچ کو تبدیل کر لیں تو مثبت معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے، اگر ہماری سوچ اچھی ہوگی تو نگاہ بھی اچھی ہوگی، نگاہیں اچھی ہوں تو ہر منظر اچھا لگتا ہے، دیکھنے والا اپنی سوچ کے پس منظر میں دیکھتا ہے۔'' وہ بڑے مضبوط انداز میں بول رہی تھی۔

''لیکن تم زمانے کی اونچ نیچ سے واقف نہیں ہو مجھے ڈر لگتا ہے۔'' اس بار انہوں کے لہجے میں خدشہ بول رہا تھا۔

''زمانے کی نہیں آپ اپنی بات کریں بابا آپ کو اپنی اولاد پر بھروسہ نہیں ہے یا ایک لڑکی پر؟'' وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

''مجھے دونوں پر بھروسہ ہے، مگر زمانے پر نہیں۔'' وہ سابقہ انداز میں بولے تھے۔

''بابا میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں زمانہ ہم ہے آپ آزما کر دیکھیں اعتبار دے کر دیکھیں اعتبار کر کے دیکھیں خود ٹوٹ جاؤں گی مگر آپ کا بھروسہ نہیں توڑوں گی۔'' وہ پرعزم بولی تھی، بابا کو قائل ہونا پڑا، امی نے تو اس معاملے میں چپ سادھ رکھی تھی، وہ جانتی تھیں یہ معاملہ دونوں باپ بیٹی سلجھا لیں گے اور وہی ہوا تھا وہ اکلوتی تو نہیں تھی مگر پہلی اولاد ہونے کے ناطے وہ ماں بابا کے زیادہ قریب تھی اس سے چھوٹے میرب اور مہران جڑواں تھے دونوں ایف ایس سی کر رہے تھے، عبدالحق صاحب ایک پرائیویٹ فرم میں ملازم تھے، نادرہ بیگم ہاؤس وائف تھیں، دولت کی ریل پیل نہ سہی مگر وہ ایک اچھی زندگی گزار رہے تھے۔

☆☆☆

وہ جب انٹرویو کے لئے اخلاق گروپ آف انڈسٹریز کے مین آفس پہنچی تو وہاں ایم ڈی کے روپ میں اس کا کلاس فیلو ہارون اخلاق تھا، ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں کو خوشگوار حیرت نے آ گھیرا تھا، وہ اخلاق ٹیکسٹائلز کے ایم ڈی کی حیثیت سے ایک آراستہ و پیراستہ آفس میں بورڈ کے ارکان کے ساتھ بیٹھا تھا اور امیدواروں کے انٹرویوز لے رہا تھا، مگر اتباع کو میرٹ کی بنیاد پر سلیکٹ کیا گیا تھا۔

ماضی میں کالج کے دو برس انہوں نے اکٹھے تعلیم حاصل کی تھی، ان کے درمیان کلاس فیلوز والے رسمی تعلقات تھے نوٹس لینے یا دینے یا کسی ضروری کام کی حد تک، یہ بات سچ تھی کہ وہ اپنی کلاس کا لائق ترین سٹوڈنٹ تھا لڑکیوں سے بس رسمی ہیلو ہائے تھی تو اتباع حق بھی بڑی ریزروڈ لڑکی تھی یہ رسمی مراسم بھی سال دوم کے امتحانات کے ساتھ ختم ہو گئے، بعد میں اتباع نے لاہور یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور کسی کلاس فیلو کی بدولت اسے پتہ چلا کہ ہارون اخلاق ہائر اسٹڈیز

کے لئے ملک سے باہر جا چکا ہے۔

ملازمت اختیار کرنے کے بعد اتباع حق اور ہارون اخلاق کے مابین کچھ عرصے تک خاصے مودبانہ روابط رہے لیکن آہستہ آہستہ اتباع کی ذہانت سے ان کے کاروبار کو جو کامیابیاں حاصل ہوئیں ان کی وجہ سے ان روابط نے بے تکلفی کی صورت اختیار کر لی پرانے دنوں کو کالج کے ہنگاموں کو یاد کیا جانے لگا، پرانے کلاس فیلوز کو ڈسکس کیا جانے لگا پھر یوں ہوا کہ اتباع کی جدت پسند سوچ اور اپروچ کی وجہ سے اہمیت بڑھتی گئی ایک وقت آیا جب وہ آفس کے علاوہ بھی اپنے فارغ وقت میں ہمراہ رہنے لگے، ہارون اسے دوست اور مشیر خاص کا درجہ دینے لگا، ایک شام شیخوپورہ میں ٹیکسٹائل سے متعلق میٹنگ اٹینڈ کر کے واپس لاہور لوٹتے ہوئے مین روڈ پر بنے ایک چھپر ہوٹل پہ آ رکے تھے کیونکہ اتباع نے چائے پینے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، ہوٹل کا اوپن ماحول، دن کی منڈیر پر اترتی سرمئی شام اور ٹھنڈی میٹھی ہلکی ہلکی ہوا سے اتباع بہت خوش ہو رہی تھی کہ چائے پیتے پیتے ہارون نے اسے پرپوز کر ڈالا۔

''اتباع! کیا تم ساری زندگی میرے ساتھ گزار سکتی ہو؟''

''کس جرم کی پاداش میں؟'' اس نے بات ہنسی میں اڑا دی۔

''اس جرم کی پاداش میں کہ تم بہت اچھی ہو۔'' اس نے لحظہ بھر کے توقف سے کہا تھا، اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو ہارون اخلاق جیسے خوش جمال اور دولت مند لڑکے کی زبان سے اپنے لئے یہ جملہ سن کر پاگل ہو جاتی مگر اسے اپنے اور ہارون کے مابین سماجی مراتب کا بخوبی احساس تھا سو اس نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ آپ کی رائے کا۔''

''یعنی تم راضی ہو۔'' وہ خوش فہم ہوا۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہمارے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔'' اس نے سچائی سے کہا۔

''کوئی فرق نہیں ہے ہم دونوں انسان ہیں بس۔'' وہ اس کی بیان کردہ صداقت کو رد کرتے ہوئے بولا۔

''ہاں مگر مختلف دنیاؤں کے آپ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوئے ہیں، آپ کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں۔'' وہ بڑے رسان سے کہہ رہی تھی۔

''دیکھو۔'' اس نے سرفروشانہ نگاہوں سے اتباع کو دیکھا۔

''اگر تم سمجھتی ہو کہ یہ پیدائشی عیب اخلاقی مسئلہ ہے تو میں ایک پل میں سونے کا چمچہ اپنے منہ سے نکال پھینک دوں گا۔''

''پھر باقی زندگی اس کی تلاش میں سرگراں رہیں گے۔'' اس نے طنزاً جواب دیا۔

''ہرگز نہیں۔'' وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

''تم آزما کر دیکھ لو۔''

''آزمائش کے کانٹوں پر چلنے والے بھلا آپ کو کیا آزمائیں گے۔'' اچانک ہی وہ اس فیز سے باہر نکل آئی۔

''آئی تھنک اس مسئلے کو کسی اور وقت پر اٹھا رکھتے ہیں، اس سے پہلے شام رات میں بدلے ہمیں گھر چلنا چاہیے۔'' اتباع نے کافی خوشگوار لہجے میں بات کی تھی مگر ہارون جیسے بجھ سا گیا تھا اور پھر اتباع نے ہارون سے دور رہنے کی بہتیری کوشش کی مگر وہ ہار ماننے والوں میں سے نہ تھا اور اتباع اپنی حقیقت پسندی کے سبب بہت دنوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنے موقف پر ڈٹی رہی، کہ ہارون کا اور اس کا کوئی جوڑ نہ تھا، وہ جانتی تھی کہ ہر جذبے اور ہر دعوے کی ایک عمر ہوتی ہے اور اپنی لمبی عمر کو پہنچنے پر ہر جذبہ کی حدت میں کمی واقع ضرور ہوتی ہے ہر دعوے کا رنگ اڑ جاتا ہے اور کبھی اعتبار کو ٹھیس پہنچ جائے تو بے اعتباری ہمیشہ سبز رہتی ہے اسے یقین تھا شہزادوں کی طرح رہنے والا اس کے لئے بن باس نہیں کاٹ سکے گا اسے یہ بھی یقین تھا کہ ہارون کے والدین بھی اسے بہو بنانے پر رضا مند نہ ہوں گے بہت دنوں وہ اپنے موقف پر ڈٹی رہی بالآخر اس کی مستقل مزاجی اور استقلال کے باعث وہ اس کمزور لمحے کی زد میں آگئی، جس سے بچتے بچتے وہ ہلکان ہوگئی تھی، ہارون کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

''بس مجھے تمہارے راضی ہونے کا انتظار تھا۔'' وہ تلخی سے ہنس دی۔

''ایسے کیوں ہنسی ہو؟'' وہ گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''کیونکہ جس نیا پر ہم سوار ہو چکے ہیں یہ پار لگنے والی نہیں۔'' وہ اب بھی خدشات میں گھری تھی۔

''مجھے یقین ہے میرے ممی ڈیڈی ضرور میری خوشی میں خوش ہوں گے۔''

''اوں ہوں پہلے میں گھر میں اپنی ماں سے بات کرلوں ہارون۔'' اتباع نے اسے روکا تو اس نے بھی اوکے کر دیا۔

☆☆☆

''امی مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' رات کو کھانے کے بعد جب بابا سٹڈی روم اور آزر، قادر کمپیوٹر پر مصروف ہوتے تھے وہ امی کے پاس چلی آئی۔

''کیا بات ہے اتباع!'' انہوں نے اسے اپنے پاس بیڈ پر بٹھایا، وہ عجیب کشمکش میں مبتلا تھی، کیسے بات کرے آج سے پہلے ایسی بات کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی جسے کرنے کے لئے اسے بار بار سوچنا پڑے۔

''اتباع کہہ دو جو کہنے آئی بے چینی ختم ہو جائے گی۔'' وہ اتباع کی پریشانی بھانپتے ہوئے بولی۔

''امی میرے آفس کے ایم ڈی ہارون اخلاق انہوں نے مجھے پرپوز کیا ہے، وہ اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیجنا چاہتے تھے۔'' اتباع نے ایک لمحے میں ساری بات کہہ دی تھی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو اتباع؟'' وہ پریشان ہو کر بولیں۔

''جو آپ نے سنا ہے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''تم بھول گئی ہو عبدالحق کے بھروسے کو نہ توڑنے کے عہد کی زنجیریں تمہارے قدموں سے لپٹی ہیں پھر ایسی راہ پر قدم کیوں رکھے۔''

''لیکن امی اس میں غلط کیا ہے، انہوں نے سیدھے طریقے سے مجھے اپنانے کی کوشش کی ہے اور رہی عہد کی بات تو میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے ہمارے خاندان پر کوئی حرف آئے۔''

''اس سے زیادہ حرف کیا آئے گا جس دفتر میں تم کام کرتی ہو وہیں سے تمہارے لئے رشتہ آئے، ہم لاکھ رضامندی ظاہر کریں مگر لوگ تو یہی کہیں گے ان کی بیٹی کا وہاں پہلے سے تعلق ہوگا۔'' اور اتباع ان کی بات سن کر شاکڈ رہ گئی۔

''بیٹی تم ہارون کو روک دو تمہارے بابا تمہاری شادی خاندان سے باہر کبھی نہیں کریں گے چاہے بادشاہ وقت کا رشتہ آئے۔''

''امی اپنی بیٹی کو درد کی سولی پر کیوں چڑھانا

چاہتی ہیں، آپ بابا کو سمجھائیں وہ سمجھ جائیں گے یہ اونچ نیچ ذات پات، رسم ورواج یہ پرانی باتیں ہیں ان کی کوئی وقعت نہیں۔'' وہ غصے میں اونچا بولنے لگی۔

''آہستہ بولو اتباع تمہارے باپ نے سن لیا تو قیامت آجائے گی، ہمارے مرد جتنا بھی اپنی بیٹی، بیوی بہن اور ماں سے محبت کرلیں، انہیں کانٹا بھی نہ چبھنے دیں مگر وہ ان کو ان کی مرضی سے ایک قدم بھی چلتے دیکھنا پسند نہیں کرتے اور ہمارے خاندان میں شادیاں بھی خاندان سے باہر نہیں ہوئیں اس لئے یہیں یہ قدم روک لو۔'' وہ گھٹی گھٹی آواز میں بول رہی تھیں اور اتباع الٹے قدموں لوٹ آئی اسے کمرے میں ہر سو وحشتیں بکھری ہوئی لگیں۔

یہ کیا ہوگیا تھا اس نے بابا سے کیے عہد کی پاسداری کی تھی کبھی بھی آزادی کا مطلب غلط نہیں نکالا تھا، ہارون اخلاق جیسے شخص کو کون اپنی بیٹی نہ دینا چاہے گا کیا کمی تھی اس میں اس کے خاندان میں، سٹیٹس میں۔

اس رات اتباع خود سے ساری باتیں کرتی رہی روتی رہی، نام نہاد اصول پرستوں سے سوال کرتی رہی مگر کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

صبح وہ ناشتے پر نہیں آئی تو بابا نے پوچھ لیا۔

''اس کی طبیعت ذرا ٹھیک نہیں، سو رہی ہے اٹھ جائے گی تو کرے ناشتہ۔'' نادرہ بیگم نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

''کیا ہوا طبیعت زیادہ خراب ہے آپ مجھے بتاتی تو سہی۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھے اور اتباع کے کمرے کی طرف بڑھ گئے نادرہ بیگم نے بہتیرا روکا مگر وہ رکے نہیں، وہ ابھی جاگی ہی تھی کہ عبدالحق اندر چلے آئے اتباع انہیں دیکھ کر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی سرخ آنکھیں رتجگے کی چغلی کھا رہی تھیں، وہ پریشان ہو اٹھے۔

''اتباع بچے کیا ہوا طبیعت زیادہ خراب ہے؟'' وہ ان کے ماتھے پر سے ہاتھ سے بخار چیک کرنے لگے۔

''کچھ نہیں۔''

''بابا آپ چلیں میں ابھی ناشتے کے لئے آ رہی ہوں۔'' عبدالحق کچھ سوچتے ہوئے واپس چلے گئے۔

وہ آج آفس نہیں جانا چاہتی تھی مگر ہارون کا فون آیا تو، سلام دعا کے بعد اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''اتباع تم نے اپنی امی سے بات کی؟''

''نہیں ابھی نہیں اتنی جلدی کیا ہے۔'' وہ بڑے آرام سے بولی، تو وہ جھنجھلا گیا۔

''کیا مطلب؟''

''تم ابھی آفس آؤ تمہارے بغیر سارا آفس تنہا لگ رہا ہے۔'' وہ اس کی بات سن کر زہریلی ہنسی ہنس دی آفس تو اسے جانا تھا ہارون کے سامنے اقرار کرنے سے فرار کی ساری راہیں بند ہو چکیں تھیں اور بابا، کو کیا جواب دیتی، اتنی ضد سے جاب کرنے کے بعد بغیر وجہ وہ کیسے جانا چھوڑتی، کچھ بھی اتنا آسان نہیں، جتنا وہ سمجھ رہی تھی، اپنے والدین کو منانا ہارون اخلاق کی محبت سے انکار کرنا یا پھر وہ آفس چھوڑ دینا۔

اگلی رات کو عبدالحق نے نادرہ بیگم سے اگلوا لیا کہ وہ کون سی پریشانی تھی جس نے اتباع کو رات جاگنے پر مجبور کیا اور صبح اتباع کے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ وہ بھول نہیں پائے تھے۔

''نادرہ کہہ دو یہ غلط ہے۔'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑا شیشے کا گلاس فرش پر زور سے پھینکا تھا چھناکے کی آواز سن کر وہ تینوں بہن بھائی دوڑے آئے تھے اور کمرے کے باہر کھڑے ہو کر اندر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے حالات کا اندازہ لگانے لگے۔

''نادرہ بیگم تمہاری بیٹی نے عہد شکنی کی ہے۔'' وہ طویل خاموشی کے بعد کافی اونچی آواز میں بولے تھے ان کی بات سن کر میرب اور مہران حیران اور اتباع ساکت رہ گئی تھی۔

''اپنی عہد شکن بیٹی سے کہہ دو عہد توڑنے والوں کو کبھی خدا معاف نہیں کرتا۔'' وہ پھر چلائے تھے، اتباع خاموشی سے واپس اپنے کمرے میں چلی آئی۔

''بابا میں کیا جانتی تھی کہ آپ نے مجھ سے میری خوشیوں کی قربانی لینے کا عہد لیا ہے اگر راستے میں مجھے کوئی خوشی ملے تو میں اسے چھوئے بغیر آگے بڑھ جاؤں، مجھے کیا خبر تھی بابا آپ نے اپنے وعدے کی زنجیر میرے قدموں سے نہیں میری سوچ سے باندھی ہے۔'' وہ روتی جارہی تھی اور خود سے سوال کرتی جارہی تھی، بابا نے اسے عہد شکن کہا تھا سب کے سامنے، یہ درد وہ جھیل نہیں پا رہی تھی، وہ اپنے گھر والوں کی نظر میں مجرم بن گئی تھی میرب اور مہران کیا سوچیں گے ان کی بہن کام کرنے نہیں معاشقہ لڑانے جاتی ہے بات اتنی نہیں تھی جتنی بڑھ گئی تھی وہ پیار سے سمجھا کر روک سکتے تھے وہ مشرق کی بیٹی تھی وہ اپنے خاندان کی آن کے لئے اپنے پیار کی قربانی دے سکتی تھی۔

ادھر نادرہ بیگم نے چپ کے تالے توڑ ڈالے تھے۔

''پہلے وہ آپ کی بیٹی تھی آج جب چھوٹی سی غلطی ہوئی تو میری بیٹی، نہیں عبدالحق وہ ہماری بیٹی ہے وہ اتنی غلط نہیں ہے، جتنی آپ نے بنادی اس نے سیدھے طریقے سے بات کی تھی اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں تھی تو خاموشی سے اسے سمجھا دیتے وہ ناسمجھ نہیں ہے اور ہمارے مذہب میں شادی کرتے وقت بیٹی کی رضا کو اہمیت دی گئی ہے تو آپ کیوں انحراف کر رہے ہیں اور ہارون ہر طور اچھے انسان کے معیار پر پورا اترتا ہے۔''

''نادرہ بیگم چپ ہو جاؤ۔'' وہ دھاڑتے ہوئے اسٹڈی روم چلے گئے، میرب اور مہران بھی واپس اپنے کمروں میں چلے گئے تھے، وہ بڑوں کے بیچ میں آنا نہیں چاہتے تھے۔

☆☆☆

بار بار اتباع کو ہارون کی کالز آرہی تھیں اور وہ کاٹ دیتی آج دن آفس میں بھی اس نے ہارون کو نظر انداز کیا تھا اور آفس سے جلدی لوٹ آئی تھی لیکن یہاں کچھ ہوگیا تھا، وہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا زندگی اس طور نہیں گزاری جاسکتی جس طور ہم چاہتے ہیں نہ چاہتے ہوئے بھی راستے بدلنے پڑ جاتے ہیں اسے لگا دل کی دھڑکن تھم جائے گی آنکھوں کے سامنے چھا جانے والا اندھیرا کبھی نہیں چھٹے گا ایک ناقابل بیان دکھ دل کو دبوچے جا رہا تھا کہ اچانک آنکھوں کے سامنے چھائے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک روشنی کی کرن ابھری تھی، ایک ساون کی ہفت رنگ شام کو وہ راوی کنارے بیٹھے تھے، اتباع نے سرخ چوڑیوں سے آراستہ کلائیوں والے ہاتھوں میں گلاب کی مخملیں پنکھڑیاں سمیٹی ہوئی تھیں کہ اچانک ہارون نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑے غور سے دیکھا تھا۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟'' اتباع نے پوچھا، وہ بڑے جانفزا انداز میں مسکرایا پل بھر کو اس کی طرف دیکھا، پھر اپنی نگاہیں دوبارہ ہتھیلیوں پر مرکوز کرتے ہوئے بولا۔

''دیکھ رہا ہوں میں کہاں ہوں۔'' تو اتباع نے الٹا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔

''دیکھو تو تمہاری ریکھاؤں میں کون ہے۔''

''تم صرف تم۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

تو اتباع نے ڈوبتے سورج کے درمیان دن کو بوڑھا اور شام کو جوان ہوتے دیکھ کر کہا۔

''وقت ضائع مت کرو ہارون تمہارے ہاتھوں کی ریکھاؤں میں کوئی اور ہے میں تمہارے لئے نہیں بنائی گئی۔'' ہارون نے بجلی کی سرعت سے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا اور بڑی بڑی روشن آنکھوں میں خفگی اور ہلکی سی ناگواری سمیٹتے ہوئے بولا۔

''تجھے صرف اور صرف میرے لئے بنایا گیا ہے۔''

''تم فلک کا تارا ہو ہارون اور میں راہ کی دھول۔''

''فلمی مکالمے بولنے کی کوشش مت کرو، تم میرے لئے ہو، میرے لئے ہو صرف اور صرف میرے لئے ہو۔'' جیسے یکدم کرن ابھری تھی ایسے ہی ایکدم معدوم بھی ہوگئی۔

☆☆☆

صبح ہوتے ہی عبدالحق گھر سے نکل گئے تھے مگر دو گھنٹے بعد گھر لوٹ آئے تھے، اتباع نے آفس نہ جانے کا فیصلہ کرلیا تھا میرب اور مہران کالج چلے گئے تھے انہوں نے آتے ہی نادرہ بیگم کو کمرے میں بلایا اور بتایا دو ہفتے بعد اتباع اور شیراز کی شادی ہے، شیراز اتباع کے تایا اشفاق احمد کا بیٹا تھا وہ کام کے سلسلے میں تین سال کے لئے ملک سے باہر جا رہا تھا انہوں نے عبدالحق سے اتباع کا رشتہ مانگا تھا جسے قبول کرلیا گیا تھا مگر انہوں نے کہا تھا وہ شیراز کی شادی جلدی کرنا چاہتے تھے، بیٹا تین سال کے لئے باہر جا رہا تھا اس سے پہلے وہ گھر میں بہو لانا چاہتے تھے اور عبدالحق نے انکار کر دیا تھا کہ اتنی عجلت میں شادی نہیں کر سکتے شیراز کی واپسی پر ہی شادی ہوگی اتباع ان باتوں سے بے خبر تھی اور اب عبدالحق نے پتہ نہیں ان سے کیا کہا تھا کہ دو ہفتے کے شارٹ نوٹس پر شادی کی تاریخ رکھ آئے تھے اور جب نادرہ بیگم نے اپنے بچوں کو یہ بات بتائی تو میرب اور مہران خوش ہوگئے مگر وہ اس کے چاروں طرف وحشت پھیل گئی تھی کس قدر شکستہ دل محسوس کیا تھا اس وقت اس نے، اس کا دیار

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں
ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب ....
خمار گندم ....
دنیا گول ہے ....
آوارہ گرد کی ڈائری ....
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ....
چلتے ہو تو چین کو چلیئے ....
نگری نگری پھرا مسافر ....
خط انشاء جی کے ....
اس بستی کے اک کوچے میں ....
چاند نگر ....
دل وحشی ....
آپ سے کیا پردا ....
لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

پیار کے سمندر میں

دل اجڑ گیا تھا کبھی کبھی محبت اپنی سرخروئی اور سر بلندی کے لئے ایسی قربانی طلب کیا کرتی ہے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے ہارون سے اس کی محبت سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کرلیا تھا اس نے آفس فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ یہ جاب چھوڑ چکی ہے وہ خود وہاں جانا نہیں چاہتی تھی وہ ہارون کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی وہ آج تک اسے یہی باور کراتی رہی کہ اس کی امارت کی بناء پر وہ ایک نہیں ہو سکتے اس کا مرتبہ اس کا سٹیٹس ان کے درمیان حائل ہو جائیں گے مگر آج اس کے اپنے خاندان کی طرف سے اس کے قدموں میں بودے اصولوں کی بیڑیاں ڈال دی گئیں تھیں یہ دو ہفتے اس پر قیامت بن کر گزر رہے تھے کیونکہ انگ انگ میں بس جانے والوں کو بھلانا آسان نہیں ہوتا اس نے اپنا موبائل بند کر دیا تھا، کہ ہارون سے ہر تعلق ٹوٹ جائے اور پھر وہ قیامت خیز دن آ پہنچا جس دن لہورنگ زرتار عروسی جوڑے میں ملبوس مرمریں گردن میں گلوبند نازک کلائیوں میں چوڑیاں اور ماتھے پر ٹیکہ سجائے وہ اپنی بڑی بڑی روشن آنکھیں کھولے بیٹھی تھی زرتار آنچل کی اوٹ سے جڑاؤ جھمکے جھانک رہے تھے رسم نکاح کے بعد دولہا کو اس کے پہلو میں بٹھایا گیا تھا تو اس کے دل میں جیسے میخ گڑ گئی، وہ اپنوں کی نظر میں تو نامعتبر ٹھہری اب ہارون جانے اسے کون سا خطاب دے وہ ایک زخم خوردہ ہرنی کی مانند تڑپ رہی تھی ان دو ہفتوں میں بابا نے اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا، بلانا تو درکنار تھا، وہ بیٹی تھی لڑکی تھی اسے مصلوب کر دیا گیا تھا مگر اس کی غلطی کو معاف نہیں کیا گیا تھا وہ سوچوں میں گم تھی کہ اچانک اسے اپنے بہت قریب ہارون کا گمان ہوا تھا وہ چونکی اور ہارون جس کا گزشتہ دو ہفتوں سے اس کا رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے آج اس کے گھر چلا آیا تھا اور یہاں اسے دلہن بنے دیکھ کر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا وہ ذرا اور قریب چلا آیا سب لوگ تصاویر بنانے میں مصروف تھے دولہا بھی اپنے دوستوں کی چھیڑ چھاڑ سے محظوظ ہو رہا تھا، ان دونوں کی حالت سے شاید سب بے خبر تھے ان پر ساتوں آسمان آ گرے تھے ان کی تباہی سے بے خبر ہر کوئی اس شادی کو انجوائے کر رہا تھا اور ہارون کی نظر میں اپنے لئے بے اعتباری دیکھ کر اسے لگا دل کی دھڑکن ابھی تھم جائے گی۔

''بے وفا لڑکی۔'' بس یہ دو لفظ اس کے لبوں سے آزاد ہوئے تھے، مگر ان دو لفظوں کی مار بہت شدید تھی ہارون کی آواز پر اتباع کی تکلیف کسی نے نہ جانی تھی، وہ چلا گیا تھا اس کے آنے اور جانے کا کسی نے نوٹس نہیں لیا تھا وہ کتنی کمزور تھی اپنی صفائی میں کچھ نہ بول سکی تھی نہ بابا کے سامنے ہارون کے سامنے، باپ نے عہد شکن کا خطاب دیا تھا تو چاہنے والا بے وفا کہہ کر درد کی صلیب پر چڑھا گیا تھا۔

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں تھیں دیکھنے والوں نے سمجھا بابل کی دہلیز چھوڑنے کا درد آنسو بن کر بہہ رہا ہے۔

عجب میراث پائی ہے
میرے نام نہاد اصول رشتوں نے
توڑ کر دلوں پر اصولوں کی پاسداری کا دعوی کرتے ہیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN

Downloaded From Paksociety.com

لوہے کے سٹول پر چڑھ کر وہ حسب معمول نسیم آنٹی اور ان کی بہو آمنہ بھابھی کے درمیان سنگین معرکہ آرائی سے لطف اندوز ہو رہی تھی آس پاس سے بے نیاز اس کی ساری توجہ اس لڑائی پر تھی، تبھی کسی نے انتہائی زور سے اس کی کمر پر گیند ماری تھی وہ بری طرح چونکی تھی تلملا کر پیچھے مڑی تھی اور اپنی پشت پر کھڑے عدنان توصیف کو دیکھ کر وہ بھونچکی رہ گئی تھی خفت و سبکی کے شدید احساس نے اس کی پیشانی عرق آلود کر دی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' اس نے تیکھے چتونوں سے اس کو گھورا تھا۔

''پتہ نہیں کیسی لڑکی ہو تم ہمسایوں کی سن گن لینے کے لئے سارا وقت دیوار پر ٹنگی رہتی ہو۔''

''مجھے کوئی شوق نہیں ہے ہمسایوں کی سن گن لینے کا سمجھے تم۔'' وہ کچھ دیر پہلے کی سبکی کو پس و پشت رکھ کر بولی تھی۔

''خیر شوق تو تمہیں بہت ہے جتنا وقت یہاں وہاں کی خبریں جمع کرنے میں لگاتی ہو ناں اتنی توجہ اپنے گھر پر دے دیا کرو سمجھیں۔'' وہ بھنا کر بولا تھا وہ منہ بنا کر دھپ دھپ کرتی سٹول سے نیچے اتر آئی تھی اور اب اس کے مقابل یوں آ کھڑی ہوئی تھی جیسے میدان کارزار میں اتر آئی ہو۔

''مجھے ہمسایوں کی لڑائیاں دیکھنے کا شوق نہیں ہے لیکن تمہاری اماں اور بھابھی میری توجہ اپنی جانب مبذول کرا ہی لیتی ہیں۔'' اس نے ڈھٹائی کی انتہا کرتے ہوئے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا تھا۔

''اتنا پر لطف نظارہ تھا جب نسیم آنٹی نے آمنہ بھابھی کو جھاڑو دے ماری تھی، ویسے وہ اتنی ظالم نظر نہیں آتیں۔'' وہ چائے کا سیپ لیتے ہوئے اس کو مزید جلا رہی تھی جبکہ وہ سر جھٹک کر سٹور میں چلا گیا تھا کچھ دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے حتی المقدور اس کو نظر انداز کرنا چاہا تھا لیکن وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی، اس کو جاتا دیکھ کر سرعت سے بولی۔

''عدنان کیا تمہاری بیوی بھی روز یونہی لڑا کرے گی اور روز محلے والے اس کی لڑائی سے لطف اندوز ہوا کریں گے اور تمہاری امی یونہی تلملا کر اس کو جھاڑو مارا کریں گی۔'' اس نے بظاہر معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا تھا، لیکن اس کے لہجے میں چھپا استہزائیہ پن آنکھوں سے چھلکتی شرارت کو وہ با آسانی سمجھ گیا تھا، اس لئے پر سکون لہجے میں بولا۔

''میری بیوی لڑاکا نہیں ہو گی اس کو لڑنے سے زیادہ دوسروں کی لڑائی دیکھنے کا شوق ہے وہ کیا کہتے ہیں کنارے پر بیٹھ کر وہ سمندر میں اٹھنے والے مدوجزر کو بھانپنے کی عادی ہے اور رہی بات محلے والوں کی تو ان کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' اس نے سنجیدگی سے شانے اچکائے اور سامان اٹھانے لگا۔

''تم ہر بات میں یونہی سنجیدہ ہو جاتے ہو؟''

''ہر بات میں تو نہیں البتہ کچھ باتوں میں حد درجے سنجیدہ ہوں۔'' وہ لسٹ سے سامان چیک کر رہا تھا۔

''مثلاً کن باتوں میں؟'' اس کے سوال پر ایک نظر اس نے اس کو دیکھا پھر سر جھٹک کر بولا۔

''چھوڑو یہ بتاؤ تمہارا انٹر کا رزلٹ کب آ رہا ہے؟''

''پتہ نہیں۔'' اس نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

''اپنا کچھ پتہ نہیں ہے اور محلے والوں کی

اے ٹو زیڈ تک سب خبر ہے کیا بات ہے پلوشہ تمہاری۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولا تھا اس نے محض ہلکی سی چوٹ کی تھی جو ٹھیک نشانے پر جا کر لگی تھی، وہ تلملا کر رہ گئی تھی، کہاں تو وہ بولتا نہیں تھا اور اب جو بولا تھا تو کفن پھاڑ کر بولا تھا اور اس کے بولنے کے ساتھ ہی وہ اندر تک سلگ کر رہ گئی تھی۔

''محلے والوں سے کہہ دو کہ وہ جب لڑا کریں تو کمروں کے اندر لڑا کریں جب صحن میں لائیو تھیٹر ہو گا تو شائقین تو جمع ہوں گے۔'' وہ خالصتاً لڑاکا عورتوں کے انداز میں بولی تھی اس نے پرچی جیب میں ڈالی تھی ایک گہری بولتی نگاہ اس پر ڈالی تھی اور باہر نکل گیا تھا اور وہ اس کو کوس کوس کر ادھ موئی ہو گئی تھی۔

''کمینہ، اُلو۔'' اس نے زبان زدعام گالیوں کا ذخیرہ وافر مقدار میں منہ سے نکالا تھا لیکن کھولن تھی کہ کم ہی نہیں ہو رہی تھی۔

☆☆☆

''ہیلو۔'' اس نے ایس ایم ایس سینڈ کیا تھا دوپہر ہونے کو آئی تھی اور بہزاد کا کوئی ایس ایم ایس اب تک نہیں آیا تھا، وہ کافی دیر فون کو انتہائی حیرت سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''شاید مصروف ہو گا؟'' اس نے خود ہی اندازہ لگا لیا تھا پھر اس نے ٹائم دیکھا اس کی اکیڈمی کا ٹائم ابھی اسٹارٹ نہیں ہوا تھا، وہ مایوس ہو کر فون ایک جانب رکھ چکی تھی وہ ابھی باہر جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اس کا فون تواتر سے بجنے لگا تھا اس نے سرعت سے موبائل اٹھا کر دیکھا تھا، بہزاد کے ایس ایم ایس آ رہے تھے۔

''میں اب گھر جا رہا ہوں وہی جا کر تم سے بات کرتا ہوں، دن کیسا گزرا تمہارا؟ تم نے چائے پی؟ آج کس کس سے جھگڑا ہوا تمہارا؟ بریک فاسٹ کیا تم نے؟'' کتنے ہی سوال اس نے ایک ہی ایس ایم ایس میں پوچھ ڈالے تھے اس کے ہونٹوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ امڈ آئی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں، چائے ابھی تک نہیں پی، بھابھی بھیا سے بات کر رہی ہیں مصروف ہیں اور تمہیں پتہ ہے میں مارے باندھے ہی چائے بناتی ہوں اور ابھی میرا دل چائے پینے کو نہیں چاہ رہا۔''

''کیوں؟'' اس کا دوسرا ایس ایم ایس سرعت سے آ گیا تھا۔

''بس دل نہیں چاہ رہا تھا اب بناتی ہوں۔'' اس نے جھٹ پٹ ایس ایم ایس کیا تھا۔

''چلو ٹھیک ہے تم چائے بناؤ میں گھر آ چکا ہوں فریش ہو کر بات کرتا ہوں۔'' اس نے اس کا ایس ایم ایس پڑھ کر فون رکھ دیا تھا اور باہر چلی آئی تھی جہاں بھابھی اور امی جان حسب معمول لاحاصل بحث میں الجھ رہی تھیں اور اماں بی ان دونوں کے درمیان صلح و صفائی کی کوششوں میں ہلکان ہوئے جا رہی تھیں۔

''اب کیا ہو گیا ہے بھابھی؟'' اس نے جھنجھلا کر پوچھا تھا۔

''عارف کا فون آیا ہے۔'' بھابھی نے روہانسے لہجے میں کہا۔

''وہ بلا رہے ہیں مجھے۔'' اس نے سر تھام لیا، یقیناً پھر سے سرتاج کی یاد کے ابال امڈ آئے ہوں گے، وہ سر جھٹک کر کچن میں آ گئی تھی وہ ابھی چائے بنا رہی تھی کہ بابا جان اور عدنان اکٹھے ہی آ ٹپکے طوہاً کرہاً اس کو ان کے لئے بھی چائے بنانے پڑ گئی تھی جبکہ اس کا سارا دھیان اپنے موبائل میں اٹکا ہوا تھا جہاں بہزاد کے کئی میسج آ گئے ہوں گے، اس نے جیسے تیسے چائے بنائی تھی تبھی عدنان کچن

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں آ گیا تھا اور وہی کچن کے دروازے میں ایستادہ ہو کر بولا۔

''یہ سموسے بھی لیتی آنا۔'' اس نے سموسے کا شاپر اس کے آگے رکھا اور وہی کھڑا رہا تھا۔

بی اے کرنے کے بعد بھی ابھی تک اس کو جاب نہیں ملی تھی مجبوراً وہ پلوشے کے والد کے ساتھ آڑہت کے کام پر لگ گیا تھا۔

''عارف کا فون آیا ہے پریشان ہے وہاں بھابھی کو بلا رہا ہے۔'' اس نے اطلاع دینا چاہی۔

''جانتا ہوں خواہ مخواہ ایک بات کو طول دے رہو ہو تم لوگ جب وہ نگینہ بھابھی کو ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو جانے دو تم لوگ انہیں۔''

''بہت اچھے بہت ہی مخلص ہو تم ہمارے ساتھ بھابھی چلی جائیں اور باقی سب کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پہ آ جائے میں نے کبھی ہل کر پانی بھی نہیں پیا کجا کہ اتنے ڈھیر سارے کام میں کروں گی کبھی نہیں۔'' وہ اپنی نالائق و نااہلی کی داستان بڑے تفاخر سے سنا رہی تھی جبکہ وہ ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہا تھا اس کی باتیں سن رہا تھا اس کی بات کے اختتام پر اس نے چھوٹا سا قہقہہ لگایا تھا اس نے ایک تحیر سے اس کو دیکھا اس کی آنکھوں میں استعجاب تھا جیسے اس کے بے وقت ہنسنے کا جواز معلوم کرنا چاہ رہی ہو۔

''جانتی ہو ہمارا گھر ہمہ وقت جنگ کارزار کیوں بنا رہتا ہے، اس کی اصل وجہ امی کی سستی اور بھابھی کی نااہلی ہے گھر کے چھوٹے سے چھوٹے کام کا بوجھ یہ خواتین ایک دوسرے پر ڈالنا چاہتی ہیں ایک نے اگر برتن دھوئے ہیں تو وہ کھانا پکانے پر راضی نہیں ہوتی اور جو کھانا بناتی ہے وہ مشین لگانے کو تیار نہیں ہوتی اوپر سے مینہ اور زہرہ کی منگنیوں کی وجہ سے امی ان پر گھریلو کام کا بوجھ ڈالنے کو تیار نہیں ہیں اسی وجہ سے ہمارے گھر میں ہمہ وقت جھگڑا رہتا ہے۔''

''خیر بھابھی کو تو میں کسی صورت کراچی نہیں جانے دوں گی اور دوسری بات یہ کہ تمہارے گھر کا نقشہ اب طرف تمہاری بیوی بدل سکتی ہے بصورت یہ کہ اگر وہ واقعی سگھڑ ہے تو۔'' اس نے اس کو ٹرے تھمائی تھی جو کے اس نے سرعت سے تھام لی تھی۔

''یہی تو اصل مسئلہ ہے وہ بھی نااہل ہے۔'' وہ بڑبڑایا تھا اور اندر چلا گیا تھا جبکہ اس نے نہ سمجھنے والے انداز میں اس کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

☆☆☆

''تمہاری بہن کیسی ہے اب؟'' اس نے ایس ایم ایس سینڈ کیا تھا۔

''اب کافی بہتر ہے۔'' جواب فوراً سے آ گیا تھا۔

''یہ بتاؤ کیا کر رہی ہو؟''

''چاٹ کھا رہی ہوں تم سے بات کر رہی ہوں ٹی وی آن ہے وہ دیکھ رہی ہوں قریب ہی ڈائجسٹ پڑا ہے ایک نظر کو دیکھ لیتی ہوں یکے بعد دیگرے۔''

''او مائی گاڈ اتنے سارے کام بیک وقت کیسے کر لیتی ہو؟''

''دیکھ لو میں ہرفن مولا ہوں۔'' اس نے تفاخر سے ایس ایم ایس سینڈ کیا تھا اور ساتھ ہی ریموٹ کی مدد سے ٹی وی کا والیم کم کر دیا تھا۔

''تم کیا کر رہے ہو؟''

''میں کھانا بنا رہا ہوں۔'' فوراً جواب آیا۔

''کیوں تمہاری امی کہاں ہیں؟''

''امی بڑی سسٹر کے گھر حیدر آباد گئی ہیں اور As usual میں گھر پر ہوں۔'' اس نے

سمائیلنگ فیس سینڈ کیا تھا۔

''تم ہنس رہی ہو؟''

''ہنسوں نہ تو کیا کروں تم جانتے ہو تم آدھی عورت ہو۔'' اس نے شرارت سے ٹائپ کیا تھا۔

''کیا مطلب میں آدھی عورت ہوں۔'' اس نے حیرت کے جھٹکے کے ساتھ ایس ایم ایس سینڈ کیا تھا۔

''جانتی ہوں تم آدمی ہو لیکن تم میں آدھے گن عورتوں والے ہیں، صاف ستھرائی کھانا پکانا کپڑے دھونا وغیرہ۔''

''محترمہ میں دو سال دوبئی رہ کر آیا ہوں وہاں رہ کر میں نے پلمبرینگ سے لے کر بہرا گیری تک کی ہے اگر میرے والد کی اچانک وفات نہ ہوتی تو شاید میں کبھی پاکستان نہ آتا، پاکستان آ کر مجھے جاب مل گئی پھر میں نے اپنی آرٹ اکیڈمی کھولی وہ بھی چل پڑی ایکدم سے قسمت نے ساتھ دیا تو میں یہی کا ہو گیا ہوں اور جب سے تم سے ملا ہوں تو کہیں کا نہیں رہا۔'' اس کے طویل ایس ایم ایس کو پڑھ کر وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

''یعنی مانتے ہو مابدولت کی کشش؟''

''ہاں جی آپ کی کشش کی ہی بدولت تو رل رہے ہیں۔''

تبھی اس کو بھابھی کو آواز آئی تھی، اس نے فون آف کر کے سرعت سے تکیے کے نیچے ڈالا تھا اور خود باہر چلی گئی تھی مبادا وہ خود اندر نہ آ جائیں۔

☆☆☆

اس کی بہزاد سے ملاقات انتہائی اتفاقی طور پر ہوئی تھی، وہ بھابھی کے رشتہ داروں کی شادی میں بھابھی کے بے حد اصرار پر گئی تھی وہ ہڑبونگ اور گہما گہمی کے بعد شادی ہال میں پہنچے تھے اور وہاں پہنچتے ہی اپنے موبائل فون کو نہ پا کر بھابھی نے واویلا ڈال دیا تھا وہ روہانسی ہو گئی تھی، اس نے اپنے فون سے بھابھی نگینہ کے فون پر مس بیل دی تھی بیل جا رہی تھی لیکن فون کسی نے ریسو نہیں کیا تھا۔

''پلوشہ پلیز تلاش کرو میرا فون، مجھے عارف نے ویڈنگ اینی ورسری پر گفٹ دیا تھا، صدف کو ساتھ لے جاؤ۔'' انہوں نے اپنی چھوٹی بہن کی جانب اشارہ کیا تھا ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، عارف جہاں ان کی محبوب شوہر تھا وہی وہ سخت گیر اصولوں کا پکا انسان بھی تھا وہ اس کو اس کوتاہی پر نہ صرف بے نقط سناتا بلکہ اپنے گفٹ کی بے توقیری پر ناراض بھی ہو جاتا اور اس کی ناراضگی کے خیال سے ہی اس کی جان سوا نیزے پر چڑھی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

پلوشے صدف کے ساتھ میرج ہال سے باہر آ گئی تھی باہر مردوں اور عورتوں کا ایک ہجوم سا تھا۔

''اب کہاں تلاش کریں اس ہجوم میں باجی کا فون۔'' صدف نے مایوسی سے اس کو کہا، اس نے اردگرد نگاہیں گھمائی تھیں کئی آنکھیں دلچسپی و حیرت سے اس کی جانب اٹھیں تھیں۔

''واپس چلو یہاں سے۔'' اس نے ناگواری سے ایک دو کو دیکھا تھا اور صدف کا ہاتھ پکڑ کر وہ ابھی اندر داخل ہی ہوئی تھی لیکن فون تواتر سے بجنے لگا تھا اس نے غصے میں فون کان سے لگایا تھا۔

''ہیلو۔'' اس نے غصے میں کہا۔

''ہیلو السلام علیکم۔'' انتہائی شائستہ لہجے میں سلام کیا گیا تھا اور وہ جو غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھی اور مقابل کو سخت سست سنانا چاہتی تھی ایک لمحے کو خاموش ہو گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"آپ کا فون مجھے مل گیا ہے میں یہاں میرج ہال کے سامنے کھڑا ہوں آپ کسی کو بھیج کر منگوالیں۔" اس نے بغیر لگی لپٹی کے مدعا بیان کیا تھا۔

"آپ کو کیسے پتہ کہ یہ فون میرا ہے۔" اس نے جرح کی۔

"محترمہ میں آپ کو دیکھ چکا ہوں آپ فون تلاش کر رہی تھیں اور اس فون پر آپ کی مس بیل میں دیکھ چکا ہوں، اس فون کی بیٹری ڈیڈ ہوگئی ہے جبھی میں آپ کو اپنے موبائل سے فون کر رہا ہوں، آپ اپنا فون کسی کو بھیج کر منگوالیں۔" اس نے متانت سے کہا تھا۔

"میں کیسے منگواؤں یہاں تو کوئی ہے ہی نہیں اور میں دوبارہ باہر نہیں آسکتی بہت ہجوم ہے باہر۔" اس نے شش وپنج میں مبتلا ہو کر کہا۔

"او کے پھر میں اندر آتا ہوں آپ کو اسی نمبر سے بیل دوں گا۔" اس نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور اس کے قریب کھڑی بھابھی نے استعجاب سے اس کو دیکھا تھا اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا تھا اور ان کے چہرے پر سکون سا اتر آیا تھا، کچھ ہی دیر میں دو تین نوجوان اندر داخل ہوئے تھے۔

"میرا خیال ہے وہ عینک والا ہے؟" بھابھی نے انتہائی ہینڈسم لڑکے کی جانب اشارہ کیا جو کہ اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

"یہ نہیں ہوسکتا بھابھی آواز تو کوئی ادھیڑ عمر سا لگ رہا تھا۔" اس نے تبصرہ کیا تھا، جبھی اس کا فون بول اٹھا تھا اس نے بے ساختہ سامنے دیکھا تھا وہ کان سے فون لگائے اس کی جانب دیکھ رہا تھا، وہ تینوں چلتے ہوئے اس کے قریب آگئی تھیں۔

"بہت بہت شکریہ آپ کا۔" بھابھی فون لے کر اس کا شکریہ ادا کر رہی تھیں اس نے ایک سرسری سی نگاہ اس پر دوڑائی تھی اور اس کے بعد اس نے نگاہ اٹھا کر بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا، بلکہ بھابھی سے باتیں کر کے وہ جا چکا تھا اور ایک پھانس سی تھی جو اس کے حلق میں اٹک سی گئی تھی۔

"کیا میں اتنی عام ہوں کہ اس شخص نے ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ مجھ پر نہیں ڈالی تھی۔" کتنی ہی بار یہ سوال اس کے ذہن میں ابھرا تھا، گھر آنے کے بعد بھی بھابھی اس کے قصیدے پڑھ رہی تھیں، اس کی شرافت ایمانداری کے بارے میں رطب اللسان تھیں لیکن وہ خاموش تھی اندر ہی اندر کچھ چھناکے سے ٹوٹا تھا اس کے ذکر پہ۔

اور پتہ نہیں رات کو اس کے دل میں کیا سمائی کہ اس نے اس کے نمبر پر Thanks کا ایس ایم ایس سینڈ کیا تھا وہ کافی دیر انتظار کرتی رہی تھی کہ وہ ریپلائے نہیں کرے گا لیکن اس نے نہیں کیا تھا اور وہ مایوسی میں گھر سی گئی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن اس کی مایوسی کم نہیں ہوئی تھی کم مائیگی کے احساس نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا، آنٹی نسیم کی لائیو لڑائی دیکھنے کے بعد یونہی اس نے اپنا فون آن کیا تو کچھ دیر پہلے کی ساری مایوسی ساری اداسی بھاپ بن کر اڑ گئی تھی، دو ایس ایم ایس سوری کے اور دو گڈ مارننگ کے اس کی آنکھوں کے سامنے مسکرانے لگے تھے، کتنی ہی بار اس نے پڑھا تھا اور پھر اس نے سرعت سے اس کو مارننگ کا ایس ایم ایس بھیجا تھا اور یوں وہ دونوں باقاعدہ بات کرنے لگے تھے۔

ان چھ ماہ میں ایک دن بھی بہزاد نے اس سے کوئی واہیات قسم کی گفتگو نہیں کی تھی کبھی اس کو

اس کے لڑکی ہونے اور اپنے لڑکا ہونے کا احساس نہیں دلایا تھا بلکہ وہ ہمیشہ دوستانہ انداز میں اس سے بات کرتا تھا صبح سات بجے وہ اس سے تھوڑی دیر بات کرتا اور اس کے بعد ایک بجے کے بعد جب وہ لنچ ٹائم پر گھر آتا تھا تو آدھا گھنٹہ اس سے بات کیا کرتا تھا اور پھر رات دیر تک وہ اس سے بات کرتا تھا۔

اس معمول میں غیر معمولی بات تب ہوئی جب وہ اچانک غائب ہوگیا تھا اس کے ایس ایم ایس کے جواب پر اس کا کوئی ری پلائے نہیں آیا تھا اس نے فون کیا تھا اس کا موبائل آف تھا وہ بولائی بولائی سی پھر رہی تھی لیکن وہ تو جیسے اچانک کہیں سے غائب ہوگیا تھا کتنی ہی بار آنٹی نسیم اور بھابھی آمنہ کی لڑائیوں کو وہ نظر انداز کرتی گئی تھی ایک دو بار عدنان نے اس کو قدرے حیرت سے دیکھا تھا، ٹھیک دو ہفتے بعد اس کا ایس ایم ایس آیا تھا اور وہ جو اس سے دوبارہ رابطہ نہ کرنے کا عہد کر چکی تھی اس کے ایک ہی ایس ایم ایس پر پگھل کر رہ گئی تھی۔

"کہاں تھے تم؟" اس نے بے تابی سے ایم ایس ایم کیا تھا۔

"میری سسٹر کا آپریشن تھا، مجھے ارجنٹ وہاں جانا پڑ گیا تھا، آج ہی واپس آیا ہوں۔" اس کے جواب پر اس کی ساری بے زاری اڑن چھو ہو گئی تھی، سارا غصہ ساری ناراضگی ہوا میں تحلیل ہو گئی تھی۔

"اب کیسی ہیں تمہاری بہن؟" معاً اس کو خیال آیا تھا۔

"وہ بالکل ٹھیک ہے تم کیسی ہو؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

"دن کیسے گزرے؟" اس نے سرعت سے ایس ایم ایس ٹائپ کر کے سینڈ کیا تھا۔

"بہت اداس ہر لمحہ ہر پل تمہیں مس کرتا رہا ہوں، تمہارے پرانے ایس ایم ایس پڑھ پڑھ کر ٹائم گزارتا رہا ہوں۔" اس کا ایس ایم ایس اس کو ساتویں آسمان پر پہنچا گیا تھا وہ خود کو اوپر بہت اوپر ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی وہ اس کو بائے کر کے اکیڈمی کے لئے روانہ ہوگیا تھا جبکہ وہ کافی دیر تک اس کے ایس ایم ایس کو پڑھتی رہی تھی۔

☆☆☆

انہی گزرتے دنوں میں ایک طوفان نے اس کی زندگی کو ہلا دیا تھا نسیم آنٹی عدنان کے لئے اس کا ہاتھ مانگا تھا اور ابا جان اثبات میں جواب بھی دے چکے تھے کسی نے اس کی رائے نہیں لی تھی، کسی نے اس سے پوچھا تک نہیں تھا، بلکہ آنٹی نسیم نے آکر اس کو انگوٹھی پہنا دی تھی اور اماں بی نے وہاں جا کر، اس نے رو دھو کر آسمان سر پر اٹھا لیا تھا اور انگوٹھی امی جان کی گود میں پھینک آئی تھی لیکن انہوں نے اس کو اس کے بچپنے پر محمول کیا تھا، اس نے بہزاد کو ایس ایم ایس کیا تھا۔

"بہزاد آج میری منگنی ہوگئی ہے؟" اور وہ جو سوچے بیٹھی تھی وہ بھڑک کے تحیر کا اظہار کرے گا اس کے اگلے ایس ایم ایس نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے۔

"مبارک ہو۔"

"مجھے کال کرو۔" اس نے ایس ایم ایس کیا تھا اور اگلے ہی پل اس کا نمبر فون پر جگمگانے لگا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا تھا جبکہ بہزاد اس کی آواز سن کر ایک لمحے کے لئے مسمرائز ہوگیا تھا اس کی منگنی کی اچانک خبر نے اس کے اعصاب پر ہتھوڑے برسا دیئے تھے لیکن وہ بظاہر پر سکون تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم خوش ہو یہ خبر سن کر؟'' اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا تھا اس کی آواز نے یک لخت اس کے دل کو چھوا تھا وہ انکار و اقرار کے درمیان الجھا ہوا تھا۔

''تم خوش ہو اپنی منگنی کی خبر سے۔'' اس نے دوبدو پوچھا۔

''اس منگنی سے کہیں بہتر میں موت کو ترجیح دونگی۔'' وہ قدرے روٹھے لہجے میں بولی تھی۔

''پھر میں کیسے خوش ہو سکتا ہوں یہ خبر سن کر۔'' وہ ٹوٹے بکھرے لہجے میں بولا تھا۔

''تم مجھے پسند نہیں کرتے ناں؟''

''کرتا ہوں۔'' وہ سرعت سے بولا تھا۔

''پھر تم مجھے مبارکباد کیوں دے رہے تھے۔'' وہ روٹھی ہو کر بولی۔

''مجھے کام سے جانا ہے پلیز میں پھر بات کروں گا۔'' اس نے فون بند کر دیا تھا، وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ فون آف کر چکا تھا، جبکہ اس نے زارو قطار رونا شروع کر دیا تھا۔

☆☆☆

''کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟'' صحن میں داخل ہو کر عدنان نے شوخ لہجے میں پوچھا جبکہ اس کی تیز بولتی نگاہیں برآمدے میں کرسی پر بیٹھی پلوشے میں الجھی ہوئی تھی جو بظاہر ناول پڑھ رہی تھی اس کو دیکھ کر اس نے اپنی توجہ مزید اس ناول میں مرکوز کر لیں تھیں لیکن اس کا ذہن بہزاد میں اٹکا ہوا تھا، اس نے ایک لحظے کو اس کی جانب دیکھا تھا اس کے چہرے پر بہاریں چھائی ہوئی تھیں آنکھوں کی روشنی میں دو چند اضافہ ہو گیا تھا، ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا ہی نہیں ہو رہی تھی پہلے پہل اس کا جی چاہ رہا تھا اندر چلی جائے لیکن وہ اس کو اہمیت نہیں دینا چاہتی تھی اس لئے خاموشی سے ناول پر نظریں جما کر بیٹھی رہی۔

''پابندی لگ بھی سکتی ہے اگر نظروں کا بے جا استعمال کرو گے تو۔'' بھابھی نے معنی خیزی سے کہا اور وہ بے ساختہ قہقہہ بار ہوا تھا اس کی نظریں ایک بار پھر اس کے چہرے میں الجھ رہی تھیں، اس نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا وہ گہری بولتی نظریں اس پر مرکوز کیے ہوئے تھا اس نے بے ساختہ نظریں ہٹائیں۔

''آج کل ہمسایوں کی خبر گیری نہیں ہو رہی لوگوں کی طبیعت ناساز تو نہیں۔'' اس نے جان بوجھ کر چوٹ کی تھی، جبکہ وہ یوں بیٹھی تھی جیسے اس کے علاوہ وہاں اور کوئی موجود نہ ہو۔

''ہمسایوں نے بھی تو اپنی موجودگی کا احساس دلانا چھوڑ دیا ہے کوئی نیا معرکہ منظر عام پر ہی نہیں آیا۔'' بھابھی شرارت سے بولی تھیں نا چاہتے ہوئے بھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

''چلیں کسی بہانے ہی سہی چہرے پر بہار تو آئی۔'' وہ کہہ کر سٹور میں چلا گیا تھا اور جب وہ سامان لے کر واپس آیا تو وہ وہاں سے جا چکی تھی۔

☆☆☆

''میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ روہانسے لہجے میں بولی تھی۔

''تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟'' اس نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں پوچھا تھا، اس کا اطمینان پرسکون لہجہ اس کو جلتے الاؤ میں ڈالنے کو کافی تھا جتنی وہ مضطرب تھی پریشان تھی وہ اتنا ہی نارمل تھا۔

''تم نہیں جانتے بہزاد یا پھر میں ہی پاگل ہوں۔'' وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی تھی اس کی آواز نے ایک لمحے کو اس کو برزخ میں دھکیل دیا تھا وہ جس صلیب پر چار پانچ دن سے لٹکا ہوا تھا اس کو بیان کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔

''میں جانتا ہوں تمہاری مایوسی تمہارا اضمحلال سب کچھ لیکن شاید تم نہیں جانتی اور......'' وہ ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''بہزاد صاحب صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ آپ کا ٹائم پاس ہو چکا ہے میرے متعلق سب جان لیا ہے اب کسی اور کو تلاش کر لیا ہو گا جبھی تو کنی کترا رہے ہیں میں ایس ایم ایس کروں تو جواب دیتے ہو، میں خود فون کروں تو مارے باندھے فون سنتے ہو۔''

''پلوشے بی ہیور یور سیلف کون سا ٹائم، کون سا ٹائم پاس کیا ہے میں نے تمہارے ساتھ، میں نے کبھی تم سے تمہاری پکس مانگی ہیں، نہیں کبھی نہیں کبھی تم سے فلرٹ کیا ہے، کبھی نہیں، کبھی تم سے اصرار کیا ہے کہ مجھ سے ملو، نہیں کبھی نہیں حقیقت یہ ہے مس پلوشہ میں زیادہ تر وقت تمہیں سنتا ہوں اس لئے نہیں کہ تم میری دوست ہو بلکہ اس لئے کہ تمہیں سننا مجھے اچھا لگتا ہے تمہاری ہر بات میرے ذہن میں حفظ ہو جاتی ہے۔''

''مجھے صرف ایک بات کا جواب چاہیے۔'' وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''کس بات کا؟''

''کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟'' وہ بدلحاظی سے بولی تھی، کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ بولا تھا۔

''ہاں بہت زیادہ۔'' اس نے بغیر لگی لپٹی جواب دیا تھا۔

''تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟'' اس نے دوٹوک انداز میں پوچھا تھا۔

''نہیں۔''

''کیوں میں غریب ہوں تمہاری جتنی پڑھی ہوئی نہیں ہوں اس لئے۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولی تھی۔

''نہیں اصل وجہ یہ ہے کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں تم بلند ہو اتنی کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تمہارے برابر کبھی آ پاؤں گا، تمہارے وجود کے سامنے مجھے اپنا آپ بودا بے مایہ سا لگتا ہے تم اتنی اصل ہو اتنی خالص ہو کہ میں نہیں چاہتا تمہارے جذبوں میں کھوٹ شامل ہو، میں تمہیں آلودہ نہیں کرنا چاہتا، پلوشہ۔'' وہ جذبات کی رو میں بہک کر جانے کیا کیا بولے جا رہا تھا، جبکہ وہ نا سمجھنے والے انداز میں اس کی باتیں سن رہی تھی۔

''بہزاد تم کیا کہہ رہے ہو مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا، تم مجھ سے محبت کرتے ہو لیکن شادی نہیں کرنا چاہتے کیوں؟'' اس نے ٹھوس لہجے میں پوچھا تھا۔

''میں خود کو تمہارے قابل نہیں سمجھتا۔'' اس نے بے لچک لہجے میں جواب دیا تھا۔

''طنز کر رہے ہو۔'' اس نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

''طنز نہیں کر رہا، حقیقت بیان کر رہا ہوں۔''

''حقیقت بتا رہے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ تم بہت پڑھے لکھے ہو اپنے پاؤں پر کھڑے ہو اس لئے تم نے ایک پڑھی لکھی لڑکی کے خواب دیکھے ہونگے میری جیسی عام شکل و صورت کی مالک ایف اے پاس لڑکی تمہارے معیار پر پوری نہیں اترتی، اصل وجہ یہی ہے مسٹر بہزاد جبھی تم پہلو تہی کر رہے ہو مجھ سے بھاگ رہے ہو۔''

''میں تم سے نہیں بھاگ سکتا پلوشہ چاہ کر بھی تمہیں خود سے دور نہیں کر پا رہا، میں مجبور ہوں بھول جاؤ مجھے میں جان بوجھ کر تمہیں سمندر کی بے مہر موجوں کے حوالے نہیں کر سکتا۔'' وہ بے بس لہجے میں بولا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کیسی مجبوری بتاؤ مجھے۔''

''اگر اپنی مجبوری بتا دی تو تم خود انکار کرو گی میرے چہرے پر تھوک دو گی مجھے چھوڑ دو گی، مجھے بھول جاؤ گی جب کبھی میرا خیال بھی تمہارے دھیان میں آئے گا نفرت سے سر جھٹک دو گی میں نہیں چاہتا پلوشہ تم مجھ سے نفرت کرو میں چاہتا ہوں تم عدنان سے شادی کر لو یہ نارسائی نارسائی ہی رہے نفرت اس نارسائی کو دھند کی طرح اپنی لپیٹ میں لے گی تو میں مر جاؤں گا، میں نارسائی کا عذاب سہہ سکتا ہوں لیکن نفرت کا طوق مجھے قبل از موت اس اذیت اس کرب میں مبتلا کر جائے گا۔''

''میں کبھی تم سے نفرت نہیں کر سکتی بہزاد کبھی نہیں۔'' وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

''تم یہی چاہتی ہو تو یہی سہی آر یا پار میرے مقدر میں بچھڑنا ہے تو پھر یہی سہی تم کبھی بھی میرے فلک کا ستارہ نہیں تھیں میں ہی پاگل تھا کہ چاند کی تمنا کر بیٹھا۔''

''بہزاد مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمہیں بہزاد عالم سے ملوانا چاہتا ہوں کل، تمہیں ابھی ایڈریس سینڈ کرتا ہوں جہاں میں رہتا ہوں مجھ سے ملنے آ جانا بے شک عدنان کو لے کر آ جانا یا اپنے بھائی کے ساتھ آ جانا، میں تمہیں بہزاد عالم سے ملواؤں گا اور پھر بتانا کہ تم مجھ سے شادی کرنے کو تیار ہو یا نہیں۔''

وہ خوش تھی بے حد خوش کم از کم وہ اس سے شادی کرنے پر تیار تو ہوا تھا، وہ بھی اس سے محبت کرتا تھا اس شدت سے جس شدت سے وہ اس کو چاہتی آئی تھی اس کے لبوں سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی بھابھی نے کتنی ہی بار اس کی بلائیں لے ڈالی تھیں اور آج آنٹی نسیم اور آمنہ بھابھی کی ہونے والی جھڑپ کو اس نے کتنے عرصے کے بعد انجوائے کیا تھا وہ سٹول پر چڑھ کر ان کی لڑائی سے لطف اندوز ہو رہی تھی کہ عقب سے آنے والی آواز نے اس کو حواس باختہ کر دیا تھا۔

''ماشاء اللہ دیوار پھر سے آباد ہو گئی کئی دنوں تک دہائیاں دیتی رہی ہے یہ جگہ آخر میں نے آج معرکہ کرا ہی دیا ماں اور بھابھی کے درمیان۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا تھا جبکہ وہ خجل سی ہو گئی تھی، وہ دونوں ہاتھ باندھے اس کو نظروں کی گرفت میں لے چکا تھا۔

''کافی عرصہ بعد جھڑپ ہوئی ہے دونوں میں۔'' وہ کھسیانی لہجے میں بولی تھی، شاید وصل یار کا موقع فراہم کرنا چاہ رہی تھیں۔

وہ آنکھوں میں روشنیوں کا ایک جہان آباد کیے اس کو دیکھ رہا تھا۔

''میں سوچ رہا ہوں اس دیوار میں سوراخ کرا دو، تم آرام سے سٹول پر بیٹھ کر مناظر دیکھنا اس سے تم تھکو گی بھی نہیں اور صحن میں ٹھہر کر میں تمہیں دیکھ ہی نہیں پاؤں گا۔'' وہ شرارت سے بولا تھا جبکہ وہ ڈھٹائی سے چائے پی رہی تھی۔

''پہلے پہل لگتا تھا کہ شاید تمہیں حاصل کرنا ناممکنات میں سے ہے لیکن اب لگتا ہے تم حیرت کے سمندر سے باہر نکل آئی ہو اچھی بات ہے۔'' وہ کہہ کر آگے بڑھنے لگا تھا جب اس نے پیچھے سے پکارا تھا۔

''عدنان تم میرا ایک کام کرو گے؟''

''جی جان سے کروں گا تم حکم تو کرو لیکن پلیز منگنی توڑنے کا مت کہہ دینا یہ کام میں افورڈ نہیں کر سکتا، تم آج میری ایک دوست کے گھر چلو گے؟'' اس نے اس کی بات ان سنی کر کے کہا۔

''کیا؟'' اس نے حیرت سے منہ کھولا تھا۔

''کیا ہوا تم لے جانا نہیں چاہتے۔''

''تم نے پہلی دفعہ کوئی کام کہا ہے اس لئے حیران ہو رہا ہوں اور کیوں نہیں لے کر جاؤں گا، کب چلنا ہے؟'' وہ بشاشت سے مسکراتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

''آج شام کو پانچ بجے چلیں گے۔''

''چلو ٹھیک ہے میں پانچ بجے آ جاؤں گا تم تیار رہنا۔'' وہ کہہ کر چلا گیا تھا اور وہ تین گھنٹے پہلے سے ہی تیار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

☆☆☆

جب عدنان اس کو لینے آیا تھا وہ تیار تھی ایک لمحے کو وہ مبہوت سا ہو گیا تھا نظریں تھیں کہ ہٹنے سے انکاری ہو گئی تھیں، ناگواری کی تند و تیز لہروں نے پلوشہ کی پیشانی پر ان گنت سلوٹیں ڈال دی تھی، لیکن وہ اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی اس لئے اس کی نظروں کی جسارتیں اس کے معنی خیز جملوں کو نظر انداز کر رہی تھی، وہ اس کو بہزاد کے بتائے ہوئے پتے پر لے آئی تھی، دو تین لوگوں سے پوچھنے پر وہ مطلوبہ مکان پر پہنچے تھے، عدنان سخت متعجب تھا کہ ایسی کون سی دوست ہے جس کا پتہ تک وہ ڈھنگ سے نہیں جانتی۔

''وہ اس جگہ شفٹ ہو گئی ہے اس لئے مجھے گھر کا ایڈریس معلوم نہیں تھا۔'' وہ خجل سی بولی تھی اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا، اس نے گیٹ بجایا تھا ایک نوعمر لڑکی باہر آئی تھی۔

''میں یہی کھڑا ہوں۔'' عدنان نے بائیک سائیڈ پر روک دی تھی اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا اور اس لڑکی کی راہنمائی میں اندر داخل ہو گئی تھی۔

''مجھے بہزاد صاحب سے ملنا ہے۔'' اس نے لڑکی سے کہا تھا، بہزاد کا گھر انتہائی خوبصورت تھا، دو انتہائی الٹرا ماڈرن لڑکیاں ڈرائنگ روم میں کہیں جانے کو بالکل تیار کھڑی تھیں، انہوں نے انتہائی تعجب سے اس کو دیکھا تھا ان کی نظروں میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ وہ سر تا پیر تک شرمندگی کی دبیز تہوں میں دھنستی چلی گئی تھی تبھی بہزاد مصروف سے انداز میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تھا اس کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا گویا اس کے یہاں آنے کی قطعی امید نہ رکھتا ہو لیکن اگلے ہی پل اس نے خود کو کمپوز کر لیا تھا۔

''پلوشے بیٹھو۔'' معاً بہزاد کو خیال آ گیا تھا وہ ابھی بیٹھی ہی تھی کہ ڈرائنگ روم سے ملحقہ کمرے سے دو لڑکے اور لڑکیاں برآمد ہوئے تھے ایک نے شرارت سے بہزاد کو کہا تھا۔

''ہم تو تمہیں بہت پرہیز گار سمجھتے تھے بہزاد آج روزہ توڑ دیا تم نے۔'' لڑکے نے انتہائی خباثت سے اس کو آنکھ مارتے ہوئے پلوشہ کی جانب اشارہ کیا تھا، پلوشہ کا روم روم لرز اٹھا تھا۔

''چلو بھئی دیر ہو رہی ہے پارٹی کا ٹائم سٹارٹ ہو گیا ہے اور تم لوگوں کی باتیں ہی ختم نہیں ہو رہیں۔'' ایک لڑکی نے انتہائی بے تکلفی سے لڑکے کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا، پلوشہ کو ایسا لگنے لگا تھا جیسے وہ بازار میں آ گئی ہو، کونے کھدروں سے لڑکے اور لڑکیاں برآمد ہو رہے تھے اس کو کچھ کچھ سمجھ آنے لگا تھا بہزاد کی کہی گئی باتیں ذہن میں گونجنے لگی تھیں، بہزاد اس کے چہرے کے پل پل بدلتے رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔

''میں چاہ کر بھی تمہیں دھوکہ نہیں دے پایا، تم سے محبت کرنا میرا غیر ارادی فعل تھا شروع شروع میں تمہیں طوطا کر ہا سنتا رہا ہوں پھر تمہیں سننا اچھا لگنے لگا تھا اور آخر میں صرف تمہیں سنتے رہنے کی خواہش راتوں کو جگانے لگی تھی۔'' وہ سر جھکائے دونوں ہاتھ آپس میں مسلتا ایسے لگ رہا تھا جیسے اپنے کسی گناہ کا اعتراف کر رہا ہو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''میں اس ماحول کا پروردہ ہوں جہاں کوئی کسی کا کچھ نہیں لگتا اور سب کچھ لگتا ہے یہاں میرا کوئی نہیں ہے اور سب میرے ہیں میں اس ماحول سے نہیں کٹ سکتا چاہ کر بھی نہیں کٹ سکا میں نے آنکھ کھولتے ہی اس ماحول کو دیکھا ہے اس ماحول سے نکل جانے کی خواہش ہر لمحہ میرے وجود کے اندر سر اٹھاتی ہے میں نے تمہیں جان بوجھ کر تمہیں یہاں نہیں بلایا تھا میں یہاں نہیں رہتا لیکن یہاں میری جڑیں دفن ہیں میں باقاعدگی سے یہاں آتا ہوں یہاں آنا میری مجبوری ہے، انہی لوگوں کی کمائی سے میں نے اپنی تعلیم مکمل کی ہے انہی لوگوں کی کمائی سے اپنی اکیڈمی اسٹارٹ کی ہے میں نے۔'' وہ بول رہا تھا جبکہ اس کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح بہہ رہے تھے، وہ اس کو کہانی سنا رہا تھا اور وہ اس کہانی کا انجام سوچ کر ہی آبلہ پائی کے سفر پر گامزن ہونے لگی تھی، اس کا دماغ ریل کی پٹڑی کی طرح شائیں شائیں کر رہا تھا، ایسے جیسے کوئی ریل گاڑی ابھی وہاں سے گزری ہو۔

''میں اپنی محبت سے دغا بازی نہیں کر سکتا تھا، جھوٹ بولنا میری سرشت نہیں ہے جبھی تو پہلی نظر میں ہی تمہیں پسند کرنے کے باوجود خاموش رہا تھا، کچھ چیزیں ہم چاہ کر بھی حاصل نہیں کر پاتے اور......''

''میں چلوں۔'' اس نے اس کی بات کاٹ دی تھی پتہ نہیں اس میں اتنی طاقت کہاں سے آئی تھی کہ وہ روتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور وہ بونچکا رہ گیا تھا۔

''کچھ چیزیں واقعی ہماری قسمت میں نہیں ہوتی بہزاد ہم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پاتے، کچھ بھی نہیں۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں تھی اور بہزاد جو کہ پہلے سے اس کہانی کا اینڈ جانتا تھا اس اذیت کے پل صراط سے گزر چکا تھا اب دوبارہ سے دکھ نارسائی اور نفرت کے پل صراط پر کھڑا تھا وہ جا چکی تھی جب کہ وہ خالی دامن خالی ہاتھ اس ڈرائنگ روم کو اس صوفے کو دیکھ رہا تھا جہاں وہ کچھ دیر پہلے براجمان تھی ابھی تو اس کی خوشبو کو اس نے اپنے اندر اتارا بھی نہیں تھا ابھی تو آنکھیں اس کے دید سے سیراب بھی نہیں ہوئی تھیں اور وہ جا چکی تھی کچھ دیر پہلے یہاں سب کچھ تھا اور اب کچھ بھی نہیں تھا اس نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے سامنے دیکھا جب واقعی اب کچھ نہیں بچا تھا سب کچھ مسمار و منہدم ہو گیا تھا اس کے خواب اس کی خواہشات اس کی محبت راکھ تھی کہ چاروں طرف سے اس کو گھیرے میں لے چکی تھی۔

پیار کے سمندر میں بھید بھید رہتا ہے
پیار کے سمندر میں ہر اترنے والے کو
کشتیاں نہیں ملتیں...... دور دور
تک جاناں دھوپ کی مسافت ہے
اور کہیں بھی پل بھر کو...... دھوپ کی مسافت
پر سائبان نہیں کھلتے

اس نے اپنی آنکھیں موند لیں تھیں لیکن آنکھوں کے کناروں سے کچھ سیال سا اس کا سب کچھ بہا کر لے جا رہا تھا۔

پیار کے سمندر میں ہر اترنے والے کو اس نے اونچا اونچا بولنا شروع کر دیا تھا، کشتیاں نہیں ملتیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

انسان عجیب ہوتے ہیں یا یہ زندگی؟ یہ بات میں آج تک سمجھنے سے قاصر ہوں شاید انسان ہی زندگی کو عجیب بناتے ہیں، ہمارے قول وفعل میں تضاد، اچھائیاں، برائیاں، فکروسوچ نہ صرف ایک شخص پر اثر انداز ہوتے ہیں، بلکہ ہماری زندگی سے جڑے دوسرے لوگ اور رشتے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں زوبیہ نے اپنی بھاوج نصرت سے کہا، اس دوران اس کی آنکھوں سے آنسو پل بھر کے لئے بھی خشک نہ ہوئے۔

نصرت جو کہ اس کی باتیں سن کر کسی گہری سوچ میں گم ہو گئی تھی ایک دم سے زوبیہ کے چہرے کی طرف دیکھا، جہاں اسے غم، فکر اور پریشانی کے علاوہ کچھ اور دکھائی نہ دیا اس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو گئی تھیں۔

زوبیہ جو کہ نصرت کے بچوں کی پھپھو تھی، اپنی بچیوں کے لئے اس کی فکر اور پریشانی دیکھ کر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی، اپنے شوہر کی وفات کے بعد ایک واحد سہارا صرف زوبیہ تھی جو کہ اس کے ہر اچھے برے وقت میں اس کا ساتھ دیتی، ورنہ اس کا جیٹھ جو کہ ان کے گھر کے ساتھ رہتا تھا اور دونوں گھروں میں ایک دیوار کے ہونے کے باوجود کبھی لاان کی خیر خیریت دریافت کرنے کی زحمت نہ کرتا، لیکن اب اسے پتہ نہیں کیا ہوا کہ یتیم بھتیجیوں کی یاد آئی ہے اور اس طرح آئی کہ اس کی دونوں بیٹیوں کا رشتہ اپنے بیٹوں کے لئے مانگ لیا یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کی منگنیاں ہو چکی ہیں۔

رشید اور فرید دو بھائی ہیں، رشید بڑا اور فرید اس سے چھوٹے تھے، ان کی دو بہنیں زوبیہ اور رافعہ شادی کر کے پیا دیس سدھار چکی۔

☆☆☆

رشید کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں اور فرید کا بیٹا تو کوئی نہیں، مگر اللہ تعالٰی نے اس کو اپنی رحمتوں سے نوازا ہے، سب سے بڑی بیٹی آمنہ جس کو بچپن میں ہی پولیو ہو گیا تھا بچاری اپاہج تھی اس کے بعد سدرہ، عائشہ، عذرا تھی۔

رشید کی طرح اس کی بیوی بھی چالاک اور تیز مزاج کی تھی اس وجہ سے اس کی سسرال میں بنی نہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے شوہر کو لے کر الگ ہو گئی، اس کے برعکس فرید کی طرح اس کی بیوی بھی دھیمی مزاج اور قدرے خاموش طبع تھی، اس وجہ سے ساس، سسر اور شادی سے پہلے نندیں انہی کے ساتھ رہتیں تھیں۔

روزی زرق کی فراوانی تو نہیں، مگر دل کی سرزمین اتنی وسیع تھی کہ اس میں ساس، سسر اور نندوں کے لئے بخوبی جگہ تھی فرید پھلوں کی ریڑی لگاتا تھا اور اپنی ہی علاقے میں گھوم پھر کر جو روپے پیسے کماتا شام کو بامشکل گھر کا چولہا جلتا۔

ایک دن ایسا آیا کہ فرید اپنی بیوی، چار بیٹوں کو اور ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر اس جہاں فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا اور خاکی چادر اوڑھ کر ایسا سویا کہ پیچھے باقی لوگوں کی زندگی اندھیر کر گیا، ماں اس کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکی اور کچھ ہی عرصے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔

نصرت چار جوان بیٹیوں اور بیمار سسر کا ساتھ اس زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے تنہا بچ گئی۔

انسان اس دنیا میں آتا ہے اور چلا جاتا ہے، لیکن اس کائنات کا نظام اسی طرح سے چل رہا ہے جو کہ ازل سے چلا آ رہا ہے، وقت سب سے بڑا مرہم ہے اپنے پیاروں کی جدائی برداشت کر کے اب جو زندہ لوگ اس کی زندگی سے

وابستہ تھے اس کے لئے اسے سوچنا تھا۔

نصرت کے محلے کے لوگ جو کہ اس کے حالات سے باخبر تھے انہوں نے ان کی مدد کرنی شروع کر دی، ایک بیوہ اور چار یتیم بچیوں کی مدد کرنا اس سے بڑھ کر نیک کام اور کیا ہو سکتا تھا کہ جن کے سر پہ نہ باپ کی شفقت ہے اور نہ بھائیوں کا سہارا۔

محلے کے لوگوں نے اتنی امداد کی کہ ان کا باپ کی کمی تو وہ پوری نہیں کر سکتے تھے مگر باقی ضروریات زندگی کے لئے انہیں کسی قسم کی پریشانی نہ تھی، باپ کی زندگی تو کبھی فاقے کی نوبت بھی آجاتی مگر اب اتنا ہوتا کہ پیٹ بھر کے کھانے کے بعد بھی بچا رہتا، اللہ کی حکمت اللہ جانے ہم تو صرف اس کے احکام کو مان کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکتے ہیں، وہ ذات پاک انسان کو وہی دیتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہو اور اتنا غم کہ جتنا وہ برداشت کر سکے۔

☆☆☆

”نصرت بھابھی اب آپ نے کیا سوچا بھائی رشید کو کیا جواب دینا ہے۔“ زوبیہ نے سبزی بناتی اپنی بھابھی نصرت سے پوچھا۔

نصرت نے ٹھنڈی سانس لی اور بولی۔

”اب تمام حالات تمہارے سامنے ہیں جب پہلے بھائی صاحب کو رشتے دینے کی بات کی تھی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تمہارا جہاں دل کرتا ہے اپنی بیٹیوں کی شادی کر دو، مگر اب جب کہ ان کی منگنی بھی ہو گئی ہے اب پھر وہ با ضد ہیں کہ میری بھتیجیوں پر میرا زیادہ حق ہے، اس لئے انہیں میں باہر رخصت نہیں ہونے دوں گا گھر کے بچیاں گھر رہیں تو اچھی بات ہے۔“

”مگر ان لوگوں کو کیا جواب دیں گے مجھے تو یہی فکر کھائی جا رہی ہے۔“ نصرت نے سر پکڑ لیا۔

”اور بھائی رشید تو کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ جہاں اپنی سدرہ اور عائشہ کے رشتے طے ہوئیں ہیں اچھے لوگ نہیں ہیں اور لڑکے بھی نشئی اور نکھٹو ہیں۔“ انہوں نے ساری معلومات کروا لی ہے، نصرت نے زوبیہ کو بتاتے ہوئے رائے لی۔

زوبیہ نے اپنی بھابھی کے چہرے کی طرف دیکھا اور دل میں سوچنے لگی کہ۔

”اے میری بھابھی آج کل کے اس دور میں بھی تو کتنی بھولی ہے، کہ لوگوں کی باتوں میں آ گئی، رشید میرا بھائی ہے میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں اس میں بھی اس کا کوئی مقصد ہو گا وہ مقصد کیا ہے یہ تو وقت ہی بتائے گا، ایسا شخص جس نے اپنے اکلوتے بھائی کی موت کے بعد بھتیجیوں، بیوہ بھابھی اور ماں باپ کی خبر نہیں لی، اس کڑے وقت میں جب اس کا باپ ضعیف اور باقی تمام عورت ذات تھیں کہ جس کے سر پر بھائیوں کا آسرا بھی ہیں وہ کیسے کمائیں گی اور کیسے کھائیں گی تو پھر اب یہ یکا یک ہمدردی، بات سوچنے والی ہے۔“ نصرت نے زوبیہ کو گہری سوچ میں گم پایا تو اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

”اب جو بھی کرنا ہے تم کرو اور سوچو میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔“

”آپ فکر نہ کریں بھابھی اللہ سب اچھا کرے گا انشا اللہ۔“ نصرت نے اثبات میں سر ہلا دیا اور سبزی لے کر پکانے کے لئے چولہے کی طرف بڑھ گئی۔

”اچھا بھابھی میں چلتی ہوں بچے سکول سے آ گئے ہوں گے میں پھر چکر لگاؤں گی۔“ زوبیہ نے اٹھتے ہوئے نصرت سے کہا۔

”میں کھانا بنا رہی ہوں کھانا کھا کے جانا۔“ نصرت نے پیچھے مڑ کر زوبیہ سے کہا۔

”نہیں بھابھی کھانا پھر کبھی کھا لوں گی اب

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں چلتی ہوں اور ہاں آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مگر اگر بھائی رشید دوبارہ بات کریں تو میں کیا جواب دوں۔" نصرت پریشانی سے بولی۔

"کچھ نہیں آپ کہہ دینا سوچ کر بتاؤں گی، پھر آگے دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے مجھے میری بھتیجیاں اپنی بیٹی کی طرح عزیز ہیں، بس آپ دعا کریں اللہ ان کے نصیب اچھے کرے اور انہیں خوش رکھے۔" نصرت نے با آواز بلند آمین کہا۔

☆☆☆

"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہے دے رہی ہوں کہ میں نے آپ کی پھوہڑ بھتیجیاں اپنے بیٹوں کے لئے نہیں لینی، غضب خدا کا نہ نماز، نہ قرآن نہ روزہ، چلو سکول ہی پڑھی ہوتیں مگر نہیں، طریقہ سلیقہ وہ ان کے پاس سے چھو کر بھی نہیں گزرا سارا دن فارغ پڑی رہتی ہیں اور گھر میں گھسو تو لگتا ہے گھر نہیں کسی کباڑیے کی دکان میں آ گئے ہوں، بھائی بندہ گھر بیٹھ کے گھر کو ہی صاف کر لے، کشیدہ کڑھائی انہوں نے خاک کرنا ہے۔"

"اچھا...... اچھا مجھے پتہ ہے مگر تو میری بات سمجھنے کی کوشش کر، یہ رشتے ہو جانے میں ہماری بہتری ہے۔" رشید نے ہاتھ ہلا کر اپنی بیوی کو روکتے ہوئے کہا۔

"نا میں پوچھتی ہوں کیا بہتری ہے کہ وہ آئیں بدسلیقہ میرے گھر میں اور میری اور میرے بچوں کی زندگی تباہ کرنے یا پھر اس امید پہ بیٹھوں کہ ان کو بیاہ لینے کے بعد میں بے فکری بیٹھی اللہ اللہ کرو اور وہ میرا گھر سنبھالیں گی اور میرے پاؤں بھی دبائیں گی، اونہہ۔" نازیہ نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"او نیک بختے میری بات کو سن لے پہلے ادھر آ میرے پاس بیٹھ میں تجھے سمجھاتا ہوں۔" رشید نے ہاتھ کے اشارے سے اپنی بیوی کو چارپائی پہ آ کر بیٹھنے کے لئے کہا۔

"بات تو میں سن لیتی ہوں مگر ایک بات یاد رکھنا میں انہیں بیاہ کے لانے والی نہیں، انسان کی اپنی روٹی پوری نہیں ہوتی پانچ جوان بچیوں کا ساتھ ہے، بڑی کو بیاہا تو وہ بھی اجڑ کر آ گئی، اب جبکہ دوبارہ شادی کی ہے پھر اپنے شوہر کے ہاتھ ہمارے گھر میں موجود ہے، کیا فائدہ ہوا اسے بیاہنے کا، اوپر سے دو اور لے آؤ، نہ گھر میں رہنے کے لئے مشکل سے اتنی جگہ ہے کہ اپنی سمائی مشکل ہے پھر انہیں کہاں رکھو گے کہاں سے کھلاؤ گے، بتاؤ مجھے؟" نازیہ دوپٹے سے چہرے پر آیا پسینہ صاف کرتے چارپائی پر آن بیٹھی۔

"ہاں یہی تو بات کرنی ہے کہ اگر ہم سدرہ اور عائشہ کو بہو بنا لیں تو تمام مسئلے حل ہو جائیں گے۔" رشید نے اپنی آواز کو سرگوشی میں بدلتے ہوئے کہا کہ کہیں بچیاں آواز نہ سن لیں، کیونکہ ایک کمرہ اور ایک چھوٹی سی بیٹھک پر مشتمل یہ گھر اتنا چھوٹا تھا کہ ایک طرف کمرہ، کمرے کے آگے بغیر برآمدے کے صحن اور پھر چھوٹی سی بیٹھک اور ساتھ میں غسل خانہ اور صحن میں ایک طرف کونے چھپر ڈال کر کچن بنایا گیا ہے جس کے نیچے بہ مشکل صرف کھانا پکانے والی بیٹھ سکتی تھی، چھوٹا سا اور پرانا گھر مگر صاف ستھرا، کیونکہ نازیہ شروع سے صفائی پسند تھی اور اپنی بچیوں کو بھی ایسی تربیت دی تھی۔

اتنے چھوٹے گھر میں دس سے گیارہ افراد موجود ہوں تو بندہ کوئی خفیہ بات نہیں کر سکتا اس لئے رشید نے اپنی آواز بہت دھیمی رکھی جو کہ صرف نازیہ سن سکے۔

"کیسی بہتری؟" رشید کی دیکھا دیکھی

نازیہ نے بھی اپنی آواز دھیمی کر لی اور رشید کی طرف ہمہ تن گوش ہو گئی۔

"دیکھو۔" رشید کھسک کر اس کے اور قریب ہو گیا۔

"اگر ہم فرید کی بچیاں اپنے بیٹوں کے لئے لے لیتے ہیں تو ان کا کوئی بھائی تو ہے نہیں جو کچھ بھی ہے وہ بیٹیوں کا ہے، یعنی یہ گھر وہ بھی ہماری طرف آ جائے گا، بڑی آمنہ تو لنگڑی ہے اس سے کون شادی کریگا، سدرہ اور عائشہ ہم لے لیں گے باقی بچی عذرا تو اس کی کہیں شادی ہونے سے پہلے ہم گھر پہ قبضہ کر لیں گے، اس کے علاوہ لوگ نصرت کو بیوہ اور بچیوں کو یتیم جان کر اتنا دیتے ہیں کہ اس کے پاس اچھی خاصی رقم اور دیگر اشیاء کی فراوانی ہے، اب تیرے سامنے ہے، سال بھر کی ضرورت سے زیادہ گندم، کپڑے، چاول، چینی، گھی، گوشت، دالیں یہاں تک سونے کی بنی چیزیں، موبائل، صدقہ خیرات، فطرانہ، پیسے ہر چیز خدا ترسی کر کے دے جاتیں ہیں۔"

"تجھے یاد نہیں تو نے ہی تو بتایا تھا کہ مس فاخرہ کی بیٹی مری تھی تو اس کا موبائل، سونے کی بالیاں اللہ واسطے اس کو دے گئی تھی اور وہ رضیہ کی بیوہ بیٹی مری تھی اس کی انگوٹھی، بالیاں اور موبائل بھی اسے ہی دیا تھا اور بھی لوگ ہیں جنہوں نے ایسی بہت سی چیزیں دی ہیں، روز گوشت پکاتی ہے اور اتنا ہوتا ہے کہ بچ جائے تو سامنے والوں کی فریج میں بھی رکھ آتی ہے۔"

"ہاں مجھے پتہ ہے پھر؟ پھر کیا یہ سب کچھ ہمیں دے دے گی۔" نازیہ نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

"دے نہیں دے گی سمجھو دے دیا، جب اس کی بیٹیاں ہمارے گھر آئیں گی سب تمام چیزیں بھی ہمارے گھر آ گئیں، ذرا سوچو۔" نازیہ سوچ گئی اور اثبات میں سر ہلاتی گئی اب اسے تمام بات سمجھ میں آ چکی تھی، کہ کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔

"مگر ایک مسئلہ ہے۔" نازیہ نے رشید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ کیا؟" رشید نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ نصرت تو بھولی بھالی سی ہے دوسرا بولتی بھی کم ہے، مگر وہ جو تیری بہن ہے نا وہ بڑی تیز ہے وہ کوئی رولا ڈالے گی اور نصرت اس کی مانتی بھی ہر بات ہے، اسی نے ان کا گھر سنبھال رکھا ہے کسی طرح زوبیہ بھی مان جائے نا پھر کوئی کام بن سکتا ہے۔"

"اس کی تو فکر نہ کرو میں نے سوچ لیا ہے کہ اس سے کیسے بات کرنی ہے۔" رشید نے بیوی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

رشید تو پہلے سے ساری پلاننگ کیے بیٹھا تھا، دولت اور چیزوں کی ہوس نے اس کی عقل پر پردے ڈال دیئے۔

اسے کچھ پتہ نہ چل رہا ہے تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے، ایسا گناہ جو کہ بخشش طلب نہیں، یتیم کا مال ہڑپ کرنا اور یتیم بھی اس کے بھائی کی بیٹیاں جن کا بوڑھے دادا جو کہ چارپائی پہ پڑا ہے اور اماں کے علاوہ کوئی سہارا نہیں، سہارا ہے تو صرف اللہ کا جس نے لوگوں کو وسیلہ بنایا اور ان کے سروں پر رحمت کا سایہ کیا۔

☆☆☆

"دیکھو زوبیہ تو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، میں بچیوں کا تایا ہوں، وہ میرے مرحوم بھائی کی نشانیاں ہیں، ان کا کوئی بھائی تو ہے نہیں جوان کی اتنی دور جا کر خبر لے صرف نصرت ہے جو کہ عورت ذات ہے تن تنہا۔" رشید نے خلاف

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

توقع اپنی آواز میں محبت اور شیرینی گھول کر بہن کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''مگر بھائی ان کی منگنیاں......''

''او منگنیاں ہوئیں ہیں کوئی نکاح تو نہیں ہوا اور میں نے ساری معلومات کی ہے ان کے بارے میں وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔'' زوبیہ کی بھائی کے چہرے کی طرف اس طرح دیکھا جیسے اسے کوئی شک ہو۔

''تو کیا سمجھتی ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔'' رشید نے زوبیہ سے نظریں چراتے ہوئے کہا، شاید زوبیہ کی نظروں کا اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔

''وہ جیسے تیری بھتیجیاں ہیں ویسے میری بھی ہے، میں ان کی بہتری کے لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ بھی ان کے باپ کا گھر ہے، مجھ میں اور ان کے باپ میں کوئی فرق ہے، بھائی ہیں ہم، خون ایک ہے، پھر نصرت اکیلی عورت اس کو بھی سہولت ہو گی گھر کی بچیاں گھر میں رہیں گی۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مگر وہ رہیں گی کہاں اس گھر میں تو آپ بھی بڑی مشکل سے رہتے ہیں، پھر ان بچیوں کا سامان کم از کم ایک ایک کمرہ تو ہو ان کے لئے اور آپ کے پاس ہیں بھی دو کمرے تو وہ کہاں رہیں گی۔''

''اس کا بھی حل سوچ لیا ہے، وہ دونوں یہاں اس گھر میں رہیں، ہم نے اپنے لئے قریب ہی کرائے کا گھر دیکھ لیا ہے، رات کو ہم وہاں سو جائیں گے اور ان کو یہاں اپنی بچیوں کے پاس۔'' زوبیہ گہری سوچ میں پڑ گئی، وہ کسی فیصلے پر پہنچنے سے قاصر تھی، فیصلہ مشکل تھا، اسے بچیوں کی فکر تھی کہ ان کا مستقبل کا وقت ان کے لئے خوشیاں لائے۔

''کس سوچ میں پڑ گئی ہے، وہ میری بھی بچیاں ہیں میں وعدہ کرتا ہوں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی، نصرت کی تو ہاں ہے بس اب تو بھی ہاں کر دے اور بسم اللہ پڑھ کے شادی کی تیاریاں شروع کریں بس اگلے مہینے ہی شادی کی کوئی بھی تاریخ رکھ لیں گے گھر کی بات تو ہے۔''

آج رشید زیادہ خوش اخلاق اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا، بہر حال کسی نہ کسی طرح زوبیہ بھی چپ کر گئی اور سب فیصلے اپنے مالک پر چھوڑ کر ہامی بھر لی۔

☆☆☆

ہاں ہونے کی دیر تھی اب دونوں گھر ایک ہو گئے، دونوں گھروں کے درمیان دیوار میں سے دروازہ نکال لیا گیا، آنا جانا، کھانا پکانا شادی کی تیاریاں مل جل کر ہونے لگی، نصرت کے پاس جو کچھ بھی تھا اب دونوں خاندان مل کر اسے استعمال کرنے لگے کوئی فرق نہ تھا، رشید خراب صحت اور جسمانی نقاہت کے باعث کوئی کام نہیں کر سکتا تھا، ایک بیٹا رکشہ چلاتا تھا اور دوسرا لاہور میں کسی فیکٹری میں کام کرتا جہاں سے مہینے کے چھ سے سات ہزار کماتا جو کہ گھر سے دور رہ کر سارا پیسہ ادھر ہی خرچ ہو جاتا، گھر کا خرچ رکشے کی قلیل آمدنی اور بہنوں کی محنت سے چلتا جو کبھی کپاس چنتی اور سبزیاں توڑ کر کماتی۔

اس لئے اس ایک دو ماہ میں ان کے وارے نیارے تھے سارے اخراجات نصرت کے کاندھوں پر ڈال کر شادی کی تیاریوں میں مگن تھے، پہلی سیڑھی پر قدم پڑتے ہی انہیں اپنے منصوبے حقیقت کا روپ دھارے نظر آئے اور رشید اور نازیہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے اپنی فتح پر نازاں اور خوش تھے اور یہ سوچے بنا کہ یہ فتح مندی ان کے لئے جہنم کا گڑھا ہے، صرف چند مادی اشیاء اور

کھانے کی فراوانی کے سامنے وہ اپنی آخری زندگی تاریک کرنے پر تلے تھے، کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر۔

☆☆☆

شادی ہو گئی دونوں بچیاں ایک گھر سے دوسرے گھر آ گئیں، کافی سارا جہیز کے سامان کے ساتھ جو کہ محلے کے لوگوں نے اپنی بساط کے مطابق ان یتیم اور بے سہارا بچیوں کو دیا تھا، سب نے اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق اس بیوہ عورت کی خوب مدد کی اور نصرت دل سے زبان سے ان تمام ساتھ دینے والے لوگوں کی بے حد ممنون تھی۔

پہلے پہل تو تمام گھر والے رات ہوتے ہی کرائے کے گھر میں چلے جاتے اور صبح ہوتے ہی آ جاتے مگر کچھ دنوں بعد ہی انہوں نے نصرت پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ بیٹی اور داماد کو ایک کمرہ دے یہ شروعات تھیں گھر پر قبضہ جمانے کی۔

''اگر نصرت ایک کمرہ دے دے تو کیا قیامت آ جائے گی، اس کی بیٹی اور داماد ہے آخر ان کا حق نہیں ہے، ہمارے سے روز نہیں جایا جاتا دوسرے گھر۔'' نازیہ نے رشید سے کہا۔

''میں نے نصرت سے بات کی ہے، اگر مان گئی تو ٹھیک ہے ورنہ لے جائے اپنی دونوں بیٹیوں کو، ہمارے گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔'' رشید نے نازیہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا کہتی ہے وہ۔'' نازیہ نے پوچھا۔

''کہتی ہے کہ گھر میں دو کمرے ہیں ایک میں سامان اور ابا سوتا ہے اور دوسرے میں ہم ماں بیٹیاں انہیں کون سا کمرہ دوں۔''

''جو بھی دے جیسے بھی دے یہ اس کی ذمہ داری ہے۔'' نازیہ غصے سے کہتی ہوئی اندر چلی گئی۔

☆☆☆

نا چاہتے ہوئے بھی نصرت کو بیٹیوں کی خاطر یہ کام کرنا پڑا، عائشہ اس کا شوہر رات کو اس کمرے میں سوتے اور نصرت بیٹیوں کو لئے کچن نما جھونپڑی میں رات گزارتی۔

''اس مسئلے کا حل ہوتے دوسرا مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ لڑکیاں جہیز کم لائی ہیں یہ کم ہے، وہ نہیں ہے، اس کے بغیر بھی کوئی گزارا ہے۔'' نازیہ بڑے طنزیہ لہجے میں کہتی۔

''بیٹیا دو دے دیں فریج اور واشنگ مشین ایک ہی ہے، کبھی کہتی برتن کم ہیں، انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ بیوہ عورت کتنا جہیز دے سکتی ہے، نہ اس کا کوئی کمانے والا اور لے آنے والا، جو کچھ بیٹیوں کو دیا وہ محلے والے اور رشتے داروں کی مہربانی تھی، مگر ان کی آنکھوں پر بندھی لالچ کی پٹی انہیں کچھ دیکھنے اور مادی چیزوں کی ہوس کچھ سوچنے سے مفلوج کیے ہوئی تھی۔''

پھر روز روز کے طعنے، لڑائیاں اور سب سے بڑھ کر لڑکیوں کا پھوہڑ پن کو لے سدرہ اور عائشہ واپس اپنی ماں کے گھر جا بیٹھیں۔

☆☆☆

عائشہ امید سے تھی، اس خبر نے بھی ان کے دلوں کو موم نہ کیا، ان کے شوہر بھی اب ماں کے زبان بولنے لگے تھے کہ۔

''تمہاری ماں نے تمہارے ساتھ ناانصافی کی ہے، چھوٹی جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی اس کے لئے اتنا سامان اور برتن سنبھالے بیٹھی ہے مگر تمہیں کیا دیا۔'' عائشہ سر نیچا کیے اپنے شوہر کی باتیں سنتی رہی۔

''نہیں ایسا نہیں ہے، عذرا جس باجی کے گھر کام کرتی تھی اس نے ہر ماہ پیسے دینے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بجائے اکٹھے کرکے ہر دفعہ اسے کوئی نہ کوئی چیز رکھنے کے لئے لے دیتی ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے میں سب جانتا ہوں۔" اس کے شوہر کے ذہن میں بھی ماں کی باتیں نقش تھیں اس لئے بلند آواز میں چلایا۔

"یہ سب اس لئے ہے کہ وہ پھپھو زوبیہ کی بہو ہے، اس نے عذرا کا نکاح اپنے بیٹے سے کیا کردیا تم اس کی طرف لڑھک گئیں، اگر اس نے ایک کا نکاح کیا ہے تو ہم بھی دور رخصت کرکے لائیں ہیں۔"

"اس نے صرف نکاح کروایا ہے اور پتہ نہیں رخصت کروائے گی یا نہیں اور جب سے اس کا نکاح زوبیہ پھپھو کے بیٹے سے ہوا ہے، تیری ماں بڑا اسے بدر سے قرآن اور کتابیں پڑھنے بھیج دیتی ہے اور تمہیں کلمہ بھی نہیں آتا، پتہ نہیں مسلمان بھی ہو کہ نہیں۔" عائشہ کا شوہر ہتک آمیز لہجے میں کہتا باہر نکل گیا۔

☆☆☆

عائشہ بچی کی پیدائش تک اپنی ماں کے پاس رہی اس دوران اس کے دیکھ بھال، پیدائش پر خرچ اس کی صحت کے حساب سے خوراک اول سے آخر تک کا سارا خرچ برداشت کیا کیسے یہ وہ جانتی تھی یا اس کا خدا، سسرال والوں نے تو خبر ہی نہ لی اور نہ بچی کی، پیدائش پر آئے۔

پورے ڈیڑھ سال دونوں بہنیں ماں کے در پر بیٹھی رہیں اس دوران رشید کی طبیعت خراب رہنے لگی، علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہوا بلکہ اور صحت خراب ہوگئی کہ چارپائی پر لیٹا دیکھے تا۔

چھ ماہ مرض سے لڑتے لڑتے جب اس امید ٹوٹ گئی تب اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوا۔

احساس گناہ، احساس ندامت سے چور ہو کے آخر اسے اپنی بھتیجوں کا خیال آیا ان سے معافی مانگی اور گھر واپس لے آئے، بچوں کو گھر آئے دو دن ہی ہوئے تھے کہ رشید اس دنیا سے چلا گیا، سدرہ اور عائشہ اپنے گھر میں ہیں، تمام عورتوں کی طرح وہ بھی اپنی ساس کی باتیں سن کر برداشت کرنے کی کوشش کرتیں رہیں۔

ساس کے وہی طعنے، وہی لڑائی، کبھی جہیز کی کمی کا طعنہ، کبھی کوئی کام کا سلیقہ نہ ہونے پر نشتر اور کبھی دین اور دنیا دونوں طرح کے علم سے بے بہرہ ہونے کی شکایت، مگر زندگی گزر رہی ہے اور گزر جائے گی کوئی سرا، کوئی موڑ تو ہے جہاں ختم ہو جاتی ہے گھر میں مردوں کی نہ ہونے کی وجہ سے نصرت سے بچوں کو گھر کی چار دیواری میں مقید رکھا جس کی وجہ سے وہ نہ سکول جاسکی اور نہ دنیوی تعلیم حاصل کرسکیں۔

مگر آج کے دور میں بچوں کا پڑھا لکھا ہونے کے ساتھ ساتھ امور خانہ داری کا آنا لازمی ہے، معصوم لڑکیاں پرایا دھن، دوسرے گھر جانا ہوتا ہے، اس لئے دینی و دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ گھر کے تمام کاموں میں ماہر ہونا چاہیے۔

جو ماہر ہیں انہیں سانس نہیں لینے دیا جاتا، جو نہیں ہیں وہ تو گئیں جہاں سے۔

☆☆☆

القرآن

مومنوں کی بات اس کے سوا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی ہیں فلاح (دو جہاں) کی کامیابی پانے والے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے پس وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (النور ۵۱_۵۲)

فرح طارق، لاہور

حدیث شریف

اللہ (عزوجل) کی عنایتوں، رحمتوں اور بخششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر تاجدار مدینہ سرور قلب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ (عزوجل) اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندے کی طرف اپنی نظر فرما دے تو اسے کبھی عذاب نہ ہوگا اور ہر روز دس لاکھ گنہگاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے ان کے مجموعہ کے برابر اس ایک رات میں آزاد کرتا ہے پھر عید الفطر کی رات آتی ہے، ملائکہ خوشی کرتے اور اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے۔

"اے گروہ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کرلیا؟"

فرشتے عرض کرتے ہیں۔

"اس کو پورا اجر دیا جائے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔"

نازیہ عمر، پشاور

تلاوت قرآن

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا۔

"کیا وصیت فرمائیں۔"

آپ نے فرمایا کہ۔

"اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یہ چیز تمہارے پورے دین اور تمام معاملات کو ٹھیک حالت میں رکھنے والی ہے۔"

میں نے کہا۔

"اور کچھ فرمائیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"اپنے آپ کو قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر کا پابند بنالو تو خدا تمہیں آسمان پر یاد کرے گا اور زندگی کی تاریکیوں میں یہ دونوں چیزیں تمہارے لئے روشنی کا کام کریں گی۔" (مشکوۃ)

سعدیہ عمر، وہاڑی

اقوال نبی ﷺ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

- O کسی بھائی کی حاجت برآوری کرنے والا ایسا ہے کہ گویا تمام عمر اللہ کی خدمت میں گزاری ہو۔
- O جو شخص اسلام سے پہلے بات کرے اس کا جواب ہرگز نہ دو جب تک وہ سلام نہ کرے۔
- O سلام میں سبقت کرنے والے کو تیس اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔
- O جب تو جنازہ کے ہمراہ جائے تو مردہ کے غم سے زیادہ اپنا غم کر اور خیال کر کہ وہ ملک الموت کا منہ دیکھ چکا ہے اور تجھے ابھی دیکھنا ہے، وہ موت کی تلخی کا مزہ چکھ چکا ہے اور تجھ پر ابھی باقی ہے۔
- O تو بوڑھوں کی تعظیم کر اللہ تعالیٰ نوجوانوں کو توفیق دے گا کہ تیری تعظیم کریں جب کہ تو بوڑھا ہو۔
- O تو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، مظلوم کی مدد ظالم سے اس کو چھڑانا اور ظالم کی مدد، اس کو ظلم سے باز رکھنا ہے۔
- O جس کو مسلمان کا غم نہیں وہ میری امت میں سے نہیں۔

ثمن حنا، کوٹ عبدالمالک

مشعلِ راہ

- ☆ کسی پتھر سے محبت نہ کرو یہ نہ ہو کہ اس کے موم ہونے تک خود پتھر بن جاؤ۔
- ☆ اچھے دوست کی دوستی ایک چھت کی مانند ہے جو آپ کو دھوپ اور بارش سے بچاتی ہے۔
- ☆ سب کچھ کھونے کے بعد اگر آپ میں حوصلہ باقی ہے تو سمجھ لیں کہ آپ نے کچھ نہیں کھویا۔
- ☆ جب کسی کا ماضی اور حال لٹ چکا ہوتا ہے تب بھی اس کا مستقبل محفوظ ہوتا ہے۔
- ☆ انسان پھول کی مانند ہے جس کو دیکھا جا سکتا ہے، توڑا جا سکتا ہے، مگر سمجھا نہیں جا سکتا۔

فرحین ملک، دھوریہ

چاہت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، ہوگا وہی جو میری چاہت ہے، اگر تم کر لیا تو نے اپنی چاہت کو اس میں جو میری چاہت ہے تو میں تجھے وہ بھی دے دوں گا جو تیری چاہت ہے ورنہ میں تجھے تیری چاہت میں رسوا کر دوں گا۔''

زاہدہ ساجد، لاہور

عقل کی باتیں

۱۔ کسی آدمی کے برا ہونے کی علامت یہ بھی ہے کہ وہ گمان کرنے لگے کہ میں اچھا ہوں۔

۲۔ جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ دل ایمان سے خالی ہے۔

۳۔ اس دن پر رو جو تیری عمر کا گزر گیا اور اس میں تو نے کوئی نیکی نہیں کی۔

۴۔ کم بولو کہ اس میں تمہاری شخصیت پوشیدہ ہے۔

۵۔ کسی کا بھید تلاش نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ درگزری کو پسند کرتا ہے۔

۶۔ آپس میں تحفے دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

۷۔ اپنی گستاخی کا اعتراف بھی عبادت ہے۔

۸۔ کسی کو حقیر نہ جانو ہو سکتا ہے وہ تم سے زیادہ خدا کے قریب ہو۔

رابعہ نورین، فیصل آباد

اللہ کا رحم

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے، ان میں ایک عورت بھی تھی، جس کا شیر خوار بچہ گم ہو گیا، وہ ماما کی ماری ایسی بے چین تھی کہ جس بچے کو پا لیتی اسے ساتھ لگا کر دودھ پلانے لگتی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حال دیکھ کر صحابہ کرامؓ سے پوچھا۔

''کیا تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں خود اپنے ہاتھ سے بچے کو آگ میں جلا دے؟''

انہوں نے عرض کیا۔

''ہرگز نہیں خود پھینکنا تو درکنار وہ آپ گرتا ہو تو یہ اپنی حد تک اسے بچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچے کے لئے رکھتی ہے، وہ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔'' (بخاری شریف)

فوزیہ غزل، رسالہ شیخوپورہ

اقوالِ زریں

- O زیادہ خوشحالی اور زیادہ بدحالی برائی کی طرف لے جاتی ہے۔
- O جو شخص اپنے لئے خزانہ جمع کرتا ہے وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ غریب اور جو شخص بے سروسامان مفلس ہے وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ دولتمند ہے۔
- O رشتے اپنائیت کے ہوں یا خلوص کے اتنے ہی نازک ہوتے ہیں جتنے کہ آبگینے ذرا سی ٹھیس لگی تو ٹوٹ گئے، بدگمانی نے سر ابھارا تو چکنا چور ہو گئے، پھر ان پر کیا اعتماد کیا مان۔
- O جو زخم تمہیں دوسروں نے دیئے انہیں بھول جاؤ مگر جو زخم تم نے دوسروں کو دیئے انہیں یاد رکھو۔
- O خدا کی چکی بہت آہستہ آہستہ چلی ہے لیکن بڑا باریک پیستی ہے۔

نگہت اکرم، لاہور

جامع نصیحت

حضرت ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا۔

''اے اللہ کے رسولؐ! مجھے نہایت مختصر اور جامع نصیحت فرما دیجئے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔

''جب تم اپنی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو دنیا کو چھوڑ کر جانے والا ہو اور اپنی زبان سے ایسی بات نہ نکالو کہ اگر قیامت میں اس کا حساب ہو تو تمہارے پاس کچھ کہنے کے لئے نہ رہ جائے اور لوگوں کے پاس جو کچھ مال و اسباب ہے اس سے بالکل بے نیاز ہو جاؤ۔'' (مشکوٰۃ)

ہما شاہ، لاہور

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سدرہ سعید ---- ملتان

س: عین غین جی آپ کی محفل میں پہلی مرتبہ شرکت کررہا ہوں؟

ج: خوش آمدید۔

س: ارے......ارے پریشان کیوں ہوگئے؟

ج: کہ اب تم پاس آکر بات کرتے ہوئے جو تھوک کی بوچھاڑ کرو گے وہ ناقابل برداشت ہے۔

س: یہ تمہاری ٹانگیں کیوں کانپ رہی ہیں؟

ج: اس کے ساتھ سر بھی چکرا رہا ہے تمہیں دیکھ کر۔

س: منہ تو بند کرلو، مکھی چلی جائے گی؟

ج: تمہارے منہ سے اڑے گی تو کہیں جائے گی۔

س: اگلے ماہ پھر ملاقات ہوگی تیار رہنا؟

ج: اگلے ماہ پھر......

اقرا علی ---- ساہیوال

س: آج کل وہ میرے خواب میں بہت آتے ہیں، کیوں؟

ج: ڈرانے کے لئے۔

س: عین غین جی زندگی کن چیزوں کے بغیر ادھوری لگتی ہے؟

ج: جو خواب میں آتی ہوں۔

س: اس نے کہا آپ کی آنکھیں ریاضی کے سوالوں کی طرح ہیں کیا آپ کو لگتی ہیں؟

ج: مجھے تو جیومیٹری کی شکلوں کی طرح لگتی ہیں۔

س: محبت مختصر کیوں ہوتی ہے؟

ج: اس کے لئے کہ ہجر کے لمحات بہت طویل ہوتے ہیں۔

س: عین غین جی آپ کی مرغی لنگڑی کیوں؟

ج: اس لئے کہ اس کی دوسری ٹانگ آپ نے ہضم کرلی تھی۔

فضہ ملک ---- کمالیہ

س: دھنک کے تو سات رنگ ہوتے ہیں بتایئے میک اپ کے بعد ایک خاتون کے چہرے پر کتنے رنگ ہوتے ہیں؟

ج: ایک ہی رنگ ہوتا ہے فخر کا۔

س: جھوٹ اور سفید جھوٹ میں کیا فرق ہے؟

ج: جھوٹ آپ خبرنامہ میں سنتے ہیں اور سفید جھوٹ سرکاری ترجمان کے بیان میں ہوتا ہے۔

حنا اسلام ---- کھاریاں

س: عین غین حنا کی محفل میں میاؤں میاؤں (میں آؤں)؟

ج: ٹھہر جاؤ پہلے دودھ سنبھال لیں۔

س: ع سے آپ عاجز اور غ سے غافل ہو، سچ کہاں ناں؟

ج: تم اور سچ......

س: ع سے عقل اور غ سے غائب؟

ج: کس کی......تمہاری؟

س: دولت ہاتھ کی میل ہے پھر اس کو کوئی اتارتا کیوں نہیں؟

ج: ہاتھ سے اتار کر جیب میں نہیں رکھتے کیا۔

س: چاند سب کے ماموں ہیں کیا سارے

ماموں گنجے ہوتے ہیں، ماموں؟

ج: سب کا ماموں نہیں ہوتا کسی کسی کا ہوتا ہے چندا۔

فرح طاہر ---- میاں چنوں

س:

کچھ حاصل وصول کیے بغیر
کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں
اوروں کے دل آباد کرنے کے لئے
گل اپنے چراغ کرتے ہیں

ج:

میری وفاؤں کا اگر صلہ ہوتا
پھر نہ زندگی سے ہمیں گلہ ہوتا
پھر نہ کرتے چاند کی جستجو ہم
اگر وہ شخص ہمیں ملا ہوتا

ام حبیبہ ---- لاہور

س: ارے آپ اپنے ناخن کیوں چبا رہے ہیں؟

ج: چبا نہیں رہا سہلا رہا ہوں، تم نے ہاتھ اپنے منہ میں ڈال کر چبانا شروع کردیا۔

س: آنکھیں اتنی لال کیوں ہورہی ہیں؟

ج: اگر تم لال شیشوں والی عینک اتار دو تو تمہیں صحیح نظر آئے۔

س: شعلوں پہ کیوں لوٹ رہے ہیں؟

ج: اگر بندے کو درد ہو تو اس کا اظہار بھی نہ کرے۔

س: ارے......ارے یہ کیا ہوا؟

ج: کچھ نہیں تمہارے کاٹے کا نشان ہے۔

تنزیلا رفیق ---- فیصل آباد

س: بھائی کہتے ہیں بڑوں کو جواب نہیں دیتے مگر آپ تو کسی کو نہیں چھوڑتے؟

ج: آپ سوال ہی ایسا کرتے ہو کہ جواب دینا پڑتا ہے۔

س: تیرا کمال ہے کہ ہر جواب دل میں اترے؟

ج: شکر ہے جواب دل میں اتر جاتا ہے ورگرنہ تم تو ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیتے ہو۔

س: شعر کا جواب دیں؟

اور بھی چاہنے والے ہیں بہت
کیوں مگر اس جیسا نہیں ملتا
جس میں نظر آتا تھا اپنا آپ مجھ کو
ان چہروں میں وہ چہرہ نہیں ملتا

ج: شعر کا جواب شعر میں۔

جدا ہوئے کہیں بہت لوگ ایک تم بھی سہی
اب اتنی بات پہ کیا زندگی حرام کریں

شہزیب احسن ---- سرگودھا

س: ایک فقیر یہ آواز لگا رہا تھا کہ زمین چپ ہے، آسمان چپ ہے اس شہر کا اب ماجرہ کچھ ہے کیا مطلب ہے اس کی صدا کا؟

ج: اس لئے پوچھ لیا ہوتا۔

س: جنگل میں ٹارزن شیو کیسے بناتا ہے جیسے آپ؟

ج: ساحل کے قریب آکر۔

عظمیٰ نعمان ---- جھنگ

س: عین غین جی سنا ہے آپ چھوٹے بچوں کی طرح ہر وقت روتے رہتے ہیں؟

ج: کبھی بہلا ہی دو۔

س: آج کل آپ نے کون سا کاروبار سنبھال رکھا ہے؟

ج: حنا کی محفل۔

س: حنا میرا فیورٹ رسالہ ہے کیا آپ کا بھی؟

ج: میرا بھی تو ہے۔

س: دیکھا ہماری چوائس کتنی ملتی ہے؟

ج: کس سے ملتی ہے تمہاری چوائس۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

روبینہ مسعود ---- رحیم یار خان

میں ایسے شخص کی معصومیت پہ کیا لکھوں
جو مجھ کو اپنی خطاؤں میں بھی بھلا ہی لگا
نہ میرے لطف پہ حیراں نہ اپنی الجھن پر
مجھے یہ شخص تو ہر شخص سے جدا ہی لگا

....

جبر کے شہر میں ظلمت سے بغاوت کر دو
اپنی ہاتھوں کو جینے کی ضمانت کر دو
رونا حالات کا یوں روتے رہو گے کب تک
بیڑیاں کاٹ کے پیروں کی قیامت کر دو

....

گھر کے ہنگاموں نے چہروں کی ضیائیں لوٹیں
بھولتے جاتے ہیں بچے بھی شرارت کرنا
ٹوٹ جائے نہ کہیں ضبط کا بندھن مجھ سے
میں تو آیا ہوں تیری آنکھ کا دریا لینے

فرح سعید ---- دھوریہ

ماہ کامل نہ سہی ماہ وش کہہ دو ہمیں
اک یہی مل جائے اعزاز ماہتاب
کچھ پل ہی مسکرا دے اے دوست
میری وفا کا کوئی تو انعام ہو

....

موسم موسم آنکھوں کو اک سپنا یاد رہا
صدیاں جس میں سمٹ گئیں وہ لمحہ یاد رہا
قوس قزح کے رنگ تھے سارے اس کے لہجے میں
ساری محفل بھول گئی وہ چہرہ یاد رہا

....

میرے ہونٹوں کے مہکتے نغموں پہ نہ جا
میرے سینے میں کئی اور بھی غم پلتے ہیں
میرے چہرے پہ دکھاوے کا تبسم ہے مگر
میری آنکھوں میں اداسی کے دیے جلتے ہیں

فوزیہ غزل ---- سیالکوٹ

دعا کرو مجھے یہ ہنر نہ آئے کبھی
ہزار چاہوں مگر میں تجھے بھلا نہ سکوں

....

عمر بھر جن کی وفا داری کرو
ساتھ لمحوں میں چھوٹ جاتے ہیں
خواب تو پل دو پل کے ساتھی ہیں
آنکھ کھولو تو ٹوٹ جاتے ہیں

....

تجھے اب عرش سے اس فرش پہ آنا ہو گا
دعا وہ سننے جو آسمان سے لوٹ آئی

نازیہ وحید ---- فیصل آباد

میں اس کی ذات میں کھوئی ہوئی ہوں
زمانے میں وہ مجھ کو ڈھونڈتا ہے
مجھے معلوم ہے وہ میں ہوں اجر
اکیلے میں وہ جس سے بولتا ہے

....

پیچھے نہ ہٹو چلتے ہی رہو
کیا ہوا جو رستہ دشوار ہے
ابھی خزاں ہے تو فکر کیسی
اس سے آگے تو بہار ہے

....

دل سے دل کا ہے رشتہ محبت
جان سے جان کا ہے ناطہ محبت

ادھورا ہے جیون اس کے بنا
زندہ رہنے کا ہے بہانہ محبت

سندس فیصل ---- مظفر گڑھ

رشتے مانگیں سچا ساتھ
سچے ساتھ کا مطلب پوچھے
ہر رشتے کی اوٹ میں جلتی
آدھی میں اور میری ذات

....

تو نے دیکھا ہے منڈیروں پر چراغوں کو فقط
میں نے جلتا ہوا ہر دور میں انسان دیکھا

....

تم نے کہا تھا لوٹ کے آؤ گے اک دن
میرا کمرہ نرگس کے پھولوں سے بھرتا جاتا ہے
زمانہ لگتا ہے امید و ناامید کے موسم میں
آنے کا موسم تو بس اک پل کا ہوتا ہے

سارا نعیم ---- پشاور

سچ کہا ہے تم نے زندگی اس طرح سے بہتی ہے
کسی کی آنکھ میں رہی کسی کے لہجے میں جیتی ہے
کسی اور ذائقے سے آشنا کب ہے غزل
وہ آنکھ جو رنج و غم کے آنسو پیتی ہے

....

تجھے پا کر خوش نہیں ہیں ہم
شاید پچھلی محبت کے آثار باقی ہیں
راستوں میں اب تک کچھ کھوجتی ہے نظر
کسی کے گئے ہوئے کا انتظار باقی ہے

....

جا کہ ابھی ضبط کا موسم نہیں گزرا
آ جا کہ پہاڑوں پہ ابھی برف جمی ہے
خوشبوؤں کے جزیروں سے ستاروں کی حد تک
اس شہر میں سب کچھ ہے بس اک تیری کمی ہے

صائمہ سعید ---- جھنگ

ایک مدت سے میری سوچ کا محور تو ہے
ایک مدت سے میری ذات کے اندر تو ہے
میں تیرے پیار کے ساحل پہ کھڑی ہوں تنہا
میری الفت میری چاہت کا سمندر تو ہے

....

اگر ہم سے محبت تھی ہمارا مان تو رکھتے
تم اپنے لوٹ آنے کا کوئی امکان تو رکھتے
ستارے ٹانک دیتے آنسوؤں سے تیرے آنچل پر
تیری راتیں ہیں روشن اتنا اطمینان تو رکھتے

....

تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں دل سوختہ کیوں ہوں
تم اپنے سامنے اک دن مرا دیوان تو رکھتے

رابعہ نورین ---- ملتان

اب میں یہ کہہ سکتا ہوں
ہجر کے صدمے سہہ سکتا ہوں
تو بچھڑا تو میں نے جانا
میں تنہا خوش رہ سکتا ہوں

....

احباب کو رہی میرے عیبوں کی جستجو
میں پرخلوص ان کے ہنر تولتا رہا

....

ایک لفظ جو میں بنا دیتی ہوں انجانے خوف سے
شاید وہ تیرا نام ہے جو میرا قلم خود بخود لکھتا ہے

ارج گل ---- لیہ

دلوں کو مدھم کرتی ہے یہ تیری روشنیاں
اندھیرے میں رہ کر دل روشن کرنے کا گر سیکھ

....

یہ دل کی راہ پہ اڑتا غبار کس کا ہے
وہ جا چکا ہے پھر انتظار کس کا ہے
نہیں وہ اپنا مگر اس کی راہ بھی دیکھوں
دل و نظر پہ بھلا اختیار کس کا

....

تم سے کیسا رابطہ رکھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہ ملے ہو نہ فاصلہ رکھا
نہیں چاہا کسی کو تمہارے سوا
تم نے ہم کو بھی پارسا رکھا
ثمینہ گلناز ---- سکھر

پھول خوشبو کو ہوا میں ذرا گہرا لکھنا
سات رنگوں میں کبھی اس کا سراپا لکھنا
تتلیاں رنگ لئے پھرتی ہیں چاروں جانب
کتنا مشکل ہے بہاروں کا قصیدہ لکھنا

....

اپنی افسردہ مزاجی کا برا ہو قتیل
واقعہ کوئی بھی ہو آنکھ کو بھر جانا ہے

....

تم جہاں بھی جاؤ میرا پیار تمہیں بلائے گا
چاہے گا کوئی ہم جیسا پیار نہ دے پائے گا
تیرا غم مجھے بھی ہوگا ہم بھی روئیں گے
سوچ لے مجھ سے زیادہ تو پچھتائے گا
رانیہ خرم ---- سرگودھا

نجانے کب کوئی مجھ کو یہ بات بتلا دے
قریب رہ کر بھی جس نے مجھے جدا رکھا

....

کسی کے چہرے پر نہ دیکھے ہم نے وہ آثار
کہ کسی سے حال ہمارا پوچھا ہو
میرا وہم سہی لیکن کہیں ایسا نہ ہو
بچھڑ کر مجھ سے وہ خود کو سزائیں دیتا ہو

....

ان کی عادت ان کی فطرت بن گئی ہے دو رخی
داد بھی دیتے رہیں کرتے رہیں بے داد بھی
باغباں کا گھر سجائیں غنچہ و گل توڑ کر
باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی
فرحینہ رحمن ---- کمالیہ

آندھیاں سی چل رہی ہیں خواب و خیال میں
امید کا دیا جلاؤں کیونکر اجڑا ہے وفا کا شہر

....

دے گیا ہے اک لمحہ وہ آگہی مجھے
نہ برسوں میں ہو پاتی جو آشکاری مجھے
اگر میں پہلے جان جاتی اس کی چالاکی
نہ اب کہ ہو پاتی یہ بے قراری مجھے

....

محبت موسموں کی قید سے آزاد ہوتی ہے
سنو سورج نکلنے کا کوئی موسم نہیں ہوتا
ابھی بھی یاد آئے تو نگاہیں بھیگ جاتی ہیں
پرانی راکھ جلنے کا کوئی موسم نہیں ہوتا
علینہ طارق ---- لاہور

وہی بزم ہے دھوم ہے عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو اسی چاند کی جو تہہ مزار چلا گیا

....

میں اسے چھو نہ سکوں یہ طے شدہ تو نہیں
بڑا نفیس بدن ہے مگر ہوا تو نہیں
میں اس سے جھک کر ملوں یہ ناممکن ہے
وہ مجھ سے بڑا ہے مگر خدا تو نہیں

....

وہ جھوٹ ہی سہی مجھے یوں بھی عزیز ہے
کہتا تھا جو بھی اس نے کہا میرے سامنے
کل تک جو آئینے سے بھی نازک مزاج تھا
محسن وہ شخص ٹوٹ گیا میرے سامنے
نازیہ تحسین ---- جھنگ

مری تنہا سفری میرا مقدر تھی فراز
ورنہ اس شہر تمنا سے تو دنیا گزری

....

وہ حسیں ہم سے خفا ہو تو غزل ہوئی ہے
درد سا دل میں اٹھا ہو تو غزل ہوئی ہے
بکھرے بکھرے سے تیرے گیسوئے عنبر افشاں
بھیگی بھیگی سی فضا ہو تو غزل ہوئی ہے

☆☆☆

بلقیس بھٹی

برڈ فلو

والد نے بیٹے سے پوچھا۔
''بیٹا! آج آپ سکول کیوں نہیں گئے؟''
بیٹے نے جواب دیا۔
''بابا جان! مجھے برڈ فلو ہو گیا ہے۔''
''بیٹا! برڈ فلو تو مرغیوں کو ہوتا ہے۔''
''بابا جان! اب میں انسان کہاں رہا ہوں ماسٹر صاحب روز مجھے مرغا بنا دیتے ہیں۔''

زاہدہ ساجد، لاہور

فہرست

تاجر نے اپنے ایک تاجر کو خط لکھا۔
''اگر آپ پرانے بل ادا فرما دیں تو ادارہ آپ کا ممنون ہوگا۔''
گاہک نے خط کے جواب میں لکھا۔
''آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اپنے قرض خواہوں کی تین فہرستیں مرتب کر رکھی ہیں۔
اول: جن کے بل فوراً ادا کیے جائیں گے۔
دوم: جن کے بل پھر کبھی ادا کیے جائیں گے۔
سوم: جن کے بل کبھی ادا نہیں کیے جائیں گے۔
''آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ آپ کے خط کے شائستہ لہجے کی وجہ سے آپ کے ادارے کا نام تیسری فہرست سے کاٹ کر دوسری فہرست میں درج کر دیا گیا ہے۔''

فوزیہ غزل، رسالہ شیخوپورہ

مجبوری

ہائی وے پر سفر کرتے ہوئے ایک صاحب یہ دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے کہ ایک سائیکل سوار ان کی گاڑی کے عین پیچھے چلا آ رہا تھا، وہ رفتار بڑھاتے ہوئے سو کلومیٹر فی گھنٹہ تک لے گئے لیکن سائیکل سوار نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا، بالآخر وہ حیرت کے مارے رک گئے اور کھڑکی سے سر باہر نکال کر بولے۔
''یقین نہیں آ رہا تم دنیا کے سب سے تیز سائیکلسٹ ہو، لیکن میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟''
''پیچھا......؟'' حواس باختہ سائیکل سوار نے ہانپتے ہوئے کہا۔
''جناب! میرے سائیکل کا مڈگارڈ آپ کی گاڑی کے پچھلے بمپر میں پھنسا ہوا ہے۔''

رابعہ نورین، فیصل آباد

خربوزہ

ایک خوش مزاج امریکی پاکستانی مارکیٹ میں آیا اور پھل خریدنے کے لئے ایک خربوزہ اٹھا کر شرارت سے بولا۔
''یہاں اتنا بڑا سیب پیدا ہوتا ہے؟''
دکاندار نے سرد نگاہوں سے امریکی کو گھورا اور بولا۔
''یہ انگور ہے، خریدنا ہے تو خریدو ورنہ رکھ دو۔''

فرزانہ سعید، سرگودھا

شکاری

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ایک شکاری معمول کے مطابق بچوں کو آپ بیتی سنا رہا تھا، بچے بڑے غور سے سن رہے تھے۔

''اس ویران جنگل میں، میں تنہا اس شیر کا مقابلہ کر رہا تھا، میں نے مضبوطی سے بندوق پکڑ رکھی تھی۔''

''پھر کیا ہوا؟'' ایک بچے نے پوچھا۔

''پھر میں آہستہ آہستہ دبے پاؤں آگے بڑھا، یکدم شیر میرے آگے آگیا اور......''

''پھر......؟'' دوسرے بچے نے پوچھا۔

باری باری سب بچے یہی الفاظ دہراتے۔

''پھر...... پھر کیا ہوا؟''

''پھر...... ہاں پھر شیر میرے سامنے آگیا، میں شیر کے سامنے، شیر نے مجھے دیکھ کر گھورا۔''

''پھر کیا ہوا؟'' ایک بچے نے جلدی سے پوچھا۔

''پھر کیا ہونا تھا شیر نے مجھے کھالیا۔''

اُم ربا، ڈی جی خان

غضب کیا

شوہر کو اپنی حسین بیوی سے صرف ایک ہی شکایت تھی کہ گھر صاف نہیں کرتی تھی، ہر چیز گرد میں اٹی رہتی تھی، شروع شروع میں شوہر کو بیوی کی اس عادت سے سخت تکلیف رہی، آخر وہ بھی عادی ہوگیا اور بیوی سے شکایت ترک کر دی۔

ایک دن گھر داخل ہوا تو بیوی نے گھر صاف کر رکھا تھا، جب وہ لکھنے والی میز پر پہنچا تو اس نے سخت شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

''رضو! یہ میری میز کی گرد کس نے صاف کر دی ہے؟''

''میں نے...... کیوں جی کیا ہوا؟'' وہ حیران ہوئی۔

شوہر نے کہا۔

''یہ کیا غضب کر دیا میں نے تو اس پر ٹیلی فون نمبر لکھ رکھے تھے۔''

فرخ حیدر، لاہور

بندہ نواز

ایف اے کے ایگزام ہو رہے تھے، اردو کے امتحانی پرچے میں ایک شعر دیا گیا، جس کی تشریح کرنی تھی، شعر کچھ یوں تھا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

ایک طالب علم جو کہ اپنی قومی زبان سے بالکل نابلد تھا، اس نے اپنی فہم و فراست سے اس مشکل ترین شعر کی آخر تشریح کر ہی لی جو کچھ یوں تھی۔

''کہتے ہیں کسی زمانے میں ایک بادشاہ تھا محمود، جس کا ایک غلام تھا ایاز، ایک دفعہ بادشاہ محمود اپنے دشمن کے ساتھ جنگ کر رہا تھا لڑتے لڑتے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، محمود نے اپنے دشمن سے درخواست کی کہ ذرا ٹھہر جائیں ہمیں نماز ادا کر لینے دیں پھر باقی ماندہ لڑائی کریں گے۔'' دشمن نے اس کی درخواست قبول کر لی۔

اس طرح مسلمانوں نے جلدی جلدی صفیں باندھیں اور نماز پڑھنے لگے، اتفاق سے جب صفیں باندھی جا رہی تھیں تو محمود اور ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے، یہ بالکل لاشعوری طور پر ہوا اور نہ شاید ایسا نہ ہوتا۔

اب جبکہ وہ اپنی عبادت میں مشغول تھے، دشمن کو کسی نے بتایا کہ اگر مسلمان نماز پڑھ رہے ہیں تو بالکل بے جان اور موم کے پتلے ہوتے ہیں، اگر ان کو اس حالت میں قتل کر سکو تو ٹھیک ورنہ یہ تم سب کو مار دیں گے، دشمن نے موقع بہتر جانا اور شروع سے لے کر آخر تک سب کا صفایا کر دیا، یوں وہاں نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز۔''

علینہ طارق، لاہور

قابلِ رحم

مرزا صاحب میرے پرانے جاننے والوں میں سے ہیں۔

ایک روز میں کسی کام سے جا رہا تھا تو ان سے سامنا ہو گیا، مرزا صاحب کی حالت بہت ابتر تھی کپڑے پھٹے ہوئے تھے، منہ سے خون بہہ رہا تھا اور ناک، منہ سوجے ہوئے تھے۔

مجھ سے رہا نہ گیا میں نے آگے بڑھ کر ان کا حال احوال پوچھا اور کہا۔

''آیئے مرزا صاحب! میں آپ کو، آپ کے گھر تک چھوڑ آؤں۔''

''رہنے دیجئے جناب! آپ کی بڑی مہربانی، دراصل میں اس وقت گھر ہی سے آ رہا ہوں۔'' مرزا صاحب نے جواب دیا۔

نازیہ عمر، پشاور

ترکیب

نکاح کے وقت موجود گواہوں اور استغاثہ کے بیان سننے کے بعد جج نے کہا۔

''گواہوں کے بیان سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ملزم نے گزشتہ کئی سالوں سے اپنی بیوی پر ظلم روا رکھا اور اسے اپنا غلام بنا کر رکھا۔''

''جناب عالی! دراصل بات یہ ہے کہ۔''

ملزم نے بات شروع کی۔

''مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم اپنی بیوی کو غلام بنانے میں کیسے کامیاب ہوئے۔''

شہریب احسن، سرگودھا

شناخت

ایک سکھ سے کسی نے پوچھا۔

''سردار جی! انڈیا کے جھنڈے میں اورنج کلر تو ہندوؤں کی شناخت کا ہے وہائٹ عیسائیوں کا اور گرین مسلمانوں کا ہے آپ کا اس میں کیا ہے؟''

''جھنڈے کے کپڑے کے ساتھ لگا ہوا ڈنڈا کس کا ہے؟ اجی وہ تو ہمارا نشان ہے جس کی وجہ سے ہم انڈیا میں رہ رہے ہیں۔''

لائبہ رضوان، فیصل آباد

چوائس

ایک نوجوان کو چرچ میں پہلی بار دیکھ کر پادری نے کہا۔

''بڑی خوشی کی بات ہے، آپ نیکی کے راستے پر آ گئے ضرور آپ کی دیندار بیوی نے آپ کو یہاں آنے کی تلقین کی ہو گی۔''

نوجوان بولا۔

''جی ہاں مجھے دو باتوں سے میں سے ایک کو چننا تھا، آپ کا وعظ سنوں یا اس کو۔''

مہناز فاطمہ، خوشاب

یوں بھی ہوتا ہے

فرسٹ ائیر کی طلبہ و طالبات کو انگلش کے ٹیچر لیکچر دیتے ہوئے کہنے لگے۔

''تم میں جو بھی ایک لفظ کو دس مرتبہ دہرا... گا تو وہ لفظ ہمیشہ کے لئے تمہارا ہو جائے گا۔''

پہلی لائن میں کھڑی خوبصورت لڑکی... فوراً دہرانا شروع کر دیا، ناصر...... ناصر...... ناصر......

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صائمہ محمود

وریشا کنول: کی ڈائری سے ایک نظم
''کمی تو نہیں''
ایک کے بچھڑ جانے سے
کمی تو نہیں زندگی میں
بس
ذات کے ایک حصے میں
وجود کے ایک علاقے میں
اک خلا سا ابھر آیا ہے

رابعہ حیدر: کی ڈائری سے ایک نظم
چاہتوں کا دیا کیوں بجھا دیا
میری وفاؤں کا کیا صلہ دیا
ہو گئے برباد محبت کے کھیل میں
سب کچھ کھویا کیا پالیا
لوگ تو خوش تھے ہم کو دے کر دکھ
ہاتھوں میں تھا ہاتھ تمہارا
کیوں پھر چھڑا لیا
اب جینا ہے مشکل تیرا بھی میرا بھی
ہجر کی آگ میں خود بھی جلے
ہم کو بھی جلا دیا
اک اک پل ڈستا ہے سانپ بن کر
کیسے گزرے گی زندگی بن تیرے

حنا سلام: کی ڈائری سے خوبصورت نظم
''ہمیشہ یاد آتے''
کچھ لمحے ایسے جو ہمیشہ یاد آتے
جن میں خوشیاں اور چاہتیں ہوں
ہونٹوں پہ مسکراہٹیں
دلوں میں کونپلیں
لگتا ہے اک خوشگوار سا موسم
جب مل بیٹھے ہم اور تم
آنکھوں میں شکوے
باتوں میں لطیفے
بولتے جب ہم خلوص کی زبان
اے دوست کروں کیسے میں بیاں
محبتوں کا سمندر
ہے میرے اندر
کچھ لمحے ایسے جو ہمیشہ یاد آتے ہیں
جن میں خوشیاں اور چاہتیں ہوں

فرح رضا: کی ڈائری سے ایک نظم
نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں
نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آ سکے
میں وہ ایک مشت غبار ہوں
میرا رنگ روپ بگڑ گیا
میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا
میں اس کی فصل بہار ہوں
پے فاتحہ کوئی آئے کیوں
کوئی چار پھول چڑھائے کیوں
کوئی آ کے شمع جلائے کیوں
میں وہ بے کس کا مزار ہوں
میں نہیں ہوں نغمہ جانفزا
مجھے سن کے کوئی کرے گا کیا
میں بڑے برگ کی ہوں صدا
میں بڑے دکھی کی پکار ہوں

فریدہ خانم: کی ڈائری سے خوبصورت نظم
''پھر سے بچے بن جائیں''
اے کاش کہ ہم تم
پھر سے بچے بن جائیں
میں جب چاہے تم سے مل سکوں
تم سر عام مجھے پکار سکو
میں تم سے جھگڑوں، ضد کروں
تم مجھ کو مناؤ بسکٹ سے
میں تمہاری بال چھپا سکوں
تم میری گڑیا گم کر دو
میں تمہاری شکایت کروں ماما سے
تمہیں مار پڑے تو چھڑواؤں
لڑ لڑ کے صلح ہو جائے
اک دوجے سے سوری کہلائیں
کوئی ڈر نہ ہو زمانے کا
کس تہمت کا، رسوائی کا
اے کاش کہ ہم تم
پھر سے بچے بن جائیں

نور افزا: کی ڈائری سے ایک نظم
سونی سونی تھی فضا
میں نے یوں ہی
اس کے بالوں میں گندھی خاموشیوں کو چھولیا
وہ مڑی
تھوڑا ہنسی
میں بھی ہنسا
پھر ہمارے ساتھ
ندیاں، وادیاں، بادل
پھول، کونپل، شہر، جنگل
سب کے سب ہنسنے لگے
اک محلے میں
کسی گھر کے، کسی کونے میں
چھوٹی سی ہنسی نے
دور تک پھیلی ہوئی دنیا کو روشن کر دیا ہے
زندگی میں زندگی کا رنگ پھر سے بھر دیا ہے

اُم ربا: کی ڈائری سے ایک غزل
سینے میں خنجر کی نوک چبھوتی ہیں
کچھ یادیں بھی کتنی ظالم ہوتی ہیں
بچپن میں یہ بات مجھے معلوم تھی
میں جب ہنستا ہوں یہ آنکھیں روتی ہیں
دل میں آ کر تم مت گننے لگنا
میرے اندر کتنی قبریں سوتی ہیں
میرا حال خدا ہی بہتر جانے ہے
مجھ بن دن ہنستے ہیں راتیں روتی ہیں

زرینہ گلنار رانا: کی ڈائری سے ایک غزل
باقی ہے وحشتوں کا ابھی سلسلہ بہت
یعنی ہے میرے نصیب میں رتجگا بہت
ہارے نہیں ہیں ہم بھی شب ہجر سے ابھی
کاری ہیں وار ادھر تو ادھر حوصلہ بہت
لگتا ہے اس کی چاپ کے کھلنے کو ہیں گلاب
ویسے تو ہے اداس ابھی راستہ بہت
دشت جنوں میں رقص کیا ہم نے عمر بھر
ورنہ تھا نارسائی کا اک واقعہ بہت
ندرت وہ اک خواب ہمیں بھولتا نہیں
اگرچہ اس ایک خواب کو سوچا نہ تھا بہت

سباس گل: کی ڈائری سے خوبصورت نظم
مہکتے رنگوں، چمکتی صبحوں
کھلتے پھولوں کے
گلستان میں
نئے برس کے تمام لمحے
تمہیں سنگ اپنے لئے چلیں۔
تو
میں یہ سمجھوں گی کہ
رب نے میری سب دعائیں
تمہارے حق میں قبول کی ہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مریم ماہ منیر: کی ڈائری سے ایک خوبصورت نظم

''مجھ پر تم یہ اعتبار رکھنا''

کبھی منزلوں کی راہوں پر
کبھی کوئی رکاوٹ آئے تو
کبھی کوئی دکھ تڑپائے تو
تمہاری آنکھیں کبھی ہوں نم
تو بے شک مجھے تم پکار لینا
پر اک کہنا میرا تم ماننا
نہ تم کبھی حوصلہ ہارنا
نہ دل کو کبھی اپنے میلا کرنا
اور صرف خدا پر یقین رکھنا
تو منزل تمہارے قدم چومے گی
اگر پھر بھی منزلوں کی راہوں پر
تمہارا دل بے قرار ہو تو
بے شک مجھے تم پکار لینا
مگر کبھی دنیا کی پرواہ نہ کرنا
کہ ان کا کام ہے حسد کرنا
بس تم اپنی لگن کم نہ کرنا
بس تم اپنی لگن کم نہ کرنا
خود کو ہر دم مضبوط رکھنا
اور مجھ پر بس یہ اعتبار رکھنا
کہ تم میری دعاؤں میں شامل ہو

فوزیہ غزل: کی ڈائری سے ایک بہترین غزل

گزرتے ماہ و سال بھی اداس کر کے جاتے ہیں
آنے والے لمحوں کے خیال بھی ڈراتے ہیں
پچھلے موسم بھی کہاں راس ہم کو آئے تھے
آنے والی رتوں کے خوف بھی ستاتے ہیں
بھول جانا ہی اگر رسم زندگانی ہے
تو پھر آج ایسا کرتے ہیں تم کو بھول جاتے ہیں
نیند کی سرزمین پر ہم جیسے آوارہ دل
ہر روز خواب کی فصل نئی اگاتے ہیں
میری سرد پیشانی پر آج تک تیرے پیار
کے دو چمکتے چاند ہر پل جگمگاتے ہیں
تم نے سچ کہا تھا جدائیوں میں جی نہ پاؤ گی
تمہارے جانے کے اندیشے ساری رات جگاتے ہیں
درد کو بہاؤ کو غزل راستہ کون دیتا ہے
پلکوں کے دریچے سے ہی غم اپنے گراتے ہیں

نرگس سمیع: کی ڈائری سے ایک غزل

انا کی راہ پہ جس دم اٹھے تھے قدم
تمام عمر پہ محیط تھے وہ لمحات صنم
ٹھہرا ہوا تھا آنکھ میں جو طوفان صنم
ہماری ذلت کا رکھے ہوا تھا وہ بھرم
شکست روح کا جس دم ٹوٹا بھرم
آہ جو سن لیتے ہو جاتے آپ مائل بکرم
آئی ہے یاد جس دم جب آپ کی صنم
ہونے لگا ہے آنکھ کا ہر گوشہ نم
جائیں گے جس دم میں عدم ہم
ہو گا تب ہی روح کا گریہ ختم
آئیں ہیں یاد جب بھی لمحات جدائی
جمنے لگی ہے آنکھ میں پھر شبنم

علینہ طارق: کی ڈائری سے خوبصورت نظم

''سکون کا امین''

گھپ تاریکی میں اور کس قدر سناٹا
دل کی دھڑکن سنائی دیتی ہے
رات کا پچھلا پہر
اپنے دامن میں سمیٹے
کتنے دکھ
ان گنت بے حساب
کیسا پیغام یہ دیتا ہے
چاہنے والوں کے نام
جینے والوں کے نام
کہ مجھ کو دیکھو کتنی اذیت سجی ہے میرے ماتھے پر
میں کتنا خاموش ہوں

☆☆☆

قیمہ بھرے کریلے

اشیاء	
قیمہ	ایک کلو
کریلے	ایک کلو
نمک	ایک چائے کا چمچ
مرچ	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
سوکھا دھنیا	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر	آدھا پاؤ
ادرک	ایک چوتھائی
پیاز	آدھا کلو
انار دانہ	آدھا چمچ
ہری مرچ	چار عدد
ہرا دھنیا	حسب ضرورت

ترکیب

قیمہ کو سل پر باریک پیس لیں، پیاز اتنی باریک کاٹیں کہ قیمہ کی طرح ہو، ادرک، ہری مرچ، دھنیا، ٹماٹر ہر چیز باریک باریک کاٹ لیں اور گرم مصالحہ، سفید زیرہ، سوکھا دھنیا باریک پیس لیں، کریلے کو چھری سے کھرچ کھرچ کر اتنا چھیل لیں کہ اس پر سے چھلکا ختم ہو جائے اور چھلکا باریک رہ جائے، اندر کے بیج وغیرہ نکال دیں، اب اس پر نمک لگا کر اسے تھوڑی دیر کے لئے دھوپ میں رکھ دیں، (اگر نہ بھی رکھیں تو کوئی مضائقہ نہیں) اسی طرح کم از کم ایک گھنٹہ کریلے پڑے رہنے کے بعد انہیں خوب ہاتھ سے ملیں اور بہت سے پانی سے دھو ڈالیں۔

اس طرح ان کی کڑواہٹ ختم ہو جائے گی، خیال رہے کہ دھوتے وقت یا چھیلتے وقت ان کا چھلکا ٹوٹے نہیں اب کریلوں کا پانی اچھی طرح نچوڑ دیں، قیمہ میں سب پسی ہوئی چیزیں، کٹا ہوا مصالحہ ملا دیں اور کریلوں کو اس قیمے سے بھر کر سوئی دھاگہ سے سی دیں۔

اب ایک فرائی پین میں گھی کڑکڑائیں اور اس میں کریلے ڈالتے جائیں، آنچ اتنی ہلکی ہو کہ کریلے تلنے میں ایک گھنٹہ ضرور لگے، جتنی ہلکی آنچ پر کریلے سرخ کئے جائیں گے اتنے ہی مزیدار ہوں اور اتنی ہی ان کی کڑواہٹ کم ہو گی۔

اب ایک دوسرا فرائی پین لے لیں، اس میں تھوڑا گھی ڈال کر بچا ہوا قیمہ اس میں ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر اسے پکائیں، قیمہ سرخ نہیں ہونے پائے، بلکہ تھوڑا سا تلنے کے بعد اسے ڈھکن دے کر دم پر لگا دیں، اب ایک ڈش لے کر اس کے چاروں طرف کریلے سجا دیں اور بیچ میں قیمہ ڈال دیں قیمہ بھرے کریلے تیار ہیں۔

بگھارے بینگن

اشیاء	
لمبے بینگن	آدھا کلو
سوکھا دھنیا	ایک کھانے کا چمچ
خشخاش	ایک کھانے کا چمچ
ناریل	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
مرچ	ایک چائے کا چمچ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہلدی	آدھا چائے کا چمچ
پیاز	ایک پاؤ
لہسن	بارہ جوے
ادرک	آدھا چھٹانک
لیموں	ایک عدد
ہرا مصالحہ	آدھا پاؤ
گھی یا تیل	ایک کپ

ترکیب

بینگن دھونے کے بعد چار عدد نشان اس میں لگائیں لیکن پورے کاٹیں نہیں اب اس میں نمک لگا کر کچھ دیر پڑا رہنے دیں، پھر دھو کر اس میں سرخ مرچ، نمک اور ہلدی لگا دیں اور آدھا گھنٹہ تک پڑا رہنے دیں۔

سوکھا دھنیا، خشخاش اور ناریل علیحدہ علیحدہ سل پر باریک پیس کر سب ملالیں، پیاز لچھے دار کاٹ کر تل لیں، پیاز کا رنگ صرف ہلکا سنہری ہونا چاہیے اور لہسن بھی ثابت ہی تل لیں، تلی ہوئی پیاز اور لہسن کو ہاتھوں میں مسل کر اس میں ادرک، دھنیا، پودینہ، ہری مرچ باریک کاٹ کر ملا دیں، پھر یہ سب مصالحہ گھی میں تل کر نکالیں اور اسی گھی میں تھوڑا سا اور گھی ڈال کر بینگن ڈال دیں۔

جب بینگن چاروں طرف سے اچھی طرح بھن کر سرخ ہو جائیں تو مصالحہ بھی ڈال دیں اور پانی کا آدھا کپ ڈال کر بھونیں، پھر تھوڑا سبز دھنیا ڈال کر دم پر لگا دیں، چند منٹ کے بعد اتار لیں اور اب اس میں لیموں کا رس نچوڑ کر ڈالیں، بہت لذیز بینگن بنیں گے۔

آلو کے کباب

اشیاء

آلو	ایک کلو
گھی	ڈیڑھ پاؤ
دہی	ایک پاؤ
بیسن	آدھا پاؤ
مرچ سیاہ سرخ	چھ چھ ماشے

ترکیب

پہلے آلوؤں کو ابالئے اور چھیل کر اچھی طرح ملئے، تاکہ خوب باریک ہو جائیں، اس کے بعد تمام مصالحہ پیس کر ملا دیجئے اور پیاز کو بگھار کر ملائیے اگر پتیلی میں ملانا چاہیں تو گول کباب بنا کر پتیلی میں پکائیے اور اگر شامی کباب پسند ہوں تو ٹکیاں بنا کر گھی میں تلیئے۔

قیمہ بریانی

اشیاء

چاول	آدھا کلو
قیمہ	آدھا کلو
گھی	ڈیڑھ کپ
پیاز	ایک پاؤ
لہسن	ایک گٹھی
ادرک	آدھی چھٹانک
گرم مصالحہ	ایک تولہ
ہرا دھنیا	چند پتے
پودینا	چند پتے
سرخ مرچ	حسب ذائقہ
ہری مرچ	چند عدد
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب

پیاز کو لچھے دار کاٹ لیں، لہسن باریک پیس لیں، ادرک کاٹ لیں، چاول نمک ڈال کر ابال لیں، ہرا مصالحہ کاٹ لیں، گرم مصالحہ پیس لیں۔

اب دیگچی میں گھی ڈالیں اور کٹی ہوئی پیاز اس میں ڈال کر بادامی ہونے تک تلتے جائیں، جب پیاز بادامی ہو جائے تو قیمہ ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر بھونتے جائیں۔

جب خوب بھن جائے تو اس پر پسا ہوا لہسن

اور ادرک ڈال دیں۔

پھر نمک اور سرخ مرچ ڈالیں اور بھونتے جائیں، تھوڑا بھوننے کے بعد اس پر ٹماٹر ڈال دیں اور تھوڑا سا پانی ڈال کر دم پر لگا دیں۔

پانی خشک ہو جانے کے بعد پھر بھونیں، جب قیمہ گھی چھوڑ دے تو اس پر پسا ہوا گرم مصالحہ اور ہرا مصالحہ کاٹ کر ڈال دیں۔

اب اس تیار شدہ قیمے پر چاول ڈال کر دم دے دیں، اگر چاول زیادہ سخت لگیں تو ایک کپ دودھ ڈال دیں، قیمہ میں گھی کم ہونا چاہیے، کیونکہ آدھا گھی چاول دم پر لگاتے وقت ڈالنا چاہیے، اس سے چاول زیادہ نرم اور خوش ذائقہ ہوں گے دم آنے پر بریانی اتار لیں، ڈش میں نکالتے وقت خیال رکھیں کہ چاول اور قیمہ سب مل کر ایک سا نہ ہو جائے۔

تھوڑا تھوڑا سا قیمہ چاولوں میں ملا دیں اور باقی ڈش کے درمیان رکھیں اور چاروں طرف چاول بھر دیں۔

قیمے کے اوپر ابلے ہوئے انڈے کاٹ کر حسب پسند سجا دیں، قیمہ کی بریانی تیار ہے، سلاد اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

پسندے

اشیاء

پسندے	پانچ سو گرام
بادام، پستہ، تل	پچیس گرام
زعفران	چند ریشے
دودھ	سو گرام
دارچینی	ایک انچ کا ٹکڑا
بڑی الائچی	دو عدد
لونگ	دو عدد
جائفل (پسی ہوئی)	ایک چٹکی
ثابت دھنیا	ایک ٹیبل اسپون
پیاز	تین عدد
ادرک	پچاس گرام
ہری مرچ	چار عدد
سرخ مرچ (پسی ہوئی)	ایک ٹیبل اسپون
نمک	حسب ذائقہ
گھی	پچاس گرام
دہی	ڈھائی سو گرام
ہرا دھنیا	کچھ پتیاں

ترکیب

سب سے پہلے پسندوں کا اچھی طرح گود لیں، ایک پیاز کاٹ کر گلابی کر لیں، پھر اس کو پیس لیں، میوے بھون کر پیس لیں، زعفران کو ذرا سے دودھ میں بھگو کر ہاتھ سے مسل کر ان سب چیزوں کو پیاز کے آمیزے میں ملا دیں۔

اب دارچینی، لونگ، الائچی پیس کر آدھا آمیزہ میوے والے آمیزے میں ملائیں اور آدھا بچا لیں، پھر میوے کے آمیزے میں تھوڑا سا نمک شامل کر لیں۔

اب گوشت کے ہر ٹکڑے پر تھوڑا تھوڑا سا آمیزہ رکھ کر اس کا رول بنا کر دھاگہ لپیٹ لیں، پھر ان کو گھی میں الٹ پلٹ کر براؤن ہونے تک تلتی رہیں اور بقیہ دو پیاز، ادرک، ہری مرچ، لہسن پیس کر آمیزہ تیار کر لیں، آدھی پیالی گھی گرم کر کے آمیزہ کو تل لیں، مصالحہ بھوننے تک تھوڑا تھوڑا دودھ چھڑکتی رہیں، پھر بقیہ گرم مصالحہ ثابت دھنیا جو بھون کر پیس لیا گیا تھا لال مرچ، نمک ڈال کر ایک بار پھر بھون لیں۔

اب اس میں گوشت کے رول ڈال کر الٹ پلٹ کریں اور اوپر سے دہی ڈال کر برتن سے ڈھک دیں، آنچ دھیمی رکھیں، دس منٹ بعد اتار لیں، اوپر سے ہرا دھنیا کاٹ کر ڈال دیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فوزیہ شفیق

السلام علیکم!

آپ کے خطوط اور ان کے جوابات کے ساتھ حاضر ہیں۔ آپ سب کی صحت، سلامتی اور خوشیوں کی دعاؤں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو، ہمارے ملک کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

وقت کا دھارا بہتا جا رہا ہے۔ ایک موسم کی رخصتی دوسرے موسم کی آمد ہے یہ بدلتے موسم وقت کے تغیر و تبدل کا استعارہ ہیں۔ صدیوں سے یونہی دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں بدلتے اور پھر سالوں کی مسافت طے کرتے ہوئے تاریخ کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔

تاریخ جس میں قوموں کے عروج و زوال کی بے انتہا داستانیں رقم ہیں۔ ان قوموں کے قصے جنہوں نے خدائی احکامات کی روگردانی کی اور عبرت کا نشان بن گئیں۔ وہ حکمران جنہوں نے اپنی عیش و نشاط کے لئے چند سکوں کے عوض اپنی ہی قوم کی بربادی کا سودا کیا اور اپنی ہی نسلوں کو غلامی کا طوق پہنا دیا۔ وہ قومیں جو آپس کے جھگڑوں میں الجھی دشمنوں کے مکر و فریب کو نہ سمجھ سکیں اور زمانے کے لئے عبرت کا نشان بن گئیں۔ تاریخ کے اوراق ہمارے حال کی کہانی سُنا رہے ہیں۔ ملکی صورت حال پر نظر دوڑائیں تو کوئی خوش آئند حالات دکھائی نہیں دے رہے قومی اداروں کی زبوں حالی ہے جس سے لاکھوں افراد کا روزگار وابستہ ہے۔ مہنگائی، بے روزگاری اور امن و امان کا مسلہ گھمبیر صورت اختیار کر چکا ہے۔ سیاست دانوں کی بے حسی اپنے عروج پر ہے۔ بہت کچھ ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ لیکن ابھی بہت کچھ باقی ہے جسے بچایا جا سکتا ہے۔ ایک لمحے کے لئے سوچئے کہ اس سب کو بچانے کے لئے کیا ہم سب پر کوئی فرض لاگو نہیں ہوتا؟ اپنا بہت سا خیال رکھیے اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اور اُن سب کا خیال رکھیے گا جو آپ سے محبت کرتے ہیں، آپ کا خیال رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو:

آیئے آپ کے خطوط کی طرف چلتے ہیں اور اس محفل میں جانے سے پہلے درود پاک، استغفار اور کلمہ طیبہ کا ورد زبان کرتے ہیں۔

پہلا خط ہمیں رابعہ رزاق کا کمالیہ سے موصول ہوا، وہ لکھتی ہیں: مارچ کا شمارہ اس بار تاخیر سے موصول ہوا، سرورق پسند آیا، سب سے پہلے اسلامیات سے فیض یاب ہوئے، حمد و نعت، پیارے نبی کی پیاری باتیں پڑھیں، اس کے بعد انشاء جی سے پیٹ کے درد کا احوال جانا، پھر سلسلے وار ناول ''دل گزیدہ'' کی دنیا میں پہنچے، آہ عافیہ بیچاری کی قسمت میں سکھ نہیں، ایک کے بعد ایک محاذ اُس کے لئے تیار ہے۔ اُم مریم کے اس ناول کا ہیرو لے کردار کو پڑھ کر سیاست کی دنیا کا ایک زندہ جاوید کردار ذہن میں دستک دینے لگ جاتا ہے۔ آپ کیا کہیں گی اس کے بارے میں؟ پلیز اُم مریم ضرور بتایئے گا۔ اب بات ہو جائے غزالہ جلیل کے ناولٹ میرے ہمسفر کی بہت خوب غزالہ شروع سے لیکر آخر تک کہانی پر آپ کی گرفت بڑی مضبوط تھی بڑی خوبصورتی سے آپ نے لمشی کی مشکلات کو ختم کر کے عشام یوسف کو گھنی چھاؤں بنا کر یمشی کی زندگی میں شامل کیا اتنی اچھی تحریر لکھنے پر دلی مبارک باد غزالہ جی آپ کو۔ اس ماہ ہمارے لئے سب سے بڑا سرپرائز بشریٰ سیال کا مکمل ناول تھا ''ذرا موسم بدلنے دو'' بشریٰ جی آپ کو حنا میں ہم سب قارئین کا خوش آمدید۔ آپ کا انداز تحریر بہت عمدہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید صلاحیتوں سے نوازے۔ آمین، مبشرہ انصاری کا ناولٹ ''ان لمحوں کے دامن میں'' کی شروعات بے حد اچھی ہوئی مبشرہ نے الیکٹرانک میڈیا کے موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، آگے چل کر یہ تحریر مزید دلچسپ ہوتی جائے گی۔ تبصرہ انشاء اللہ ناولٹ مکمل ہونے کے بعد، تمثیلہ زاہد کی تحریر ''محبت ایسا دریا ہے'' بھی دلچسپی سے بھرپور تھی، افسانوں میں ''محبت گلاب سی'' پڑھ کر بے اختیار مصنفہ کو داد دینے کو دل چاہا، بہت اچھا لکھا آپ نے محبت کے موضوع پر، ایماب علی کی تحریر ''اس پار ہار چلے'' پڑھ کر جہاں دل اُداس ہو گیا وہیں مصباح علی کی تحریر ''ٹیلنٹ کی بلا'' پڑھ کر موڈ خوشگوار ہو گیا۔ حمیرا

[illegible]
اہم بات کو موضوع قلم بنایا جبکہ فرزانہ حبیب نے ایک اچھا افسانہ لکھا، مستقل سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح بہترین تھے کس قیامت کے یہ نامے میں ہم نے دوستوں کے تبصروں کو خوب انجوائے کیا۔ حاصل مطالعہ میں ماریہ عثمان کے انتخاب نے متاثر کیا، رنگ حنا اور حنا کی محفل نے مسکراہٹوں کے پھول کھلائے بیاض اور میری ڈائیری ہمیشہ کی طرح بہترین تھے۔

رابعہ رزاق آپ کو خوش آمدید مارچ کے شمارے کو پڑھنے کا شکریہ اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیئے گا ہم منتظر رہیں گے۔

ملتان سے ہماری ہر دل عزیز مصنفہ فرح طاہر کا خط ہے وہ لکھتی ہیں: سب سے پہلے کچھ باتیں ہماریاں میں سردار طاہر محمود کی باتیں پڑھیں ملک کے حالات کے متعلق پڑھ کر دل اُداس ہو گیا، اللہ ہمارے پاکستان پر اپنی رحمت فرمائے، آمین۔ حمد و نعت سے دل معطر ہو گیا۔ اس کے بعد اپنے پسندیدہ ناول ''پربت کے اُس پار کہیں'' کے قریب چھلانگ لگائی اور سانس بحال کیے بنا ہی پڑھنے کا آغاز کر دیا۔ اُف نایاب آپی۔۔ ہر بار کی طرح شاندار تحریر۔۔۔۔ مجھے اس ناول میں ہیام اور اُسامہ کا کریکٹر بہت پسند ہے۔ اب ایسا نہیں کہ امام اور جہاندار کو پسند نہیں کرتی مجھے وہ بھی بہت پسند ہیں اس کہانی کا ہر کردار اپنی جگہ انگوٹھی میں نگینے کی طرح فکس ہے۔ مجھے عشیہ سے بہت ہمدردی ہے پلیز آپی اس کے ساتھ کچھ غلط نہ کیجئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گا۔ اُم مریم کا دل گزیدہ ہمیشہ کی طرح بہترین تھا، اس ناول پر میں اپنا تبصرہ محفوظ کر رہی ہوں۔ محبت گلاب سی حنا بشریٰ کا افسانہ پڑھ کر دل اداس ہو گیا، مگر اینڈ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔

سپیشلی محبت کے اچھوتے خیال کو نمایاں کرتی نظم بہت پسند آئی۔ بشریٰ سیال کا ذرا موسم بدلنے دو اپنے نام کی طرح پل پل موسم بدلتے ہوئے موڈ پر اچھے اثر ڈالے۔ غزالہ جلیل کا ناول میرے ہمسفر نے شروع سے اپنے لفظوں میں جکڑے رکھا، ویل ڈن غزالہ جلیل اس بار تو ہار چلے ایمان علی آپ نے رُلا ہی دیا مبشرہ انصاری کا ناولٹ پڑھنے سے پہلے تھوڑی بے ایمانی کی آغاز سے پہلے انجام دیکھنا چاہا اس کا یہ مطلب نہیں کے میں نے پڑھا نہیں ضرور پڑھوں گی مگر پہلے یہ باقی آئندہ والی شرط ختم ہو گی تو۔۔۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ مبشرہ انصاری نے زبردست لکھا ہو گا۔ تمثیلہ زاہد کا محبت ایسا دریا ہے، اسٹارٹ بہت اچھا لیا ویل ڈن تمثیلہ۔ ٹیلنٹ کی بلا پڑھ کر ہنس ہنس کر بُرا حال ہو گیا۔ چھپا رستم میں بہت گہری باتیں چھپی ہوئی تھیں کمال ہے حمیرا نوشین کی خوب تحریر تھی۔ فرزانہ حبیب کی تحریر اچھی تھی۔ حنا کے باقی سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح خوب تھے۔ فوزیہ آپی کے سارے خطوں کے محبت سے دیئے گے جواب پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔

فرح طاہر: کفر ٹوٹا خدا خدا کر کیا یک طویل عرصے بعد آپ اس محفل میں جلوہ افروز ہوئیں، مارچ کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ۔ اس ماہ کا حنا آپ کو کیسا لگا ضرور بتائیے گا۔ ہم منتظر رہیں گے۔

اور یہ خط ہمیں اپنی پیاری مصنفہ ثنا کنول کالودھراں سے موصول ہوا ہے۔

اس بار حنا بڑے انتظار کے بعد ملا سب سے پہلے بڑی بیقراری سے ٹائٹل گرل کو گھورا جو کہ پسند آیا۔ اس کے بعد حمد و نعت پڑھی اور پھر پیارے نبی کی پیاری باتیں پڑھ کر لطف آ گیا۔ اس کے بعد سب سے زیادہ مزہ جو تحریر پڑھ کر آیا وہ تھی مصباح علی سید کی ٹیلنٹ کی بلا ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہو گیا ایسی تحریریں شائع کرتے رہا کریں۔ اس کے بعد محبت گلاب سی پڑھا تو سچ مُچ محبت گلاب سی لگنے لگی ایمان علی کی اس بار تو ہار چلے بھی بہت خوب رہی۔ چھپا رستم بہت جاندار تحریر تھی حمیرا نوشین کا شاہکار رہا۔ فرزانہ حبیب کا اُمید کا روشن سویرا کیا کہوں سمجھ نہیں آ رہا کاش حقیقی زندگی بھی اتنی رومانٹک اور خوبصورت ہوتی۔ اور پیاری مبشریٰ انصاری آپ کی تحریر پر تبصرہ ادھار رہا مکمل ہونے پر ضرور کروں گی۔ قیامت کے یہ نامے، سب نے کمال لکھا ایک سے بڑھ کر ایک رابعہ امتیاز، رابعہ تنویر، سدرہ شاہین، نمرہ حمید، عالیہ بٹ، میری تحریر پسند کرنے کے لئے شکریہ۔

ثنا کنول: خوش آمدید اس محفل میں حنا کے لئے آپ کی محبت کا شکریہ، مارچ کا شمارہ آپ کی پسند پر پورا اُترا، جان کر بے انتہا خوشی ہوئی آپ کی تحریریں بھی جلد شائع ہوں گی شکریہ۔

WWW.PAKSOCIETY.COM